COMMENTARY ON ST. LUKE

BY

REV. W. MACHIN M.A.

تفسیرِ انجیلِ لُوقا

از

پادری ولیم میچن صاحب ایم۔ اے۔



ایس۔ پی۔ سی۔ کے

انارکلی لاہور

1959

مسیح یسوع میں آپ کو سلام!

جیسا کہ آپ سب اِس بات سے بخوبی آشنا ہیں کہ کتب مستوجب الثوب مدتِ مدید سے کلیسیائے پاکستان کے لئے علمی کتب فراہم کرنے کے لئے سر گراں ہے۔ تاہم یہ کام اُن احباب کی مدد کے بغیر ممکن نہیں جو مختلف ذرائع سے ہمیں کتب فراہم کرتے ہیں تاکہ ہم اُن کو پی۔ ڈی۔ ایف کی صورت میں مفادِ عامہ کے لئے پیش کر سکیں۔ اِن شخصیات میں پاسٹر اخلاق صاحب ہیں جنہوں نے "لوقا کی تفسیر بقلم ولیم میچین" نا صرف ہمارے سپرد کی تاکہ ہم اس کو سکین کر کے مفادِ عامہ کے لئے پیش کر سکیں بلکہ سکیننگ اور بائنڈنگ کے معاملات میں بھی ہمارے مددگار رہے۔ ماسوائے اِس کے پاسٹر عاصم امانت بھٹی صاحب نے پاسٹر پرویز جون صاحب کی زیرِ نگرانی اِس کتاب کو سکین کیا اور کتب مستوجب الثوب کے سپرد کیا تاکہ ہم اُس کو ہر خاص و عام قاری تک باآسانی پہنچا سکیں۔ کتب مستوجب الثوب کے تمام ارکان دل کی گہرائیوں سے اُن کے شکر گزار ہیں۔

شکریہ!



کُتُبِ مُستَوجِبِ الثّوب

۲۰۱۵

تمہید

مجھے افسوس ہُوا جب مَیں نے معلوم کیا کہ نہ تو اُردو زبان میں اور نہ ہندی بھاشا میں مُقدّس لُوقا کی انجیل پر کوئی تفسیر دستیاب ہو سکتی ہے چونکہ راقم نے بہت سا وقت انجیل مذکور کے مطالعہ پر صرف کیا ہے اور نیز اس کتاب کو اپنی بائبل کلاس میں کئی بار پڑھایا ہے لہٰذا مَیں نے یہ جُرأت کی ہے کہ مَیں خود اس پر تفسیر لکھنے کا بِیڑا اُٹھاؤں۔ تفسیر لُوقا تیار کرتے میں راقم نے مُتفرق کُتب سے مدد لی ہے خصُوصاً پلمر صاحب اور لاگرینج صاحب (PLUMMER - LAGRANGE) کی تفسیروں سے بہت کُچھ خزانۂ علم حاصل کیا گیا ہے۔

ربّ العزّت کی درگاہ عالیہ میں میری یہ دُعا ہے کہ وُہ کتاب ہذا کو خداوند یسُوع مسیح کی مُقدّس زندگی اور نیک کاموں کے سمجھنے کا وسیلہ بنائے۔

خادم النّاس :- ولیم میچن

المعروضہ ۷۔ اگست ۱۹۵۷ء

فہرستِ مضامین تفسیرِ لُوقا

۳- تفسیر:-

دیباچہ

فصل اوّل

انجیل کیا ہے؟

نئے عہد نامہ میں جو کتابیں شروع میں پائی جاتی ہیں اناجیل کہلاتی ہیں۔ عموماً ہم اُن کو "متی کی انجیل" یا "مُقدس متی کی انجیل" وغیرہ کہتے ہیں لیکن حق تو یہ ہے کہ اُن کو "ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کی انجیل جو مُقدس متی کی معرفت لکھی گئی" وغیرہ الفاظ سے موسُوم کرنا چاہیئے کیونکہ انجیل مرقس کی ہے نہ لُوقا کی بلکہ ہمارے خُداوند یسُوع المسیح کی ہے۔

لفظ "انجیل" ایک یُونانی لفظ کا مُعرّب ہے۔ یہ لفظ یُونانی حروف میں یُوں لکھا جاتا ہے ευαγγελιον جس کے پُرانے تلفّظ سے کوئی واقف نہیں۔ اس کا مطلب خوشخبری ہے۔ عربی زبان میں حرف گ نہیں ہوتا اُس کی جگہ ج استعمال ہوتا ہے مثلاً گیبری ایل سے لفظ جبرائیل بنا وغیرہ وغیرہ۔ کوئی انجیل خُداوند یسُوع المسیح کی سوانح عُمری نہیں کہلائی جا سکتی۔ سوانح عُمری میں تاریخ ولادت۔ لڑکپن اور جوانی کے احوال۔ تعلیم و تربیت۔ فطرت۔ رجحانات۔ ترقیات وغیرہ مفصّل طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ پھر پیشہ۔ شادی خانہ آبادی (اگر شادی کی جائے) گرد و نواح کے اثرات اور ملک کے دیگر لوگوں سے تعلّقات۔ ماں باپ کی تاریخِ وفات یعنی تمام زندگی کے واقعات سلسلہ وار لکھے جاتے ہیں۔ اناجیل اربعہ اِس موضُوع کی کتابیں نہیں ہیں بیشک لُوقا کی انجیل میں تواریخ عالم سے کُچھ تعلّقات بیان کئے گئے ہیں۔ (مثلاً باب ۳۔ آیات ۱-۲-۳-۲۳) اِن سے وقتِ پیدائش کا کُچھ پتہ چلتا ہے۔ نیز

دوسرے باب میں انجیل نویس نے خداوند یسوع المسیح کے لڑکپن کا ایک واقعہ بیان کیا ہے (آیات ۴۱ سے ۵۱ تک) اور مرقس کی انجیل میں (چھٹا باب) بیان کیا گیا ہے کہ وہ بڑھئی کا کام کیا کرتا تھا۔ ورنہ سوانح عمری میں جو باتیں بیان ہوتی ہیں اُن میں سے بہت ہی کم اناجیل اربعہ میں بیان کی گئی ہیں۔

کسی شخص کے سوانح حیات اِس غرض سے لکھے جاتے ہیں۔ کہ قارئین کرام کسی مشہور و مقتدر انسان کی زندگی کے مفصل حالات سے واقفیت حاصل کریں۔ مگر انجیل مقدس کا مقصد کچھ اور ہے۔ مقدس یوحنا رسول نے قلمبند کیا ہے کہ "یسوع نے اور بہت سے معجزے شاگردوں کے سامنے دکھائے جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے۔ لیکن یہ اس لئے لکھے گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا ہے اور ایمان لاکر اُس کے نام سے زندگی پاؤ"۔ اسی طرح مقدس مرقس رسول نے لکھا "یسوع مسیح ابن خدا کی خوشخبری کا شروع (یوحنا ۲۰: ۳۰ اور ۲۱ مرقس ۱: ۱)۔ مقدس لوقا بھی جب انجیل ہذا لکھنے کا سبب تھیفلس کو بتاتے ہیں تو یوں رقمطراز ہوتے ہیں "تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی اُن کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے"۔

اناجیلِ اربعہ کے لکھے جانے کا خاص الخاص مقصد یہ ہے کہ قارئین رَبّنا المسیح پر ایمان لائیں۔ اِس مقصد کو پُورا کرنے کے لئے اِس بات کی ضرورت نہیں کہ بہت سی باتیں جو ہمیں بہت دلچسپ لگیں لکھی جائیں۔ مثلاً ہمارے خداوند کی صورت و شکل، آپ کی پوشاک و خوراک، قد و قامت۔ آپ کا عام گفتگو کرنے کا طریق یا جب تک آپ بڑھئی کا کام کرتے رہے تو آپ کی دکان کیسے چلتی تھی۔ مقدس یوسف جس نے آپ کی پرورش کی تھی کب فوت ہوئے؟ آپ کے بھائیوں کے پیشے کیا تھے؟ کیا یہ بھائی آپ کے سگے بھائی تھے کہ چچازاد یا ماموں زاد۔ غرض وہ تمام باتیں جو عموماً سوانح عمری میں مرقوم ہوتی ہیں۔ لیکن انجیلی نظریہ سے ایسی باتیں ہماری نجات کے لئے ضروری نہیں ہیں۔ نجات کے لئے ضروری باتیں یہ ہیں:۔ مسیح کی تعلیم، آپ کی نصیحتیں اور احکام۔ آپ کے معجزات اور خاص طور پر آپ کی موت کے اسباب اور آپ کی گرفتاری اور مصلوب ہونے کے احوال۔ آپ کی قیامت و صعود مبارک۔ رُوح القدس کا نزول۔ آپ کی آمدِ ثانی کے وعدے۔

مسیحیوں کے فرائضِ زندگی۔ نجات کا ایمان سے حصُوں، تمام نسلِ انسانی کی بلا ربط اصطباغ (بپتسمہ) اور عشاء ربانی کا قائم کیا جانا۔ یہ باتیں جو اناجیل میں مرقوم ہیں، تمام باتیں ایک ہی انجیل میں نہیں ملتیں مگر ہر ایک سے نجات کا کافی علم حاصل ہوتا ہے اور راہ نجات کا کافی و وافی پتہ چلتا ہے۔ مُقدّس لُوقا نے بھی سوانح عمری نہیں لکھی، بلکہ انجیل مُقدّس قلمبند کی ہے۔

لفظ مُصنّف پر نوٹ:۔

بعض اوقات جب کبھی الہامی کتاب اور اُس کے مُصنّف کا ذکر ہوتا ہے تو لوگ لفظ مُصنّف پر اس سبب سے اعتراض کرتے ہیں کہ 'مُصنّف' اپنے علم اور اپنی عقل کے زور سے لکھتا ہے۔ اس کے برعکس وُہ لفظ 'مُلہم' یا 'محض لکھنے والا' پسند کرتے ہیں۔ اس کتاب میں راقم نے لفظ 'مُصنّف' استعمال کیا ہے لیکن اس سے ناظرین یہ خیال نہ کریں کہ مُجھے کتاب ہذا کے الہامی ہونے میں شک ہے۔



فصل دوم

اناجیلِ متفقّہ

جب ہم چاروں اناجیل کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ پہلی تین کا طرزِ تحریر اَور ہے اور چوتھی کا اَور ہے۔ چوتھی انجیل میں بہت کم تمثیلیں ہیں، حالانکہ اچھے چرواہے اور انگور کے درخت کے بیانات شاید تمثیل کہلائے جا سکتے ہیں۔ (یُوحنّا ۱:۱-۱۳ و ۱۵: ۱-۲)..... پھر خُداوند کی تقریریں دُوسرے ڈھنگ کی ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اُن میں سے اکثر باتیں یروشلیم کے فقیہوں کے سامنے کی گئیں تھیں۔ لیکن چھٹے باب میں جس تقریر کا بیان ہے اُس کے بارے میں یہ مرقوم ہے کہ وُہ کفر نحوم کے ایک عبادت خانہ میں کی گئی تھی حالانکہ ممکن ہے کہ وہاں کفرنحوم کے فقیہہ کثرت سے موجُود ہوں۔ اِس کے علاوہ یُوحنّا رسُول کی انجیل میں ہمارے خُداوند بار بار اپنے آپ کو "بیٹا" کہتے ہیں۔ اور پہلی تین اناجیل میں لفظ "بیٹے" کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں متّی ۱۱: ۲۷، لُوقا ۱۰: ۲۲، نیز مرقس ۱۲: ۶) متّی ۱۱: ۲۷ کے بارے میں جس میں لکھا ہے "کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوا باپ کے" الخ۔ کسی عالم نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ یُوحنّا کے آسمان کا گرتا ہُوا ستارہ ہے۔

اگرچہ پہلی تین اناجیل میں لفظی فرق ہے تو بھی عموماً یہ تینوں کتابیں ایک ہی طریق کی ہیں اور اِس لئے اناجیل متفقہ کہلاتی ہے۔

ان کا ایک خاص رنگ میں موازنہ کرنا سُود مند ہے۔ اگر ہم متّی، مرقس اور لُوقا کی انجیلیں لیں اور کالی روشنائی سے اُن آیات کے نیچے لکیریں کھینچیں جو تینوں اناجیل میں موجُود ہیں اور پھر دُوسرے رنگ کی روشنائی سے اُن آیات کے نیچے لکیریں کھینچیں جو مرقس میں اور صرف متّی میں یا لُوقا میں موجُود ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ مرقس میں ۱۶: ۸ تک ۶۶۱ آیات ہیں۔ ان میں سے متّی نے ۶۰۰ آیات کو استعمال کیا ہے حالانکہ بہت سی آیات کو مختصر طور

پر بیان کیا ہے۔ اسی طرح مُقدّس لُوقا نے مُقدّس مرقس کے مضمُون کا ۵۵ فی صدی حِصّہ استعمال کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ پہلی اَور تیسری اناجیل کے مُصنّفین نے لکھتے وقت مرقس کا ایک طومار سامنے رکھ کر لکھا ہے۔ اناجیلِ مُتفقہ میں مرقس کی انجیل سب سے پہلے لِکھی گئی تھی۔

علاوہ ازیں تیسرے رنگ کی روشنائی لے کر اُس سے متّی اَور لُوقا کی اناجیل میں اُن آیات کے نیچے لکیریں کھینچیں جو دونوں میں ہیں لیکن مرقس میں نہیں مِلتیں۔ معلوم ہو جائیگا کہ یہ تقریباً ۲۰۰ آیات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی گمُنام شخص نے خُداوند یسُوع المسیح کے بارے میں ایک رسالہ لکھا تھا جو اب معدُوم ہے۔ پہلی اَور تیسری اناجیل کے مُصنّفین نے اس مواد کو بھی استعمال کیا تھا۔ عُلماء عمُوماً اس گمُ شُدہ رسالہ کو "کیُو" (Q) کہتے ہیں۔ یہ محض ایک جرمن لفظ "کویل" (QUELLE) یعنی سرچشمہ کا پہلا حرف ہے، حالانکہ بعض عُلماء نے اس کو مکالمہ یا یُونانی میں LOGIA کہا ہے۔ کاش کہ اس نُسخے کا کوئی حِصّہ کہیں سے دستیاب ہوتا۔

اِن دو وسائل مرقس اور "کیُو" (Q) کے علاوہ پہلی اور تیسری اناجیل میں خاص خاص باتیں مِلتی جُلتی ہیں جو باقی اناجیل میں نہیں پائی جاتیں۔ معلُوم ہوتا ہے کہ مُصنّفین کو انجیلی واقعات کا خاص علم ذاتی طور پر حاصل ہُوا تھا۔ لُوقا خود بتاتا ہے کہ "بہُتوں نے اِس امر پر کمر باندھی کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہُوئیں اُن کو ترتیب وار بیان کریں"۔ اور پھر دعوےٰ کرتا ہے کہ "اُس نے سب باتوں کو شرُوع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کیا" (۱: ۳)۔

وُہ خاص مضامین جو صرف لُوقا کی انجیل میں مِلتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔ (صرف اہم باتیں نیچے لکھی گئی ہیں) :-

۱- یُوحنّا اصطباغی کی پیدائش کی پیشین گوئی اَور اُس کی پیدائش (۱: ۵ سے ۲۵ تک و ۵۷ سے ۸۰ تک)۔

۲- خُداوند یسُوع المسیح کی پیدائش مُبارک کی پیشین گوئی۔ (۱: ۲۶ سے ۳۸)

۳- اِلیشبع سے مُبارک کنواری مریم کی ملاقات (۱: ۳۹ سے ۵۶ تک)۔

۴ - خُداوند یسُوع المسیح کی پیدائش مُبارک (۲: ۱ سے ۲۰ تک)٭
۵ - خُداوند یسُوع المسیح کا ختنہ اَور ہیکل میں پیش کیا جانا۔ (۲: ۲۱ سے ۳۹ تک)
۶ - ربّنا یسُوع المسیح کا گُم ہو جانا اَور ہیکل میں پایا جانا (۲: ۴۱ سے ۵۲ تک)
۷ - یُوحنّا اصطباغی کی تاریخ نبوّت (۳: ۱ - ۲)٭
۸ - مُقدّس یُوحنّا کا وعظ حسنہ (۳: ۱۰ سے ۱۴ تک)٭
۹ - ربّنا یسُوع المسیح کا نسب نامہ (۳: ۲۳ سے ۳۸ تک)٭
۱۰ - نائین شہر کی بیوہ کے لڑکے کا جِلایا جانا (۷: ۱۱ سے ۱۷ تک)٭
۱۱ - گنہگار عورت کا ربّنا یسُوع المسیح کے مُبارک پاؤں کو اپنے آنسُوؤں سے بھگونا اَور بالوں سے پُونچھنا (۷: ۳۶ سے ۵۰ تک)٭
۱۲ - اہلِ سامریہ کا شاگردوں کو قبول نہ کرنا (۹: ۵۱ سے ۵۶ تک)٭
۱۳ - ۷۰ شاگردوں کو گشتی خدمت کے لئے بھیجنا (۱۰: ۱ سے ۲۰ تک)٭
۱۴ - نیک سامری کی تمثیل (۱۰: ۳۰ سے ۳۷ تک)
۱۵ - مارتھا اَور مریم کے ہاں ربّنا یسُوع المسیح کی دعوت (۱۰: ۳۸ سے ۴۲ تک)٭
۱۶ - دوست کے روٹی مانگنے کی تمثیل (۱۱: ۵ سے ۸ تک)٭
۱۷ - فریسیوں اَور فقیہوں پر ملامت (۱۱: ۳۷ سے ۵۴ تک)٭
نوٹ:- یہ ملامت کسی قدر متّی باب ۲۳ سے مِلتی جُلتی ہے تاہم اس میں کافی فرق بھی ہے٭
۱۸ - بیوقُوف دولت مند کی تمثیل (۱۲: ۱۳ سے ۲۱ تک)٭
۱۹ - ربّنا المسیح کی آمد ثانی کے لئے تیاری کی نصیحت (۱۲: ۳۵ سے ۵۷ تک)٭
۲۰ - توبہ کی نصیحت اَور بے پھل انجیر کے درخت کی تمثیل (۱۳: ۱ سے ۹ تک)٭
۲۱ - کُبڑی عورت کو شفا بخشنا (۱۳: ۱۰ سے ۱۷ تک)٭
۲۲ - نجات پانا کتنا مُشکل ہے۔ (۱۳: ۲۲ سے ۳۰ تک)٭
۲۳ - جلندر کے مریض کو شفا بخشنا (۱۴: ۱ سے ۶ تک)٭
۲۴ - حلیمی کی نصیحت و تعلیم (۱۴: ۷ سے ۱۱ تک)٭
۲۵ - دعوت میں غُربا کو بُلانے کی نصیحت (۱۴: ۱۲ سے ۱۴ تک)٭

۲۶ - بڑی دعوت کی تمثیل (۱۴: ۱۵ سے ۲۴ تک)۔

۲۷ - کھوئی ہوئی بھیڑ۔ کھویا ہوا سکہ اور مسرف بیٹے کی تمثیلیں (۱۵ باب)

۲۸ - بددیانت مختار کی تمثیل (۱۶: ۱ سے ۱۶ تک)۔

۲۹ - دولت مند اور لعذر کی تمثیل (۱۶: ۱۹ سے آخر تک)۔

۳۰ - دس کوڑھیوں کو شفا بخشنا (۱۷: ۱۱ سے ۱۹ تک)۔

۳۱ - خدا کی بادشاہت کی آمد (۱۷: ۲۰ سے ۳۳ تک)۔

(نوٹ ۔ یہ بیان کسی قدر مرقس اور متی سے ملتا ہے)۔

۳۲ - بے انصاف قاضی کی تمثیل (۱۸: ۱ سے ۸ تک)۔

۳۳ - فریسی اور محصول لینے والے کی تمثیل (۱۸: ۹ سے ۱۴ تک)۔

۳۴ - زکائی کی بلاہٹ (۱۹: ۱ سے ۱۰ تک)۔

۳۵ - اشرفیوں کی تمثیل (۱۹: ۱۱ سے ۲۷ تک)۔

۳۶ - آخری عشا کے وقت دوسرا پیالہ (۲۲: ۱۷)۔

۳۷ - آنے والی مصیبتوں کے لئے شاگردوں کی تیاری (۲۲: ۳۵ سے ۳۸ تک)۔

اب ہم ربنا المسیح کی گرفتاری، تصلیب اور قیامت تک پہنچے ہیں۔ اس موقع پر مقدس لوقا کا مضمون بعض جگہوں میں چوتھی انجیل سے ملتا ہے۔ مثلاً ۲۲: ۵۰ جو یوحنا ۱۸: ۱۰ سے ملتا ہے۔ نیز ۲۴: ۱۲ اور ۳۶۔ ربنا المسیح کے مصائب کے بیان میں لوقا کے خاص مضامین حسب ذیل ہیں:۔

ہیرودیس کے سامنے یسوع المسیح کی پیشی (۲۳: ۵ سے ۱۲ تک) شہر یروشلیم کی عورتوں کو آنے والی تکلیفات کی آگاہی۔ (۲۳: ۲۸ سے ۳۱ تک) تائب ڈاکو (۲۳: ۳۹ سے ۴۳ تک) مصلوب ہوتے وقت خداوند یسوع المسیح کے الفاظ میں ذیل کا بیان صرف لوقا میں موجود ہے۔ باپ سے لوگوں کے لئے معافی مانگنا۔ تائب ڈاکو سے فردوس میں داخل ہونے کا وعدہ۔ ربنا المسیح کا اپنی روح کو خدا باپ کے سپرد کرنا۔

المسیح کی قیامت کے بیان میں لوقا نے ذیل کی خاص باتیں لکھی ہیں:۔

۱ - اماؤس کو جانے والے شاگردوں سے یسوع المسیح کا ملنا (۲۴: ۱۳ سے ۳۵)

۲ - ربّنا یسُوع المسیح کا شاگردوں سے کمرے میں ملنا (۲۴ : ۳۶ سے ۳۹ تک) ۔
یہ کسی قدر یُوحنا ۲۰ : ۱۹ سے ۲۳ تک کے بیان سے ملتا ہے۔ مندرجہ بالا سطور اور تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

۳ - ربّنا المسیح کا صعُودِ مُبارک (۲۴ : ۵۰ سے ۵۳ تک) ۔

فصل سوم

مُصنّف

۱- تیسری انجیل کا مُصنّف اعمال کی کتاب کا بھی مُصنّف ہے ۔

۲- اعمال کی کتاب کا مُصنّف مُقدّس پولُوس رسُول کا ساتھی تھا ۔

۳- یہ ساتھی لُوقا تھا ۔

(۱) چاروں اناجیل کے مُصنّفین کے نام اُن کے اندر درج ہیں۔ پس اگر یہ ثابت ہوجائے کہ درحقیقت مُقدّس لُوقا نے تیسری انجیل کو نہیں لکھا تو اس انجیل پر کوئی دھبّہ نہ لگے گا اور نہ ہی کلیسیا کی روایت غلط ثابت ہوگی کیونکہ ہر زمانہ میں کلیسیا نے ہم آواز ہوکر اعلان کیا کہ یہ کتاب مُقدّس لُوقا کی لکھی ہُوئی ہے ۔

اعمال کی کتاب کے شرُوع میں مُصنّف اپنے پہلے رسالہ کا ذکر کرتا ہے اور دونوں کتابیں تھیُفلس کے لئے لکھی گئی تھیں۔ نیز ترجمہ میں بھی جب دونوں کتابوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو طرزِ بیان میں بہُت کچھ موافقت ظاہر ہوتی ہے اور اصل یُونانی زبان میں یہ بات بخُوبی ظاہر ہو جاتی ہے ۔

علاوہ ازیں دونوں کتابوں کا نقشہ ایک ہی قسم کا ہے۔ ذیل کی باتوں کو بنظرِ عمیق دیکھیں :-

بمطابق انجیل لُوقا :- (۱) گلیل میں کام ۔(۲) گلیل اور یروشلیم کے مابین کام ۔ (۳) یروشلیم میں کام ۔

بمطابق اعمال کی کتاب :۔ (۱) یروشلیم کے یہودیوں کے مابین کام (۲) لوگوں کے مابین اور اور مقاموں میں کام (۳) غیر یہودیوں کے مابین کام اور روم تک پہنچنا ۔

اگر تیسری انجیل کسی ممتاز المرتبہ شخص سے منسوب کی جاتی تو ممکن تھا کہ کوئی دغاباز شخص اعمال کی کتاب کی تمہید اس غرض سے لکھتا کہ لوگ دھوکا کھا کر یہ سمجھنے کہ اُس کا نتیجۂ فکر اس بزرگ کا ہے لیکن لُوقا جس کا تذکرہ نئے عہدنامہ میں صرف تین بار آتا ہے، ایسی فطرت کا شخص نہ تھا۔ مُقدّس لُوقا کی تمام شُہرت اُس کی انجیل کا نتیجہ ہے (کلسی ۴: ۱۴ و ۲ تموتھی ۴: ۱۱ و فلیمون ۲۴)۔

(۲) اعمال کی کتاب کے چند ایسے حصص ہیں جن میں مُصنّف لفظ "ہم" استعمال کرتا ہے یعنی ۱۶: ۱۰ سے ۱۶: ۷ تک۔ اِن آیات میں پولُوس رسُول کا وُہ خواب ہے جس میں وُہ فلپّی کو مدعو کیا گیا ہے۔ نیز اس کا فلپّی تک کا سفر، اور فلپّی میں کام کی ابتداء وغیرہ باتیں درج ہیں۔ پھر ۲۰: ۵ سے ۲۱: ۸ تک۔ فلپّی سے یروشلیم تک کا سفر پایا جاتا ہے۔ اس کا تیسرا حصّہ ۲۷: ۱ سے ۲۸: ۱۶ تک ہے جس میں اطالیہ تک کا سفر مندرج ہے۔ اس لفظ "تموتھی" سے ظاہر ہے کہ مقدّس لُوقا مقدّس پولُوس کا ساتھی تھا۔ مُمکن ہے کہ لُوقا نے اپنے روزنامچے میں اپنے سفروں کا حال درج کیا ہو۔ لیکن پولُوس کے تین خطوط میں، جیسا اُوپر بیان ہو چکا ہے لُوقا کا ذکر آتا ہے۔ اور یہ بیان تصدیق کرتا ہے کہ لُوقا پولُوس کا ساتھی تھا۔

(۳) قدیم زمانہ میں سے جتنے مُصنّفین نے تیسری انجیل کے مُصنّف کا تذکرہ کیا ہے سب متفق الرّائے ہیں کہ اُس کا نام لُوقا تھا۔ لُوقا کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ وُہ ایک طبیب تھا اور جو عالم یُونانی طبیبوں کی تصنیفات سے کما حقہٗ واقف ہیں مثلاً ہوبارٹ (HOBART) صاحب، وُہ بتاتے ہیں کہ انجیل لُوقا اور اعمال دو کُتب میں علمِ طِب کی اصطلاحات مستعمل ہُوئی ہیں اور اُن میں دیگر محاورات بھی زیادہ تر ایسے ہیں جو علمِ طِب کی یُونانی کُتب میں درج ہیں۔

اگر بفرضِ محال مقدّس لُوقا انجیل لُوقا اور اعمال کی کتاب کا مُصنّف نہ تھا تو اُس کا نام اُن میں کیونکر آ گیا۔ پُرانے زمانے میں چند لوگوں نے مذہبی کُتب لکھ

کر اُن کے ایسے ایسے سرنامے لکھے جن سے یہ تصوّر کیا جائے کہ کسی رسُول نے لکھا۔ مثلاً پطرس کی انجیل۔ پولُسؔ کے اعمال اور یُوحنّاؔ کے اعمال۔ لیکن کیا ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی کتاب کے لئے جھُوٹا نام چُن کر ایسے آدمی کا نام چُنے جو مشہور نہ تھا اور جس کے بارے میں اتنا کم معلوم تھا کہ تقریباً لاعلمی کے برابر ہے؟

قدیم مُصنّفین نے اس انجیل سے اقتباس کیا ہے مثلاً جسٹن شہید اور اُس کا شاگرد طاطیانُس (TATIAN) اسکندریہ کا کلیمنٹ (CLEMENT) اور یہ مؤخّر الذکر مُصنّف بتاتا ہے کہ مقدّس لُوقا اس کا مُصنّف تھا۔ آرینیئس (IRENAEUS) بھی یہی بتاتا ہے کہ اس کتاب کو مُقدّس لُوقا نے لکھا ہے۔ اِن شہادتوں کی بنا پر بلا شک ماننا پڑتا ہے کہ تیسری انجیل اور اعمال کی کتاب لُوقا ہی کے قلم سے لکھی گئی تھی۔

مُقدّس لُوقا کو کافی موقع ملا تھا کہ خُداوند یسُوع المسیح کی زندگی، تعلیم، پیدائش، موت، قیامت اور صعُود کے بارے میں مُستند معلُومات جمع کرے۔ مُقدّس پولُوس واقعی مسیح خُداوند کی بابت کافی علم رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر ناظرین کُرنتھیوں کے پہلے خط میں ذیل کے حوالجات کو ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۱: ۲۳ سے ۲۵ تک + ۱۵: ۳ سے ۷ تک۔ اور مُقدّس لُوقا کافی عرصہ تک مُقدّس پولُوس کے ساتھ رہا۔ پھر لُوقا پولُسؔ کے ساتھ ارضِ مقدّس تک گیا اور فلپّس مبشّر کے گھر میں رہا۔ (اعمال ۲۱: ۸) غالباً لُوقا پولُسؔ کے ساتھ قیصریہ میں اُس وقت تک مقیم رہا جب تک وُہ دونوں مع اِسترخُسؔ کے جہاز پر سوار ہو کر رُوما جانے کے لئے روانہ نہ ہُوئے یعنی دو سال سے زیادہ عرصہ تک (اعمال ۲۴: ۲۷ + ۲۷: ۱) یقیناً اس عرصۂ دراز میں مُقدّس لُوقا نے بہت کچھ دریافت کیا ہوگا اور نہ صرف اُن لوگوں سے پُوچھا ہوگا جو خُداوند المسیح کی زندگی سے رّبنا المسیح کے متعلّق واقف تھے اور جنہوں نے خُداوند سے مُلاقات کی اور اُس کی تعلیم سُنی تھی، بلکہ لکھے ہُوئے رسالے بھی دیکھے اور اُن کی باتیں لکھیں تھیں (لُوقا ۱: ۱ — ۳)۔

لُوقاسؔ (یہ یُونانی میں نام ہے) شاید لُوکانُسؔ کا مخفّف ہے۔ پولُوس رسُول کا خط بنام کُلسیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مُقدّس لُوقا قوم یہُود سے دائرۂ

مسیحیت میں داخل نہیں ہُوا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں باب۴ آیت ۱۰ اور ۱۱ میں یُوں مرقوم ہے:" ارسترخس ..... تم کو سلام کہتا ہے اور برنباس کا رشتہ کا بھائی مرقس ..... اور یسُوع جو یُوستُس کہلاتا ہے۔ مختونوں میں سے صرف یہی خُدا کی بادشاہی کے لئے میرے ہم خدمت رہے ہیں ...." پھر چودھویں (۱۴) آیت میں یُوں لکھا ہے۔ "پیارا طبیب لُوقا اور دیماس تمہیں سلام کہتے ہیں"۔ صاف و صریح طور سے ظاہر ہے کہ لُوقا اور دیماس یہُودی نہ تھے۔ لُوقا بُت پرست غیر یہُودی طبقہ میں سے تھا۔ ہمیں یہ قطعی علم نہیں کہ وُہ قبولِ مسیحیت سے قبل اُس جماعت میں سے تھا جو اعمال کی کتاب میں خُداترس کے لقب سے مُلقب ہے۔ یہ ایسے غیر یہُودی تھے جو بُت پرستی سے متنفر ہو گئے تھے اور یہُودیوں کے ساتھ اُن کے عبادتخانوں میں خُدا کی عبادت کرتے تھے لیکن ابھی تک رسمِ ختنہ پر عمل کئے بغیر ہی مُرید تھے۔ یعنی (دیگر الفاظ میں یُوں کہنا چاہیئے کہ) اُنہوں نے خُدا کی وحدانیت اور اخلاقی احکام کو قبول تو کیا تھا لیکن مُوسیٰ کی رسمی شریعت کو قبول نہیں کیا تھا۔

مُقدّس لُوقا نے انجیل کی بشارت کے کام میں پولُوس کی مدد کی تھی کیونکہ فلیمون کے خط میں وُہ ہم خدمت کہلاتا ہے (آیت ۲۴) وُہ اُس وقت مُقدّس پولُوس کے ساتھ ساتھ رہا تھا جب کہ اور سب نے کسی نہ کسی وجہ سے آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ (۲۔ تیمُتھیُس ۴: ۱۰)۔

مُقدّس یُوسیبیُس (EUSEBIUS) رقمطراز ہے کہ لُوقا انطاکیہ کا باشندہ تھا۔ یہ مُمکن ہے کیونکہ اُس شہر میں بہُت سے یُونانی تھے جن میں بشارت کی گئی تھی (اعمال ۱۱: ۲۰) مُمکن ہے کہ لُوقا اُن یُونانیوں میں سے ایک تھا جو اُس وقت ایمان لائے تھے۔

فصل چہارم

تاریخِ تصنیف

تیسری انجیل اعمال کی کتاب سے پہلے لکھی گئی تھی (اعمال ۱: ۱) پس سب سے پہلے ہمیں اعمال کی تاریخِ تصنیف پر غور کرنا واجب ہے۔ اعمال کی کتاب کے آخر میں پولوس کے مُقدّمے کے نتیجہ کا ذکر مرقوم نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ کتاب ختم کی گئی تو پولوس کی پیشی نہ ہُوئی تھی۔ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ مُقدّس پولوس رسُول جیسے اُس کے خطوط اور روایت سے معلوم ہوتا ہے رہا کر دیا گیا تھا اور جب نیرو (NERO) بادشاہ مسیحیوں کا دُشمن بن گیا تو وُہ پھر گرفتار کر لیا گیا تھا۔ جہاں تک پتہ چلتا ہے مقدّس پولوس کی شہادت تقریباً ۶۷ء میں ہُوئی تھی۔

یہ قرینِ مصلحت نہیں کہ ہم اُن باتوں پر جو درحقیقت اعمال کی تفسیر کا حِصّہ ہیں زیادہ غور و خوض کریں معلُوم ہوتا ہے کہ مُقدّس پولُوس تقریباً ۶۰ء میں رُوما میں پہنچے۔ ۶۲ء میں نیرو (NERO) نے ایک یہودی عورت سے شادی کی تھی اور ہمارا قیاس ہے کہ اُس کی یہ بیگم صاحبہ مُقدّس پولوس کی مخالفت میں لگی رہی ہوگی۔ لیکن یہ محض قیاس ہے۔ ہمیں پوپیّہ (POPPAEA) کے خیالات کے متعلّق کوئی خاص علم نہیں۔ بعض عُلماء کا خیال ہے کہ مُقدّس لُوقا کا یہ ارادہ تھا کہ ایک تیسری کتاب بھی ضبطِ تحریر میں لائے۔ اگر اُس نے (یہ تیسری کتاب) لکھی تھی تو ظاہر ہے کہ وُہ کتاب معدُوم ہو گئی ہے۔ اب اگر مُقدّس لُوقا کا یہی ارادہ تھا تو ممکن ہے کہ اُسی ایماء سے اعمال کی کتاب کو یُوں اُدھورا چھوڑ دیا تھا تاکہ اس سلسلۂ کلام کو تیسری جلد میں پُورا کرے۔ ایک خفیف لیکن معقُول وجہ جس سے یہ ذہن نشین کیا جا سکتا ہے کہ اعمال کی پہلی آیت میں جس لفظ کا ترجمہ پہلا "پہلا رسالہ" کیا گیا قدیم یُونانی زبان میں خصُوصاً بین چار پانچ وغیرہ کے پہلے اعداد کے لئے استعمال ہوتا تھا لیکن عُلماء مُتفق الرّائے ہیں کہ

پہلی صدی عیسوی میں یہ دستور جاتا رہا۔ اگر یہ باتیں درست ہیں اور پولوس کی عدالتی پیشی نہ ہوئی تھی قبل اس کے کہ اعمال کی کتاب لکھی گئی تو لازم آتا ہے کہ ۶۱ء تک یہ کتاب ضبطِ تحریر میں آئی ہوگی۔ بہرحال ممکن ہے کہ لوقا کا یہ ارادہ تھا کہ اس سلسلہ کی ایک اور جلد لکھے مگر ہمارے پاس اس موضوع پر کوئی ثبوت نہیں ۰

یہ اظہر من الشمس ہے کہ مقدس لوقا نے اپنی کتاب کو تیار کرنے کے لئے مرقس کی انجیل سے مواد حاصل کیا تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرقس کی انجیل کب لکھی گئی ؟ ایرنیئس (ARINEUS) نے اس راز کو سمجھا تھا اور وہ بتاتا ہے کہ یہ مقدس پطرس کی شہادت (۶۴ء) کے بعد لکھی گئی تھی۔۔۔ ممکن ہے کہ ایرنیئس نے غلطی کی ہو کیونکہ موصوف کے کام کا زمانہ ۱۵۰ء کے بعد تھا۔ بہرحال یاد رہے کہ مقدس لوقا نے کہیں بھی (نہ تو انجیل میں بتایا ہے اور نہ اعمال میں) یروشلیم کی بربادی کا ذکر نہیں کیا۔ اعمال ۱۱ : ۲۸ میں لوقا نے بتایا ہے کہ اگبس کی پیشینگوئی کہ کال پڑیگا پوری ہوئی۔ اگر خداوند المسیح کی پیشینگوئی (لوقا۔ ۱۹ : ۲۱) کہ یروشلیم شہر برباد ہوگا پوری ہوئی تھی تو غالباً انجیل نویس اس کا تذکرہ کر دیتا۔ پھر انجیل میں (۲۱ : ۲۱) لکھا ہے "اُس وقت جو یہودیہ میں ہوں پہاڑوں پر بھاگ جائیں" لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو مسیحی لوگ پیلا (PELLA) شہر کو بھاگ گئے (یوسیبئیس) ۰

بعض علماء کا خیال تھا کہ مقدس لوقا نے یوسیفس مؤرخ (JOSEPHUS) کی تاریخ پڑھی تھی لیکن اس نظریے کے حق میں کوئی شہادت دستیاب نہیں ہوئی۔ بے شک اگرچہ دونوں (لوقا اور یوسیفس) چند واقعات کا ذکر کرتے ہیں، لیکن اُن کے بیانات، حالانکہ کسی قدر ملتے جلتے ہیں تو بھی اُن میں بیحد فرق ہے کسی نے لکھا ہے کہ اگر لوقا نے واقعی یوسیفس مؤرخ کی تواریخ دیکھی تھی تو اُس نے اس کو فراموش کر دیا تھا۔ پس یوسیفس کی تواریخ کی تاریخ تصنیف (۹۳ء کے بعد) کا انجیل کی تاریخ تصنیف سے کچھ بھی تعلق نہیں ۰

ان بیانات سے کوئی خاص نتیجہ نکالنا آسان کام نہیں ممکن ہے کہ ۶۲ء

یا ۶۳ء میں دونوں کتابیں لکھی گئیں ہوں دونوں مختصر ہیں اور ایک محنتی مُصنّف بآسانی ان دونوں کتابوں کو چند ماہ کے عرصہ میں ختم کر سکتا تھا۔

ہمیں قطعی طور سے معلوم نہیں کہ مُقدّس لُوقا نے اِن کتابوں کو کہاں لکھا تھا۔ جیروم JEROME بتاتا ہے کہ رسُول نے اخیہ اور بوئیشیا میں لکھا تھا۔ لیکن جیروم کی جس تفسیر میں یہ بیان درج ہے اُس کے بعض نُسخوں میں بتونیہ لکھا ہے۔ معلُوم نہیں کہ جیروم نے کس شہادت کی بنا پر یہ بیان تحریر کیا ہے۔ مُمکن ہے کہ یہ کتاب شہر رُوما میں لکھی گئی ہو۔ تاہم عدم شہادت کی بنا پر اصُول تنقید کو مدِّ نظر رکھتے ہُوئے ہم قطعی فیصلہ نہیں دے سکتے کہ لُوقا کی انجیل کہاں لکھی گئی تھی۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مُقدّس جیروم کی کُتب چوتھی صدی میں تصنیف ہُوئی تھیں۔

فصل پنجم

مکتُوب علیہ

تیسری آیت میں انجیل نویس نے "مُعزّز تھیُفلُس" کے الفاظ کو قلمبند کیا ہے۔ لفظ "مُعزّز" (یُونانی KRATISTOS) سے یہ مُراد ہے کہ تھیُفلُس کسی ممتاز و مایہ ناز عہدہ پر فائز تھا۔ یہ ایک طرح کا لقب تھا یا کم از کم ایک ایسا لفظ تھا جو مقتدر سرکاری حُکّام کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ یہی لفظ فیلکس اور فیسٹس کے لئے اعمال کی کتاب میں استعمال ہُوا ہے (ملاحظہ فرمائیں ۲۳: ۲۶ و ۲۴: ۲ و ۲۶: ۲۵) حالانکہ اُردو مُحاورہ کے موافق اِن مقامات میں اس کا ترجمہ بہادر کیا گیا ہے۔

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا تھیُفلُس کوئی حقیقی شخص تھا؟ کیا وُہ کوئی غیر یہُودی تھا؟ یا کیا وُہ مسیحی تھا؟ اگرچہ متعدّد مُصنّفین نے ایسے موقع پر فرضی

ناموں کو استعمال کیا ہے لیکن زیر بحث مقام پر لفظ مُعزّز اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وُہ حقیقی شخص ضرور تھا کیونکہ کسی فرضی نام کے ساتھ ایسے القاب کا مُلقّب ہونا عقلی طور سے بے معنی اور منطقی طور سے لایعنی استدلال ٹھہرتا ہے۔

غالباً تھیُفلُس یہُودی نہ تھا حالانکہ یہ بھی مُمکن ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انجیل مُقدّس یُونانی میں لکھی گئی تھی اور مُمکن ہے کہ یہ نام کوئی عبرانی نام ہو۔ ہو سکتا ہے یہ لفظ "یداہاہ" کا ترجمہ ہو۔ تاہم اگر مذکورہ بالا شخص یہُودی ہوتا تو مُقدّس لُوقاؔ یہ کیوں لکھتا کہ "عید فطیر کا دن آیا جس میں فسح ذبح کرنا فرض تھا" (لُوقا ۲۲: ۷)۔ اس قسم کی خبر کسی یہُودی کو دینے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں اس موضُوع پر ذیل کی باتیں قابلِ غور ہیں :۔

۱۔ چند مقامات پر عبرانی الفاظ کی بجائے یُونانی الفاظ لکھے گئے ہیں۔ مثلاً قنانی کی بجائے زیلاتیس۔ گلگتا کی جگہ کھوپڑی۔

۲۔ عبرانی لفظ ربّی جو رائج الوقت محاورہ تھا انجیل شریف میں بہُت کم استعمال ہُوا ہے۔ اس کے برعکس اس کا ترجمہ اُستاد اکثر مقامات میں لکھا گیا ہے۔

۳۔ ناپاک دیو کی رُوح (۴: ۳۳)۔ لفظ ناپاک اس لئے لکھا گیا کہ یُونانی لوگ پاک دیوتاؤں کو بھی مانتے تھے۔

۴۔ پُرانے عہدنامے کی پیشین گوئیوں کے پُورے ہونے کے ضمن میں بہُت کم مواد تحریر کیا گیا ہے کیونکہ بدیہی طور سے غیر یہُودی لوگ اس معاملے میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ اس مُبحث سے متعلّق اور بھی بہُت سی ایسی باتیں ہیں جن کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے لیکن خادم نے ان چیزوں کو اس مقام پر مسترد کر دیا ہے کیونکہ اس کا تعلّق یُونانی زبان سے ہے اور یہ تفسیر انجیل لُوقاؔ کے اُردو ترجمہ پر ہے۔

غالباً تھیُفلُس مسیحی تھا اور اُس نے کم از کم مسیحی دین کی تعلیم حاصل کی تھی (۱: ۴) لیکن بعض عُلما کا خیال ہے کہ انجیل کی تصنیف کے وقت صاحب

موصوف محض ایک قیدی کی حیثیت میں تھا اور زیرِ تعلیم تھا یعنی بپتسمہ کے لئے تیار کیا گیا تھا اور وُہ ابھی بپتسمہ یافتہ نہ تھا۔ عُلما کا یہ طبقہ یُوں استدلال کرتا ہے کہ اعمال کی کتاب کے شرُوع میں محض "تھِیُفلُس" ہی لکھا گیا ہے اور اس مقام پر لقب معزّز استعمال نہیں ہُوا چونکہ قدیم کلیسیا میں مسیحی لوگ دُنیوی القاب کا استعمال آپس میں نہیں کرتے تھے، لہٰذا اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ انجیل لُوقا کا مطالعہ کرنے کے بعد تھِیُفلُس نے بپتسمہ حاصل کیا تھا۔ ہم اس استدلال کے متعلق صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ خیال مُمکنات میں سے ہے:-

یہ امر مُسلّمہ ہے کہ لُوقا کی انجیل پہلے پہل ایک شخص بنام تھِیُفلُس کے لئے تصنیف ہُوئی تھی تاہم یقینِ کامل ہے کہ مُقدّس لُوقا کا شرُوع ہی سے یہ خیال تھا کہ یہ انجیل دیگر غیر یہُودیوں کے رُوحانی استفادہ کے لئے بھی ضرور نجات کا باعث ہوگی۔

فصل ششم

متّن

موجُودہ زمانے میں کتاب مُقدّس کے اوراق میں اغلاط کا بہُت کم امکان ہے۔ اس کی خاص الخاص وجہ یہ ہے کہ آج کل کتابوں کے 'پروفوں' کی پُوری جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے چھاپنے والا بہُت معمولی کاغذ پر ایک نُسخہ چھاپتا ہے اور بعدازاں مُصنّف اُس کو اچھی طرح دیکھ کر اغلاط کی تصیح کرتا ہے یا اگر کوئی تحریر زبانِ اُردو میں ہے تو کاتب چربے (خاص تیار شدہ کاغذات) مُصنّف کے پاس بھیجتا ہے جنہیں وُہ ہر نقطۂ نظر سے درُست کرتا ہے۔ جب موجُودہ اُردو بائبل تیار کی گئی تھی تو سب سے پہلے اُسے معمولی طور پر چربے پر لکھا گیا تھا اور پھر جانچ پڑتال کے بعد اُسے چھاپا گیا تھا۔ بائبل کے اس نُسخہ کی خُوب جانچ کی گئی اور اُس کے بعد نہایت ماہر کاتبوں نے اُسے سفید کاغذ پر لکھا۔ اگر کسی

صفحہ پر کوئی غلطی نظر آئی تو وُہ صفحہ پھینک دیا گیا اَور اُسے دوبارہ لکھا گیا - بہر کیف کسی بھی خفیف سی غلطی کو نظر انداز نہ کیا گیا - اس طرح یہ بائبلیں فوٹوگراف کے ذریعہ سے چھپیں ۔

قدیم زمانے میں تمام کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں - پہلی صدی عیسوی میں کاغذ کی بجائے ایک قسم کا سفید کپڑا استعمال ہوتا تھا - یہ غزالوں کی کھالوں سے تیار کیا جاتا تھا - مشہور و معرُوف کُتب کو ماہر کاتبین کارخانوں میں لکھتے تھے - اگر ہم اس موضوع پر غور کریں کہ شروع میں مسیحی کتابیں کس طرح لکھی جاتی تھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اُن ایام میں مسیحی اُمراء کی تعداد بہُت کم تھی اَور اُن کے ہاں ماہر کاتب بھی بہُت کم ہوتے تھے - اُن کی مذہبی کُتب کو کم خواندہ اشخاص لکھتے تھے ہمارا یہ روزمرّہ کا تجربہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مضمون کو نقل کرتا ہے تو اُس سے چند غلطیاں جا بجا ہو ہی جاتی ہیں - توجہ ہٹ جاتی ہے اَور لکھنے والا تھک جاتا ہے - مثلاً کبھی ایک لفظ دوبارہ لکھا جاتا ہے یا کبھی کوئی لفظ یا چند الفاظ نظر انداز ہو جاتے ہیں - بعض وقت متن کی سطروں میں وُہی الفاظ دوبارہ آتے ہیں ، اَور لکھتے وقت نقل نویس کی نظر بجائے پہلی سطر کے دُوسری سطر پر پڑتی ہے - مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک دُعا کی کتاب زیرِ اشاعت تھی - چھاپے خانہ میں یہی غلطی ہُوئی - مضمُون عشاءِ ربّانی کی ترتیب تھی اور کتاب ہندی بھاشا میں تھی - اِس نُقطہ کی وضاحت کے لئے ہم ہندی اقتباس کو اُردو کا جامہ پہنا کر اُسے یُوں پیشِ نظر کرتے ہیں :-

"تُو جو جہان کے گُناہوں کو اُٹھالے جاتا ہے ہم پر رحم کر -* (تُو جو جہان کے گُناہوں کو اُٹھالے جاتا ہے ہم پر رحم کر)* تُو جو جہان کے گُناہوں کو اُٹھالے جاتا ہے ہماری دُعا قبُول کر ۔"

پرنٹر کی نظر پہلے نشان * سے ہٹی اَور اُس لفظ پر پڑ گئی جس پر دُوسرا نشان * بنا ہے - نتیجہ یہ ہُوا کہ جو الفاظ خطوط وحدانی کے مابین ہیں بالکل ہی نظر انداز ہو گئے اَور نہ چھپے اور اس پر غضب یہ ہُوا کہ بیچارے "پروف ریڈر" صاحب نے بھی وُہی غلطی کی جو پہلے شخص نے کی تھی اَور یُوں وُہ غلطی کسی کی گرفت میں نہ آئی ۔

اناجیل کو نقل کرتے وقت عام طور پر ایک اَور غلطی ہو جاتی تھی۔ نقل نویسوں نے بارہا اناجیل کی قرأت کو سُنا تھا یا اُن کی خود تلاوت کی تھی اَور بعض اوقات جسمانی تکان کے سبب کئی باتیں حافظہ سے لکھ دیتے تھے مثلاً مُقدّس لُوقا اپنے خیالات کو ضبطِ تحریر میں لاتے وقت اپنے صحیح الفاظ کی بجائے مُقدّس متّی کے الفاظ جو اُنہیں نوکِ زبان تھے ماسوا سپُردِ قلم کر جاتے تھے۔

چُنانچہ چند صدیوں میں اناجیل اور نئے عہد نامہ کی دیگر کتابوں کے نُسخوں میں بہُت سی چھوٹی چھوٹی غلطیاں نظر آنے لگیں۔ قدیم کتاب مُقدّس کے نُسخہ جات جیسے کسی دوُسری کتاب کے اتنے پُرانے اور عُمدہ نُسخہ جات آج صفحہ ہستی پر کہیں بھی موجُود نہیں۔ نیز نئے عہد نامہ کا ترجمہ یُونانی زبان سے متعدّد دیگر زبانوں میں کیا گیا، اور اِن تراجم کے سینکڑوں نُسخے ہمارے پاس موجُود ہیں۔ مثلاً لاطینی تراجم، سُریانی تراجم، مصری تراجم، ارمینی تراجم، عربی تراجم، فارسی تراجم۔

بہر حال یہ خیال کرنا سراسر غلط ہوگا کہ نئے عہد نامہ کی کُتب کے مضمُون و مفہوم مشکوک ہیں۔ جو غلطیاں سرزد ہُوئیں اُن میں سے بہتیری ایسی خفیف ہیں کہ اُن سے ترجمہ میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ یُونانی زبان سنسکرت زبان کی طرح ایسی زبان ہے جس میں الفاظ کے آگے پیچھے لگانے سے مطلب میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا اَور نُسخوں کی غلطیوں میں سے بہُتیری غلطیاں اس قسم کی ہیں کہ اُن سے مسیحی مسلّمات کے کسی بھی مسئلہ میں کوئی شک و شُبہ پیدا نہیں ہوتا اَور نہ خُداوند یسُوع المسیح کی زندگی کے ـــ واقعات و تعلیمات پر شک و شُبہ کا امکان کسی طرح سے ہو سکتا ہے۔

اس مقام پر اگر ہم ان اصُولات اور طریقوں کا مفصّل حال لکھیں تو ڈر ہے کہ کہیں ڈاڑھی سے مُونچھیں نہ لمبی ہو جائیں اَور بحث زیادہ طُول پکڑلے ـ تاہم اختصاراً اس سِلسلہ میں ایک خاکہ پیش کرتے ہیں:۔

پُرانے نُسخوں کا مقابلہ کرنے سے اکثر پتہ چلتا ہے کہ جو کُچھ فرق ہے اس میں کون کون سی چیزیں محض نقل نویس کی سہو وخطا کا نتیجہ ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ قدیم زمانہ کی کسی بھی کتاب کی اصل جو مُصنّف نے بقلمِ خود لکھی تھی کہیں بھی موجُود

نہیں۔ اکثر پُرانی کتابوں کے سبب سے پُرانے نسخے اُن کی تاریخ تصنیف کے بہت بعد لکھے گئے تھے مثلاً صافو قلیس (SOPHOCLES) کے ڈراموں کا سب سے پُرانا نسخہ مُصنّف کی موت کے ۱۴۰۰ برس بعد نقل کیا گیا تھا۔ بعینہٖ افلاطون کی کتابوں کا سب سے پُرانا نسخہ ۱۳۰۰ برس بعد لکھا گیا تھا۔ نیز اِن پُرانی کتابوں کے تراجم دُوسری زبانوں میں بہت کم کئے گئے اور یہ بات درست ہے کہ تراجم کے نُسخہ جات اب موجود نہیں ۔

عہدِ جدید کے سب سے پُرانے نُسخے چوتھی صدی عیسوی کے پہلے نصف حصّہ میں لکھے گئے تھے جن میں سے تقریباً ۴۰۰۰ پُرانے نُسخے موجود ہیں۔ ان کے علاوہ لاطینی ترجمہ کے ۸۰۰۰ سے زیادہ نُسخے موجود ہیں۔ پس یہ تحقیق کرنا کہ کُتبِ مُقدّسہ کے مُصنّفین نے کیا کیا مواد قلمبند کیا ایک ممکن و معقول بات ہے۔ لیکن کسی قاری کو یہ حق حاصل نہیں کہ کُتبِ مُقدّسہ کی صحت پر کسی قسم کا شک کرے + اسی پر اکتفا نہیں۔ بعض مُعترضوں نے خیال کیا مثلاً چوتھی انجیل ۱۵۰ء کے بعد لکھی گئی حال ہی میں ایک کتابچہ جو مصری کاغذ پر جس کو پپائرس (PAPYRUS) کہتے ہیں لکھا ہُوا ملک مصر سے برآمد ہُوا۔ کتابچے کا تھوڑا سا حِصّہ باقی رہ گیا ہے اور اُس میں چوتھی انجیل کی چند آیات ہیں عالم لوگ جنہوں نے پُرانے نُسخوں کا علم حاصل کیا ہے، طرزِ تحریر سے معلُوم کر سکتے ہیں کہ یہ نُسخے کب لکھے گئے کیونکہ اَور انسانی چیزوں اور کاموں کی طرح رسم الخط اور حرُوف کی بناوٹ کا رواج بدلتا جاتا ہے۔ اس چھوٹی کتاب کے صفحات کے بارہ میں جن عُلما نے اپنی رائے قائم کی وُہ مُتفق ہیں کہ یہ ۱۵۰ء سے پہلے لکھی ہی تھی۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یُوحنّا کی انجیل مذکورہ بالا تاریخ بلکہ اُس سے قبل مصر میں پھیل گئی تھی۔ ایک پُرانی روایت یہ ہے کہ چوتھی انجیل کی تاریخ تصنیف ۹۰ء اَور ۱۰۰ء عیسوی کے درمیان ہے۔ اس موضُوع پر عُلما کی رائے یہ ہے کہ اناجیل مُتفقہ چوتھی انجیل کے بیس[۲] یا شاید ۲۵ یا تیس[۳] برس پہلے لکھی گئی تھیں ۔

ہارنیک (HARNACK) جیسے مشہُور عالم نے لکھا ہے کہ نئے عہدنامہ کی کتابوں کی جو تاریخ تصنیف روایت کے مطابق ہے اغلباً صحیح ہے۔ یاد رہے کہ ہارنیک اظہار رائے کے معاملہ میں آزادی کا پروانہ تھا اَور کسی صُورت میں وُہ دُوسروں

کے بتانے کے موافق تقلیدی رنگ میں اپنی رائے قائم نہیں کرتا تھا خواہ کلیسیا کے بزرگ ہی اُسے کوئی بات بتاتے ۔

ہم ذیل میں سب سے مشہور نسخوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ عام طور پر ہر ایک نسخے کے لئے اختصار کی خاطر ایک حرف استعمال ہوتا ہے ۔

نسخہ ویٹی کن اور نسخہ سینا یہ بڑے حروف میں چمڑے (VELLUM) پر لکھا گیا اور پوپ صاحب کے کتب خانہ میں ہے (א یہ عبرانی الف ہے) جو کوہ سینا کے ایک راہب خانہ سے برآمد ہوا - اب وہ لندن کے سرکاری عجائب گھر میں موجود ہے - یہ دونوں نسخے نہایت قیمتی اور معتبر ہیں اور بہت سے علما کا خیال ہے کہ یہ نسخے سب سے بہتر ہیں اور مستند ہیں - یہ دونوں نسخے چوتھی صدی عیسوی میں نقل کئے گئے تھے ۔

نسخہ اسکندریہ یہ بھی لندن کے اُسی کتب خانہ میں ہے۔ یہ پانچویں صدی کا نسخہ ہے - غالباً مصر میں لکھا گیا تھا - اس میں متن اچھا ہے پر مذکورہ بالا نسخوں کے برابر نہیں (ان نسخوں کی مزید تحقیق کے لئے عزت مآب آرچ ڈیکن برکت اللہ صاحب کی کتاب "صحتِ کتبِ مقدسہ" حصہ دوم باب دوم کا مطالعہ کریں ۔

نسخہ سی - یہ پیرس کے سرکاری عجائب خانہ میں موجود ہے - قدیم زمانہ میں جب ویلم (VELLUM) یعنی چرم بعض وقت کمیاب ہوتا تھا تو کسی پرانی کتاب میں جو مضمون لکھا ہوتا تھا وہ دھونے سے یا کھرچنے سے مٹا دیا جاتا تھا اور اس پر نئی کتاب لکھی جاتی تھی - اس کتاب میں یونانی بائبل لکھی تھی لیکن اس کے مٹانے کے بعد اس پر ایک اور مذہبی کتاب لکھی گئی تو بھی اب تک اس نسخے سے بائبل پڑھی جا سکتی ہے لیکن بڑی مشکل سے - یہ نسخہ پانچویں صدی عیسوی میں لکھا گیا تھا یعنی سنہ ۴۵۰ء سے قبل ۔

نسخہ ڈی - یہ بہت غیر معمولی نسخہ ہے - اس میں نہ صرف یونانی مضمون ہے بلکہ اس کے علاوہ اُس کا لاطینی ترجمہ بھی ہے - افسوس کی بات ہے اس نسخے کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے تو بھی چاروں انجیلیں اور اعمال کی کتاب کا کثیر حصہ باقی ہیں یہ نسخہ کیمبرج کی یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے - اس نسخہ میں کچھ عجیب تبدیلیاں

پائی جاتی ہیں خصوصاً اعمال اور لوقا ہیں ۔ مثلاً لوقا ۲۲ : ۲۰ جس میں آخری عشا کے وقت دُوسرے پیالہ کا ذکر ہے نظر انداز ہے۔

یہ تمام مذکورہ بالا نسخہ جات بڑے بڑے حروف ہیں گویا جلی قلم سے لکھے گئے تھے ۔ چونکہ یہ تفسیر یونانی متن پر نہیں لکھی گئی اس لئے دیگر نسخوں کا تذکرہ کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی باقی ۳۴ یا ۳۵ نسخوں کا ذکر کرنا مفید ثابت ہوگا ۔ تاہم ان کے علاوہ بہت سے نسخے ایسے ہیں جو معمولی خط میں لکھے گئے تھے ۔ ان کا شمار ۱۰۰۰ سے زیادہ ہے۔

چنانچہ کاتبین اور نقل نویسوں کی غلطیوں کو دُور کرنے کا کافی سامان موجود ہے ۔ عرصہ دراز سے بہت سے عالموں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اس کام کو انجام دینے کی کوشش کی ہے ۔ جس یونانی متن سے اُردو ترجمہ کیا گیا ہے وہ نہایت عُمدہ ہے ۔

اُردو ترجمہ :- یہ ترجمہ سب سے پہلے ہنری مارٹن (HENRY MARTYN) نے کیا ، اور بعد ازاں اس ترجمہ کی اصلاح ہوئی ۔ آخری اصلاح ۱۹۰۶ء میں کی گئی ۔ جب پُرانے عہدنامہ کے اُردو ترجمہ کی اصلاح کی گئی (۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۶ء تک) تو یہ طے ہوا کہ صدر مترجم میرزا محمد اسماعیل صاحب نئے عہدنامہ کے ترجمہ میں چند محاوروں کی اصلاح کریں ۔ صاحب موصُوف جوانی کے ایام میں مسیحی ہوئے تھے اور عرصہ دراز تک فورمن کرسچن کالج لاہور میں عربی اور فارسی کے پروفیسر رہے۔

پُرانے عہدنامہ کے ترجمہ کی اصلاح کے وقت چند باتیں طے ہوئیں کہ فلاں فلاں محاورے بہتر ہیں ۔ چنانچہ صاحب موصُوف نے جگہ جگہ اصلاح کی مثلاً لوقا ۱ : ۵۷ جہاں بجائے جننے کے محاورہ وضع حمل استعمال ہوا ۔ معنی میں کسی جگہ فرق نہ آیا ۔ فقط زیادہ موزُوں محاورے استعمال کئے گئے۔

عہد جدید میں چند مقامات میں ایسی ایسی آیات ملتی ہیں جو خطوط وحدانی میں چھپی ہیں ۔ مثلاً [۱۷] [اُسے ہر عید میں ضرور تھا کہ کسی کو اُن کی خاطر چھوڑ دے] (۲۳ : ۱۷) یہ ایسی آیات ہیں جو بہترین نسخوں میں نہیں پائی جاتیں لیکن اُن کے لئے نسخہ جات میں اتنی شہادت ہے کہ اُن کو چھوڑ دینا خالی از خطرہ نہیں معلوم ہوتا۔

جب ہم عہد جدید کا دیگر مذاہب کی پاک کتابوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ مسیحیّت کے سوا دیگر مذاہب کے پیرؤں نے ہماری طرح

پرانے پرانے نسخوں کو دریافت کر کے اپنی پاک کتب میں چھان بین نہیں کی جس طرح مسیحی علما نے کی ہے (وہ مذہب جس کے چند علما نے اس قسم کا کام کیا ہے مذہب یہود ہے)۔ لہذا معلوم ہوا کہ دیگر مذاہب کی کتب کے مقابلہ میں مسیحی کتب مقدسہ کی صحت پر زیادہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے ۔

فصل ہفتم

خاص مضامین

اس سے پہلے کہ ہم مقدس لوقا کی انجیل کی خصوصیات پر غور کریں ہم اس کتاب کی تقسیم کو دیکھیں۔ ہم بآسانی اس کے چھ حصے اخذ کرتے ہیں۔ تمہید ان سے پہلے آتی ہے :-

۱۔ بچپن کا بیان ۔ ۱ : ۵ سے ۲ باب کے آخر تک ۔

۲۔ یسوع المسیح کا مقرر ہونا ۔ ۳ : ۱ سے ۴ : ۱۳ تک ۔

۳۔ نجات دہندہ کا گلیل میں ظاہر ہونا ۔ ۴ : ۱۴ ۔ ۹ : ۵۰ تک ۔

۴۔ گلیل کے باہر نجات کی منادی ۔ ۹ : ۵۱ سے ۱۸ : ۳۰ تک ۔

۵۔ یسوع المسیح یروشلیم میں پہنچتا ہے اور وہیں مرتا ہے ۔
۱۹ : ۲۹ سے ۲۳ باب کے آخر تک ۔

۶۔ قیامت اور صعود ۔ ۲۴ باب

(یہ تقسیم پادری لاگرانژ (LAGRANGE) صاحب کی ہے اور بڑی ہی موزوں معلوم ہوتی ہے۔ صاحب موصوف نے اس انجیل پر فرانسیسی زبان میں ایک عمدہ اور مستند تفسیر لکھی ہے ۔ مندرجہ ذیل باتوں میں راقم نے پلمر (PLUMMER) صاحب کی انگریزی تفسیر سے مدد لی ہے :-)

لُوقا کی انجیل کی خصُوصیات :-

اوّل - مُقدّس لُوقا نے اس بات پر زور دیا ہے کہ خُوشخبری تمام بنی آدم کے لئے ہے۔ آپ باربار دکھاتے ہیں کہ مُعافی اور نجات سب کے لئے مُفت ہیں۔ سامریوں اور غیر یہُودیوں کے لئے۔ محصُول لینے والوں' گنہگاروں کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو انسان کی نظریں ذلیل ہیں' غُربا کے لئے' غرض سب کے لئے نجات مُفت ہے۔ تمام انجیل نویسوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے لیکن مُقدّس لُوقا نے اس پر زیادہ زور دیا ہے۔ نیک سامری کی تمثیل۔ مُسرف بیٹے کی تمثیل۔ فریسی اور محصُول لینے والے کی تمثیل۔ ان تمثیلوں کو مُقدّس لُوقا ہی نے درج کیا ہے ؞

دوم - بہ نسبت دیگر اناجیل کے تیسری انجیل میں عورتوں پر اور اُن کی خدمت پر زور دیا جاتا ہے۔ مثلاً الیشبع - حنّاہ نبیہ - یوُانّا - مرتھا اور مریم - دو دمڑیوں والی بیوہ وغیرہ وغیرہ۔ نیز مُبارک کنواری مریم کا زیادہ ذکر ہے ؞

سوم - ایمان اور توبہ نجات کے اسباب بتائے جاتے ہیں اور خُدا کے فضل اور رحم کا بہُت ذکر ہوتا ہے۔ (یہ ایسی بات ہے جس میں مُقدّس پولُوس کی تاثیر ظاہر ہے۔ اِس کا اور ذکر ملیگا) ؞

چہارم - مُقدّس لُوقا دُعا کے موضُوع پر بہُت زور دیتا ہے۔ مثلاً وُہ یسُوع کی دُعا کے وُہ سات موقعوں کا ذکر کرتا ہے جن کا ذکر دیگر انجیلوں میں نہیں پایا جاتا (۳: ۲۱ و ۵: ۱۶ و ۶: ۱۲ و ۹: ۱۸ و ۹: ۲۹ و ۱۱: ۱ و ۲۳: ۳۴ اور ۴۶) نیز مُقدّس لُوقا ہی نے آدھی رات کو مانگنے والے دوست' اور بے انصاف قاضی کی تمثیلیں درج کی ہیں ؞

پنجم - خُدا کی تمجید اور اُس کا شکریہ۔ اس انجیل میں ذیل کے چار گیت لکھے گئے ہیں جو اب تک کلیسا میں مروّج ہیں :-

(الف) فرشتوں کا گیت (۲: ۱۴) (ب) مُبارک کنواری مریم کا گیت (۱: ۴۶ سے ۵۵ تک) (ج) ذکریاہ کا گیت (۱: ۶۸ سے ۷۹ تک) (د) شمعُون کا گیت (۲: ۲۹ سے ۳۲ تک) ؞

ششم - انجیل نویسی میں مُقدّس لُوقا کا تواریخی لحاظ ہے (۲: ۱ و ۳: ۱)

مُقدّس لُوقا اور مُقدّس پولُس :- تیسری انجیل کے یُونانی متن میں ۱۵۰ یُونانی الفاظ پائے جاتے ہیں جو عہدِ جدید میں صرف اِس مُقدّس لُوقا کی انجیل اور مُقدّس پولُس رسُول کے مکتُوبات میں ملتے ہیں ۔

یہ بات سچ ہے کہ مُقدّس لُوقا نے مُقدّس پولُس کے خطوط کے خاص مسائل پر نہ تو اپنی انجیل میں اور نہ اعمال کی کتاب میں زور دیا ہے - ہم اس کتاب میں اُن کا ذکر کرنا موزُوں نہیں سمجھتے ۔ تاہم کچھ چیدہ چیدہ مثالیں نیچے مرقُوم ہیں جو اس انجیل میں اور پولُس کے خطوط سے لی گئی ہیں - اِن میں ہم دونوں مُصنّفین کے خیالات کا تناسب دیکھتے ہیں :-

مُقدّس لُوقا	مُقدّس پولُس
۶ : ۳۶ - تُمہارا باپ رحیم ہے ۔	۲-کرنتھی ۱: ۳ - رحمتوں کا باپ ۔
۷ : ۱۲ - ایمان لا کر نجات پائیں ۔	۱-کرنتھی ۱: ۲۱ - ایمان لانے والوں کو نجات دے ۔
۱۰ : ۷ - مزدُور اپنی مزدُوری کا حقدار ہے ۔	۱-تموتھی ۵ : ۱۸ - مزدُور اپنی مزدُوری کا حقدار ہے ۔

(ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ الفاظ "مزدُوری کا حقدار" ایک رائج الوقت محاورہ ہو گیا تھا)

مُقدّس لُوقا	مُقدّس پولُس
۱۰ : ۱۶ - جو تُمہیں نہیں مانتا وُہ مجھے نہیں مانتا اور جو مجھے نہیں مانتا وُہ میرے بھیجنے والے کو نہیں مانتا۔	۱-تھسلنیکی ۴ : ۸ - جو نہیں مانتا وُہ آدمی کو نہیں بلکہ خُدا کو نہیں مانتا ۔
۱۰ : ۲۰ تُمہارے نام آسمان پر لکھے ہُوئے ہیں ۔	فلپّی ۴ : ۳ - جن کے نام کتابِ حیات میں درج ہیں ۔
۱۱ : ۲۹ - اِس زمانہ کے لوگ ...... نشان طلب کرتے ہیں ۔	۱-کرنتھی ۱: ۲۲ - یہُودی نشان چاہتے ہیں ۔
۱۱ : ۴۱ - سب کُچھ تُمہارے لئے پاک ہو گا ۔	طِطُس ۱ : ۱۵ - پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں ۔

مُقدّس پولُوس	مُقدّس لُوقاؔ
کُلسیوں ۱: ۱۳- تاریکی کا قبضہ ۔	۲۲: ۵۳- تاریکی کا اختیار ہے ۔

(یُونانی میں ایک ہی لفظ EXOUSIA ہے) ۔

یہ بات اظہرمن الشمس ہے کہ مُقدّس لُوقاؔ نے مُقدّس پولُوس کے ساتھ رہ کر اُن سے بہُت سے الفاظ کا ذخیرہ علم حاصل کیا تھا اور ان کا استعمال کیا تھا۔ جب ہم یُونانی زباندانی کو ملحُوظ رکھ کر ان الفاظ کا مقابلہ و موازنہ کرتے ہیں تو یہ موافقت اور بھی صاف و صریح نظر آتی ہے ۔

انجیل لُوقا کی تفسیر

انجیل کی تمہید

باب اوّل

آیت ۱ تا ۴

(۱) چونکہ بہتوں نے اِس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں اُن کو ترتیب وار بیان کریں (۲) جیسا کہ اُنہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے اُن کو ہم تک پہنچایا (۳) اس لئے اُے معزز تھیُفلُس میں نے بھی مُناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کرکے اُن کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں (۴) تاکہ جن باتوں کی تُو نے تعلیم پائی ہے اُن کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔

آیت ۱:۔ کسی کو ابھی تک معلوم نہیں کہ وہ "بہت لوگ" کون کون سے تھے جنہوں نے خُداوند یسُوع المسیح کی پاک زندگی، تعلیم، موت، قیامت اور صعُود پر لکھنے کا بیڑا اٹھایا حالانکہ راقم نے تفسیر ہذا کے دیباچہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ مُقدس لُوقا نے مُقدس مرقس کی انجیل اور مکالمہ "کیو" (۵) کو اپنی تصنیف میں استعمال کیا ہے۔ جتنے دیگر رسائل تھے گُم ہو چکے تھے اور غالباً اُن میں سے ایک بھی عوام تک زیادہ مُشتہر نہیں کیا گیا تھا۔

الفاظ "ہمارے درمیان" کا غالباً مطلب پہلے مسیحی ہے حالانکہ اِن میں مُقدس لُوقا درحقیقت شامل نہ تھا۔ لیکن دُوسری آیت شریف میں لفظ "ہم" سے وہی مُراد ہیں اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ تلاوت کرنے والا ان الفاظ سے کوئی دُوسرا خیال اخذ کرے۔

"ترتیب وار" ہم پُورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ لُوقا یہ نہیں لکھتا کہ لکھنے

والوں نے کامیابی حاصل نہیں کی تو بھی اس بات سے کہ اُس نے خُود یہ کام دوبارہ کیا صاف معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ اُن کی کامیابی کو کافی نہیں سمجھتا تھا۔ غالباً اکثر رسائل نامکمل تھے یا خُداوند المسیح کی زندگی وغیرہ کا صرف تھوڑا سا حصّہ بیان کرتے تھے:۔

آیت ۲۔ اس آیت میں رسُولوں اور اُن کے نائبوں اور مددگاروں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جنہوں نے زبانی مُنادی کی تھی:۔

آیت ۳:۔ "مُعزز تھیُفلُس" اِن الفاظ کی تشریح دیباچہ میں کی گئی ہے:۔

"ٹھیک ٹھیک دریافت کرکے"۔ مُقدّس لُوقا نے یہ ضروری سمجھا کہ کوئی دقیقہ باقی نہ رہے تاکہ وُہ ہر ایک بات کو صحیح طور سے لکھے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ رسُول نے رُوح القُدس کے الہام سے ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے قلم اُٹھایا تھا لیکن ہر بات کو مفصّل طور پر دریافت کرنا اُس نے اپنا فرضِ اوّلین سمجھا:۔

شرُوع سے مُقدّس مرقسؔ نے اپنی انجیل میں سب باتیں بالتفصیل نہیں لکھی تھیں کیونکہ وُہ اپنا بیان خُداوند المسیح کے بپتسمہ اور پہلی مُنادی سے شرُوع کرتا ہے، اور جہاں تک معلُوم ہوتا ہے مکالمہ میں زیادہ تر باتیں خُداوند یسُوع المسیح کی تعلیم اور چند مُعجزات سے متعلّق ہیں۔ اِن کے علاوہ دیگر باتوں کے متعلّق بہُت کم لکھا ہے (ملاحظہ فرمائیں دیباچہ):۔

"ترتیب سے" اِن الفاظ کا مطلب غالباً سِلسِلۂ وقت کے مطابق حالات کو ترتیب دینا ہے۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ مُقدّس یُوحنّا نے اپنے مضامین کو زیادہ ترتیب سے لکھا ہے۔ (دیکھئے ۱۹: ۲۵ پر تفسیر) بعینہٖ پہلی انجیل کے مُصنّف نے بھی کسی قدر یہ طریق اختیار کیا تھا بہرحال ابواب ۱ سے ۱۸ تک یہ وقتی سِلسِلہ بہُت صاف ظاہر نہیں ہوتا شاید مُقدّس لُوقا کو بھی یہ بات معلُوم نہ ہوسکی:۔

آیت ۴:۔ اِس آیت سے ظاہر ہے کہ تھیُفلُس کو مسیحی تعلیم دی گئی تھی۔ معلُوم ہوتا ہے کہ اُسے یا تو بپتسمہ حاصل کرنے کی غرض سے زیرِ تعلیم رکھا گیا تھا یا اُس نے مسیحی تعلیم حاصل کرکے مسیحیّت کو قبُول کیا تھا، جیسا کہ اُوپر بیان ہوچکا ہے۔ بعض مفسّرین کا خیال ہے کہ وُہ انجیل ہٰذا کی تلاوت کرنے کے بعد اور اعمال کی کتاب کی تصنیف سے پہلے مشرف بمسیحیّت ہُوا تھا کیونکہ انجیل لُوقا میں اس کے لئے لقب "مُعزز" استعمال ہُوا ہے، اور اعمال کی کتاب کے شرُوع میں اس کے لئے محض تھیُفلُس ہی لکھا گیا ہے۔ کہا جاتا

ہے کہ مسیحی لوگ آپس میں ایسے القاب استعمال نہیں کرتے تھے۔

حصّہ اوّل

طفولیّت کی انجیل

یوحنّا اصطباغی کا سلسلۂ نسب نامہ

آیت ۵ تا ۷

(۵) یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں ابیاہ کے فریق میں سے زکریاہ نام ایک کاہن تھا اور اُس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی اور اُس کا نام الیشبع تھا۔ (۶) اور وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سب احکام وقوانین پر بے عیب چلنے والے تھے۔ (۷) اور اُن کے اولاد نہ تھی کیونکہ الیشبع بانجھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے۔

آیت ۵:- ہیرودیس۔ یہ ہیرودیس اوّل تھا جس کو ہیرودیس اعظم کہتے ہیں۔ یہ انٹیپٹر (ANTIPATER) کا دوسرا بیٹا تھا۔ انٹیپٹر ادومیہ کا باشندہ تھا اور نسلی طور سے خالص یہودی نہ تھا۔ وہ یہودیہ میں وزیراعظم ہوگیا تھا اور درحقیقت حکومت کا پورا اختیار اس کے ہاتھ میں تھا۔ جب رُوما اور اُس کی ساری عملداری میں خانگی جنگ ۴۹ء سے ۳۱ء قبل از مسیح تک جاری رہی تو اُس نے بڑی عقلمندی سے اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دیا اور آخرکار جب اوگستس قیصر ہوا تو اُس کی بادشاہی مستقل کردی گئی۔ یہ بادشاہی رُومی سپہ سالار انتونیس کی مدد سے قائم کی گئی تھی اور اگرچہ اوگستس انتونیس کا دشمن ہو گیا تھا تاہم جب اکتیئم (ACTIUM) میں اوگستس فتحیاب ہوا تو ہیرودیس نہ صرف اپنی بادشاہی میں قائم ہی رہا بلکہ اُس نے تمام واقعات کو ایسے پیرائے میں دکھایا کہ اُسے اور زیادہ وسیع سلطنت حاصل ہوگئی۔ یاد رہے کہ ہیرودیس ایک ماتحت بادشاہ تھا یعنی رُومی قیصر کے زیرِ تحت تھا۔ بہرحال اُس نے اپنی عملداری کے اندر قریب قریب پوری خودمختاری پائی۔ وہ بہت قابل اور عقلمند بادشاہ تھا لیکن سخت دل اور ظالم بھی تھا۔ بہت سے

معاملات میں اُس نے رعایا کی مدد کی تھی۔ مثلاً ڈاکوؤں کو جو ملک میں پہلے بہت زیادہ تھے قتل کر کے ختم کر دیا تھا، مالگذاری کم کر دی، اور رفاہِ عام کی خاطر ہیکل کو دوبارہ کثیر اخراجات سے تعمیر کیا۔ ہیکل کی عمارت ایسی عالیشان تھی کہ لوگ اُسے دُنیا بھر میں ایک بے نظیر چیز سمجھتے تھے۔ تاہم ہیرودیس نے کئی ایک بُت خانے بھی جگہ جگہ تعمیر کروائے تھے۔ اُس نے قیصریہ کو جو پہلے سٹراٹو کا بُرج کہلاتا تھا ازسرِ نو بنوایا تھا۔ اور اُس کو ایک عمدہ بندرگاہ بنا دیا تھا۔ قیصر کو خوش کرنے کے خیال سے اُس نے شہر کا نام بھی بدل دیا تھا۔ اُس نے دیگر ممالک کے کئی ایک شہروں کی مدد و اِمداد بھی بڑی فیاض دِلی سے کی تھی۔ بہر حال ان تمام قابلِ تحسین باتوں کے باوجود وُہ ایک خُونخوار انسان تھا اور اپنے دُشمنوں کو بلکہ اپنے چند رشتہ داروں کو جن پر اُسے شک ہو گیا تھا قتل کروا دیا تھا۔ جب اُس کی عمر زیادہ ہو گئی تو اُس کی طبیعت میں شک کرنا روزمرّہ کا حِصّہ ہو گیا تھا۔ اِس دَور میں اُس نے اپنے تین بیٹوں کو قتل کروایا اور اپنی بیوی مریمنے کو بھی تلوار کے گھاٹ اُتروا دیا تھا۔ اُس نے سات بار شادی کی۔ عہدِ جدید میں اُسکی اولاد میں سے ذیل کا ذکر پایا جاتا ہے:-

ہیرودیس، اِنتپاس، فلپُّس۔ ہیرودیس اگرپا (اوّل)۔ اگرپا ثانی۔ دروسلہ۔ اور برنیکے۔ (تاریخ پیدائش تقریباً سنہ ۷۳ قبل مسیح۔ تاریخ وفات سنہ ۴ قبل مسیح۔ اِس آخری تاریخ پر متعجب نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ مسیحی کلیسیا کے قائم ہونے کے وقت تک سب لوگ رُوما کی جنتری کے پابند تھے۔ عیسوی نظامِ تقویم چھٹی صدی عیسوی میں شروع ہُوا اور جس شخص نے سالوں کے گِننے میں حساب لگایا اُس نے ضرور ۴-۵ برس کی غلطی کی یہاں تک کہ جو سال سنہ ۱ء گِنا گیا درحقیقت سنہ ۴ء یا شاید سنہ ۵ء گِنا جانا چاہیئے تھا۔ اب یہ ناممکن اور غیر ضروری ہے کہ ہم اس ترتیب کو بدل دیں)۔

ابیاہ کا فریق:- ابیاہ الیعزر کی نسل سے تھا۔ داؤد شاہِ اسرائیل نے کاہنوں کے ۲۴ فریق بنائے تھے تاکہ ہیکل میں باری باری خدمت کیا کریں۔ آٹھواں فریق ابیاہ کا فریق کہلاتا ہے۔ ان ۲۴ میں سے صرف چار بابُل کی اسیری سے واپس آئے تھے، لیکن ان کی تقسیم دوبارہ ہُوئی اور فریقوں کے پُرانے نام رکھے گئے تھے لیکن ابیاہ کے فریق کے کاہن واپس نہیں آئے تھے۔ (۱- تواریخ ۲۴ : ۱۰ و عزرا ۲ : ۳۶-۳۹)

"کاہن"۔ زکریاہ خُود کاہن تھا یعنی بنی لاوی کا آدمی اور اُس کی بیوی الیشبع بھی نہ صرف اُسی قبیلہ میں سے تھی بلکہ ہارون کی اولاد میں سے تھی ۔

"احکام و قوانین"۔ اِن دونوں الفاظ میں بہت کم فرق ہے۔ "قوانین" زیادہ عام لفظ ہے، اور "احکام" قوانین کا ایک حصّہ ہیں ۔

وُہ دونوں "راستباز" بھی تھے یعنی نہ فقط تحریر شدہ احکام کو مانتے تھے بلکہ اُن کا چال چلن عام طور پر درُست اور راست تھا ۔

"بے عیب"۔ اِس لفظ کا مطلب بے گُناہ نہیں کیونکہ کوئی انسان بے گُناہ نہیں ہو سکتا۔ مگر شرعی احکام کے اعتبار سے اُن پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا تھا ۔

آیت ۷ ۔ "الیشبع بانجھ تھی"۔ یہُودی عورتوں میں بانجھ ہونا ایک بڑا عیب اور ننگ کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ (دیکھو آیت ۲۵ و ۱۔سیموایل ۱: ۱ سے ۲۰ تک) ۔

یُوحنّا کی پیدائش کی پیشینگوئی

آیت ۸ تا ۲۵

(۸) جب وُہ خُدا کے حضُور اپنے فریق کی باری پر کہانت کا کام انجام دیتا تھا تو ایسا ہُوا۔ (۹) کہ کہانت کے دستُور کے مُوافق اُس کے نام کا قُرعہ نکلا کہ خُداوند کے مَقدِس میں جا کر خُوشبُو جلائے ۔ (۱۰) اور لوگوں کی ساری جماعت خُوشبُو جلاتے وقت باہر دُعا کر رہی تھی ۔ (۱۱) کہ خُداوند کا فرشتہ خُوشبُو کے مذبح کی دہنی طرف کھڑا ہُوا اُس کو دکھائی دیا۔ (۱۲) اور زکریاہ دیکھ کر گھبرایا اور اُس پر دہشت چھا گئی ۔ (۱۳) مگر فرشتہ نے اُس سے کہا اَے زکریاہ! خوف نہ کر کیونکہ تیری دُعا سُن لی گئی اور تیرے لئے تیری بیوی الیشبع کے بیٹا ہوگا۔ تُو اُس کا نام یُوحنّا رکھنا۔ (۱۴) اور تُجھے خُوشی و خُرّمی ہوگی اور بہُت سے لوگ اُس کی پیدائش کے سبب سے خُوش ہوں گے۔ (۱۵) کیونکہ وُہ خُداوند کے حضُور میں بُزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مَے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے رُوح القُدس سے بھر جائے گا۔ (۱۶) اور بہُت سے بنی اسرائیل کو خُداوند کی طرف جو اُن کا خُدا ہے پھیرے گا۔ (۱۷) اور وُہ ایلیّاہ کی رُوح اور قُوّت میں اُس کے آگے آگے چلیگا کہ والدوں کے دِل اَولاد کی طرف اور نافرمانوں کو راستبازوں کی دانائی پر چلنے کی طرف پھیرے اور خُداوند کے لئے ایک

مُستعد قوم تیار کرے۔ (۱۸) زکریاہ نے فرشتہ سے کہا میں اِس بات کو کس طرح جانُوں؟ کیونکہ میں بُوڑھا ہُوں۔ اور میری بیوی عُمر رسیدہ ہے۔ (۱۹) فرشتہ نے جواب میں اُس سے کہا مَیں جبرائیل ہُوں جو خُدا کے حضُور کھڑا رہتا ہُوں اور اِس لئے بھیجا گیا ہُوں کہ تجھ سے کلام کرُوں اور تُجھے اِن باتوں کی خُوشخبری دُوں۔ (۲۰) اور دیکھ جس دِن تک یہ باتیں واقع نہ ہولیں تُو چُپکا رہے گا اور بول نہ سکے گا۔ اس لئے کہ تُو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پُوری ہوں گی یقین نہ کیا۔ (۲۱) اور لوگ زکریاہ کی راہ دیکھتے اور تعجّب کرتے تھے کہ اُسے مَقدِس میں کیوں دیر لگی۔ (۲۲) جب وُہ باہر آیا تو اُن سے بول نہ سکا۔ پس اُنھوں نے معلُوم کیا کہ اُس نے مَقدِس میں رُویا دیکھی ہے اور وُہ اُن سے اشارے کرتا تھا اور گُونگا ہی رہا۔ (۲۳) پھر ایسا ہُوا کہ جب اُس کی خدمت کے دِن پُورے ہو گئے تو وُہ اپنے گھر گیا۔ (۲۴) اِن دنوں کے بعد اُس کی بیوی الیشبعؔ حاملہ ہُوئی اور اُس نے پانچ مہینے تک اپنے تئیں یہ کہہ کر چھپائے رکھا کہ (۲۵) جب خُداوند نے میری رُسوائی لوگوں میں سے دُور کرنے کے لئے مجھ پر نظر کی اُن دنوں میں اُس نے میرے لئے ایسا کیا۔

آیت ۸ ۔ کاہنوں کا ہر فریق اپنی باری پر یروشلیم میں حاضر ہُوا کرتا تھا تاکہ کہانت کے کام انجام دے۔

آیت ۹ ۔ "قُرعہ نکلا"۔ صُبح و شام دُعا کے وقت ایک کاہن بخُور جلاتا تھا اور چُونکہ کاہن شُمار میں زیادہ تھے، اس لئے اس خاص کام کے واسطے قُرعہ ڈالا جاتا تھا تاکہ معلُوم ہو جائے کہ کونسا کاہن بخُور جلائے گا۔ بخُور دُعا کا نشان سمجھا جاتا ہے اور جب عبادت کرنے والے بخُور کے دُھوئیں کو اُٹھتا دیکھتے تھے تو دُعا کرنے لگتے تھے۔ کسی کاہن کو یہ سرفرازی دوبارہ نہیں مل سکتی تھی۔ اُن کا شُمار اِتنا تھا کہ بہت سے کاہن عُمر بھر کبھی قُربان گاہ پر بخُور جلانے نہیں پاتے تھے۔

"مَقدِس"۔ (پاک جگہ) ہیکل ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ سامنے ایک وسیع صحن تھا۔ اُس کے اندر اسرائیلیوں کا صحن تھا جو ۲۲ - ۲۳ فُٹ کی بلندی پر بنا ہُوا تھا۔ کوئی غیر یہُودی اُس کے اندر نہیں جانے پاتا تھا۔ اِس صحن کے دو حصّے تھے یعنی مستورات کا صحن اور مردوں کا صحن۔ تیسرا صحن کاہنوں کا تھا۔ اس کے اندر ایک پیتل کا بڑا مذبح تھا جس پر آتشین قُربانیاں گذرانی جاتی تھیں، اور ایک پیتل

کا حوض جس میں کاہن وضُو کرتے تھے۔ چاروں طرف کاہنوں کے کمرے تھے ؛

اس کے اُوپر مُقدس تھا۔ یہ ایک گھر تھا اور اُس کی اُونچائی ستّر ہاتھ تھی۔ اس کے اندر یہ سامان تھا :۔ بخُور کی قُربان گاہ ۔ نذر کی روٹی کی میز اور بڑی شمعدان جو سونے کی تھی۔ اس کے آگے پاک ترین مقام تھا جس کے اُوپر مُقدس پر جو پاک مقام بھی کہلاتا تھا دو پردے لٹکے رہتے تھے۔ اِن کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ اس کے اندر سردار کاہن سال میں ایک ہی بار داخل ہوتا تھا یعنی کفارہ کے روز۔ پُرانے وقتوں میں عہد کا صندُوق پاک ترین مقام میں رہتا تھا لیکن یہ اُس وقت برباد ہُوا تھا جب نبوکدنضر نے یروشلیم کو سر کر لیا تھا اور پھر اس کا ذکر ختم ہو گیا ؛

آیت ۱۱۔ "فرشتہ" فرشتوں کا ذکر جگہ جگہ پاک کلام میں آتا ہے لیکن ان کے بارے میں ہمیں بہت کم بتایا گیا ہے۔ یُونانی لفظ (ANGELOS) کے معنی بھیجا ہُوا ہے۔ یہُودی لوگ ان مقرب فرشتوں کو جن کے نام ذیل میں دئے گئے ہیں مانتے تھے۔ جبرائیل۔ میکائیل۔ رفائیل۔ عزرائیل (ملک الموت)۔ اسرافیل۔ اِن میں سے صرف جبرائیل اور میکائیل کے نام پُرانے اور نئے عہد ناموں میں آتے ہیں۔ طوبیط کی کتاب میں رفائیل کا ذکر ہے۔ مکاشفہ میں سات فرشتوں کا ذکر ہے۔ یہ خُدا کے حضُور کھڑے رہتے ہیں۔ اِس لئے مقرب فرشتے کہلاتے ہیں۔ (مکاشفہ ۸ : ۲) ؛

آیت ۱۳۔ "تیری دُعا" معلُوم ہوتا ہے کہ زکریاہ نے خُدا سے اُولاد مانگی تھی۔

آیت ۱۴۔ ظاہر ہے کہ ہونے والا بیٹا بڑا شخص ہو گا ؛

آیت ۱۵ - بتایا گیا کہ یہ آدمی ایک نذیر ہو گا۔ ایسے شخص کے بارے میں جو احکام خُدا کی طرف سے دئے گئے تھے وُہ گنتی کی کتاب میں مرقُوم ہیں۔ (باب ۶) سمسون اور سموئیل نذیر تھے ؛

"رُوح القُدس سے بھر جائیگا" وُہ مے اور دیگر شوربات کی بجائے خُدا کے رُوح کی قُوت سے معمُور ہو گا ؛

آیت ۱۷۔ "ایلیاہ کی رُوح" دیکھئے ملاکی ۴ : ۵۔ اس وعدہ کا مطلب یہ معلُوم ہوتا ہے کہ بیٹا جب بڑا ہو گا تو ملاکی نبی کی یہ پیشین گوئی "کہ خُداوند کے ...... دن سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو بھیجوں گا" پُوری کرے گا۔ ہمارے خُداوند نے خُود

یُوحنّا کی موت کے بعد بتایا تھا کہ یہی ایلیاہ ہے جس کا نبی نے ذکر کیا (متی ۱۷: ۱۰ سے ۱۲ تک و مرقس ۹: ۱۲ اور ۱۳)۔

"والدوں کے دِل ...." قوم کی رُوحانی بدحالی میں باپ بچّوں کی تربیت کی ذمّہ داری کو چھوڑ گئے تھے اور اُن میں سے بعض اپنی اولاد سے مُحبّت بھی نہیں رکھتے تھے۔ یُوحنّا کا مقصد ایسی بدکرداری کی اصلاح کرنا اور ایسے بھٹکے ہُوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانا تھا (۳: ۳)۔

آیت ۱۸۔ "ابراہام نے یہی سوال کیا" (پیدائش ۱۵: ۸)
"کیونکہ میں بُوڑھا ہُوں ...." گویا فرشتے کو اِن باتوں کی خبر نہیں، اور خُدا نے بغیر کافی خبر دئیے اُس کو روانہ کیا۔

آیت ۱۹۔ فرشتہ بڑی رعُونت سے یہ بات بتاتا ہے جس کے سبب سے زکریاہ کو ماننا چاہیئے تھا۔

آیت ۲۰۔ بطور سزا کے زکریاہ گُونگا ہو گیا اور بات نہ کر سکا جب تک بچّہ پیدا نہ ہُوا۔

آیت ۲۴۔ الیشبع نے اپنے آپ کو کیوں چھپایا؟ شاید اس خیال سے کہ جب تک یہ ظاہر نہ ہو، کہ وُہ حاملہ ہے باہر نہ جائے تاکہ پھر اپنے بانجھ پن پر دیگر عورتوں سے ہنسی نہ سُنے۔ پانچ ماہ کے بعد اُس کی صحیح صحیح حالت ظاہر ہوگی۔

مُنجّیِ دو عالم کی پیدائش کی پیشینگوئی

آیات ۲۶ تا ۳۸

(۲۶) چھٹے مہینے میں جبرائیل فرشتہ خُدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرۃ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا۔ (۲۷) جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یُوسف نام سے ہُوئی تھی اور اُس کنواری کا نام مریم تھا۔ (۲۸) اور فرشتہ نے اُس کے

پاس اندر آکر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہُوا ہے! خُداوند تیرے ساتھ ہے۔ (۲۹) وُہ اِس کلام سے بہُت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔ (۳۰) فرشتہ نے اُس سے کہا اَے مریم! خوف نہ کر کیونکہ خُدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہُوا ہے۔ (۳۱) اور دیکھ تُو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اُس کا نام یسُوع رکھنا۔ (۳۲) وُہ بزرگ ہوگا اور خُدا تعالےٰ کا بیٹا کہلائیگا اور خُداوند خُدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دیگا۔ (۳۳) اور وُہ یعقُوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا اور اُس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا (۳۴) مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیونکر ہوگا جبکہ مَیں مرد کو نہیں جانتی؟ (۳۵) اور فرشتہ نے جواب میں اُس سے کہا کہ رُوح القُدس تجھ پر نازل ہوگا اور خُدا تعالےٰ کی قُدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ اور اِس سبب سے وُہ مولُودِ مُقدّس خُدا کا بیٹا کہلائے گا۔ (۳۶) اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے اور اب اُس کو جو بانجھ کہلاتی تھی چھٹا مہینہ ہے۔ (۳۷) کیونکہ جو قول خُدا کی طرف سے ہے وُہ ہرگز بے تاثیر نہ ہوگا۔ (۳۸) مریم نے کہا دیکھ میں خُداوند کی بندی ہُوں، میرے لئے تیرے قول کے مُوافق ہو۔ تب فرشتہ اُس کے پاس سے چلا گیا۔

"بپتسمہ دینے والے کی پیدائش اضحاق کی پیدائش کی مانند ہے۔ مسیح کی پیدائش آدم کے خلق ہونے کی مانند ہے۔" (بلمر) پر خُداوند المسیح یُونہی خلق نہ ہُوئے تھے بلکہ عورت سے پیدا ہُوئے تھے اور نسلاً بنی آدم سے وابستہ ہیں۔ ان کا لقب ابنِ آدم ہے۔

آیت ۲۶ - "چھٹے مہینے میں"۔ یعنی الیشبع کے حاملہ ہوجانے کے بعد۔

"گلیل"۔ یہ پہلے نفتالی۔ آشر۔ زبُولون اور اشکار کے قبائل کا مُلک تھا۔ تگلت پلاسر شاہِ نینوہ نے مُلک کو فتح کر کے وہاں کے باشندوں میں سے بہُت سے آدمیوں کو اپنے مُلک میں پہُنچا کر دیگر لوگوں کو اُن کی جگہوں میں بسایا تھا۔ اِسی وجہ سے مُلک "غیر قوموں کا گلیل" کہلانے لگا تھا۔ (متی ۴: ۱۵) اس میں ذیل کے شہر اور قصبے جن کا ذکر انجیل شریف میں پایا جاتا ہے شامل تھے۔ کفر نحوم۔ نائین۔ قانا اور ناصرۃ۔

ناصرۃ کا ذکر عام مؤرخوں کی کتابوں میں نہیں مِلتا۔ وُہ چھوٹا سا شہر تھا۔ آج کل کی زبان میں اُسے قصبہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن شہر پناہ ہونے کی وجہ سے شہر کہلاتا تھا۔ کفر نحوم ایسا مسمار ہُوا کہ ہمیں ٹھیک طور سے معلوم نہیں کہ وُہ کہاں آباد تھا لیکن ناصرۃ ابھی تک

موجود اور آباد ہے۔ وُہ نامی جگہ نہ تھی۔ "کیا ناصرۃ سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے" ؟ دیکھو (یُوحنّا ۱: ۴۶) ۔

"ایک کنواری" جسٹن شہید (سنہ ۱۰۰ء سے ۱۶۵ء تک) کے وقت سے تمام مسیحی مانتے تھے کہ خُداوند یسُوع المسیح ایک کنواری سے پیدا ہُوئے حالانکہ جہاں تک پتہ چلتا ہے آپ کے رسُولوں نے اس مسئلہ پر زور نہیں دیا تھا اور شاید غیر یہودیوں کے درمیان اس کا ذکر بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اِس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اُس زمانے کے بُت پرستوں کے ہاں بہت سے گندے قصے اُن کے دیوی دیوتاؤں کی بابت بیان کئے جاتے تھے مثلاً ایک "دیوتا" ایک عورت کے ساتھ مباشرت کر کے ایک بیٹے کا باپ ہوگیا یا کسی آدمی نے کسی "دیوی" کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کئے۔ اندیشہ تھا کہ بُت پرست لوگ خُداوند المسیح کی پیدائش کے واقعہ کو ایسا ہی رام کہانی نہ سمجھ بیٹھیں ۔

چوتھی انجیل کے بعض نسخوں میں (۱: ۱۳) یُوں مرقوم ہے۔ "وُہ نہ خُون سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خُدا سے پیدا ہُوا" آئرنیس اور طرطلیانُس (TERTULLIAN) اور حال میں برنی (BURNEY) اور چند اور مفسرین نے یہ سمجھا تھا کہ اس آیت میں صیغۂ واحد صحیح ہے۔ لیکن یہ مُمکن ہے کہ کسی کاتب نے جو مُعجزانہ حمل اور ولادت کو دیگر مسیحیوں کی طرح مانتا تھا یہ سمجھا اور صیغۂ جمع غلطی سے اُس نسخہ میں لکھا گیا جس کی وُہ نقل کرتا تھا ۔

مسیحی مُسلّمات میں سے بعض مسائل نجات کے لئے ضرُوری ہیں مثلاً ہمارے خُداوند یسُوع المسیح کی اُلوہیّت اور انسانیّت معُجزانہ حمل اور ولادت۔ مُمکن ہے کہ مرقس یا یُوحنّا کی انجیل کی تلاوت سے کوئی غیر مسیحی ایمان لاکر نجات پالے مگر ان دو انجیلوں میں مسیح کی ولادت کا صاف صاف ذکر نہیں ملتا۔ بہر حال آپ کی ولادت مُبارک ایک اہم مسئلہ ہے۔ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس موضُوع پر ذیل کے اسباب قابلِ ذکر ہیں:۔

اوّل لُوقا اور متّی کی اناجیل میں مسیح کی ولادت کے بیانات تمام اناجیل میں سب سے زیادہ عبرانی رنگ میں رنگے ہُوئے ہیں۔ یہاں تک کہ غالباً عبرانی (یعنی آرامی) زبان سے ترجمہ کئے گئے ہیں۔ تمام عہدِ جدید کا کوئی اور حصّہ اس قدر عہدِ عتیق سے

نہیں ملتا ـــــ عبرانی لوگ کنوارپن کی زیادہ قدر نہیں کرتے تھے اور بُت پرستوں کے سے واہیات قصص اُن سے بہت دُور تھے ؛

دوم۔ یہ امر نہایت مُناسب اور موزُوں ہے کہ مُنجّیِ دو عالم کی ولادتِ مُبارک مُعجزانہ طور سے ہو ، اگرچہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ خُدا ایسے شخص میں مجسّم نہیں ہو سکتا تھا جس کی پیدائش عوام النّاس کی سی پیدائش ہو ـــــ ہمیں اس بات کا بیّن علم نہیں تاہم یسُوع المسیح کی مُعجزانہ ولادت میں مُناسبت پائی جاتی ہے ؛

سوم۔ خُداوند کی فوق الفطرت ولادت غیر مسیحیوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ بہرحال تقریباً جتنے لوگوں نے خُداوند المسیح کے ذریعہ سے گُناہوں سے نجات اور آپ کی موت اور قیامت کے دیگر فوائد حاصل کئے ہیں وُہ بآسانی اس مسئلہ کو مانتے ہیں ، کیونکہ یہ چیز نہایت ہی مُناسب معلُوم ہوتی ہے ؛

چہارم۔ یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اگر ربّنا المسیح ایک کنواری سے پیدا نہ ہوتے تو یہ بغیر باپ کے ولادت کا خیال کسی بھی یہودی کے دماغ میں نہ آتا ؛

ہم اپنے عقیدے کے مطابق کہتے ہیں۔ "مَیں ایمان رکھتا ہُوں...... اُس کے اکلوتے بیٹے خُداوند یسُوع المسیح پر جو ہمارا خُداوند ہے۔ وُہ کنواری مریم سے پیدا ہُوا"۔

آج کل کے مُعترض کہتے ہیں کہ سائنس کے علم کے سبب سے وُہ اس فوق الفطرت ولادت کو کیا کسی بھی مُعجزہ کو ماننے کے لئے تیار نہیں اور قوانینِ قُدرت اس کے خلاف ہیں ؟ یہ دو دلائل خام ہیں ؛

اوّل :۔ اس کے ماننے میں شک پیدا کرنے کے لئے سائنس کے علم کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ بغیر باپ کے بچّہ پیدا نہیں ہوتا۔ مُقدّس یُوسف جن کے ساتھ مُبارک کنواری مریم کی شادی ہونے والی تھی اس بھید کو نہ سمجھ سکے جب تک اُنہیں خُدا کی طرف سے آگاہی نہ ہُوئی۔ (متّی ۱: ۱۹ اور ۲۰) ؛

دوم۔ قوانینِ قُدرت درحقیقت ایسے قاعدے ہیں جو انسانوں نے تجربہ کی بنا پر معلُوم کئے ہیں لیکن وُہ مذکورہ بالا ماجرے پر عائد نہیں ہوتے۔ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ایک معمُولی اِنسان بغیر انسانی والد کے پیدا نہیں ہوتا لیکن اُس شخص کی بابت جو مسیحی عقیدہ کے مطابق خُدائے مجسّم اور مُنجّیِ عالم ہے اور جو تمام دورِ تواریخ میں بےنظیر

ہے محض تجربہ کچھ بھی نہیں بتا سکتا ۔

معلوم ہوتا ہے کہ متی کے پہلے باب کا بیان مقدس یوسف کے نقطۂ نظر سے لکھا گیا تھا اور مقدس لوقا کا بیان مریم مقدسہ کے نقطۂ نظر سے قلمبند کیا گیا تھا کہیں بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ مقدسہ کنواری مریم نے کب وفات پائی (یا کلیسیائے روم کے عقائد کے مطابق عروج مریم (ASSENTION) کب ہوا ؟) ممکن ہے کہ مقدس لوقا کی ملاقات مقدسہ مریم سے اور آپ کے دوستوں سے فلسطین میں ہوئی تھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شخص نے ان باتوں کا بیان قلمبند کر رکھا تھا تاہم مقدس متی اور مقدس لوقا کے بیانات جداگانہ ہیں لیکن متضاد نہیں ۔

"داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف" یونانی زبان سے لفظی ترجمہ یوں ہوگا۔ "داؤد کے گھرانے میں سے" اور ممکن ہے کہ یہ الفاظ لفظ "کنواری" سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ بھی قیاس ہے کہ یہ الفاظ یوسف سے متعلق ہیں جیسے باب ۲ آیت ۴ سے ظاہر ہے، کہ یوسف داؤد کے گھرانے اور نسل کا تھا۔ (دیکھو آیت ۳۲ پر تفسیر) ۔

"منگنی" ابھی تک شادی نہیں ہی تھی ۔

آیت ۲۸ - بعض نسخوں میں یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں "تو عورتوں میں مبارک ہے" لیکن یہ الفاظ بہترین نسخوں میں نہیں ملتے غالباً نقل نویسوں نے ان الفاظ کو آیت ۴۲ سے اخذ کیا ہے ۔

آیت ۳۰ - "تجھ پر فضل ہوا ہے" دیکھئے آیت ۲۸ ۔

آیت ۳۱ - "تو حاملہ ہوگی" - یعنی شادی سے پیشتر ۔

"یسوع" (دیکھو متی ۱ : ۲۱) یسوع وہی نام ہے جو پرانے عہدنامہ میں یشوع لکھا گیا ہے۔ س اور ش ایک دوسرے سے مبدل ہوتے ہیں۔ اس نام کا مطلب ہے یاہ (خدا) مددگار ہے یا خدا بچانے والا ہے۔ دوسرے معنی متی کی مذکورہ بالا آیت کی بنا پر لینا بہتر ہے ۔

"خدا تعالےٰ کا بیٹا کہلائیگا" یونانی "سب سے اعلےٰ کا بیٹا" لیکن جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ یہودیوں میں خدا کا ایک نام مانا جاتا تھا۔ یہ پیشین گوئی یسوع کے جی اُٹھنے کے بعد پوری ہوئی کیونکہ اپنی زندگی میں عام طور پر ابن داؤد کے نام سے موسوم

تھا۔ چونکہ عبرانیوں کے ہاں بادشاہ بھی خُدا کے فرزند کہلائے جاتے تھے اس لئے شاید یہ نہیں ماننا چاہیئے کہ اِن الفاظ کا اشارہ تجسّم کی طرف ہے حالانکہ یہ مطلب بھی ان میں پایا جاتا ہے۔ (دیکھو ۲: ۳۵)۔

آیت ۳۲ - "اُس کے باپ داؤد کا تخت"۔ اِس سے بعض یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مریم ضرور داؤد کے گھرانے کی تھی مگر قانوناً یسوع یوسف کا وارث تھا اور اس صورت میں داؤد قانوناً اُس کا باپ تھا۔ بہر حال غالباً یہ صحیح بات ہے کہ مریم داؤد کی نسل سے تھی لیکن یہ دلیل پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ مُقدّس متّی اور مُقدّس لُوقا دونوں کے تحریر شُدہ نسب ناموں میں قانونی طور پر نسل یُوسف سے گنی جاتی ہے۔ یہودی عرصہ سے یہ مانتے تھے کہ مسیح داؤد کی نسل سے ہوگا۔ (زبُور ۱۳۲: ۱۱ و ہوسیع ۳: ۵ وغیرہ)۔

آیت ۳۳ - "یعقُوب کے گھرانے پر"۔ دراصل یہودیوں نے یسوع کو رد کیا تھا بلکہ مصلُوب کرایا تھا بعد ازاں اُنہوں نے مسیحیوں کو اپنے عبادتخانوں سے خارج کیا تھا اور بہُت جلد کثرت سے غیر یہودی مُرید بن گئے اور ہزاروں یہودی بھی مسیحی ہو گئے۔ لیکن یاد رہے کہ پاک کلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسیحی کلیسیا یہودی کلیسیا کی قائم مقام ہو کر حقیقی اسرائیل بن گئی۔ (دیکھئے فلپّی ۳: ۳ و رُومیوں ۲: ۲۸ و ۲۹)۔ علاوہ اِس کے اب تک مُمکن ہے کہ بنی اسرائیل اپنے "مسیح" کو مان لیں حالانکہ فی الحال اس کے آثار نُمایاں نہیں۔ اُس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا کیونکہ وُہ اُس کے باپ خُدا کی بادشاہی میں شامل ہو جائے گی۔ (۱ کرنتھی ۱۵: ۲۴ سے ۲۸ تک)۔

آیت ۳۴ - مریم مقدّسہ نے معلُوم کیا کہ پیشین گوئی کا یہ مطلب نہیں کہ وُہ یُوسف سے شادی کر کے حاملہ ہوگی۔

آیت ۳۵ - دُوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ "وُہ مولُود مُقدّس ہوگا"۔ مُقدّس وُہ چیز یا انسان ہے جو خُدا کے لئے مخصُوص کیا گیا ہے۔ پاک یا مُقدّس شخص نہ صرف گُناہ ہی کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ خُدا کے لئے مخصُوص شُدہ ہے اور خُدا کی پاک مرضی اُس شخص کا نصب العین بن جاتی ہے کیونکہ مسیحی پاکیزگی ایک رُوحانی حقیقت ہے۔

آیت ۳۶ - جبرائیل مریم مُقدّسہ کو دلاسا دینے کے لئے یہ خُوش خبری دیتا ہے کہ الیشبع جو بانجھ تھی خُدا کی قُدرت سے حاملہ ہُوئی ہے، کیونکہ خُدا کا کلام مُؤثر ہے۔

آیت ۳۸ - اگرچہ مریم کو ضرور معلوم تھا کہ اس معجزانہ حمل کے سبب سے دماغی مشکلات اور غلط فہمیاں پیدا ہوں گی۔ (متی ۱: ۱۸ و ۱۹) تو بھی وہ خدا کے حکم کو قبول کرتی ہے۔

الیشبع سے مریم مقدسہ کی ملاقات

آیات ۳۹ تا ۴۵

(۳۹) اُن ہی دنوں مریم اُٹھی اور جلدی سے پہاڑی ملک میں یہوداہ کے ایک شہر کو گئی۔ (۴۰) اور زکریاہ کے گھر میں داخل ہو کر الیشبع کو سلام کیا۔ (۴۱) اور جونہی الیشبع نے مریم کا سلام سُنا تو ایسا ہُوا کہ بچہ اُس کے پیٹ میں اُچھل پڑا اور الیشبع روح القدس سے بھر گئی۔ (۴۲) اور بلند آواز سے پکار کر کہنے لگی کہ تُو عورتوں میں مبارک اور تیرے پیٹ کا پھل مبارک ہے۔ (۴۳) اور مجھ پر یہ فضل کہاں سے ہُوا کہ میرے خداوند کی ماں میرے پاس آئی۔ (۴۴) کیونکہ دیکھ جونہی تیرے سلام کی آواز میرے کان میں پہنچی بچہ مارے خوشی کے میرے پیٹ میں اُچھل پڑا۔ (۴۵) اور مبارک ہے وہ جو ایمان لائی کیونکہ جو باتیں خداوند کی طرف سے اُس سے کہی گئی تھیں وہ پوری ہوں گی۔

آیت ۳۹ - ہمیں اس شہر کا نام معلوم نہیں۔ بعض علما کا گمان ہے کہ مذکورہ بالا شہر حبرون تھا اس لئے کہ یہ کاہنوں کا شہر تھا مگر یہ محض ایک خیال ہے۔ الیشبع مریم مقدسہ کی رشتہ دار تھی۔ یہ رشتہ داری یا تو اس سبب سے ہو سکتی تھی کہ الیشبع کے باپ دادا میں کوئی داؤد کی نسل کا تھا یا مریم کے باپ دادا میں سے کوئی ہارون کی اولاد میں سے تھا۔ ممکن ہے کہ مریم کی ماں اس نسل کی یا الیشبع کی ماں داؤد کے گھرانے کی تھی۔ انجیل مقدس میں اس چیز کو نہیں بتایا گیا۔

آیات ۴۱ اور ۴۲ - الیشبع نے فوراً پہچان لیا کہ بچے کا اُس کے رحم میں اُچھلنا مسیح کی ہونے والی ماں کی تشریف آوری کی وجہ سے ہے۔ انجیل میں یہ نہیں بتایا گیا کہ مریم مقدسہ نے اس موضوع پر کچھ کہا تھا۔ شاید آپ نے الیشبع کو اپنی آمد کے متعلق کسی شخص کے ذریعہ کوئی خط بھیجا ہوگا۔ سفر کچھ لمبا تھا اور بغیر اطلاع دئے

یُوں ہی مُلاقات اور قیام کی غرض سے جانا عقلمندانہ قدم نہ تھا۔ اگر مریم مُقدّسہ نے اپنی آمد کا خط بھیجدیا تھا تو غالباً اُس میں مریم نے بتایا ہوگا کہ فرشتہ نے اُس کے پاس آکر مسیح کی پیدائش کا وعدہ کیا تھا۔

آیت ۴۳۔ بہرحال بعض مُفسّرین کا خیال ہے کہ الیشبع نے بوسیلۂ الہام معلُوم کیا تھا کہ مریم مُقدّسہ ہی خُداوند المسیح کی ہونے والی ماں ہے اور بے شک انجیل نویس (یعنی مُقدّس لُوقا) نے لکھا ہے کہ "الیشبع رُوح القُدس سے بھر گئی"۔

کنواری مریم مُقدّسہ کا گیت

آیات ۴۶ تا ۵۵

(۴۶) پھر مریم نے کہا کہ میری جان خُداوند کی بڑائی کرتی ہے (۴۷) اور میری رُوح میرے مُنجّی خُدا سے خُوش ہُوئی۔ (۴۸) کیونکہ اُس نے اپنی بندی کی پست حالی پر نظر کی اور دیکھ اب سے لیکر ہر زمانہ کے لوگ مُجھ کو مُبارک کہیں گے۔ (۴۹) کیونکہ اُس قادر نے میرے لئے بڑے بڑے کام کئے ہیں اور اُس کا نام پاک ہے۔ (۵۰) اور اُس کا رحم اُن پر جو اُس سے ڈرتے ہیں پُشت در پُشت رہتا ہے۔ (۵۱) اُس نے اپنے بازُو سے زور دکھایا اور جو اپنے تئیں بڑا سمجھتے تھے اُن کو پراگندہ کیا۔ (۵۲) اُس نے اختیار والوں کو تخت سے گرادیا اور پست حالوں کو بلند کیا۔ (۵۳) اُس نے بھُوکوں کو اچھی چیزوں سے سیر کردیا اور دولتمندوں کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ (۵۴) اُس نے اپنے خادم اسرائیل کو سنبھال لیا تاکہ اپنی اُس رحمت کو یاد فرمائے۔ (۵۵) جو ابرہام اور اُسکی نسل پر ابد تک رہے گی جیسا اُس نے ہمارے باپ دادا سے کہا تھا۔

یہ گیت اب تک مسیحی کلیسیا میں مُستعمل ہے۔ اور کلیسیائے انگلستان کی دُعائے عام کی کتاب میں شام کے وقت نماز میں پہلے ورد سے پہلے کہا یا گایا جاتا ہے۔

یہ گیت یقیناً عبرانی یا آرامی نظم کا ترجمہ ہے۔ عبرانی نظم کی خصُوصیّت مُساوات ہے (یعنی برابری یا مُساوی ہونا)۔ عبرانی نظموں میں اس قسم کا توازن نہیں ہوتا جو اُردو یا فارسی نظموں میں ہوتا ہے، حالانکہ بعض شعر مُثلّث نُما یا مُربّع نُما ہوتے ہیں۔ لیکن

عموماً دو مصرع ہوتے ہیں۔ دونوں لمبائی میں قریب قریب برابر ہوتے ہیں پر خاص بات یہ ہے کہ دونوں کے مضامین مساوی ہوتے ہیں۔ یا تو وُہی بات دُوسرے الفاظ میں ادا کی جاتی ہے یا اُس کی مانند ایک اَور بات بیان کی جاتی ہے یا اُس کے برعکس ایک بات لکھی جاتی ہے۔

مثلاً زبُور ۲۳ : ۲ ۔ وُہ مجھے ہری ہری چراگاہوں میں بٹھاتا ہے
وُہ مجھے راحت کے چشموں کے پاس لے جاتا ہے

زبُور ۵۱ : ۲ ۔ میری بدی کو مجھ سے دھو ڈال
اور میرے گناہوں سے مجھے پاک کر

زبُور ۲۵ : ۳ ۔ جو تیرے منتظر ہیں اُن میں کوئی شرمندہ نہ ہوگا
پر جو ناحق بے وفائی کرتے ہیں وُہی شرمندہ ہونگے

مریم کے گیت میں جیسا تلاوت سے معلوم ہوگا دونوں قسم کی ترتیبیں پائی جاتی ہیں ؛

اِس قسم کی نظموں میں یہ خُوبی ہے کہ جب اُن کا ترجمہ بھی کیا جاتا ہے تو اُن کی خاصیّت جاتی نہیں رہتی لیکن جب خاص باتیں توازُن اور قافیہ و ردیف ہوتی ہیں تو ترجمہ کرنے پر نظم دُوسری زبان میں نثر ہو جاتی ہے۔ نظم کا منظُوم ترجمہ کرنا بہُت دقیق ہے ؛

پھر کیا مریم مُقدسہ شاعری جانتی تھی؟ ذرا غور کرنے پر ظاہر ہوگا کہ جس عورت کو خُدا نے اپنے "مسیح" کی ماں ہونے کے لئے چُنا تھا وُہ ضرور بالضرور نہ صرف خُدا ترس اور پاکدامن تھی بلکہ ہر لحاظ سے وُہ کامل طَور پر جسمانی خُوبیوں اور عقل سے بھی معمُور تھی۔ علاوہ براں بچپن سے مریم زبُور اور انبیا کے صحیفوں کے منظُوم حصّوں کو برابر سُنتی رہی اَور عبرانی نظم بنانا اگرچہ ہر ایک کا کام نہیں تو بھی ایسا مُشکل نہیں جیسا اُردو نظم کہنا۔ نیز مُمکن ہے کہ مریم نے ایک مرغُوب نظم کو لے کر حسبِ حال بدل دیا ہو (دیکھو ا سموایل ۲ باب) ؛

آیت ۴۶ ۔ بڑائی یعنی تمجید۔ یُونانی کا لفظی ترجمہ بڑائی ہے ؛

آیت ۴۷ ۔ ظاہر ہے کہ ان دو آیتوں میں جان اَور رُوح میں کوئی فرق نہیں

عبرانی شاعری کے قواعد کے سبب سے لفظ بدل دیا گیا ہے۔
"مُنجی" یہاں شاید بچانے والا بہتر ہے کیونکہ درحقیقت مُنجی ایسی ہستی ہے جو نجات کو کمائے اور یسُوع کے لئے اس لفظ کا استعمال ٹھیک ہے لیکن خُدا کے لئے اس لفظ کا استعمال موزُوں نہیں۔ خیر اس کے مطلب کو کوئی پڑھنے والا غلط نہ سمجھیگا۔

آیت ۴۸ - "پست حالی" مریم نے اپنے آپ کو خُداوند کی بندی کہا ہے۔ (۳۸) خُدا کے حضُور بندہ پست حال ہوتا ہے۔ نیز اگرچہ مریم کا تعلق پُرانی شاہی نسل اور خاندان سے تھا تو بھی دُنیاوی درجہ اور اقتدار کی رُو سے وُہ پست حال تھی۔
"اور دیکھ" بہتر ترجمہ ہے "کیونکہ دیکھ"۔
آیت کا یہ حِصّہ کہ "اب سے لیکر ہر زمانہ کے لوگ مجھ کو مُبارک کہیں گے"۔ ایک پیشین گوئی ہے جو مریم مُقدسہ میں پُوری ہُوئی۔

آیت ۴۹ - "اُس قادر نے" یہ خُدا تعالےٰ کا ایک نام ہے جو یہُودیوں میں مُروّج تھا۔

آیت ۵۰ - "ڈرتے ہیں" ڈر دو قسم کا ہوتا ہے یعنی غُلامانہ اور پِسرانہ۔ خُدا پرستوں کا خوف پِسرانہ ہوتا ہے۔ عبرانیوں میں خُدا ترس یا خُدا سے ڈرنیوالا، مذہبی آدمی کی ایک تعریف تھا۔ دیکھو زبُور ۱۰۳ : ۱۷ آیت اور خاص کر ۱۳ آیت۔ جہاں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ خُدا اُن کو جو اُس سے ڈرتے ہیں فرزند شُمار کرتا ہے۔

آیت ۵۱ - یہاں "مغرُوروں کو" غلط ترجمہ ہوگا کیونکہ یُونانی میں اِس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنے خیال میں بڑے تھے۔
نیز دیکھو زبُور ۱۲ : ۷ و ۸۔

آیات ۵۱ تا ۵۳ - پُرانے عہدنامہ میں مُتعدد مقاموں میں خُدا کی تمجید اس لئے کی جاتی ہے کہ وُہ ظالموں کو سزا دیتا ہے اور دراصل مظلُوموں کو بچانے کے لئے اُس کی ضرُورت ہے۔ (دیکھو زبُور ۱۳۶ آیات ۱۰ تا ۱۵ اور ۱۷ سے ۲۲ تک)

آیات ۵۴ - ۵۵ - اسرائیل سے خُدا کے وعدے المسیح کی پیدائش سے پُورے ہونے لگے اور ربّنا المسیح کی پاک زندگی، کام، صلیبی موت، قیامت، صعُود اور رُوح القُدس کے نازل ہونے سے مکمّل ہوگئے۔

پیشرو کی پیدائش

آیات ۵۶ تا ۶۶

(۵۶) اور مریم تین مہینے کے قریب اُس کے ساتھ رہ کر اپنے گھر کو لوٹ گئی۔ (۵۷) اور الیشبع کے وضعِ حمل کا وقت آ پہنچا اور اُس کے بیٹا ہُوا۔ (۵۸) اور اُس کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں نے یہ سُن کر کہ خُداوند نے اُس پر بڑی رحمت کی اُس کے ساتھ خُوشی منائی۔

(۵۹) اور آٹھویں دِن ایسا ہُوا کہ وُہ لڑکے کا ختنہ کرنے آئے اور اُس کا نام اُس کے باپ کے نام پر زکریاہ رکھنے لگے۔ (۶۰) مگر اُس کی ماں نے کہا نہیں بلکہ اُس کا نام یُوحنّا رکھا جائے۔ (۶۱) اُنہوں نے اُس سے کہا کہ تیرے کُنبے میں کسی کا یہ نام نہیں (۶۲) اور اُنہوں نے اُس کے باپ کو اشارہ کیا کہ تُو اس کا نام کیا رکھنا چاہتا ہے؟ (۶۳) اُس نے تختی منگا کر یہ لکھا کہ اُس کا نام یُوحنّا ہے اور سب نے تعجب کیا۔ (۶۴) اُسی دم اُس کا مُنہ اور زبان کُھل گئی اور بولنے اور خُدا کی حمد کرنے لگا (۶۵) اور اُن کے آس پاس کے سب رہنے والوں پر دہشت چھا گئی اور یہودیہ کے تمام پہاڑی مُلک میں اِن سب باتوں کا چرچا پھیل گیا۔

(۶۶) اور سب سُننے والوں نے اُن کو دل میں سوچ کر کہا، تو یہ لڑکا کیسا ہونے والا ہے؟ کیونکہ خُداوند کا ہاتھ اُس پر تھا۔

آیت ۵۶ - مُقدّس لُوقا نے اس آیت کو اس مقام پر غالباً اِس وجہ سے لِکھا کہ اُس نے مریم مُقدّسہ کی بابت اپنا بیان ختم کرنا چاہا قبل اس کے کہ وُہ دُوسرا مضمون شرُوع کرے۔ اِسی طرح مُقدّس لُوقا نے یُوحنّا اصطباغی کے قید خانہ میں مُقیّد ہونے کا ذکر المسیح کے بپتسمہ کے بیان سے پیشتر کیا ہے۔ (۳: ۲۰ اور ۲۱) وقت کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم مُقدّسہ واپس نہیں گئی تھیں جب تک الیشبع کے ہاں لڑکا پیدا نہیں ہُوا تھا۔ ایسے موقع پر مریم مُقدّسہ کا اُس کے گھر میں رہنا زیادہ موزُوں معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راقم نے اِس آیت کو یُوحنّا کی پیدائش کے بیان کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بہرکیف ممکن ہے کہ مریم مُقدّسہ یُوحنّا کی ولادت سے پہلے ہی ناصرۃ کو واپس چلی گئی ہو۔

آیت ۵۸ تا ۶۱ - مُلک ہندوستان میں جہاں اُردو زبان بولی جاتی ہے،

بیٹے کا نام بہت کم حالات میں باپ کے نام پر رکھا جاتا ہے تو بھی بعض ممالک میں اس کا بہت رواج ہے۔ مثلاً انگلستان کے بادشاہوں کی فہرست سے یہ بخوبی ظاہر ہے۔ تین ہنری۔ تین ایڈورڈ وغیرہ لگاتار تخت نشین ہوئے اور ہر ایک کا نام باپ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ زکریاہ اور الیشبع کے برادریوں نے خیال کیا کہ اگر بچے کا باپ کے نام پر نام نہ رکھا جائے تو ضرور کنبے کے کسی مرد کے نام پر رکھنا چاہیئے۔

آیت ۶۳ "تختی"۔ غالباً اس پر موم لگایا گیا تھا۔ لکھنے کے بعد تختی کو جس پر ایک نوکیلے آلہ سے لکھتے تھے گرم کر کے لکھے ہوئے مضمون کو مٹاتے تھے تاکہ تختی پھر کام آئے۔ کاغذ مہنگا اور بہت کمیاب تھا۔ یونانی لفظ سے یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

یُوحنا۔ یہ نام جبرائیل کے کہنے کے مطابق رکھا گیا تھا۔ یہ نام یہودیوں میں بہت استعمال ہونے لگا تھا غالباً وہ عبرانی نام یہوحانان کا مخفف جس کے معنی ہیں خدا نے فضل یا شفقت دکھائی۔ یہ نام خدا کی طرف سے رکھا گیا تھا۔ اس لئے وہ حقیقت بیان کرتا ہے کہ لڑکا خدا کے فضل سے پیدا ہوا اور "خداوند کا ہاتھ اُس پر تھا"۔

آیات ۶۵ - ۶۶ - پھر لوقا ایک بیان کو ختم کرتا ہے قبل اس کے کہ دوسرے کو شروع کرے حالانکہ معلوم ہوتا ہے کہ زکریاہ نے اپنا گیت اُسی وقت کہا تھا جب اُسے بولنے کی طاقت حاصل ہوئی لیکن اُس کا چرچا اس کے بعد ہوا۔

زکریاہ کا گیت

آیات ۶۷ تا ۸۰

(۶۷) اور اُس کا باپ زکریاہ رُوح القدس سے بھر گیا اور نبوت کی راہ سے کہنے لگا کہ (۶۸) خداوند اسرائیل کے خدا کی حمد ہو۔ کیونکہ اُس نے اپنی اُمت پر توجہ کر کے اُسے چھٹکارا دیا۔ (۶۹) اور اپنے خادم داؤد کے گھرانے میں ہمارے لئے نجات کا سینگ نکالا۔ (۷۰) (جیسا اُس نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کہا تھا جو

کہ دُنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ (۷۱) یعنی ہم کو ہمارے دُشمنوں سے اور سب کینہ رکھنے والوں کے ہاتھ سے نجات بخشی۔ (۷۲) تاکہ ہمارے باپ دادا پر رحم کرے اور اپنے پاک عہد کو یاد فرمائے۔ (۷۳) یعنی اُس قسم کو جو اُس نے ہمارے باپ ابرہام سے کھائی تھی۔ (۷۴) کہ وُہ ہمیں یہ عنایت کرے گا کہ اپنے دُشمنوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر۔ (۷۵) اُس کے حضور پاکیزگی اور راستبازی سے عمر بھر بیخوف اُس کی عبادت کریں۔ (۷۶) اور اے لڑکے تُو خُدا تعالےٰ کا نبی کہلائیگا کیونکہ تُو خُداوند کی راہیں تیار کرنے کو اُس کے آگے آگے چلیگا۔ (۷۷) تاکہ اُس کی اُمت کو نجات کا علم بخشے جو اُن کو گناہوں کی مُعافی سے حاصل ہو۔ (۷۸) یہ ہمارے خُدا کی عین رحمت سے ہوگا جس کے سبب سے عالم بالا کا آفتاب ہم پر طلوع کریگا۔ (۷۹) تاکہ اُن کو جو اندھیرے اور موت کے سایہ میں بیٹھے ہیں روشنی بخشے اور ہمارے قدموں کو سلامتی کی راہ پر ڈالے۔ (۸۰) اور وُہ لڑکا بڑھتا اور رُوح میں قوت پاتا گیا اور اسرائیل پر ظاہر ہونے کے دن تک جنگلوں میں رہا۔

یہ گیت بھی مسیحی عبادت میں استعمال ہوتا ہے۔ انگلیکن اور بعض میتھوڈسٹ عبادت خانوں میں صُبح کی نماز کے وقت دُوسرے ورد کے بعد پڑھا یا گایا جاتا ہے۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ مُقدّس لُوقا نے حسب موقع تین مسیحی گیت چُن کر اُنہیں مریم مُقدّسہ، زکریاہ اور شمعُون سے منسوب کیا ہے۔ یہ خیال یقیناً غلط ہے۔ اگر یہ مسیحی گیت ہوتے تو ان میں خُداوند یسُوع المسیح کا صاف ذکر ہوتا۔ دراصل یہ عبرانی گیت ہیں جن کے پڑھنے سے مسیح کی زندگی۔ موت اور قیامت کا کُچھ بھی پتہ نہیں چلتا۔

زکریاہ نے غالباً اُس وقت اِس گیت کو تیار کیا تھا جب وُہ گونگے پن کی حالت میں تھا، تاکہ اُسے یُوحنّا کی پیدائش کے وقت کہے۔

آیت ۶۷۔ "رُوح القُدس سے بھر گیا اور نبوّت کی راہ سے کہا۔"

نبوّت کا مطلب محض پیشین گوئی ہی نہیں بلکہ خُدا کا پیغام سُنانا اور اُس کی مرضی ظاہر کرنا ہے۔ "آدمی رُوح القُدس کی تحریک کے سبب سے خُدا کی طرف سے بولتے تھے۔" (۲۔ پطرس ۱: ۲۱)۔

آیت ۶۸۔ "توجہ کرکے" خُدا کی توجہ کا ذکر پاک کلام میں دو معنی میں

آتا ہے۔سزا کے لئے اور مدد کے لئے (۱۹: ۴۴ روت ۱: ۶ و یرمیاہ ۱۴: ۱۰)
اس خیال کا ترجمہ ایک ہی لفظ میں نہیں ہُوا بلکہ زبان اُردو کے محاورہ کے مطابق کئی طرح ادا کیا گیا ہے۔مثلاً توجہ کرنا (جیسا یہاں) کبھی نگاہ کرنا۔کبھی خبر لینا۔کبھی یاد کرنا وغیرہ وغیرہ۔

"چھٹکارا دیا" فدیہ دیا۔بچایا۔نبیوں کا دستور تھا کہ جن باتوں کی وُہ خبر دیتے تھے، اُنہیں وُہ اکثر فعل ماضی میں بیان کرتے تھے کہ گویا خُدا کا کلام پُورا ہُوا۔چھٹکارا اب شروع ہو گیا تھا کیونکہ فدیہ دینے والے کا پیشرو اب پیدا ہو چکا تھا۔تاہم نبوّت کی حیثیت سے زکریاہ کہتا ہے کہ یہ کلام پُورا ہوگا۔

آیت ۶۹۔"داؤد" زکریاہ تسلیم کرتا ہے کہ وُہ موعُودہ و مذکُورہ مُنجّی اور اُس کی والدہ محترمہ داؤد نبی کی نسل سے ہیں۔

"سینگ" یہ عبرانی محاورہ ہے۔سینگ کا مطلب ہے زور۔قوّت۔یہ تشبیہ سانڈ اور خاص کر جنگی سانڈ کے سینگ سے ہے۔یہاں اشارہ اُن سینگوں کی طرف نہیں ہے جو مذبح کے چاروں کونوں پر لگائے گئے تھے۔(خروج ۲۷: ۲)۔

آیت ۷۰۔زکریاہ کاہن ہونے کے سبب سے نبیوں کی پیشین گوئیوں سے ضرور اچھی طرح واقف تھا۔

"دُنیا کے شرُوع سے" لفظی ترجمہ ہے اَزل سے لیکن غالباً معنی ہیں قدیم زمانے سے۔

آیت ۷۱۔دُنیاوی دُشمن اپنے ظُلم کے سبب سے خُدا کی عبادت میں خلل انداز ہوتے ہیں۔

آیت ۷۲۔"ہمارے باپ دادا پر رحم کرے" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ زکریاہ کا اعتقاد تھا کہ یہودیوں کے باپ دادا اُس رحمت سے واقف ہیں جس کا نزُول اُن کی اولاد پر ہوگا۔

"عہد" بائبل عہد کی کتاب ہے۔پُرانا عہد نامہ جس کا ذکر پُرانے عہد نامے میں ہے، یہ عہد ابراہام سے باندھا گیا تھا اور مُوسیٰ کی وساطت سے دُہرایا گیا تھا۔(دیکھئے خرُوج ۲۴: ۸ و ۲۴: ۱ سے ۸ تک و عبرانیوں ۹: ۱۸ سے ۲۱ تک) نیا عہد جس کی پیشین گوئی یرمیاہ ۳۱ باب آیات ۳۱ سے ۳۴ تک مرقوم ہے نئے عہد نامے میں بیان

کیا گیا ہے۔ یہ دونوں عہد خُدا کے فضل سے پہلے بنی اسرائیل قوم سے پھر تمام بنی آدم سے کئے گئے ہیں۔ نیا عہد پُرانے عہد کی تکمیل ہے۔ (اس سلسلے میں عبرانیوں کا نواں باب پڑھنا چاہیئے)۔

آیت ۷۵۔ "پاکیزگی سے"۔ یعنی اپنے آپ کو خُدا کے لئے مخصوص کر کے۔ یہ بُنیادی چیز ہے۔

"راستبازی"۔ یعنی نیک اعمال گویا وُہ عمارت ہے جو اِس بُنیاد پر تعمیر کی جاتی ہے۔

آیت ۷۶۔ اب زکریاہ بچے سے مخاطب ہوتا ہے۔ اور یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی یاد کر کے بتاتا ہے کہ یُوحنّا کا خاص کام مُنجّیِ دو عالم کی تیاری ہے۔ (یسعیاہ ۴۰: ۳ سے ۵ تک دنیز دیکھو لُوقا ۳: ۵)۔

آیات ۷۷ و ۷۸۔ "نجات کا علم" یُوحنّا بذاتِ خُود نجات دینے والا نہ ہوگا۔ آپ کا کام لوگوں کو گُناہوں کی مُعافی کا بپتسمہ دے کر ظاہر ہونے والے مُنجّی کی آمد کی خبر دینا ہوگا۔

"عالم بالا کا آفتاب طلُوع ہوگا"۔ ان الفاظ کا اشارہ مسیح کی طرف ہے۔

آیت ۷۹۔ اِس آیت میں ایک پیشین گوئی ہے کہ "نجات" تمام بنی آدم کے لئے ہوگی۔ ان نجات پانے والے لوگوں میں سے اکثر پہلے بُت پرستی اور خُدا سے ناواقفیّت کے اندھیرے میں تھے لیکن صد حیف کہ اُن میں سے اکثر لوگ ابھی تک اس بلا میں مُبتلا ہیں۔

آیت ۸۰۔ "جنگلوں میں"۔ یُوحنّا کے لئے یہ آسمانی انتظام تھا کہ وُہ انسانی آبادی سے دُور اپنے نصب العین کی طرف رُوحانی طور سے اپنی زندگی خلوت میں دعا و مراقبہ میں اور خُدا کی رفاقت میں صَرف کرے اور نیز پُرانے عہد نامہ کی تلاوت کیا کرے۔

باب ۲
مُنجّیٔ دو عالم کی پیدائش
آیات ا تا ۷

(۱) اُن دنوں میں ایسا ہُوا کہ قیصر اَوگستس کی طرف سے یہ حُکم جاری ہُوا کہ ساری دُنیا کے لوگوں کے نام لِکھے جائیں۔ (۲) یہ پہلی اِسم نویسی سوریہ کے حاکم کورِنیُس کے عہد میں ہُوئی۔ (۳) اور سب لوگ نام لکھوانے کے لئے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ (۴) پس یُوسف بھی گلیل کے شہر ناصرۃ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہُودیہ میں ہے۔ اِس لئے کہ وُہ داؤد کے گھرانے اَور اَولاد سے تھا۔ (۵) تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لِکھوائے۔ (۶) جب وُہ وہاں تھے تو ایسا ہُوا کہ اُس کے وضعِ حمل کا وقت آ پہنچا۔ (۷) اور اُس کا پہلوٹھا بیٹا پیدا ہُوا اور اُس نے اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھّا کیونکہ اُن کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔

آیت ا ۔ "ساری دُنیا"۔ اِن الفاظ سے تمام رُوئے زمین مُراد نہیں۔ رُومی لوگ اور اُن کی سلطنت کے اندر جو یُونانی مثلاً لُوقا وغیرہ رہتے تھے اِس مُحاورے کو رُومی سلطنت کے معنی میں استعمال کرتے تھے اور واقعی جو اقوام سلطنتِ رُوما کے کنارے بستی تھیں ناشائستہ اَور وحشی سمجھی جاتی تھیں۔ اَوگستس نے صرف اپنی عملداری کے بارہ میں حُکم جاری کیا تھا۔ یہُودیہ کا بادشاہ اگرچہ ہیرودیس تھا تاہم یہُودیہ رُومی سلطنت کا حِصّہ تھی اور قلمرو یہُودیہ قیصر کے ماتحت تھا۔ رُومیوں کا دستُور تھا کہ وُہ اپنی سلطنت کے بعض حِصص کو جو سلطنت کے کناروں پر واقع تھے یا جن کے باشندے جلدی رُومی دستُوروں کو قبُول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے ماتحت بادشاہوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتے تھے لیکن ان بادشاہوں کے لئے لازمی تھا کہ قیصر کے احکام کو مانیں ۔

"نام لِکھے جائیں"۔ یہ مردُم شماری تھی۔ آثارِ قدیمہ کی تحقیقات سے معلُوم

ہُوا ہے کہ اَوگستس نے یہ مردُم شماری شرُوع کی تھی۔ مصر کی آب و ہوا بیحد خُشک ہے۔ وہاں کاغذ سینکڑوں برس تک نہیں سڑتا۔ وہاں سے ہزارہا پُرانے خطوط اور ہر قسم کے کاغذات دستیاب ہُوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کاغذات مردُم شماری سے متعلق ہیں۔ جب اَوگستس کی حکومت پائیدار ہو گئی تو اُس نے چودہ چودہ برس کے بعد مردُم شماری کرنے کا انتظام رائج کیا۔ خاص رُومی صُوبوں میں جہاں رُومی حاکم تھے یہ مردُم شماری رُومی دستُور کے مُطابق اُن ہی جگہوں میں کی جاتی تھی جس جگہ وہاں کے باشندے مقیم تھے لیکن جہاں جہاں ماتحت بادشاہ تعیّن تھے اُنہیں حق تھا کہ مردُم شماری کے کام کو اپنے ملک کے دستُور و رواج کے مطابق کریں ۔

شہنشاہ ہیرودیس کی موت کے بعد دُوسری مردُم شماری رُومی دستُور کے مطابق کی گئی۔ اس موقع پر زبردست بغاوت ہُوئی۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو ناراض نہ کرنے کے خیال سے، ہیرودیس نے جو مردُم شماری کرنے پر مجبُور تھا، ایسا انتظام کیا کہ یہودی لوگوں کی مردُم شماری اُن کے قبائل کے مطابق کرائے ۔

"لکھے جائیں"۔ یُونانی فعل کے صیغہ سے (حال) معلُوم ہوتا ہے کہ حُکم یہ تھا کہ "نام لکھے جایا کریں" یعنی ایک نئے انتظام کا شرُوع تھا۔ یہ کوئی خاص حکم کسی ایک وقت کے لئے کسی خاص وجہ کے لئے نافذ نہیں ہُوا تھا ۔

آیت ۲ "سوریہ کے حاکم کورنیُس کے عہد میں"۔ یہ الفاظ مشکل ہیں۔ اگرچہ کورنیُس دو بار سوریہ کا حاکم بنا تھا لیکن یسُوع کی پیدائش کے وقت وارُس (VARUS) سوریہ کا حاکم تھا۔ پر جب کوئی خاص فوجی کام ہوتا تھا تو قیصر معمُولی حاکم کے علاوہ کسی خاص تجربہ کار فوجی عہدہ دار (جنرل) کو مقرر کرتا تھا۔ یہ بہُت دفعہ نہیں ہُوا تھا۔ بہر حال ایک سے زیادہ بار ہُوا تھا۔ جب وارُس سوریہ کا دیوانی حاکم تھا اور سوریہ کے اُس حصّہ میں جو ایشیائے کوچک میں تھا سخت جنگ ہُوئی تو کورنیُس اُس کے انتظام اور رُومی فوج کی سرداری کے لئے مقرر ہُوا۔ وارُس اور کورنیُس دونو قیصر کے نائب کے خطاب سے نامزد ہُوئے۔ وارُس معمُولی دیوانی انتظام کے لئے تھا۔ کورنیُس فوجی کام کے لئے۔ چونکہ سوریہ کی تواریخ مُفصّل طور پر بخُوبی قلمبند نہیں ہُوئی مُمکن ہے کہ کورنیُس یسُوع کی پیدائش کے وقت دیوانی حاکم بھی تھا لہذا وارُس اور کورنیُس دونوں سوریہ کے حاکم تھے ۔

آیت ۳ - "اپنے اپنے شہر کو گئے" یہ ہیرودیس کے انتظام کے مطابق ہُوا تاکہ ہر ایک اپنے قبیلہ کی پُرانی سرزمین کے اندر اپنا نام لکھوائے۔

آیت ۴ - یُوسف اور مریم مُقدسہ ناصرۃ کے رہنے والے تھے۔ بیت لحم یہوداہ کے قبیلہ کی سرزمین میں تھا اور اُسی شہر سے داؤد شاہِ اسرائیل نکلا تھا۔ حالانکہ مریم کے وضعِ حمل کے وقت ناصرۃ نزدیک ہی تھا تو بھی دونوں کو جانا پڑا۔

"پہلوٹھا بیٹا" یہ الفاظ اس غرض کے لئے لکھے گئے تھے کہ تلاوت کرنے والے کو پتہ چل جائے کہ یُوسف اور مریم کو وُہ قربانی گذراننی پڑی جس کا حکم مُوسوی شریعت میں درج ہے (آیات ۲۲....۲۵) اِن الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مُقدسہ مریم کے ہاں اور بیٹے بھی پیدا ہوئے تھے غلط خیال ہے۔ بہت سے مسیحی مانتے ہیں کہ مریم تادمِ مرگ کنواری رہی لیکن پاک کلام اس کے بارہ میں کچھ بھی نہیں بتاتا۔ (دیکھئے متی ۱: ۲۵۔ نیز لُوقا ۸: ۱۹ کی تفسیر دیکھنی چاہیئے)۔

آیت ۷ - ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ مردم شماری کی وجہ سے بہت سے لوگ بیت لحم میں جمع ہو گئے ہوئے تھے اس لئے یسُوع کی پیدائش اصطبل یا مویشی خانہ میں ہُوئی اور وہاں کی چرنی نے چارپائی کا کام دیا۔ دُنیا کے بادشاہ نے مُفلسی کی حالت میں پیدا ہو کر اس بات کا ثبوت دیا کہ واقعی خُدا دُنیا کے غریبوں کا ساتھی، ہمدرد اور غمگسار ہے۔

چرواہوں پر پیدائش کا اظہار
آیات ۸ تا ۲۰

(۸) اُسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلّہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔ (۹) اور خُداوند کا فرشتہ اُن کے پاس آکھڑا ہُوا اور خُداوند کا جلال اُن کے چوگرد چمکا اور وُہ نہایت ڈر گئے۔ (۱۰) مگر فرشتہ نے اُن سے کہا ڈرو مت کیونکہ میں تمہیں بڑی خُوشی کی بشارت دیتا ہُوں جو ساری اُمّت کے واسطے ہوگی۔ (۱۱) کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک مُنجی پیدا ہُوا ہے یعنی مسیح خُداوند۔ (۱۲) اور اِس کا تمہارے لئے یہ نشان ہے کہ تم ایک بچّہ کو کپڑے میں لپٹا اور چرنی میں پڑا ہُوا پاؤ گے۔ (۱۳) اور یکایک اُس فرشتہ کے ساتھ آسمانی لشکر کی ایک گروہ خُدا کی حمد کرتی اور یہ کہتی ظاہر ہُوئی کہ (۱۴) عالمِ بالا پر خُدا کی

تمجید ہو اور زمین پر اُن آدمیوں میں جن سے وُہ راضی ہے صُلح - (۱۵) جب فرشتے اُن کے پاس سے آسمان پر چلے گئے تو ایسا ہُوا کہ چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ بیت لحم تک چلیں اور یہ بات جو ہُوئی ہے اور جس کی خُداوند نے ہم کو خبر دی ہے دیکھیں - (۱۶) پس اُنہوں نے جلدی سے جا کر مریم اور یُوسف کو دیکھا اور اُس بچّہ کو چرنی میں پڑا پایا - (۱۷) اور اُنہیں دیکھ کر وُہ بات جو اُس لڑکے کے حق میں اُن سے کہی گئی تھی مشہور کی - (۱۸) اور سب سُننے والوں نے اِن باتوں پر جو چرواہوں نے اُن سے کہیں تعجب کیا - (۱۹) مگر مریم اِن سب باتوں کو اپنے دِل میں رکھ کر غور کرتی رہی - (۲۰) اور چرواہے جیسا اُن سے کہا گیا تھا ویسا ہی سب کچھ سُن کر اور دیکھ کر خُدا کی تمجید اور حمد کرتے ہُوئے لَوٹ گئے "

آیت ۸ - اِس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ مسیحی لوگ خُداوند المسیح کی پیدائش کا دِن ۲۵ ر دسمبر مناتے ہیں بہرکیف وُہ شاید جاڑوں میں نہیں بلکہ موسم گرما کے شروع میں پیدا ہُوا تھا کیونکہ اُس وقت یہُودیہ کے گڈریے رات کے وقت اپنے گلّوں کو باہر میدان میں رکھتے ہیں - یاد رہے کہ جب کلیسیا نے عید ولادت کی تاریخ مقرر کی تو ٹھیک طور سے پتہ نہ چل سکا کہ درحقیقت مسیح کی پیدائش کس موسم میں ہُوئی تھی - خاص بات یہ ہے کہ آپ کی پیدائش کس مہینے میں ہُوئی تھی - پاک کلام میں کسی موسم کا ذکر نہیں - بہرحال مشنا میں بتایا گیا ہے کہ یہُودیہ کے اکثر گلّے ہیکل کی قُربانیوں کی غرض سے چرائی کے لئے باہر جاتے تھے - اُسی کتاب میں ذکر ہے کہ فروری مہینے میں بھی یہ گلّے باہر ہی رہتے تھے - پس مُمکن ہے کہ ۲۵ دسمبر غلط نہ ہو - (ایڈرشیم EDERSHEIM "یسُوع مسیح کی زندگی اور اوقات")

[مشنا پر نوٹ :- مُوسوی شریعت پر یہُودیوں کی ایک بڑی تفسیر ہے جو ۲۰۰ ق م سے ۲۰۰ء تک حفظ کرائی جاتی تھی - بعد ازاں یہ کتاب قلمبند ہُوئی -]

اسکندریہ کے کلیمنٹ کے زمانہ میں تیسری صدی بعض مسیحی ۲۱ - اپریل بعض ۲۲ اپریل اور بعض ۲۰ مئی کو مانتے تھے - کلیمنٹ کا قول تھا کہ تاریخ ولادت مسیح دریافت کرنا بے دینی کی تحقیقات ہے (بلنٹ) چوتھی صدی عیسوی میں تاریخ ولادت ۲۵ - دسمبر مانی گئی "

آیت ۹۔ "خُداوند کا فرشتہ" اِس فرشتے کا نام نہیں بتایا گیا۔ مُمکن ہے کہ فرشتہ مذکور جبرائیل ہو جس کا مسیح کی پیدائش سے خاص تعلق تھا اور وُہی بھیجا گیا ہو۔

"خُداوند کا جلال"۔ وُہ آسمانی نُور جو ذاتِ خُدا کی پاک موجودگی کا اظہار ہے۔ (۲۔کرنتھی ۳: ۱۸ و اعمال ۹: ۳ و لُوقا ۹: ۳۱ و ۳۲)۔

آیت ۱۰۔ "ساری اُمّت کے واسطے"۔ ابن اللہ کا پہلا کام اور پیغام بنی اسرائیل کے لئے تھا۔ لیکن حیف کہ اُنھوں نے اُسے رد کیا (متّی ۲۱: ۴۳) خُدا کی بخششیں خصوصاً رُوحانی اس شرط پر دی جاتی ہیں کہ مخلوقِ خُدا اُن کو حاصل کر کے اُن کے مُوافق اپنی زندگی بسر کرے۔

"ڈرومت"۔ (دیکھئے ۱: ۱۳ و ۱: ۳۰)۔

آیت ۱۱۔ "مسیح خُداوند"۔ یہ محاورہ اَور کہیں نئے عہد نامہ میں نہیں مِلتا۔ دُوسرے ترجمے مُمکن ہے یُوں ہوں۔ یعنی ممسُوح خُداوند۔ ایک ممسُوح جو خُداوند ہے۔ اِن میں فرق بہُت کم ہے۔

آیت ۱۲۔ "نشان"۔ دیکھو مکاشفہ ۵: ۱ سے ۱۴ تک۔ جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ خُدا کی مصلحتوں کی کتاب پر تمام عالمین میں سے کوئی ہستی اُسے کھولنا تو درکنار اُس پر نگاہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ تب بتایا گیا کہ یہُوداہ کے قبیلہ کا ببر اُس کے کھولنے کے لئے غالب آیا ہے۔ پھر بھی کیا دیکھتا ہے؟ کہ ایک برّہ ہے اور وُہ بھی گویا ذبح کیا ہُوا برّہ۔ مُقدّس پولُوس لکھتے ہیں "خُدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زورآور ہے"۔ (۱ کرنتھی ۱: ۲۵)۔ مُنجی عالم بڑی کمزوری میں آتے ہیں۔ اَور افلاس کی زندگی بسر کرنے کے بعد شرمناک موت سے مرے۔ ہر کلیسیا دُنیاوی عزّت۔ دولت اور اقتدار کی جویاں نہ ہونی چاہیئے۔

آیت ۱۴۔ ایک اَور گیت ہے۔ زمینی گیت نہیں بلکہ آسمانی گیت ہے۔ بہت سی کلیسیاؤں میں پاک شراکت کی ترتیب کے آخر میں استعمال ہوتا ہے۔

"جن سے وُہ راضی ہے"۔ شاید بہتر ترجمہ یہ ہے "نیک نیّت آدمیوں میں صُلح"۔ اگر یُونانی لفظ EUDOKIAS (رضامندی۔ نیک نیّتی) خُدا کی طرف اشارہ کرتا ہے تو متن کا ترجمہ بہتر ہے لیکن یہ لفظ زیادہ تر انسانی صفت کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

آیات ۱۷ و ۱۸۔ چرواہوں سے یہ خبر سُن کر لوگ دنگ رہ گئے۔ پر چرواہوں

سے اُن ہی کی مانند پست حال لوگوں نے یہ خبر پائی اور یُوں یہ بات زیادہ وسیع حلقے تک نہ پھیلی ۔

آیت ۱۹ - "مریم اِن باتوں کو اپنے دِل میں رکھ کر غور کرتی رہی"۔ یہ جُملہ ایک دلیل بھی ہے اور ثبوت بھی کہ مُقدّس لُوقا کو اِن سب باتوں کی خبر مُقدّسہ مریم کی وساطت سے حاصل ہُوئی تھی یا تو براہِ راست مریم مُقدّسہ سے یا کسی ایسی عورت کی وساطت سے جس پر مریم مُقدّسہ نے اِن باتوں کو ظاہر کیا تھا ۔

ربّنا المسیح کا ختنہ

آیت ۲۱

(۲۱) جب آٹھ دن پُورے ہُوئے اور اُس کے ختنہ کا وقت آیا تو اُس کا نام یسُوع رکھّا گیا جو فرشتہ نے اُس کے پیٹ میں پڑنے سے پہلے رکھّا تھا ۔

آیت ۲۱ - ابنِ اللہ یعنی دُنیا کا نجات دہندہ، دُنیا میں آیا اور اس رسم سے خُدا کی اُمّت میں داخل ہُوا جس سے عام لوگ داخل ہوتے تھے (بچہ اس عُمر میں گناہ نہیں کر سکتا ....) فرشتوں کے اعلان کے مُطابق یسُوع کی حیثیّت نہ بدلی۔ وُہ وہاں چرنی میں ایک اسرائیلی نوزائیدہ لڑکا ہی تھا جس کو ختنہ کی ضرورت تھی۔ "وُہ گنہگاروں کے ساتھ گِنا گیا"۔ اِسی طرح جب وُہ اپنا کام جاری کرنے کو تھا تو یسُوع نے جا کر یُوحنّا سے بپتسمہ لیا۔ (دیکھئے عبرانیوں ۲: ۱۷ و گلتیوں ۴: ۴) یہ ختنہ نجات بخش خُون کا پہلی دفعہ بہایا جانا تھا۔ کلیسیا میں یہ واقعہ بطور تیوہار کے ۱ جنوری کو منایا جاتا ہے ۔

"نام یسُوع رکھّا گیا"۔ جیسا کہ ہم نے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کے متعلق دیکھا ہے۔ یہُودی لڑکوں کے نام اُن کے ختنہ کے وقت رکھے جاتے تھے (۱: ۳۱) ۔

یسُوع کا ہیکل میں پیش کیا جانا

شمعُون کا گیت

آیات ۲۲ تا ۳۲

(۲۲) پھر جب مُوسیٰ کی شریعت کے موافق اُن کے پاک ہونے کے دن پُورے ہو گئے تو وُہ اُس کو یروشلیم میں لائے تاکہ خداوند کے آگے حاضر کریں۔ (۲۳) (جیسا کہ خداوند کی شریعت میں لکھا ہے کہ ہر ایک پہلوٹھا خداوند کے لئے مُقدس ٹھہرے گا) (۲۴) اور خداوند کی شریعت کے اِس قول کے مُوافق قربانی کریں کہ قُمریوں کا ایک جوڑا یا کبُوتر کے دو بچے لاؤ۔ (۲۵) اور دیکھو یروشلیم میں شمعُون نام ایک آدمی تھا اور وُہ آدمی راستباز اور خدا ترس اور اسرائیل کی تسلّی کا منتظر تھا اور رُوح القُدس اُس پر تھا۔ (۲۶) اور اُس کو رُوح القُدس سے آگاہی ہوئی تھی کہ جب تک تُو خداوند کے مسیح کو دیکھ نہ لے موت کو نہ دیکھیگا۔ (۲۷) وُہ رُوح کی ہدایت سے ہیکل میں آیا اور جس وقت ماں باپ اُس لڑکے یسُوع کو اندر لائے تاکہ اُس کے لئے شریعت کے دستُور پر عمل کریں۔ (۲۸) تو اُس نے اُسے اپنی گود میں لیا اور خدا کی حمد کر کے کہا کہ (۲۹) اَے مالک اب تُو اپنے خادم کو اپنے قول کے مُوافق سلامتی سے رُخصت کرتا ہے۔ (۳۰) کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے۔ (۳۱) جو تُو نے سب اُمتّوں کے رُوبرُو تیار کی ہے۔ (۳۲) تاکہ غیر قوموں کو روشنی دینے والا نُور اور تیری اُمّت اسرائیل کا جلال بنے۔

آیت ۲۲۔ "اُن کے پاک ہونے کے دن پُورے ہو گئے"۔ مُوسوی شریعت کے مُطابق طہارت ماں کی ہی ہوتی تھی۔ (احبار ۱۲: ۶) اِس لئے پاک ہونے کے دن کا یہ مطلب ہوگا وُہ دن جن کے آخر میں پہلوٹھے کے لئے کفّارہ دیا جائے۔ خرُوج ۳۰: ۱۰ میں جہاں اُردو ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں "خُون جو کفّارہ کے لئے ہو" یُونانی ترجمہ میں لفظ KATHARISMOU آیا ہے جس کے معنی طہارت کے ہیں۔ یہ ہفتہ مریم کی طہارت اور نیز یسُوع کے کفّارہ کا وقت تھا۔ (لاگرانژ - LAGRANGE) بہر حال یہ بھی ممکن ہے کہ یُوسف اور مریم مُقدسہ دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ (پلمر)

آیت ۲۳۔ خرُوج ۱۳: ۲ و ۱۲: ۱۳۔

آیت ۲۴۔ "قُمریوں کا ایک جوڑا" الخ۔ یہ مریم کی طہارت کی قربانی تھی نہ کہ پہلوٹھے کا کفّارہ جو ۵ مثقال ہوتا تھا۔ یہ قربانی غریبوں کے لئے مُقرر ہوئی تھی۔ دولت مند ایک برّہ گزرانتے تھے اور نیز ایک کبُوتر۔

آیت ۲۵۔ شمعُون۔ یہ غالباً کاہن نہ تھا مگر ایک "راستباز" اور "خدا ترس" شخص

اسرائیل کی تسلّی کا منتظر تھا۔ وُہ نجات جو مسیح لانے والا تھا "تسلّی" کہلاتی تھی۔ (یسعیاہ ۴۰: ۱ و ۴۹ : ۱۳ و ۶۱: ۳) شمعُون اُس کا یعنی مسیح کی آمد کا منتظر تھا۔

"رُوح القُدس اُس پر تھا"۔ یُونانی کا ترجمہ یُوں ہو سکتا ہے "ایک پاک رُوح اُس پر تھا"۔ مگر متن کا ترجمہ زیادہ موزُوں ہے کیونکہ اَور کوئی پاک رُوح نہیں جو انسان کو مُنوّر کرتا ہے سوا رُوح القُدس کے۔

آیت ۲۶ - الہام کے ذریعہ شمعُون سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ "خُداوند کے مسیح"۔ مسیح کوئی شخصی نام نہیں بلکہ خطاب ہے۔ مسیح وُہ ہے جس کو خُدا نے ممسُوح یعنی مُقرّر کرکے بھیجا۔ یہُودی جو مسیحی نہیں ہُوئے اب تک مسیح کے انتظار میں ہیں۔ کیونکہ وُہ یسُوع کو مسیح نہیں مانتے (دیکھئے اعمال ۲: ۳۶ و یُوحنّا ۹: ۲۰ وغیرہ و ۱۔ یُوحنّا ۲: ۲۲)۔

آیت ۲۷ - "ہیکل میں آیا"۔ متعدد بندگانِ خُدا نے اِس بات کا تجربہ کیا ہے کہ خُدا اُن کی وقتاً فوقتاً ہدایت کرتا ہے کہ وُہ فُلاں جگہ جائیں یا فُلاں شخص سے ملیں۔

"ماں باپ"۔ یُوسف صرف قانُونی طور پر یسُوع کا باپ تھا۔ ربّنا المسیح کی معجزانہ پیدائش دیر میں عوام النّاس (مسیحیوں کو بھی) معلُوم ہُوئی۔ شرُوع میں رسُولوں نے اِس موضُوع پر نہ ہی زور دیا اَور نہ ہی اِس کی مُنادی کی (۱: ۲۶ پر تفسیر دیکھنا چاہیئے)۔

آیات ۲۹ و ۳۰ - شمعُون کا گیت اب تک کلیسیا میں پڑھا اَور گایا جاتا ہے یعنی اکثر صُبح کی نماز کے وقت۔ شمعُون یہ ظاہر کرتا ہے کہ وُہ اب مرنے کے لئے تیار ہے کیونکہ اُس نے مسیح کو دیکھ لیا ہے۔

"خُداوند"۔ یُونانی لفظ کے معنی آقا کے ہیں۔ "خادم"۔ یُونانی میں اس کا مطلب غلام ہے۔ یہی لفظ رسُولوں کے خطُوط میں کئی بار آتا ہے جہاں اُردو میں لفظ بندہ استعمال کیا گیا ہے۔ اصل میں بندہ کے یہی معنی ہیں۔ (رُومیوں ۱: ۱ و یعقُوب ۱: ۱)

"اپنے قول کے مُوافق"۔ دیکھو آیت ۲۶۔

آیت ۳۰ - "نجات"۔ نجات دہندہ کے دیکھنے سے نجات حاصل ہُوئی۔

آیت ۳۱ - "اُمتوں"۔ شمعُون یسُوع کو نہ فقط بنی اسرائیل کا مسیح مانتا ہے بلکہ اَور قوموں کا بھی۔

آیت ۳۲ - اِسی خیال پر زور دیا جاتا ہے۔ پر افسوس کی بات ہے کہ اب

تک بنی اسرائیل نے عام طور پر یسُوع کو اپنا نجات دہندہ نہیں مانا ۔

آیت ۳۳۔ "یُوسف کو" (متی ۱ : ۲۱) اور مریم کو بتایا گیا تھا کہ یہ لڑکا کیسا ہوگا لیکن اُنھوں نے اس نکتہ کو اچھی طرح سے نہیں سمجھا تھا۔ اِسی لئے وُہ شمعُون کی باتیں تعجّب سے سُنتے تھے ۔

آیت ۳۴۔ "جس کی مخالفت کی جائیگی"۔ یسُوع کی خدمت کے آغاز ہی سے فریسی اور فقیہہ عموماً اُس کی مخالفت کرنے لگے اور آج تک ہر مُلک میں مسیح کے مخالف کثرت سے موجُود ہیں۔ اِسی لئے یہ الفاظ آیت کے شرُوع میں آئے ہیں" یہ اسرائیل میں بہتوں کے گرنے اور اُٹھنے کے لئے"۔ یہ یسُوع جو "کونے کے سرے کا پتھر" مقرر ہُوا" ٹھیس لگنے کا پتھر اور ٹھوکر کھانے کی چٹان ہو گیا"۔ (۱ پطرس ۲ : ۸)

یسُوع نے خُود فرمایا "جو کوئی اُس پتھر پر گریگا اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے لیکن جس پر وُہ گرے گا اُسے پیس ڈالیگا"۔ (لُوقا ۲۰ : ۱۸ پر تفسیر ہذا ملاحظہ فرمائیں)

آیت ۳۵۔ "تیری جان بھی تلوار سے چھِد جائیگی"۔ یہ پیشین گوئی اُس وقت سے پُوری ہونے لگی جب سے لوگوں نے آپ کی مخالفت شرُوع کر دی اور یسُوع کے مصلُوب ہوتے وقت تک یہ پیشین گوئی خاص طور سے پُوری ہوتی رہی تلوار سے سخت رنج اور افسوس مُراد ہے ایسا رنج جس سے یہ معلوم ہو کہ موت آ جائے گی ۔

"**دِلوں کے خیال کھُل جائیں**"۔ اِس کا تعلق خاص کر ۳۴ ویں آیت سے ہے۔ جب یسُوع مسیح سے سابقہ پڑتا ہے تو انسان کے دِل کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے یا تو وُہ مسیح کو قبُول کرتا ہے یا اُس سے دُور ہو جاتا ہے ۔

حنّاہ نبیّہ

آیات ۳۶ تا ۳۸

(۳۶) اور آشر کے قبیلہ میں سے حنّاہ نام فنوایل کی بیٹی ایک نبیّہ تھی۔ وُہ بہت عمر رسیدہ تھی اور اُس نے اپنے کنوارپن کے بعد سات برس ایک شوہر کے ساتھ گزارے تھے۔ (۳۷) وُہ چوراسی برس سے بیوہ تھی اور ہیکل سے جُدا نہ ہوتی تھی بلکہ رات دِن روزوں اور دُعاؤں کے ساتھ عبادت کیا کرتی تھی۔ (۳۸) اور وُہ اُسی گھڑی وہاں آ کر خُدا کا

شکر کرنے لگی اور اُن سب سے جو یروشلیم کے چھٹکارے کے منتظر تھے اُس کی بابت باتیں کرنے لگے۔

آیت ۳۶ - حنّاہ بہت عمر رسیدہ عورت تھی اگر اُس نے ۱۵ برس کی عمر میں شادی کی ہوگی تو اُس وقت وُہ ۱۰۶ برس کی ہوگئی ہوگی - دبورہ (قضاۃ ۴: ۴) خلدہ (۱- سلاطین ۲۲: ۱۴) اور فلپّس کی بیٹیوں کی مانند (اعمال ۲۱: ۹) حنّاہ نبیہ تھی۔ وُہ ہیکل کے اندر فقیرانہ زندگی بسر کرتی تھی۔ آیت ۳۸ - "اگر غالباً خدا کی ہدایت ہے۔

"یروشلیم کا چھٹکارا" - ان الفاظ کا وہی مطلب ہے جو اسرائیل کی تسلّی کا ہے۔ (آیت ۲۵) چونکہ حنّاہ ہیکل ہی میں رہتی تھی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ ہیکل میں آنے والوں سے بات چیت کرتی رہتی تھی لیکن وُہ لوگ جو یروشلیم کے چھٹکارا کے منتظر تھے وُہ سب خدا پرست ہونے کے سبب سے ضرور عبادت کرنے کے لئے ہیکل میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

ناصرۃ کو لوٹنا ربّنا یسوع المسیح کا بچپن

آیات ۳۹ و ۴۰

(۳۹) اور جب وُہ خداوند کی شریعت کے مطابق سب کچھ کرچکے تو گلیل میں اپنے شہر ناصرۃ کو پھر گئے۔ (۴۰) اور وُہ لڑکا بڑھتا اور قوت پاتا گیا اور حکمت سے معمور ہوتا گیا اور خدا کا فضل اُس پر تھا۔

آیت ۳۹ - لوقا نے مجوسیوں کی آمد بغرض زیارت اور بیت لحم کے بچوں کا قتلِ عام اور مقدس خاندان کا مصر کو بھاگنا وغیرہ واقعات کا ذکر نہیں کیا۔ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ مقدس لوقا نے متی کی انجیل نہیں دیکھی تھی اور اکثر علما کا خیال ہے کہ اناجیل متفقہ میں سے پہلی انجیل (جیسی عام طور پر مرتب ہے) حقیقتاً مرقس اور لوقا کی اناجیل کے بعد لکھی گئی تھی یا مرتب ہوئی تھی - بہرحال ایک بات قابلِ غور ہے کہ قدیم مصنفین مصری کاغذ پیپائرس پر لکھا کرتے تھے اور پہلی صدی میں یہ طومار کی صورت میں ہوتا تھا۔ لیکن پیپائرس نازک چیز تھی اور کتاب کی لمبائی کی ایک خاص حد تھی جس سے تجاوز کرکے دوسرا طومار شروع کرنا پڑتا تھا ورنہ پھٹنے کا اندیشہ لاحق ہوتا تھا - نئے عہدنامہ میں متی اور لوقا کی انجیلیں اور اعمال کی کتاب تقریباً اُس حد تک پہنچتی ہیں۔ یہی وجہ ہوگی کہ مرقس کی انجیل کو استعمال کرتے وقت پہلی اور تیسری انجیلوں کے مصنفین

نے قریب قریب ہمیشہ اُس کی عبارت کو مختصر کر دیا۔ مُقدّس لُوقا کچھ نہ کچھ قلم انداز کرنے پر مجبُور تھا۔ شاید اُس کا یہ خیال ہوگا کہ اُس کا بیان کافی تھا۔

واقعات کا سِلسِلہ یُوں نظر آتا ہے:۔

(۱)۔ یسُوع کی پیدائش کی پیشین گوئی۔ (۲) مریم مُقدّسہ الیشبَع سے مُلاقات کرتی ہے۔ (۳) مریم مُقدّسہ کے واپس جانے کے بعد یُوسف پر فرشتہ ظاہر ہو کر حقیقت کا انکشاف کرتا ہے۔ (۴) مریم مُقدّسہ یُوسف کے گھر میں رہنے کے لئے جاتی ہے۔ (۵) یُوسف اور مریم مُقدّسہ بیتِ لحم کو جاتے ہیں۔ (۶) یسُوع کی پیدائش (۷) ہیکل میں حاضر ہونا۔ بیتِ لحم کو واپس لَوٹنے کے بعد مجُوسیوں کا آنا اور مُقدّس خاندان کا مصر میں چلے جانا۔ (۸) مصر سے لَوٹنے پر وُہ پھر بیتِ لحم نہ رہنے کا فیصلہ کر کے ناصرۃ میں جا کر رہتے ہیں۔ (گوڈے۔ GODET)

آیت ۴۰۔ چُونکہ یسُوع انسانِ کامل تھا اس لئے وُہ اور لڑکوں کی طرح قدو قامت اور عقلمندی میں بڑھتا چلا گیا۔ اُس کی ترقی میں گُناہ یا کوئی بُرائی حائل نہ تھی۔

ربّنا یسُوع المسیح کا ہیکل میں رہ جانا

آیات ۴۱ تا ۵۲

(۴۱) اُس کے ماں باپ ہر برس عیدِ فسح پر یروشلیم کو جایا کرتے تھے۔ (۴۲) اور جب وُہ بارہ برس کا ہُوا تو وُہ عید کے دستُور کے مُوافق یروشلیم کو گئے۔ (۴۳) جب وُہ اُن دِنوں کو پُورا کر کے لَوٹے تو وُہ لڑکا یسُوع یروشلیم میں رہ گیا اور اُس کے ماں باپ کو خبر نہ ہُوئی۔ (۴۴) مگر یہ سمجھ کر کہ وُہ قافلہ میں ہے ایک منزل نکل گئے اور اُسے اپنے رشتہ داروں اور جان پہچانوں میں ڈھونڈنے لگے۔ (۴۵) جب نہ مِلا تو اُسے ڈھونڈتے ہُوئے یروشلیم تک واپس گئے۔ (۴۶) اور تین روز کے بعد ایسا ہُوا کہ اُنہوں نے اُسے ہیکل میں اُستادوں کے بیچ میں بیٹھے اُن کی سُنتے اور اُن سے سوال کرتے ہُوئے پایا۔ (۴۷) اور جتنے اُس کی سُن رہے تھے اُس کی سمجھ اور اُس کے جوابوں سے دنگ تھے۔ (۴۸) وُہ اُسے دیکھ کر حیران ہُوئے اور اُس کی ماں نے اُس سے کہا بیٹا! تُو نے کیوں ہم سے ایسا کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں کُڑھتے ہُوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔ (۴۹) اُس نے اُن سے کہا تُم مجھے کیوں ڈھونڈتے

تھے؟ کیا تُم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے؟ (۵۰) مگر جو بات اُس نے اُن سے کہی اُسے وُہ نہ سمجھے۔ (۵۱) اور وُہ اُن کے ساتھ روانہ ہو کر ناصرۃ میں آیا اور اُن کے تابع رہا اور اُس کی ماں نے یہ سب باتیں اپنے دِل میں رکھیں۔ (۵۲) اور یسُوع حکمت اور قد و قامت میں اور خُدا کی اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا۔

شرعی طور سے لازم تھا کہ یہُودی سال میں تین بار ہیکل میں حاضر ہوں یعنی ہفتوں کی عید، عیدِ خیام، اور عیدِ فسح (خاص کر عید فسح کے موقع پر) کے موقعوں پر جب کوئی لڑکا ۱۲ برس کا ہو جاتا تھا تو اُس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ "وُہ خود بخود شریعت کو پُورا کرنے کے قابل ہو گیا ہے" اور ابنِ شریعت کہلاتا تھا۔ اُس زمانہ میں ڈاکوؤں کا ڈر تھا اور زیارت کرنے والے قافلہ کی صُورت میں جایا کرتے تھے۔

آیت ۴۳ ۔ عید کے ساتوں دن پُورے کر کے لَوٹنے کے لئے یُوسف اور مریم قافلہ میں چلے گئے۔

آیت ۴۴ ۔ غالباً مریم مُقدسہ قافلہ میں عورتوں کے ساتھ تھی اور یُوسف قافلہ کے دُوسرے حصّہ میں تھا۔ اُنہیں اپنے فرمانبردار اور قابلِ اعتبار لڑکے کے متعلق کوئی فکر نہ تھی۔ مریم مُقدسہ نے یہ سمجھا ہو گا کہ وہ یُوسف کے ساتھ ہے اور یُوسف نے خیال کیا ہو گا کہ یسُوع مریم مُقدسہ کے ساتھ ہے۔ رات کو جب کھانا کھانے کے لئے سب گھرانے جمع ہُوئے تو اُنہیں اپنا لڑکا نہ ملا۔

آیت ۴۶ "تین روز کے بعد" غالباً ایک دِن سفر کا جس کی شام کو لڑکا نہیں ملا۔ ایک دِن یُوسف اور مریم مُقدسہ ڈھونڈتے ہُوئے لَوٹے اور تیسرے دن اُنھوں نے یسُوع کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہیکل ہی میں پایا۔

"اُستادوں کے بیچ میں" "یہ اُستاد ہیکل میں سکھایا کرتے تھے جیسا یسُوع بعد ازاں سکھایا کرتا تھا۔ (متّی ۲۱: ۲۳)

"سُنتے اور اُن سے سوال کرتے ہُوئے پایا" آیا طالب علم کی حیثیت سے؟

آیت ۴۷ ۔ "دنگ تھے"۔ لڑکا عقل اور عُمر کے لحاظ سے ایسی عالمانہ باتیں کرتا رہا کہ سب کو معلوم ہو گیا کہ ایسا لڑکا کبھی بھی دیکھنے یا سُننے میں نہیں آیا۔ یاد رہے کہ یسُوع عقل، سمجھ اور چال چلن کے نقطہ ہائے نظر سے درجۂ کمال تک پہنچ چکا تھا۔

وُہ کامل لڑکا تھا ؞

آیت ۴۸ - مریم مُقدّسہ شکایت کرتی ہے کہ وُہ دونوں فکر اور رنج کے ساتھ اُسے تلاش کرتے رہے تھے ؞

آیت ۴۹ - "کیوں ڈھونڈھتے تھے" یاد رہے کہ اُردو اور ہندی کا یہ مُحاورہ جس کے موافق لفظ کیوں انکار یا تنبیہہ کے لئے استعمال ہوتا ہے یُونانی میں مُروّج نہ تھا (جیسا انگریزی میں مُروّج نہیں) یہ لفظ زیادہ تر استفہام کے لئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ "تمہارا مجھے ڈھونڈنے کا کیا سبب تھا"؟

"اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور تھا" یہ خیال جو بدعتیوں نے تصوّر کر لیا کہ یسُوع کو محض بپتسمہ کے وقت اپنی حیثیت کا احساس ہُوا قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ بارہ برس کی عُمر میں اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ اُس کا باپ خُدا ہے ؞

آیت ۵۱ - "اُن کے تابع رہا" اپنے ماں باپ کا فرمانبردار لڑکا تھا اور اُن کے حُکم کی تعمیل کرتا تھا ؞

آیت ۵۲ - یسُوع کے لڑکپن کے بارے میں اَور کچھ معلُوم نہیں ؞

"حکمت" - یہ علم نہیں بلکہ معلُومات کے صحیح استعمال اور تمام حالتوں میں ٹھیک فیصلہ کرنے کی لیاقت ہے ؞

"خُدا کی مقبُولیّت میں ترقّی" یسُوع کامل لڑکا تھا لیکن کاملیّت دو قسم کی ہوتی ہے ایک لامحدُودیّت کے رنگ میں جیسے ذاتِ الٰہی کی کاملیّت۔ دُوسرا مطلب بےعیب ہونا ہے۔ مثلاً چھوٹی گولائی اور نہایت بڑی گولائی دونوں کامل ہو سکتی ہیں۔ عبرانیوں کے خط میں لکھا ہے۔ "باوجُود بیٹا ہونے کے اُس نے دُکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی" (عبرانیوں ۵:۸) ؞

حِصّہ دوم

ربّنا یسُوع کا مُقرّر ہونا

باب سوم

یُوحنّا کی خِدمت کے آغاز کی تاریخ

آیات ۱ و ۲

(۱) تبریُس قیصر کی حکومت کے پندرھویں برس جب پُنطیُس پیلاطُس یہُودیہ کا حاکم تھا اور ہیرودیس گلیل کا اور اُس کا بھائی فلپُّس اتوریہ اور ترخونی تِس کا۔ اور لِسانیاس ابلینے کا حاکم تھا۔ (۲) اور حنّاہ اور کائفا سردار کاہن تھے اُس وقت خُدا کا کلام بیابان میں زکریاہ کے بیٹے یُوحنّا پر نازل ہُوا۔

جیسا پہلے باب کی پانچویں آیت میں مُقدّس لُوقا مُقدّس یُوحنّا کی خدمت کی تاریخ بتاتا ہے، نئے عہدنامے کی تواریخ دُنیا کی تواریخ کے مطابق ہے۔ "یہ ماجرا کہیں کونے میں نہیں ہُوا۔" یہ بیان کلام کی سچّائی کی ایک دلیل ہے۔ کوئی شخص کہہ نہیں سکتا کہ رام چندرجی مہاراج کی تاریخِ حکومت کیا تھی؟ مگر ماننا پڑتا ہے کہ انجیل کوئی رام کہانی نہیں۔ بہرحال پُرانے زمانہ میں تاریخ سمجھنا آسان تھا مگر آج کل ایک مُشکل درپیش ہے۔

آیت ۱۔ تبریُس قیصر کی حکومت کے پندرھویں برس۔ اوگسٹس قیصر سنہ ۱۴ء میں مُوا پر سنہ ۱۱ء یا سنہ ۱۲ء میں تبریُس ولی عہد مقرر ہُوا کیونکہ اوگسٹس کا کوئی بیٹا نہ تھا اور اُس وقت سے تبریُس کو حکومت میں شرکت حاصل ہُوئی۔ ہمیں پُورے طور پر معلُوم نہیں کہ تبریُس کی حکومت کا شروع کس سال سے مانا جاتا تھا۔ غالباً سنہ ۱۲ء

سے ہوگا۔ پھر ظاہر ہے کہ یُوحنّا کی خدمت ۲۹ء میں شروع ہُوئی تھی۔ اس باب کی ۲۳ آیت میں بتایا گیا ہے کہ جب یسُوعؔ نے تعلیم دینی شروع کی تو اُس کی عُمر قریباً تیس ۳۰ برس کی تھی۔ (عموماً ۳۰ برس، ۳۳ یا ۳۴ برس کا عرصہ قریباً ۳۰ برس کہلایا جا سکتا ہے) یسُوعؔ کی پیدائش ہیرودیس اعظم کی موت سے پہلے ہُوئی تھی۔ یُوحنّا کی خدمت کے آغاز کے وقت یسُوعؔ کی یہ عُمر تھی۔

پنطیُس پیلاطُس۔ یہ رُومی تھا اور اچھے نامور خاندان کا چشم و چراغ تھا یا تو پیدائش سے یا قیصر نے اُس کو اچھا منصب بخشا تھا۔ ۲۶ء میں وُہ یہودیہ کا حاکم مُقرر ہُوا۔ اُس کی حکومت کُچھ اچھی حکومت نہ تھی اور وُہ پیلاطُس سُوریہ کے حاکم کے ماتحت تھا لیکن عموماً ایسے موقعوں پر اعلیٰ حاکم زیادہ دست اندازی نہیں کرتا تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ پیلاطُس کے عہدہ تک پہنچنے سے پیشتر آدمی فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ دار رہتا تھا اور یہ عہدہ آج کل کے کرنیل کے عہدہ کے برابر ہوتا تھا۔ یُوسیفس مؤرّخ پیلاطُس کی بابت بتاتا ہے کہ وُہ سخت آدمی تھا اور یہودیہ کے لوگ اُسے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ بہرحال عام طور پر اُس کا نظامِ حکومت زیادہ خراب نہ تھا کیونکہ تبریُس نے دس برس کے عرصہ تک اُس کو یہودیہ کا حاکم رہنے دیا تھا۔

"ہیرودیس"۔ ہیرودیس انتپاس تھا جو ہیرودیس اعظم کا ایک بیٹا تھا۔ فلسطین چار حِصّوں میں منقسم تھا۔ اس کا ایک حِصّہ گلیل تھا۔ انتپاس اس کا بادشاہ مقرر ہُوا تھا تاہم رُومی قیصر کے ماتحت تھا۔ اس کا چال چلن جیسا کہ بعد ازاں ظاہر ہوگا اچھا نہ تھا۔ فلپُّس ہیرودیس اعظم کے بیٹوں میں سے سب سے اچھا تھا۔ ترخونی تِس پُورب کی طرف تھا۔ پُرانے عہد نامہ میں اُس کا نام لبنن ہے۔

"لِسانیاس اَبلینے کا حاکم تھا"۔ اِس شخص کا ذکر تواریخ میں اور کہیں نہیں مِلتا اور بعض مُعترضوں کا خیال ہے کہ لوقاؔ نے غلطی کی لیکن یُوسیفس مؤرّخ ابیلی (ابلینے کا دارالسّلطنت) کو لسانیاس کا ابیلی کہتا ہے۔ ایک تمغہ دستیاب ہُوا جس پر اُس کا نام ہے اور اُس پر یہ کندہ کیا ہُوا ہے کہ "وُہ چوتھائی مُلک کا حاکم تھا"۔

آیت ۲۔ "حنّاہ اور کائفا"۔ توریت میں یہ ہدایت بلکہ حُکم ہے کہ سردار کاہن

موت تک سردار کاہن رہے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ اِس حُکم پر عمل کیا جاتا تھا یا نہیں۔ ہم محض اِتنا جانتے ہیں کہ عرصہ دراز سے بادشاہوں یا حاکموں کا دستور تھا کہ اپنی ذاتی خُوشی کی مصلحت کو مدِّنظر رکھتے ہُوئے جب مُناسب سمجھتے یہ سردار کاہنوں کو برطرف کرکے ہارُون کی نسل کے دُوسرے آدمیوں کو ان عُہدوں پر ممتاز کر دیتے تھے۔ (کاہنی عُہدوں سے رُومی حاکم حسبِ خواہش فائدہ اُٹھاتے تھے) درحقیقت ایک سے زیادہ سردار کاہن نہیں ہو سکتے تھے لیکن مذہبی شخص حنّاہ کو سردار کاہن مانتے رہے تھے اور چونکہ یُوسف کائفا جس کو رُومیوں نے مُقرر کیا حنّاہ کا داماد تھا اس لئے اس کا اثر و رسُوخ کافی تھا۔ اسی لئے یہ مرقُوم ہے کہ یہ دونوں سردار کاہن تھے؛

یُوحنّا کا بپتسمہ اور تعلیم

آیات ۳ تا ۱۴

(۳) اور وُہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی مُعافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی مُنادی کرنے لگا۔ (۴) جیسا یسعیاہ نبی کے کلام کی کتاب میں لکھا ہے کہ بیابان میں پُکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خُداوند کی راہ تیّار کرو۔ اُس کے راستے سیدھے بناؤ۔ (۵) ہر ایک گھاٹی بھر دی جائے گی اور ہر ایک پہاڑ اور ٹیلہ نیچا کیا جائے گا اور جو ٹیڑھا ہے سیدھا اور جو اُونچا نیچا ہے ہموار راستہ بنیگا۔ (۶) اور ہر بشر خُدا کی نجات دیکھے گا۔ (۷) پس جو لوگ اُس سے بپتسمہ لینے کو نکل کر آتے تھے وُہ اُن سے کہتا تھا اَے سانپ کے بچو! تُمہیں کس نے جتا یا کہ آنے والے غضب سے بھاگو؟ (۸) پس توبہ کے موافق پھل لاؤ اور اپنے دِلوں میں یہ کہنا شرُوع نہ کرو کہ ابرہام ہمارا باپ ہے کیونکہ مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ خُدا اِن پتھروں سے ابرہام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ (۹) اور اب تو درختوں کی جڑ پر کُلہاڑا رکھّا ہے پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وُہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ (۱۰) لوگوں نے اُس سے پُوچھا پھر ہم کیا کریں؟ (۱۱) اُس نے جواب میں اُن سے کہا جس کے پاس دو کُرتے ہوں وُہ اُس کو جس کے پاس نہ ہو بانٹ دے اور جس کے پاس کھانا ہو وُہ بھی ایسا ہی کرے۔

(۱۲) اور محصول لینے والے بھی بپتسمہ لینے کو آئے اور اُس سے پُوچھا کہ اَے اُستاد ہم کیا کریں؟ (۱۳) اُس نے اُن سے کہا جو تمہارے لئے مُقرر ہے اُس سے زیادہ نہ لینا۔ (۱۴) اور سپاہیوں نے بھی اُس سے پُوچھا کہ ہم کیا کریں؟ اُس نے اُن سے کہا نہ کسی پر ظُلم کرو اور نہ کسی سے ناحق کچھ لو اور اپنی تنخواہ پر کفایت کرو۔

آیت ۳ "یردن" معلوم ہوتا ہے کہ دریا یردن اس لئے چُنا گیا تھا کہ اوّل تو اُس میں ہمیشہ کافی پانی رہتا ہے۔ دوم یہ یروشلیم سے زیادہ دُور نہیں۔ یروشلیم میں پانی کی قلت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ روز پنتکست کو ۳۰۰۰ اشخاص کو غوطہ دے کر بپتسمہ دینا ممکن نہ تھا۔ (اعمال ۲ : ۲۱) غالباً یُوحنا غوطے کا بپتسمہ دیتا تھا لیکن یہ بھی مُمکن ہے کہ لوگ پانی میں کھڑے ہو جاتے اور یُوحنا کسی برتن سے اُن پر پانی انڈیل دیتا تھا۔ سب سے پُرانے گرجے جنکے کھنڈر ابھی تک موجود ہیں اُن میں ایک حوض تقریباً چھ سات انچ گہرا ہُوا کرتا تھا۔ بپتسمہ پانے والا حوض میں کھڑا ہوتا تھا اور اُس کے اُوپر پانی انڈیلا جاتا تھا۔ سوئم۔ یردن کی گھاٹی سمندر کی سطح سے بہُت نیچے ہے۔ اس لئے وہاں کبھی سردی نہیں ہوتی۔ بلکہ گرمیوں میں مُردہ سمندر کے نزدیک جہاں یردن کا دہانہ ہے گرمی کی تپش اتنی ہی ہے جتنی اُتر پردیش (U.P.) میں ہوتی ہے۔ سردی نہ ہونے کی وجہ سے اندیشہ نہ تھا کہ لوگ بھیگ کر جسمانی نُقصان کا شکار ہوں گے۔

"گُناہوں کی مُعافی کے لئے ..." بپتسمہ گُناہوں کی مُعافی کا نشان اور ذریعہ ہے (دیکھو اعمال ۲۲ : ۱۶ و ۱ کرنتھی ۶ : ۱۱ و ۱ پطرس ۳ : ۲۱ و کُلسیوں ۲ : ۹ سے ۱۳ تک و افسیوں ۵ : ۲۶ و یُوحنا ۳ : ۵ و ططُس ۳ : ۵ ہر موقعہ پر قرینہ بھی دیکھنا چاہیئے)۔

"توبہ کا بپتسمہ" لوگوں کو توبہ کرنا لازمی تھا بغیر اس کے بپتسمہ لینا بالکل عبث تھا۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم گُناہوں کے سبب سے دلی افسوس کر کے مُصمم ارادہ کریں کہ پھر گُناہ کے مرتکب نہیں ہوں گے۔

"مُنادی (۱) یُوحنا پر خُدا کا کلام نازل ہُوا (۲) اور وہ نبوّت کرتا تھا اور صرف منہ گھڑت باتیں نہیں سُناتا تھا۔ کئی سو برس سے یہُودیوں کے درمیان کوئی نبی برپا نہیں ہُوا تھا اور جب یہ چرچا ہُوا کہ آخر کار دوبارہ ایک نبی یردن کے نزدیک نبوّت کرنے لگا ہے تو تقریباً سب کے سب لوگ اُس کی آواز سُننے کے لئے اُس کے پاس جانے لگے۔

آیات ۴ تا ۶ - (یسعیاہ ۴۰: ۳ سے ۵ تک) لُوقا نے تمام الفاظ کا ہُو بہو اقتباس پیش نہیں کیا مگر پُورا مطلب ادا کیا ہے - یاد رہے کہ یسعیاہ کا اُردو ترجمہ اصل عبرانی متن سے کیا گیا ہے اور اس اقتباس کی اُردو اُس یُونانی ترجمہ کا ترجمہ ہے جس کو مُقدس لُوقا نے استعمال کیا تھا ::

آیت ۷ - **"سانپ کے بچّو"** فرزندی عبرانیوں کے مُحاورہ کے مُوافق صفت ظاہر کرتی ہے - مثلاً برنباس کے معنی نصیحت کا بیٹا بیان کیا گیا ہے - (اعمال ۴: ۳۶) نیز استثنا ۱۳: ۱۳ میں جہاں اُردو کے یہ الفاظ ہیں "چند خبیث آدمیوں نے" عبرانی میں الفاظ بنی بلیعال یعنی خباثت کے بیٹے ملتے ہیں وغیرہ - زیر بحث مقام کا مطلب ہے "سانپ کی مانند شریر اور چالاک"۔ متّی میں مفصّل طور پر یہ بیان مندرج ہے اور اُس کا رُوئے سُخن خصُوصاً فریسیوں کی طرف ہے ::

"آنے والے غضب سے" - اشارہ ہے اُن سزاؤں کی طرف جو قوم پر آنے والی تھیں - نیز اس کا اشارہ آخری عدالت کی طرف ہے - یہُودی خیال کرتے تھے کہ جن سزاؤں کا ذکر انبیاء کرام کے صحیفوں میں مرقُوم ہے وُہ غیر اقوام کو دی جائیں گی - لیکن یُوحنّا اصطباغی علے الاعلان بتاتا ہے کہ خُود یہُودی قوم ان سزاؤں سے مُستثنیٰ نہیں ہو سکتی ::

آیت ۸ - لفظی توبہ کافی نہیں بلکہ نیک اعمال کی بھی ضرورت ہے ::

ابرآہام - یہُودیوں کا یہ خیال تھا کہ ابرآہام کا فرزند ہونا نجات کے لئے عام طور پر کافی تھا - یُوحنّا ۱: ۱۹ سے ۲۵ تک کی آیات کو بنظرِ غور دیکھنا چاہیئے - ان مقامات کے مطالعہ سے معلُوم ہوتا ہے کہ یہُودیوں میں سے بعض لوگ یعنی کاہن اور لاوی اس کے بپتسمہ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے کے لئے تیّار تھے لیکن یہ کوئی نرالی بات نہیں تھی کیونکہ یہُودیوں کا دستُور تھا کہ جب کوئی غیر یہُودی اُن کا مُرید ہو جاتا تھا تو اُسے بپتسمہ دیتے تھے اور وُہ جانتے تھے کہ بنی ابرآہام کو اس کی ضرُورت نہ تھی ::

"پتّھروں سے" - ارامی زبان میں ایک صنعت ہے - بنیم کے معنی بیٹے - ابنیم کے معنی پتّھر کے ہیں -

آیت ۹ - **"کُلھاڑا الخ"** - یعنی سزا نزدیک ہے - درخت کاٹنے والا پیڑ کے پاس آ کر اپنے اُوپر کے کپڑے اُتارنے سے پہلے اپنا کُلھاڑا درخت کی جڑ کے پاس رکھ دیتا

ہے تب کاٹنے لگتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سزا بہت ہی قریب ہے۔

آیت ۱۱۔ مُقدس یُوحنا بتاتا ہے کہ جن کے پاس ضروریاتِ زندگی سے زیادہ مال یا پُونجی ہے وُہ اَوروں کی مدد کرے۔ نیک اعمال کا شروع یہی ہے کہ ہم لوگوں کی جسمانی ضروریات کو دُور کریں۔ ہمارے خُداوند نے یہی بتایا (متی ۲۵ : ۳۱ سے آخر تک)۔

آیات ۱۲ و ۱۳۔ "محصُول لینے والے"۔ اُس زمانہ میں محصُول کے کام کی بولی ہوتی تھی اور بڑے بڑے سرمایہ دار تاجر اُس کا ٹھیکہ لیتے تھے اور پھر نفع حاصل کرنے کے بعد ٹھیکے کے حصص چھوٹے ٹھیکہ داروں کے ہاتھ بیچ دیتے تھے۔ رعایا کو ٹھیک محصُول معلُوم کرنا مُشکل ہوتا تھا اور اکثر محصُول لینے والے ناجائز نفع اُٹھاتے تھے۔ پھر چونکہ محصُول کا روپیہ رُومیوں کی طرف سے جمع کیا جاتا تھا یہ بڑی شرم کی بات سمجھی جاتی تھی کہ ایک کثیر رقم مُلک یہُودیہ کی عوامی ضرُوریات پر خرچ نہیں کی جاتی بلکہ قیصر کے پاس بھیجی جاتی تھی۔ ہیرودیس انتپاس ماتحت بادشاہ تھا اور رُومی حکومت کا حمایتی تھا اس لئے اُس کا محصُول بھی مکرُوہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن یُوحنا یہ نہیں کہتا۔ اِس پیشہ کو ترک کرو بلکہ انصاف سے محصُول جمع کرو۔

آیت ۱۴۔ "سپاہیوں نے ... پُوچھا"۔ یہ فوجی سپاہی تھے غالباً انتپاس کی فوج کے۔ رُومی سپاہی غیر یہُودی اور بُت پرست تھے اور غالباً اُن میں سے بہُت ہی کم یُوحنا کے پاس آئے ہونگے۔ اُس وقت فوجی سپاہی پولیس کا بھی کام کرتے تھے اور محصُول لینے والوں کی چوکیوں کا پہرہ دیتے تھے۔ یُوحنا یہ نہیں کہتا کہ فوجی خدمت چھوڑ دو بلکہ یہ کہتا کہ "ظُلم نہ کرو۔ جھُوٹا الزام نہ لگاؤ"۔

نجات دہندہ کی آمد کی پیشینگوئی اَور ہیرودیس کا ظُلم

آیات ۱۵ تا ۲۰

(۱۵) جب لوگ مُنتظر تھے اور سب اپنے اپنے دِل میں یُوحنا کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وُہ مسیح ہے یا نہیں۔ (۱۶) تو یُوحنا نے اُن سب سے جواب میں کہا میں تو تُمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہُوں مگر جو مُجھ سے زورآور ہے وُہ آنے والا ہے۔ مَیں اُس کی جُوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وُہ تُمہیں رُوح القُدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔

(۱۷) اُس کا چھاج اُس کے ہاتھ میں ہے تاکہ وُہ اپنے کھلیہان کو خُوب صاف کرے اور
گیہُوں کو اپنے کھتے میں جمع کرے مگر بھُوسی کو اُس آگ میں جلائے گا جو بُجھنے کی نہیں۔
(۱۸) پس وُہ اور بہُت سی نصیحت کرکے لوگوں کو خُوشخبری سُناتا رہا۔ (۱۹) لیکن چوتھائی مُلک
کے حاکم ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپّس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب سے اور اُن سب
بُرائیوں کے باعث جو ہیرودیس نے کی تھیں یُوحنّا سے ملامت اُٹھاکر۔ (۲۰) اِن سب
سے بڑھ کر یہ بھی کیا کہ اُس کو قید میں ڈالا۔

آیات ۱۵ و ۱۶ - لوگ کس بات کے مُنتظر تھے؟ اس نئے مُنادی کا خاص نتیجہ
مسیح کے وقت کی علامت تھا۔ یہ بھی سوال تھا کہ آیا یہ مسیح ہے یا نہیں۔ یہ معلُوم کرکے
یُوحنّا نے یسُوع کی آمد اور اُس کے ظہُور کی بابت نبوّت کی۔ (یوحنّا ۱: ۲۰)

"پانی - رُوح القُدس"۔ اگرچہ لوگ توبہ کرنے کا اقرار کرتے تھے تو بھی محض
ایک اُمنگ یا چند روزہ جوش کے سبب سے کرتے تھے۔ اُن کو رُوح القُدس کی
ضرُورت تھی کیونکہ وُہی انسان کے دِل میں سچّی توبہ اور حقیقی ارادے پیدا کرتا ہے۔

یُوحنّا مسیح ہونے سے انکار کرتا ہے۔ وُہ محض پیشرو تھا وُہ اپنے آپ کو مسیح
کے لئے ایک غُلام کی حیثیت سے بھی زیادہ خدمت کرنے کے لائق نہیں سمجھتا تھا۔

آیت ۱۷ - یُوحنّا آنے والے انصاف کا ذکر کرتا ہے اور نیکو کاروں اور
بدکرداروں کو گیہُوں اور بھُوسی سے تشبیہہ دیتا ہے۔ "آگ جو بُجھنے کی نہیں" یہ الفاظ
توبہ نہ کرنے والوں کی آخری سزا کے بارے میں ہیں۔ ان سے صرف یہ نتیجہ نکالنا چاہئیے
کہ اُنہیں سخت سزا ہوگی۔ غالباً اِن الفاظ سُننے والوں نے یہ سمجھا ہوگا کہ بدکردار
نیست کئے جائیں گے کیونکہ ظاہرا طور سے اِن الفاظ کا یہی مطلب معلُوم ہوتا ہے۔

آیت ۱۹ - یہ آیت لُوقا کے اِس دستُور کی ایک اور مثال ہے کہ وُہ ایک
بیان کو ختم کرکے دُوسرے بیان کو شرُوع کرتا ہے، حالانکہ دُوسرے بیان کے واقعات
پہلے بیان کے آخری واقعات سے پیشتر وقوع میں آئے تھے۔ ہیرودیس کا یہ ظُلم یسُوع
کے بپتسمہ کے بعد ہُوا تھا اور مُمکن ہے کہ چند مہینوں کے بعد اُس نے یُوحنّا کو قید
کیا ہو۔ ہیرودیاس ہیرودیس اعظم کے لڑکے ارسٹبُلس کی لڑکی تھی اور اُس نے پہلے
اپنے باپ کے سوتیلے بھائی ہیرودیس فلپّس سے شادی کی جب ہیرودیس انتپاس رُوم

میں اپنے بھائی کے گھر میں مہمان تھا تو اُس نے ہیرودیاس کو ورغلایا کہ وُہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر اُس سے شادی کرلے۔ متّی اور مرقس کی انجیلوں میں یہ موضوع زیادہ مفصّل طور سے بیان کیا گیا ہے۔ مؤرخ یوسیفس بتاتا ہے کہ ہیرودیس کو ڈر تھا کہ یُوحنّا اس معاملہ میں بغاوت کا باعث ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے یُوحنّا کو قید میں ڈلوادیا۔ غالباً دونوں بیانات درست ہیں۔ مُقدس لُوقا نویں باب کی نویں آیت میں یُوحنّا کے قتل کا ذکر کرتا ہے۔

ربّنا یسُوع کا بپتسمہ

آیات ۲۱ و ۲۲

(۲۱) جب سب لوگوں نے بپتسمہ لیا اور یسُوع بھی بپتسمہ پاکر دُعا کر رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ آسمان کھُل گیا۔ (۲۲) اور رُوح القُدس جسمانی صُورت میں کبوتر کی مانند اُس پر نازل ہُوا اور آسمان سے آواز آئی کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے مَیں خُوش ہُوں۔

آیت ۲۱۔ "جب سب لوگوں نے بپتسمہ لیا" معلُوم ہوتا ہے کہ بھیڑ بہُت کم ہوگئی تھی۔ یعنی یُوحنّا کا کام ختم ہوگیا تھا۔ چوتھی انجیل سے معلُوم ہوتا ہے کہ اُس کا کام کافی عرصہ تک جاری رہا تھا (۳: ۲۲ سے ۳۰ تک)۔ متّی کی انجیل میں ذکر ہے کہ یُوحنّا نے یسُوع کو بپتسمہ دینا موزُوں نہ سمجھا بلکہ اُسے قابلِ اعتراض خیال کیا۔ (۳: ۱۴) اور آج کل بھی انجیل کی تلاوت کرنے والے کے دِل میں یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ یسُوع نے کیوں بپتسمہ لیا۔ اِس کے جواب میں عُلما کے مختلف جوابات ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یسُوع نے یُوحنّا کے کام کی داد دینی چاہی۔ بعض یہ سوچتے ہیں کہ یسُوع یہ چاہتا تھا کہ یُوحنّا اِس بات کا اعلان کرے کہ مسیح جو آنے والا ہے یہی ہے۔ بعض عُلما کا یہ خیال ہے کہ یسُوع نے بپتسمہ لینے سے یہ دکھانا چاہا کہ اُس نے اس وقت سے اپنا گھر چھوڑ کر علانیہ خدمت شرُوع کردی تھی۔ ہماری نگاہ میں درست خیال یہ ہے کہ منجّیِ دوجہاں نے رسمِ اصطباغ سے اپنے آپ کو خدمت کے لئے مخصُوص کیا تھا۔ نیز اس طریق سے یہ پیشین گوئی پُوری ہُوئی کہ وُہ بدکرداروں میں گِنا گیا (یسعیاہ ۵۳: ۱۲ و لُوقا ۲۲: ۳۷) جہ جائیکہ یسُوع ابنِ خُدا تھا تاہم وُہ ابنِ آدم بھی تھا۔ خداوند

نے اس رسم کے استعمال سے ثابت کیا کہ آپ بے گناہ ہو کر اپنے آپ کو گنہگار انسان سے علیحدہ نہیں کرتے۔ آپ کا ختنہ اور آپ کی آزمائش اس کے مطابق ہیں۔ (۲: ۲۱ اور ۴: ۱ سے ۱۲ تک تفسیر ہذا ملاحظہ فرمائیں۔ نیز عبرانیوں ۲: ۱۱ و ۳: ۱ و ۴: ۱۵)

"دُعا کر رہا تھا" مُقدس لُوقا نے دُعا پر بہت زور دیا ہے جیسا کہ راقم نے دیباچہ میں ذکر کیا ہے۔ انجیل میں کئی بار دُعا کا ذکر ہے۔ یسوع المسیح ابن اللہ تھا لیکن وُہ بنی آدم بھی تھا اور آدمیوں کو دُعا کرنی پڑتی ہے۔ پھر دُعا نہ فقط خُدا سے مانگنا ہے بلکہ خُدا سے ملنا اور اُس کی پاک مرضی کو معلُوم کرنا ہے۔ اُس کی قُربت کو حاصل کرنا اور قُربتِ الٰہی کا احساس تر و تازہ رکھنا ہے۔ لہٰذا ان دو مُحاوروں میں سے یعنی "دُعا مانگنا" اور "دُعا کرنا" "مؤخر الذکر عموماً بہتر خیال کیا گیا ہے۔

آیات ۲۱ و ۲۲۔ "آسمان کھُل گیا" الخ۔ رُوح القُدس کی جسمانی صُورت سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ واقعی یہ کبُوتر کا ایک مادّی جسم تھا یا یہ کہ ایک ایسی صُورت نظر آئی جو دیکھنے میں کبُوتر کا جسم تھا۔ یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ مسیح اور یُوحنّا کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی یہ صُورت دیکھی تھی۔ غالباً اُنہوں نے نہیں دیکھی تھی۔ مُقدس یُوحنّا کی انجیل میں یُوحنّا اصطباغی اِس صُورت کے نظر آنے کا ذکر کرتا ہے (۱: ۳۲) "مَیں نے رُوح کو کبُوتر کی طرح آسمان سے اُترتے دیکھا اور وُہ اُس پر ٹھہر گیا۔"

مُقدس یُوحنّا کی انجیل میں (۱: ۳۳) یُوحنّا اصطباغی کا فرمان ہے کہ "مَیں اُسے پہچانتا نہ تھا" قرینہ سے ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب ہے "مَیں پہچانتا نہ تھا کہ یہ مسیح رُوح القُدس سے بپتسمہ دینے والا ہے" مُقدس متی کے بیان سے ظاہر ہے کہ مُقدس یُوحنّا یسُوع المسیح کو اور اُس کی پاکیزگی کو جانتا تھا لیکن رُوح القُدس کے نزُول تک اُسے معلُوم نہ تھا کہ آپ ہی مسیح ہیں۔ چُونکہ ربّنا المسیح اور یُوحنّا اصطباغی میں رشتہ داری تھی یہ تعجب کی بات نہیں کہ یُوحنّا یسُوع کو جانتا تھا۔

(لفظ کبُوتر:- درحقیقت اس یُونانی اصطلاح کا لفظی ترجمہ فاختہ ہے لیکن فاختہ ایک بیوقُوف پرند سمجھی گئی ہے۔ لہٰذا فاختہ کی بجائے ایک اور پرندے کا نام لکھنا بہتر سمجھا گیا ہے جو صُورت اور طبیعت میں فاختہ کی مانند ہے)

دُوسرے مُلکوں میں فاختہ اتنی بدنام نہیں بعینہٖ ہندوستان میں ہم جنس ایک پوتر پنچھی

سمجھا جاتا ہے لیکن انگلستان میں یہ ایک بیوقوف پرندہ خیال کیا جاتا ہے۔

"تو میرا پیارا بیٹا ہے"۔ مسیح کا یہ بپتسمہ اُس کا اپنی خدمت کے لئے مسح کیا جانا تھا۔ ہمیں اس غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ بپتسمہ سے پہلے آپ خدا سے جُدا تھے۔

یسوع کا نسب نامہ

آیات ۲۳ تا ۳۸

(۲۳) جب یسوع خود تعلیم دینے لگا قریباً تیس برس کا تھا اور (جیسا کہ سمجھا جاتا تھا) یُوسف کا بیٹا تھا اور وُہ عیلی کا۔ (۲۴) اور وُہ متّات کا اور وُہ لاوی کا اور وُہ ملکی کا اور وُہ ینّا کا اور وُہ یُوسف کا۔ (۲۵) اور وُہ متّتیاہ کا اور وُہ عاموس کا اور وُہ ناحوم کا اور وُہ اسلیاہ کا اور وُہ نوگہ کا۔ (۲۶) اور وُہ ماعت کا اور وُہ متّتیاہ کا اور وُہ شمعی کا۔ اور وُہ یوسیخ کا اور وُہ یوداہ کا۔ (۲۷) اور وُہ یوحنا کا اور وُہ ریسا کا اور وُہ زربابل کا اور وُہ سیالتی ایل کا اور وُہ نیری کا۔ (۲۸) اور وُہ ملکی کا اور وُہ ادّی کا اور وُہ قوسام کا اور وُہ المودام کا اور وُہ عیر کا۔ (۲۹) اور وُہ یشوع کا اور وُہ الیعزر کا اور وُہ یوریم کا اور وُہ متّات کا اور وُہ لاوی کا (۳۰) اور وُہ شمعون کا اور وُہ یہوداہ کا اور وُہ یُوسف کا اور وُہ یونان کا اور وُہ الیاقیم کا۔ (۳۱) اور وُہ ملیاہ کا اور وُہ مِنّاہ کا اور وُہ متّتاہ کا اور وُہ ناتن کا اور وُہ داؤد کا۔ (۳۲) اور وُہ یسّی کا اور وُہ عوبید کا اور وُہ بوعز کا اور وُہ سلمون کا اور وُہ نحسون کا۔ (۳۳) اور وُہ عمینداب کا اور وُہ ارنی کا اور وُہ حصرون کا اور وُہ فارص کا اور وُہ یہوداہ کا۔ (۳۴) اور وُہ یعقوب کا اور وُہ اِضحاق کا اور وُہ ابرہام کا اور وُہ تارہ کا اور وُہ نحور کا۔ (۳۵) اور وُہ سروج کا اور وُہ رعو کا اور وُہ فلج کا اور وُہ عبر کا اور وُہ سلح کا (۳۶) اور وُہ قینان کا اور وُہ ارفکسد کا اور وُہ سم کا اور وُہ نوح کا اور وُہ لمک کا۔ (۳۷) اور وُہ متوسلح کا اور وُہ حنوک کا اور وُہ یارد کا اور وُہ مہلل ایل کا اور وُہ قینان کا۔ (۳۸) اور وُہ انوس کا اور وُہ سیت کا اور وُہ آدم کا اور وُہ خدا کا۔

آیت ۲۳ - قریب یعنی غالباً ۲۰ اور ۳۵ برس کے درمیان۔

آیت ۲۳ تا ۳۸ - پہلی اور تیسری انجیلوں میں یسوع کے دو نسب نامے مرقوم ہیں اور یہ جُداگانہ طریق کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی انجیل کا مصنف یہ دکھانا چاہتا

لُوقا نے حتی المقدور ہر چیز کی دریافت کرنے میں بصد کوشش کی تھی۔ یہود اپنے نسب ناموں کی بڑی قدر کرتے تھے خاص کر وُہ لوگ جن کی نسبت کسی اعلیٰ خاندان سے ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر یُوسیفس مؤرخ اپنے نسب نامہ کا ذکر کرتا ہُوا بتاتا ہے کہ اُس کا نسب نامہ ہیکل میں محفُوظ رہتا تھا۔ غالباً شاہی خاندان کے لوگ اپنے نسب ناموں کی بے حد حفاظت کیا کرتے تھے اور لُوقا نے اپنی شاید تحقیقات کے سلسلہ میں یُوسف کا نسب نامہ ضرور دیکھا ہوگا۔

آیات ۲۳ تا ۳۸۔ پہلی انجیل کے برعکس لُوقا نے یہ دکھانا چاہا کہ یسُوع المسیح تمام بنی نوع انسان کا نجات دہندہ ہے۔ اِس لئے اُس نے ابرہام سے پہلے کا نسب نامہ جیسا عہدِ عتیق سے معلُوم ہوسکتا ہے لکھا ہے اور آدم تک پہنچایا ہے۔ بابا آدم کو وُہ خُدا کا بیٹا اس لئے بتاتا ہے کہ خُدا نے اُسے خلق کیا تھا۔

باب چہارم

ربّنا یسوع کی آزمائش

آیات ۱ تا ۱۳

(۱) پھر یسوع رُوح القدس سے بھرا ہُوا یردن سے لَوٹا اور چالیس دن تک رُوح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا۔ (۲) اور ابلیس اُسے آزماتا رہا۔ اُن دِنوں میں اُس نے کُچھ نہ کھایا اور جب وُہ دن پُورے ہو گئے تو اُسے بُھوک لگی۔ (۳) اور ابلیس نے اُس سے کہا کہ اگر تُو خُدا کا بیٹا ہے تو اس پتّھر سے کہہ کہ روٹی بن جائے۔ (۴) یسوع نے اُس کو جواب دیا لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہیگا۔ (۵) اور ابلیس نے اُسے اُونچے پر لے جا کر دُنیا کی سب سلطنتیں پل بھر میں دکھائیں۔ (۶) اور اُس سے کہا کہ یہ سارا اختیار اور اُن کی شان و شوکت میں تجھے دے دُوں گا کیونکہ یہ میرے سپُرد ہے اور جس کو چاہتا ہُوں دیتا ہُوں۔ (۷) پس اگر تُو میرے آگے سجدہ کرے تو یہ سب تیرا ہوگا۔ (۸) یسوع نے جواب میں اُس سے کہا لکھا ہے کہ تُو خُداوند اپنے خُدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر۔ (۹) اور وُہ اُسے یروشلیم میں لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اُس سے کہا کہ اگر تُو خُدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں یہاں سے نیچے گرا دے۔ (۱۰) کیونکہ لکھا ہے کہ وُہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حُکم دے گا کہ تیری حفاظت کریں۔ (۱۱) اور یہ بھی کہ وُہ تجھے ہاتھوں پر اُٹھا لینگے۔ مبادا تیرے پاؤں کو پتّھر سے ٹھیس لگے۔ (۱۲) یسوع نے جواب میں اُس سے کہا فرمایا گیا ہے کہ تُو خُداوند اپنے خُدا کی آزمائش نہ کر۔ (۱۳) جب ابلیس تمام آزمائشیں کر چُکا تو کُچھ عرصہ کے لئے اُس سے جُدا ہُوا۔

"ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے۔ بلکہ وُہ سب باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تو بھی بے گناہ رہا۔" (عبرانیوں ۴: ۱۵)۔

یسوع کی آزمائش کا حال صرف اِسی بات سے معلوم ہو سکتا تھا اور اُس نے اِس

رازکو اپنے شاگردوں یا اُن میں سے ایک یا چند پر ضرور ظاہر کیا ہوگا۔

آیت ۱ ۔ "رُوح کی ہدایت سے"۔ یسُوع کی آزمائش کوئی اتفاقی بات نہ تھی اپنے خاص کام کے شرُوع میں یسُوع کو سوچنا پڑا ہوگا کہ اس عظیم کام یعنی دُنیا کو گناہ سے بچانے کا کام کس اصُول پر کیا جائے ۔ وُہ عرصۂ دراز تک بیابان میں گشت کرتا رہا اور دھیان اور دُعا میں مشغُول رہا۔ یقیناً اِس سے پہلے اُس نے بار بار اپنے کام پر غور کیا ہوگا اور اُسے فیصلہ کرنا پڑا ہوگا کہ کام کس طرح کرے۔

آیت ۲ ۔ "ابلیس"۔ متّی نے بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ مرقس نے "شیطان" لکھا ہے مطلب ایک ہی ہے۔ ابلیس اور اُس کے فرشتوں کا ذکر نئے عہدنامہ میں آیا ہے ۔ (مثلاً متّی ۲۵ : ۴۱)۔ عام خیال ہے کہ اُنہوں نے خُدا کے خلاف بغاوت کی تھی اور بہشت سے نکالے گئے تھے حالانکہ پاک کلام میں اس کی بابت کوئی خاص تعلیم نہیں ملتی (دیکھو لُوقا ۱۰ : ۱۸) اِن بُری رُوحوں کو بہت طاقت حاصل ہے لیکن اُن کو خُدا کے برابر زور آور کبھی نہیں ماننا چاہیئے۔

"کچھ نہ کھایا ...... اُسے بھُوک لگی"۔ معلُوم ہوتا ہے کہ یسُوع غور اور دُعا میں ایسا غرق تھا کہ کھانے پینے کی سُدھ بُدھ نہ تھی۔ آخر میں بھُوک ستانے لگی۔

آیت ۳ ۔ "اگر تُو خُدا کا بیٹا ہے"۔ سب سے پہلے شیطان آپ کے دِل میں شک پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (مقابلہ کریں پیدائش ۳ : ۱ و ۴ : ۵ سے) ابلیس نے وُہ آواز سُنی ہوگی جو یسُوع کے بپتسمہ کے وقت خُدا کی طرف سے آئی تھی (۳ : ۲۲) اب وُہ یسُوع کی تنہائی اور بھُوک کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے "کیا تُو واقعی ابنِ اللہ ہے؟ دیکھنے میں ایسا نہیں معلُوم ہوتا"۔

"اِس پتھر سے کہہ کہ روٹی بن جائے"۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کرنے میں کیا عیب تھا؟ یسُوع انسانیّت کو اختیار کئے ہُوا تھا اور اُسے انسانی زندگی بسر کرنی تھی۔ مُعجزانہ طور سے روٹی بنانا اِس غرض کے عین برعکس تھا۔ نیز وُہ اپنی قُدرت کو اپنے فائدہ کے لئے نہیں استعمال کرتا تھا۔

آیت ۴ ۔ یسُوع نے استثنا کی کتاب کی ایک آیت سے اِس آزمائش کو دُور کیا۔ (۸ : ۳) غور طلب بات یہ ہے کہ تینوں آزمائشوں کو اسی کتاب کی آیات سے دُور و

دفع کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیابان میں خداوند یسُوع استثنا کی کتاب پر غور و خوض کرتا رہا تھا ۔

"آدمی صرف روٹی الخ" اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان خدا اور اُس کے زندہ اور مؤثر کلام پر بھروسہ رکھا کرے ۔

آیت ۵ ۔ "اُونچے پر لے جا کر" الخ ۔ ایک اور سوال ہے کہ کیا ابلیس لعین جسمانی صورت میں دکھائی دیا تھا ؟ جواب میں عرض ہے کہ غالباً نہیں ۔ بلکہ یسُوع کے دل میں قوتِ متخیلہ کے ذریعہ ایسے خیالات اُسے غلطی کی ترغیب دیتے تھے ۔ دراصل کوئی ایسی اُونچی جگہ نہیں جہاں سے تمام دُنیا کی سلطنتیں دکھائی دیں لیکن تخیل میں یہ ممکن تھا ۔

آیت ۶ ۔ "یہ سارا اختیار الخ" ۔ عام خیال ہے کہ ابلیس جھوٹ بولتا تھا لیکن بدی کے سبب سے شیطان کا اختیار بڑھ گیا تھا ۔ اگر کسی نے یہ اختیار ابلیس کو دیا تو انسانوں ہی نے اپنے گناہوں کے ذریعہ سے دیا ۔

آیت ۷ ۔ اس آزمائش کا مطلب یہ ہے کہ یسُوع آسمان کی بادشاہی قائم کرنے کے لئے آیا تھا ۔ اس سے بہتر طریق کیا ہو سکتا تھا جس سے دُنیا کا تمام اختیار اور اقتدار مسیح کو دیا جاتا ؟ واقعی یہودی مسیح کی نسبت ایسا ہی خیال کرتے تھے اور یہ بات یسُوع کو بخوبی معلوم تھی لیکن اُس نے معلوم کیا کہ خدا کو چھوڑ کر دُنیاوی بادشاہی قائم کرنا شیطان کا بندہ بننا ہوگا یعنی اُس کے آگے "سجدہ" کرنا ۔

آیت ۸ ۔ یسُوع استثنا کی ایک آیت پیش کر کے پھر شیطان کو شکست دیتا ہے ۔ (آیت ۶ : ۱۳) ۔

متی کی انجیل میں یہ آزمائش تیسری آزمائش ہے ۔ میرے خیال میں یقیناً تینوں آزمائشیں ملی جلی تھیں ۔

"ہیکل کے کنگرے پر الخ" ۔ یہ آزمائش بھی احاطہ خیال میں آئی ہوگی ۔ خیال ہی میں یسُوع المسیح اس اُونچی عمارت کے اُوپر کھڑا ہے حالانکہ ممکن تھا کہ وہ پیدل جا کر (۹ : ۲) وہاں کھڑا ہوتا ۔ یہ خیال کہ شیطان آپ کو لے اُڑا کیا حماقت کی بات نہیں ۔ یہ آزمائش دُگنی ہے ۔ (۱) خدا کو آزمانا تاکہ دیکھا جائے کہ آیا سچ مچ وہ یسُوع

کو بچا سکتا تھا۔"اگر تو خُدا کا بیٹا ہے....." (۲) سب لوگوں کے سامنے ایسا معجزہ دکھانا کہ وُہ دنگ ہو کر اُسے ماننے پر مجبور ہوں۔ یسُوع نے استثنا ۶: ۱۶ کا اقتباس پیش کیا۔ اِس اقتباس کا یہ مطلب ہے کہ خُدا کو آزمانا نا مُمکن تھا۔

نیز یسُوع ہمیشہ آسمانی نشان دکھانے سے گریز کیا کرتا تھا۔ (متی ۱۲: ۳۹) اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ رضامندی سے خُدا کی بادشاہی کو قبول کریں اور اُسے اپنا باپ مانیں نہ کہ محض مُتعجب ہو کر ڈر سے خُدا پر ایمان لائیں۔

ہم اس بات پر غور کریں کہ ابنِ آدم نے شیطان کی آزمائشوں کو اُس طور و طریق سے رد کیا تھا جس طور و طریق سے انسان اُسے رد کر سکتا ہے یعنی رُوح کی تلوار سے جو خُدا کا کلام ہے۔

ابلیس لعین نے یسُوع کو اُس کے کام کے متعلق آزمایا تھا اور ایسی چالاکی سے آزمایا تھا کہ وُہ جو سرتاپا معصُومیت تھا اُسے اپنے چنگل میں پھنسا کر ایسا گرائے کہ وُہ خُدا کی مرضی پُوری کرنے سے قاصر رہے۔

آیت ۱۳۔ "تمام آزمائشیں کر چکا" یعنی آزمائشیں یسُوع کے کام کے متعلق تھیں کیونکہ ابلیس یسُوع سے صرف کُچھ عرصہ کے لئے ہی جُدا ہُوا تھا۔ اُس نے خُداوند کو آزمایا تھا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے خُداوند نے اُس سے کہا کہ "تُم وُہ ہو جو میری آزمائشوں میں میرے ساتھ رہے" (۲۲: ۲۸) شرُوع شرُوع میں ابلیس نے خُداوند کو سبز باغ دکھا کر آزمایا تھا لیکن آخری ہفتہ میں آزمائش کا میدان خوف اور رنج تھا۔

حصّہ سوم

نجات دہندہ کا گلیل میں ظاہر ہونا

ربّنا یسوع کے کام کا آغاز

آیات ۱۴ و ۱۵

(۱۴) پھر یسوع رُوح کی قوّت سے بھرا ہُوا گلیل کو لوٹا اور سارے گِرد و نواح میں اُس کی شہرت پھیل گئی۔ (۱۵) اور وُہ اُن کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا اور سب اُس کی بڑائی کرتے رہے۔

اصل میں یسوع کے کام کا کوئی شروع نہیں تھا۔ مگر صرف مُقدس لُوقا کے بیان میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ مُقدس یُوحنّا کی انجیل میں بتایا گیا ہے کہ یسوع نے اس سے پہلے یہودیہ میں کام کیا۔ (یُوحنّا ۲ : ۳ و ۲۲ و ۲۳) مُقدس یُوحنّا ہی قانائے گلیل کے مُعجزے کا ذکر کرتا ہے اور پھر یسوع کے دوبارہ گلیل میں آنے کا حال بتاتا ہے (یُوحنّا ۴ : ۴۵) یسوع کا لوٹنا یہی واقعہ ہوگا۔ اس باب کی ۲۳ آیت سے ظاہر ہے کہ یسوع نے کفر نحوم میں مُعجزے دکھائے تھے۔ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذیل کی آیات ۱۶ سے ۳۰ تک مذکورہ بالا ماجرہ بیان نہیں کرتیں جن کا ذکر متّی اور مرقس کی انجیلوں میں ہے (متّی ۱۳ : ۵۴ سے ۵۸ تک، مرقس ۶ : ۱ سے ۶ تک) اور اُن انجیلوں میں ناصرۃ کا ذکر نہیں۔ فقط یہ لکھا ہے کہ وُہ اپنے وطن میں آیا یعنی گلیل کے علاقہ میں۔

ناصرۃ میں ربّنا یسوع کا قبول نہ کیا جانا

آیات ۱۶ تا ۳۰

(۱۶) اور وُہ ناصرۃ میں آیا جہاں اُس نے پرورش پائی تھی اور اپنے دستور کے

موافق سبت کے دِن عبادت خانہ میں گیا اور پڑھنے کو کھڑا ہُوا - (۱۷) اور یسعیاہ نبی کی کتاب اُس کو دی گئی اور کتاب کھول کر اُس نے وُہ مقام نِکالا جہاں یہ لکھا تھا کہ -
(۱۸) خُداوند کا رُوح مجھ پر ہے ۔ اس لئے کہ اُس نے مجھے غریبوں کو خُوش خبری دینے کے لئے مسح کیا۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سُناؤں۔ کچلے ہُوؤں کو آزاد کروں - (۱۹) اور خُداوند کے سالِ مقبُول کی مُنادی کروں -(۲۰) پھر وُہ کتاب بند کرکے اور خادم کو واپس دے کر بیٹھ گیا اور جتنے عبادتخانے میں تھے سب کی آنکھیں اُس پر لگی تھیں - (۲۱) وُہ اُن سے کہنے لگا کہ آج یہ تُمہارے سامنے پُورا ہُوا ہے -(۲۲) اور سب نے اُس پر گواہی دی اور اُن پُر فضل باتوں پر جو اُس کے مُنہ سے نِکلتی تھیں تعجّب کرکے کہنے لگے کیا یہ یُوسف کا بیٹا نہیں ؟ (۲۳) اُس نے اُن سے کہا تُم البتّہ یہ مثل مُجھ پر کہو گے کہ اَے حکیم اپنے آپ کو تو اچّھا کر۔ جو کچھ ہم نے سُنا ہے کہ کفر نحوم میں کیا گیا یہاں اپنے وطن میں بھی کر - (۲۴) اور اُس نے کہا مَیں تُم سے سچ کہتا ہُوں کہ کوئی نبی اپنے وطن میں مقبُول نہیں ہوتا - (۲۵) اور مَیں تُم سے سچ کہتا ہُوں کہ ایلیاہ کے دنوں میں جب ساڑھے تین برس آسمان بند رہا یہاں تک کہ سارے مُلک میں سخت کال پڑا بہُت سی بیوائیں اسرائیل میں تھیں - (۲۶) لیکن ایلیاہ اُن میں سے کسی کے پاس نہ بھیجا گیا مگر مُلکِ صیدا کے شہر صارپت میں ایک بیوہ کے پاس -(۲۷) اور الیشع نبی کے وقت میں اسرائیل کے درمیان بہُت سے کوڑھی تھے لیکن اُن میں سے کوئی پاک صاف نہ کیا گیا مگر نعمان سُوریانی (۲۸) جتنے عبادت خانہ میں تھے اِن باتوں کو سُنتے ہی غُصّہ سے بھر گئے - (۲۹) اور اُٹھ کر اُس کو شہر سے باہر نکالا اور اُس پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے جس پر اُن کا شہر آباد تھا تاکہ اُسے سر کے بل گرا دیں - (۳۰) مگر وُہ اُن کے بیچ میں سے نِکل کر چلا گیا ۔

حالانکہ اُس وقت عام طور پر اہل گلیل یسُوع کی تعریف کرتے تھے - لیکن جب وُہ اپنے خاص قصبہ میں آیا تو مخالفت کی صُورت پیدا ہو گئی ۔

آیت ۱۶ - "اپنے دستُور کے موافق" - دیگر خُدا ترس اسرائیلیوں کی طرح یسُوع بھی سبت کے روز عبادت خانہ میں جایا کرتا تھا ۔

"سبت کے دن" - یعنی بروز سنیچر - مسیحیوں کے لئے سبت کا ماننا ضروری نہیں

جب غیر یہودی مسیحی ہونے لگے تو اسرائیلی مسیحیوں میں اس بات پر بے حد بحث و مباحثہ ہوا کہ آیا اُن کو ختنہ کرا کر موسوی شریعت کو ماننا لازم تھا یا نہیں۔ اعمال کے پندرھویں ۱۵ باب میں مرقوم ہے کہ رُوح القدس کی ہدایت سے کلیسیا نے کیا فیصلہ کیا۔ جو احکام لازمی سمجھے گئے اُن میں سبت کی پابندی شامل نہیں تھی۔ مسیحی لوگ سبت کی بجائے اتوار کو مسیح کی قیامت کی یادگاری میں ماننے لگے۔ (اعمال ۲۰ : ۷ و ۱ کرنتھی ۱۶ : ۲ و مکاشفہ ۱ : ۱۰) کوئی شخص شریعت کے اعمال کے ذریعہ سے نجات نہیں پائیگا۔ (گلتیوں ۲ : ۱۶ و رومیوں ۳ : ۱۰) چنانچہ ہم کو چاہیئے کہ شریعت کے رُوحانی مقصد کو پُورا کریں اور ایک دن کو خُدا کی عبادت اور اپنے خُداوند کی قیامت کی یادگاری کے لئے مخصُوص کریں اور چوتھے حُکم کو رُوحانی طور پر پُورا کریں ؎

"عبادت خانہ" توریت میں اِن عبادت خانوں کے متعلق تذکرہ اور حُکم نہیں۔ جب اسرائیلی لوگ بابل میں اسیر ہُوئے تو قوم کو عبادت اور خاص کر توریت اور نبیوں کے صحیفے (جتنے اُس زمانہ میں موجُود تھے) سکھانے کے لئے عبادت خانے قائم کرنے پڑے۔ یروشلیم کی بربادی کے بعد (سنہ ء) بہت سے عبادت خانے بنائے گئے ۔ عبادت خانہ کے لئے یُونانی لفظ SUNAGOGOS ہے۔ اور انگریزی میں لفظ SYNAGOGUE مستعمل ہے جس کے معنی جمع ہونا یا اجتماع کے ہیں ؎

"پڑھنے کے لئے کھڑا ہُوا" دستُور یہ تھا کہ جب مشہُور واعظ یا عالم عبادتخانہ میں آتا تھا تو اُس سے پاک کلام پڑھنے اور وعظ یا نصیحت کرنے کی درخواست کی جاتی تھی۔ (اعمال ۱۳ : ۱۵) پہلے توریت سے ورد پڑھا جاتا تھا پھر انبیا کے صحیفوں سے۔ اِس سے پہلے یسُوع کی شہرت پھیل چکی تھی۔ (یعنی آپ سے اکثر اس قسم کی درخواستیں ہوتی رہتی تھیں کہ آپ وعظ فرمائیں) ؎

آیت ۱۷ - یسعیاہ کا "وُہ مقام نِکالا" وِرد کا پڑھنا عبادت کا ضروری حصہ ہے معلُوم ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت یہ سلسلہ قائم ہو چُکا تھا۔ بہرحال اس سبت کو یسعیاہ کے صحیفہ سے وِرد کا پڑھا جانا مُقرّر تھا ؎

"کتاب" سے مُراد طُومار ہے۔ پاک کلام کے طُومار ایک صندُوق یا الماری میں محفُوظ رہتے تھے۔ یسُوع کو طُومار کھول کر وِرد نکالنا پڑا۔ "وُہ مقام نِکالا" سے غالباً یہ مُراد

نہیں کہ یسوع نے اس مقام کو حسب منشا نکالا بلکہ یہ کہ اُس روز کیلئے یہی ورد مقرر تھا۔

آیات ۱۸ و ۱۹ (یسعیاہ ۶۱: ۱ و ۲) معلوم ہوتا ہے کہ مقدس لوقا نے لکھتے وقت یونانی بائبل نہیں دیکھی تھی بلکہ آپ نے حافظہ ہی سے لکھا تھا۔ یسوع نے اس جگہ عبرانی زبان میں ورد پڑھا تھا اور غالباً اس موقع پر اقتباس کا ترجمہ بھی کیا ہوگا۔ قدیم عبرانی زبان اُس وقت عام لوگوں کو نہیں آتی تھی اور پڑھنے کے بعد مطلب عام زبان میں سمجھایا جاتا تھا یعنی گلیلی ارامی زبان میں ۔

"رُوح مجھ پر ہے"۔ ابھی چند ہفتے پہلے اُس کے بپتسمہ کے وقت رُوح القدس یسوع پر نازل ہُوا تھا (۳: ۲۲ و مرقس ۱: ۱۰ و یُوحنا ۱: ۳۳)۔

"غریبوں کو خوشخبری الخ" یہ یسوع کی ایک مبارک خصوصیت ہے۔ ہندوستان میں جو لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ اچھوتوں اور دیگر نیچ ذات والوں کو کثرت سے مُرید نہیں کرنا چاہیئے وُہ خداوند کی اس خواہش اور آرزو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مسیحیوں کو تو ایسی شکایت نہیں کرنی چاہیئے۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ صاحب حیثیت اور متموّل لوگوں کو بھی انجیل شریف کی اشد ضرورت ہے ۔

"اندھوں کو بینائی"۔ مسیح نے کئی ایک اندھوں کو بینا کیا تھا جو مشہور بات تھی ہمارا بھی ایک گیت خداوند کے متعلق مشہور ہے کہ "اندھوں کو آنکھیں دیتا"۔

ان الفاظ کا رُوحانی اور دینی مطلب بھی ہے۔ (یُوحنا ۹: ۳۹ تا ۴۱ تک) یسوع دُنیا کا نُور ہے۔ (یُوحنا ۸: ۱۲) اور اُس کے شاگرد بھی اُس سے منوّر ہو کر اپنی رُوحانی حیثیت کے موافق دُنیا کو نُور دینے والے ٹھہرتے ہیں۔ (متی ۵: ۱۴)۔

"آزاد کروں"۔ کچلے ہُوئے وُہ ہیں جن پر ظلم کیا جاتا ہے اور نیز وُہ جو دُنیا کی مُصیبتوں میں مُبتلا ہیں ۔

"سالِ مقبُول" یا مقبُولیت کا سال۔ غالباً مطلب یہ نہیں کہ یہ سال خُدا کو پسند ہے بلکہ یہ کہ اس سال میں خُدا توبہ کرنے والوں کو خاص رحم سے قبول کرتا ہے۔ سال سے یہ مُراد نہیں کہ یسوع نے صرف ایک ہی سال کام کیا تھا بلکہ سال کے معنی زمانہ کے ہیں۔ علاوہ بریں مسیح کے کام کا پہلا سال ان معنوں میں خاص تھا کہ اُس میں لوگ اس بات کا فیصلہ کرتے تھے کہ کس نقطۂ نگاہ سے اُس کو دیکھیں گے۔ غالباً پہلے

سال کے اختتام تک معلوم ہو گیا تھا کہ یہودی لوگ یسوع کو قبول نہ کرینگے ۔
آیت ۲۰ - پڑھنے کے بعد یسوع نے عبادت خانہ کے خادم کو طومار لوٹا دیا اور وعظ فرمانے کے لئے بیٹھ گیا - اب تک یہودیوں کے عبادت خانوں میں یہی دستور ہے اور یہی اہل اسلام کے ہاں بھی رواج پذیر ہے ۔
"یہ نوشتہ ...... پورا ہوا" ہم لوقا سے بھی معلوم کرتے ہیں کہ یسوع مذکورہ بالا ثبوت کو اپنی آمد اور خدمت کی پیشین گوئی سمجھتا تھا ۔
آیت ۲۲ - "پُرفضل باتیں" ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یسوع کا سالم وعظ قلمبند ہوا تھا - دراصل وعظ کے ابتدائی الفاظ اور وہ الفاظ جن سے لوگوں نے بیزاری کا اظہار کیا سامعین کو یاد رہے ہوں گے - یہ یقینی چیز ہے کہ کسی نے دوران وعظ میں یادداشت کے لئے نوٹ نہ لکھے تھے - معلوم ہوتا ہے کہ یسوع نے یسعیاہ نبی کی مذکورہ بالا نبوت کی تشریح کی تھی اور لوگوں نے گواہی دی اور آپ کے دعوے کی تائید کی تھی لیکن بہت جلد حاسد ہو کر منحرف ہو گئے اور کہنے لگے "کیا یہ یوسف کا بیٹا نہیں؟" عام طور پر یسوع یوسف کا بیٹا ہی سمجھا جاتا اور کہلاتا تھا - چھوٹے قصبات میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب پڑوسیوں میں سے کوئی شخص شہرت حاصل کرتا ہے تو باقی لوگ اُس سے حسد کرنے لگتے ہیں ۔
آیت ۲۳ - یسوع اُن کے دلی خیال معلوم کر کے اُنہیں ایسی باتیں کہنے لگتا ہے جس سے سامعین ناراض ہو جاتے ہیں ۔
"کفر نحوم میں" لوقا نے ابھی تک کفر نحوم کا ذکر نہیں کیا - لیکن ظاہر ہے کہ اُسے معلوم تھا کہ وہاں معجزے کئے گئے ہیں (دیکھئے ۴ : ۳۱ پر تفسیر) ۔
آیات ۲۵ تا ۲۷ - یسوع اب یہودیوں کے قومی غرور کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے - عام طور پر یہودی اس ظن میں مبتلا تھے کہ اُنہیں دُنیا کے تمام قبائل و اقوام پر فوقیت حاصل ہے اس لئے کہ وہ ابراہام کی اولاد تھے (۳ : ۸) اور اُن کو شریعت سونپی گئی تھی - اُنہوں نے انبیا سے یہ نہیں سیکھا تھا کہ شریعت امانت تھی اور اُن کی برگزیدگی کا یہ مطلب تھا کہ اُن کو بڑی ذمہ داری دی گئی تھی - (عاموس ۳ : ۲ یوناہ کا صحیفہ جہاں نبی سے بنی اسرائیل مُراد ہیں) یسوع دو واقعات کا ذکر کرتا ہے جن سے یہ

بخوبی ظاہر ہے کہ اکثر اوقات خدا نے بجائے اسرائیلیوں کے دوسری اقوام کے اشخاص پر بھی رحم کیا تھا۔

"مُلکِ صیدا کا شہر صارپت"۔ (۱ سلاطین ۱۷ باب)۔

"نعمان سوریانی"۔ (۲ سلاطین ۵ باب)۔

آیت ۲۸ - جماعت کے تمام لوگ غصّہ سے فوراً بھر گئے۔ اسی طرح سے جب پولوس یروشلیم میں قلعہ کے زینہ پر کھڑا ہو کر عذر پیش کرتا تھا تو جب اُس نے کہا کہ رؤیا میں اُسے یہ فرمایا گیا ہے کہ "مَیں تجھے دُور دراز اقوام کے پاس بھیجوں گا" تو تمام یہودی سامعین اُس کے خون کے خواہاں ہو گئے (اعمال ۲۱: ۲۲ و ۲۳)۔ قومی غرور اور حسد ہمارے خداوند کی عین مخالفت کا ثبوت ہے۔

آیات ۲۹ و ۳۰ - ناصرۃ پہاڑ پر بنا ہُوا ہے اور وہاں ایک کڑاڑا تقریباً ۳۰ فٹ اُونچا واقع ہے۔ لوگوں کا ارادہ تھا کہ یسُوع کو وہاں سے گرا کر اُس کا کام تمام کر دیں۔ مگر لکھا ہے کہ نہایت حفاظت کے ساتھ یعنی بغیر کسی قسم کا نقصان اُٹھائے وُہ اُن کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا گویا۔ یسُوع کا رُعب و دبدبہ لوگوں پر بیٹھ گیا تھا، یہاں تک کہ اُنہوں نے حسبِ ارادہ اُسے پکڑا نہیں تھا اور وُہ اُن سے بچ کر چھوٹ نکلا تھا کیونکہ یسُوع کا رُعب و دبدبہ بہت زیادہ تھا - (یُوحنا ۱۸: ۶)۔

رَبّنا المسیح کا کفرنحُوم میں بد رُوح کو نِکالنا

آیات ۳۱ تا ۳۷

(۳۱) پھر وُہ گلیل کے شہر کفرنحُوم کو گیا اور سبت کے دِن اُنہیں تعلیم دے رہا تھا۔ (۳۲) اور لوگ اُس کی تعلیم سے حیران تھے کیونکہ اُس کا کلام اختیار کے ساتھ تھا۔ (۳۳) اور عبادت خانہ میں ایک آدمی تھا جس میں ناپاک دیو کی رُوح تھی وُہ بڑی آواز سے چِلّا اُٹھا کہ (۳۴) اے یسُوع ناصری ہمیں تجھ سے کیا کام؟ کیا تُو ہمیں ہلاک کرنے آیا ہے؟ مَیں تجھے جانتا ہُوں کہ تُو کون ہے۔ خُدا کا قدُّوس ہے۔ (۳۵) یسُوع نے اُسے جھڑک کر کہا چُپ رہ اور اُس میں سے نِکل جا۔ اِس پر بد رُوح اُسے بیچ میں پٹک کر بغیر

ضرر پہنچائے اُس میں سے نکل گئی۔ (۳۶) اور سب حیران ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ یہ کیسا کلام ہے؟ کیونکہ وُہ اختیار اور قدرت سے ناپاک رُوحوں کو حکم دیتا ہے اور وُہ نکل جاتی ہیں۔ (۳۷) اور گرد و نواح میں ہر جگہ اُس کی دُھوم مچ گئی۔

آیت ۳۱۔ چُونکہ لُوقا نے اپنی کتاب ایک غیر یہُودی شخص کے لئے لکھی تھیں جو فلسطین کی سرزمین سے واقف نہ تھا۔ اس لئے اُسے یہ بتانا پڑا کہ کفرنحوم گلیل میں تھا۔ اُس وقت شہر کسی قدر خُوش حال اور مشہُور تھا لیکن زمانہ حال میں ہمیں ٹھیک طور پر معلُوم بھی نہیں کہ یہ کہاں واقع تھا کیونکہ آج کل سوائے کھنڈرات کے اُس کا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ (دیکھئے ۱۰: ۱۵)۔

"سبت کے دن"۔ یعنی عبادت خانہ میں۔

آیت ۳۲۔ "اختیار کے ساتھ"۔ یعنی لیسُوع عام مُعلّموں کی طرح نہیں سکھاتا تھا جو دیگر اُستادوں کی آرا پیش کرتے تھے۔ ہمارے آقا لیسُوع المسیح اپنے ذاتی علم سے دُوسروں کو متوّر کرتے تھے اسی لئے عوام نے پہچان لیا کہ آپ با اختیار مُعلّم تھے۔

آیت ۳۳۔ "ناپاک دیو کی رُوح" یعنی ناپاک رُوح جو ایک دیو تھی۔

آج کل بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ناپاک رُوح کوئی ہستی نہیں۔ اس نظریہ کی چند وجُوہات ہیں:۔ اوّل۔ بعض دہریہ ہونے کی حیثیت سے اس بات کا انکار کرتے ہیں دوم۔ بعض یہ دیکھتے ہیں کہ عموماً صرف اَن پڑھ اور جاہل لوگ اِن خیالات کے معتقد ہیں اور اُن کے درمیان جادُوگر اور جھاڑ پھُونک کرنے والے بہت ناجائز فائدہ اُٹھاتے اور لوگوں پر بڑا مُضر اختیار حاصل کرتے ہیں۔ سوم۔ بعض عُلما کی رائے یہ ہے کہ آپ مانتے تھے کہ فی زمانہ اِس بات کی ضرُورت تھی کہ آپ پاگلوں کے خیال کے موافق عمل کریں تاکہ زیادہ آسانی سے وُہ شفا پائیں۔ لیکن یاد رہے کہ جب ہم عام انسانوں میں مجسّم بدرُوحیں دیکھتے ہیں تو غیر مجسّم بدرُوحیں کیوں نہ ہوں گی۔ نیز ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ بعض اوقات کسی انسان کی شخصیت کے اندر ایک دُوسری شخصیت پیدا ہو جاتی ہے یعنی اُس کی شخصیت مُنقسم ہو جاتی ہے اور یُوں اُس کے اندر ایک بدرُوح پیدا ہو جاتی ہے۔ جب ہمارے خُداوند نے بدرُوحوں کا ذکر کیا تو وُہ رُوحانی عالم سے ایسے واقف تھے کہ کوئی انسان آپ کی طرح ایسا علم نہیں رکھتا

تھا لہذا لازم آتا ہے کہ ہم انجیل کی باتوں کو پیش کریں اور اُن پر ایمان لائیں ؞

آیت ۳۴ - "ہمیں تجھ سے کیا کام" یہ بدرُوح تمام بدرُوحوں کی قائد ہوکر بولتی ہے ؞

"مَیں تجھے جانتا ہُوں" الخ - محبّت اور ہمدردی ہیں قوّت ہے جس کے وسیلے ہم کسی حقیقت کی گہرائی تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں - مخالفت اور دشمنی میں بھی یہی کیفیت ہوتی ہے ؞

آیت ۳۵ - "چُپ رہ" یسُوع اپنے حق میں بدرُوحوں کی شہادت نہیں چاہتا تھا - مرقس کی انجیل میں مرقوم ہے کہ یسُوع نے بدرُوحوں کو بولنے نہ دیا کیونکہ وُہ اُسے پہچانتی تھیں (مرقس ۱: ۳۴) بدرُوح نے آدمی کی شخصیت کو چھوڑتے وقت اُسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہُوئی ؞

آیت ۳۶ - "اختیار اور قُدرت" ایسا اختیار جس کا کوئی انکار نہ کر سکا - اور ایسی قُدرت جس کے بِالمقابل کوئی طُوفان کھڑا نہ ہو سکا ؞

آیت ۳۷ - یسُوع اِس معجزہ کے سبب سے گرد و نواح میں مشہور ہو گیا لیکن بعد ازاں معلُوم ہُوا کہ عوامُ النّاس نے آپ کی تعلیم قبُول نہیں کی ؞

کفرنحُوم میں دِیگر معجزات

آیات ۳۸ تا ۴۱

(۳۸) پھر وُہ عبادت خانہ سے اُٹھ کر شمعُون کے گھر میں داخل ہُوا اور شمعُون کی ساس کو بڑی تپ چڑھی ہُوئی تھی اور اُنہوں نے اُس کے لئے اُس سے عرض کی - (۳۹) وُہ کھڑا ہو کر اُس کی طرف جُھکا اور تپ کو جِھڑکا تو اُتر گئی اور وُہ اُسی دم اُٹھ کر اُن کی خدمت کرنے لگی - (۴۰) اور سُورج کے ڈُوبتے وقت وُہ سب لوگ جن کے ہاں طرح طرح کی بیماریوں کے مریض تھے اُنہیں اُس کے پاس لائے اور اُس نے اُن میں سے ہر ایک پر ہاتھ رکھ کر اُنہیں اچھا کیا - (۴۱) اور بدرُوحیں بھی چلّا کر اور یہ کہہ کر کہ تُو خُدا کا بیٹا ہے بُہتوں میں سے نِکل گئیں اور وُہ اُنہیں جِھڑکتا اور بولنے نہ دیتا تھا کیونکہ وُہ جانتی تھیں کہ یہ مسیح ہے ؞

آیت ۳۸ "شمعُون"۔ اب تک مُقدّس لُوقا نے اِس شاگرد کا ذکر نہیں کیا لیکن ہم کو معلُوم ہے کہ وُہ اس واقعہ سے پہلے یسُوع کا شاگرد ہو چُکا تھا۔ اُس کا کشتی کام کے لئے بُلایا جانا بعد میں ہُوا۔ مُقدّس شمعُون ایسا نامی رسُول تھا کہ اس مقام پر اُس کی تعریف کرنا غیر ضروری ہوتا۔ اس آیت سے معلُوم ہوتا ہے کہ شمعُون کفرنحُوم کا باشندہ تھا ؎

"ساس"۔ ۱۔کرنتھیوں ۹: ۵ سے ظاہر ہے کہ شمعُون شادی شُدہ تھا (وُہ اس مقام پر کیفا کہلاتا ہے۔ پطرس کیفا کا ترجمہ ہے۔ مُقدّس پولُوس رسُول عموماً شمعُون کو کیفا کہتا ہے) ؎

"بڑی تپ چڑھی ہُوئی تھی"۔ یُونانی کے تین الفاظ ہیں اور تینوں ہی علم طب کی اصطلاحات ہیں۔ یاد رہے کہ لُوقا طبیب تھا۔ (کلسیوں ۴: ۱۴) ؎

آیت ۳۹ "اُس کی طرف جُھکا" الخ۔ مُقدّس مرقس بتاتا ہے کہ یسُوع نے پطرس کی ساس کا ہاتھ بھی پکڑا تھا جس کے لئے جُھکنا ضروری تھا۔ (مرقس ۱: ۳۰)۔ "جھڑکا"۔ یعنی تاکید کی کہ اس عورت کو چھوڑ۔ اس کا مطلب یہ نہیں نِکلتا کہ بُخار کسی بدرُوح کے سبب سے تھا ؎

"اُسی دم اُٹھ کر الخ"۔ نہ صرف مریض کے جسم سے بُخار اُتر گیا بلکہ مریض کے جسم میں طاقت آ گئی۔ مُمکن ہے کہ بُخار زیادہ پُرانا نہ تھا کیونکہ جسم میں انتہائی درجہ کا ابھی ضُعف پیدا نہ ہُوا تھا ؎

"اُن کی خدمت کرنے لگی"۔ دیگر انجیلوں سے معلُوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر یسُوع کے علاوہ چند شاگرد بھی وہاں موجُود تھے۔ یقیناً شمعُون کی ساس کھانا چُننے لگی تھی۔ یہُودی لوگ سبت کے روز ٹھنڈا کھانا جو سبت سے پہلے کا پکا ہو کھاتے تھے ؎

آیت ۴۰ "سُورج کے ڈُوبتے وقت"۔ مرقس نے یُوں لکھا ہے۔ "شام کو جب سُورج ڈُوب گیا"۔ اختصار کی غرض سے لُوقا نے الفاظ "شام کو" قلم انداز کر دیا تھا۔ اِسی لئے متّی لکھتا ہے "جب شام ہُوئی"۔ (مرقس ۱: ۳۲۔ متّی ۸: ۱۸)۔ دراصل مرقس کے فقرہ کا ایک ہی حِصّہ کافی ہے۔ سُورج کے ڈُوبنے پر سبت کا دِن ختم ہوتا تھا جیسا کہ رمضان میں روزہ ختم ہوتا ہے۔ اِسی وقت شریعت کے پابند

یہودی مریضوں کو اُٹھا کر لے جا سکتے تھے ۔

"ہاتھ رکھ کر"۔ اگرچہ یسُوع کلام ہی سے شفا بخش سکتا تھا تو بھی بعض اوقات لوگوں کے ایمان کو بڑھانے کی غرض سے کسی طرح کا اشارہ بھی کرتا تھا (یُوحنّا ۴: ۵۰ و لُوقا ۷: ۹ و یُوحنّا ۵: ۸ و مرقس ۳: ۳ و یُوحنّا ۹: ۶ و مرقس ۸: ۲۳ سے ۲۵ تک)۔

آیت ۴۱ - "بولنے نہ دیتا تھا"۔ بعض چِلّا اُٹھے لیکن یسُوع اُن کو بات کرتے رہنے نہ دیتا تھا۔ (دیکھو آیت ۳۵ پر تفسیر)۔

ربّنا یسُوع کی کفرنحُوم سے روانگی

آیات ۴۲ تا ۴۴

(۴۲) جب دن ہُوا تو وُہ نکل کر ایک ویران جگہ میں گیا اور بِھیڑ کی بِھیڑ اُس کو ڈھُونڈتی ہُوئی اُس کے پاس آئی اور اُس کو روکنے لگی کہ ہمارے پاس سے نہ جا۔ (۴۳) اُس نے اُن سے کہا مُجھے اَور شہروں میں بھی خُدا کی بادشاہی کی خُوشخبری سُنانا ضرُور ہے کیونکہ میں اِسی لِئے بھیجا گیا ہُوں۔ (۴۴) اور وُہ گلِیل کے عبادت خانوں میں مُنادی کرتا رہا۔

آیت ۴۳ - "خُدا کی بادشاہی"۔ متّی کی انجیل میں عام محاورہ "آسمان کی بادشاہی" ہے۔ یہ یہُودیوں کا ایک محاورہ ہے۔ اُن کا دستُور تھا کہ خُدا کی تعظیم وتکریم کی خاطر اُس کا نام بہُت کم استعمال کرتے تھے۔ مثلاً لفظ یہُوواہ ایک مثالی لفظ ہے خُدا کا نام عبرانی زبان میں "یہوِہ" ہے مگر اسرائیلیوں نے لفظ "اَدونے" (یعنی خُداوند) کے اعراب "یہوِہ" میں لگا کر ایک لفظ "یہوواہ" بنا دیا۔ مرقس اور لُوقا نے غیر یہُودیوں کو مدِّنظر رکھ کر "خُدا کی بادشاہی" کی اصطلاح کو لکھا لیکن ان دونوں اصطلاحات کا مطلب ایک ہی ہے۔

خُدا کی بادشاہی سے مُراد ہے کہ دُنیا میں خُدا کے احکام مانے جائیں اور اُس کی مرضی پُوری ہو۔ وُہ اِس دُنیا و مافیہا کا بادشاہ مانا جائے اور انسان اپنے آپ کو اُس کی رعایا تسلیم کرے۔ کلیسیا خُدا کی بادشاہت نہیں مگر کلیسیا خُدا کی بادشاہت لانے اور قائم کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔

بعض اوقات انجیل خُدا کی بادشاہت کی خُوشخبری کہلاتی ہے۔ دُعائے ربّانی

میں دُوسری استدعا یہ ہے کہ "تیری مرضی جیسی آسمان پر پُوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو" پہلی استدعا کہ "تیری بادشاہی آئے" کی یہ تعریف معلوم ہوتی ہے۔

آیت ۴۴ - "گلیل"۔ سب سے اچھے نُسخوں میں اس لفظ کی جگہ یہُودیہ لکھا ہے اور یہ غالباً صحیح ہے۔ لفظ گلیل اِس مقام پر مُشکل معلُوم ہوتا تھا کیونکہ قارئین نے "اور شہروں" کا مطلب گلیل کے شہر سمجھے بعض نقل نویسوں نے یہُودیہ کو غلط سمجھ کر گلیل لکھا۔ یاد رہے کہ چوتھی انجیل میں یسُوعؔ کی بابت بتایا گیا ہے کہ اُس نے یہُودیہ میں کئی بار جا کر کام کیا۔ (یُوحنا ۴: ۴۵ و ۵: ۱ و ۷: ۱ سے ۱۰ تک وغیرہ) پھر لُوقا نے ثابت کیا ہے کہ وُہ جانتا تھا کہ یسُوع کئی بار یروشلیم میں گیا (۱۳: ۳۴)۔ "اَے یروشلیم۔ اَے یروشلیم...... کتنی ہی بار مَیں نے چاہا کہ جس طرح مُرغی اپنے بچّوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اُسی طرح مَیں بھی تیرے بچّوں کو جمع کرُوں۔ مگر تُم نے نہ چاہا"۔



باب پنجم

پہلے رسولوں کی بلاہٹ۔ کثرت سے مچھلیوں کا پکڑنا

آیات ۱ تا ۱۱

(۱) جب بھیڑ اُس پر گری پڑتی تھی اور خدا کا کلام سُنتی تھی اور وہ گنیسرت کی جھیل کے کنارے کھڑا تھا تو ایسا ہُوا کہ (۲) اُس نے جھیل کے کنارے دو کشتیاں لگی دیکھیں لیکن مچھلی پکڑنے والے اُن پر سے اُتر کر جال دھو رہے تھے۔ (۳) اور اُس نے اُن کشتیوں میں سے ایک پر چڑھ کر جو شمعُون کی تھی اُس سے درخواست کی کہ کنارے سے ذرا ہٹا لے چل اور وہ بیٹھ کر لوگوں کو کشتی پر سے تعلیم دینے لگا۔ (۴) جب کلام کر چکا تو شمعُون سے کہا گہرے میں لے چل اور تم شکار کے لئے اپنے جال ڈالو۔ (۵) شمعُون نے جواب میں کہا۔ اَے صاحب ہم نے رات بھر محنت کی اور کچھ ہاتھ نہ آیا مگر تیرے کہنے سے جال ڈالتا ہُوں (۶) یہ کیا اور وہ مچھلیوں کا بڑا غول گھیر لائے اور اُن کے جال پھٹنے لگے۔ (۷) اور اُنہوں نے اپنے شریکوں کو جو دُوسری کشتی پر تھے اشارہ کیا کہ آؤ ہماری مدد کرو۔ پس اُنہوں نے آ کر دونوں کشتیاں یہاں تک بھر دیں کہ ڈُوبنے لگیں۔ (۸) شمعُون پطرس یہ دیکھ کر یسُوع کے پاؤں میں گرا اور کہا اَے خُداوند! میرے پاس سے چلا جا کیونکہ مَیں گنہگار آدمی ہُوں (۹) کیونکہ مچھلیوں کے اِس شکار سے جو اُنہوں نے کیا وہ اور اُس کے سب ساتھی بہت حیران ہُوئے۔ (۱۰) اور ویسے ہی زبدی کے بیٹے یعقُوب اور یُوحنا بھی جو شمعُون کے شریک تھے حیران ہُوئے۔ یسُوع نے شمعُون سے کہا خوف نہ کر۔ اب سے تُو آدمیوں کا شکار کیا کرے گا۔ (۱۱) وہ کشتیوں کو کنارے پر لے آئے اور سب کچھ چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لئے۔

آیت ۱۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ گذشتہ باب کے واقعات اور اس ماجرا کے درمیان کتنا عرصہ گزرا۔ لُوقا کی انجیل اور اعمال کی کتاب دونوں میں واقعات کے سلسلہ میں مُطابقت ہے لیکن لُوقا یہ نہیں بتاتا کہ اُن کے درمیان کتنا وقت گزرا۔ (۲۴ : ۵۰ پر تفسیر دیکھئے) کیا ہم وثُوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ماجرا وُہی ہے جس کا ذکر متی اور مرقس

کی اناجیل میں ہے ۹ (متی ۴ : ۱۸ و مرقس ۱ : ۱۶) پہلی دو اناجیل کی ترتیب سے ظاہر ہے کہ پہلی انجیل میں (چوتھی انجیل کی طرح) واقعات کو پیش کرنے کی بجائے مضامین کا سلسلہ پیش کیا گیا ہے اور مرقس نے بھی اوقات کے سلسلہ کو جہاں تک پتہ چلتا ہے، مدنظر نہیں رکھا۔ پہلی دو انجیلوں میں مچھلیوں کو پکڑنے کا ذکر نہیں۔ لوقا نے غالباً اپنی تحقیق و تفتیش سے (۱ : ۳) یہ بات معلوم کر کے اُسے قلمبند کیا۔ غالباً یہ وُہی واقعہ ہے۔

[یہ گمان کہ دراصل یہ وُہی واقعہ ہے جس کا بیان چوتھی انجیل کے آخری باب میں مندرج ہے غلط ہے۔ مچھلیوں کے رات کو نہ پکڑے جانے کی ناکامیابی کو چھوڑ اِن واقعات میں اَور کوئی مُناسبت نہیں پائی جاتی۔ اس کے برخلاف اختلاف یہ ہے کہ یہاں یسُوع کشتی میں ہے اَور وہاں خُشکی پر۔ یہاں سب کو معلُوم ہے کہ وُہ یسُوع ہے اور وہاں شرُوع میں یسُوع نہیں پہچانا جاتا۔ یہاں پطرس درخواست کرتا ہے کہ خُداوند چلا جائے اَور وہاں وُہ پانی میں کُود کر یسُوع کے پاس جاتا ہے۔]

"جھیل"۔ لوقا نے جھیل ہی لکھا ہے (یُونانی LIMNEN)۔ متی اَور مرقس کی انجیلوں میں یُونانی لفظ کا لُغوی ترجمہ سمندر ہے۔ (یُونانی لفظ THALASSAN) ہے۔ لُوقا نے بالکل صحیح لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ گلیل کا پانی جھیل ہی ہے۔ غلط فہمی کے ازالہ کی غرض سے مُترجموں نے انجیل کے مُقام پر جھیل کے لفظ کو ترجیح دی ہے۔ جھیل کے کنارے کنارے خشکی پر ایسی کُشادہ جگہیں ہیں جہاں بھیڑ جمع ہو سکتی ہے۔

"گری پڑتی تھی"۔ بھیڑ کے زیادہ ہو جانے سے یسُوع بآسانی مُنادی نہ کر سکا۔

"گنیسرت"۔ یہ جھیل گنیسرت اور تبریاس کی جھیل کہلاتی ہے۔

تبریاس ایک شہر کا نام ہے۔ وُہ جھیل کے کنارے واقع ہے۔ گنیسرت ایک میدان ہے جو جھیل کے مغربی کنارے پر ہے۔

آیت ۳۔ "کشتیاں"۔ بھیڑ کے سامنے مُنادی کرنے کی غرض سے یسُوع نے ایک کشتی کو کچھ دیر کے لئے مانگ لیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا خُداوند بآواز بلند مُنادی کر سکتا تھا ورنہ بہت کم لوگ اُس کی آواز سُن سکتے۔

آیات ۴ و ۵ - "گہرے میں لے چل"۔ عام طور پر دو قسم کے جال استعمال کئے جاتے تھے۔ ایک چھوٹا جال جو کنارے سے پھینکا جاتا تھا اور کنارے کی طرف کھینچ لیا جاتا تھا۔ اِس قسم کے جال ہندوستان میں اب تک استعمال ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کا جال بڑا ہوتا تھا اور گہرے پانی میں کشتی پر سے ڈال دیا جاتا تھا۔ شمعُونؔ کا جال اِسی قسم کا تھا۔ یسُوعؔ نے شاید غیب بینی سے معلُوم کر لیا کہ رات کو انہیں ناکامیابی ہُوئی لیکن اب پانی میں مچھلیوں کا ایک بڑا غول ہے۔ مُمکن ہے کہ یسُوع نے اپنی قُدرتِ کاملہ سے مچھلیوں کو قریب بُلایا ہو۔ شمعُونؔ مسیح کے کہنے پر بغیر شک و شبہ اور حیل و حُجّت جال ڈالنے پر رضامند ہو گیا ؛

آیات ۶ و ۷ - "اشارہ کر کے"۔ دُوسری کشتی اتنی دُوری پر تھی کہ آواز نہ پہنچ سکتی تھی جب خُدا تعالیٰ کو کوئی چیز اُس کے کام کے لئے دی جاتی ہے تو وُہ اکثر اوقات اُس کا بڑا اجر دیتا ہے۔ یسُوعؔ نے ایک کشتی مانگی تھی اور فضل الٰہی سے دو کشتیاں مچھلیوں سے بھر گئیں ؛

آیت ۸ - "شمعُون پطرس" لُوقا نے اب تک پطرسؔ لقب کے دئے جانے اور اُس کے مطلب کا تذکرہ نہیں کیا مگر یہ نام مشہور تھا ؛

"یسُوع کے پاؤں میں گرا الخ"۔ پطرسؔ نے اَور مُعجزے دیکھے تھے۔ مثلاً اُس کی ساس کو شفا بخشی گئی تھی لیکن اب ایک مُعجزہ اپنے ہی پیشے کے مُتعلق دیکھتا ہے جس سے اُس پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ شمعُونؔ بُہت بڑا گُنہگار تھا۔ دراصل شمعُون کا اپنی کمزوری اَور گُناہ کو پہچاننا اُس کی خُدا ترسی اور رُوحانیّت کی دلیل ہے کیونکہ رُوحانی آدمی اپنی کمزوریاں اور غلطیاں بہ نسبت دُنیا دار لوگوں کے جلد معلُوم کر لیتے ہیں ؛

آیت ۱۰ - "زبدی کے بیٹے۔ یعقُوبؔ اَور یُوحنّاؔ"۔ اناجیل میں یعقُوبؔ کا نام پہلے آتا ہے۔ شاید وُہ بڑا بھائی تھا۔ مگر غور طلب بات یہ ہے کہ جب ہیرودیس اگرپا اوّل نے چاہا کہ بڑے بڑے مسیحیوں کو قتل کرے تو اُس نے یعقُوبؔ کو شمعُون کے ساتھ پکڑا اور اُس کو قتل کرا دیا۔ (اعمال ۱۲ : ۲)

"اب سے تُو آدمیوں کا شکار کیا کریگا"۔ (متی ۴ : ۱۹ اَور مرقس ۱ : ۱۷) میں "آدم گیر" بمقابلہ ماہی گیر کے لکھا ہے ؛

آیت ۱۱- ہمیں چوتھی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ شمعون اور یوحنا عرصہ دراز سے یسوع کے پیرو تھے- اب وہ لگاتار اس کے ساتھ رہنے لگے- (یوحنا ۱: ۳۵ تا ۴۱)

ایک کوڑھی کو شفا بخشنا

آیات ۱۲ تا ۱۶

(۱۲) جب وہ ایک شہر میں تھا تو دیکھو کوڑھ سے بھرا ہوا ایک آدمی یسوع کو دیکھ کر منہ کے بل گرا اور اس کی منت کر کے کہنے لگا اے خداوند! اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے- (۱۳) اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھوا اور کہا میں چاہتا ہوں، تو پاک صاف ہو جا اور فوراً اس کا کوڑھ جاتا رہا- (۱۴) اور اس نے اسے تاکید کی کہ کسی سے نہ کہنا بلکہ جا کر اپنے تئیں کاہن کو دکھا اور جیسا موسیٰ نے مقرر کیا ہے اپنے پاک صاف ہو جانے کی بابت نذر گزران تاکہ ان کے لئے گواہی ہو- (۱۵) لیکن اس کا چرچا زیادہ پھیلا اور بہت سے لوگ جمع ہوتے کہ اس کی سنیں اور اپنی بیماریوں سے شفا پائیں- (۱۶) مگر وہ جنگلوں میں الگ جا کر دعا کیا کرتا تھا۔

آیت ۱۲- "شہر" یہ کون سا شہر تھا- مرقس ۱- اور متی ۸ سے جہاں وہی معجزہ بیان کیا گیا ہے، اس بات کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔

"کوڑھ سے بھرا ہوا" اگر یہ اصلی کوڑھ کی مرض تھی تو آدمی سخت بیمار تھا- لیکن یاد رہے کہ فلسطین اور اس پاس کے ممالک میں ایک اور بیماری کوڑھ سمجھی جاتی ہے- یہ سب امراض ابرص (بہت سفید ہونا) کہلاتی ہیں۔

ایک بیماری ہے جو ہندوستان میں عام طور پر نظر آتی ہے- اس میں کھال کا اصلی رنگ جاتا رہتا ہے۔ یہ بدن کی جلد کی وہ سفیدی ہے جو انگریزی میں لیوکوڈرما LEUCODERMA کہلاتی ہے ــــــ اگرچہ یہ مرض نہ تو متعدی ہے اور نہ خطرناک تو بھی پرانے زمانہ میں اس کے مریض شہروں اور بستیوں سے بھگا دئے جاتے تھے-

غالباً نعمان سوریانی کو یہی بیماری تھی (دیکھو ۲ سلاطین ۵: ۲۷) پر ہمیں معلوم نہیں کہ یہ عارضہ اصلی کوڑھ تھا یا کوئی دوسری بیماری- ہر صورت میں اس آدمی کو جنگلوں میں رہنا چاہیے تھا- اگر نعمان ایک بڑا درباری اور بادشاہ کی قربت میں رہنے والا معزز

انسان نہ ہوتا تو اس کا یہی حال ہوتا۔ جب تک اچھا نہ ہوتا اِس خطرناک حالت میں رہتا۔

"کوڑھ سے بھرا ہُوا"۔ اگر یہ ایک معمولی کوڑھ تھا تو بھی وُہ بہُت بیمار رہا تھا۔ اگر یہ سفید کھال کی بیماری تھی تو احبار ۱۳: ۱۲ اور ۱۳ کے موافق وُہ پاک وصاف قرار دیا جا سکتا تھا۔

آیت ۱۳۔ "چھُوا"۔ یہ فعل شریعت کے خلاف تھا مگر جب خُداوند کسی شخص پر رحم کا اظہار کرتے تھے تو قواعد کے پابند نہ ہوتے تھے۔

"مَیں چاہتا ہُوں"۔ کوڑھی نے یسُوع کی قُدرت میں شک نہیں کیا تھا لیکن وُہ اُس کی رحمت پر شاکی تھا جیسے "اگر تُو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے"۔

"تُو پاک صاف ہو جا"۔ اِس فقرہ سے معلُوم ہوتا ہے کہ بیمار اصلی کوڑھی تھا۔

آیت ۱۴۔ "تاکید کی الخ" اکثر پُوچھ پاچھ ہُوئی کہ آپ نے ایسے الفاظ کیوں استعمال کئے۔ اس کا سبب شاید یہ تھا کہ اوّل وُہ شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کرتے تھے جب تک کاہن اجازت نہ دیتا۔ دوم۔ لوگوں میں زیادہ ہل چل پیدا نہ ہو کیونکہ یسُوع کو معلُوم تھا اور اندیشہ تھا کہ لوگ آپ کو پکڑ کر بادشاہ بنانے کی کوشش کرینگے۔ قُربانی ایک گواہی تھی کہ وُہ آدمی پاک وصاف ہو گیا تھا اور سبب ڈھونڈنے کی ضرورت نہ تھی۔

آیت ۱۵۔ "اُس کی شُہرت الخ"۔ غالباً زیادہ تر شفا پانے کے لئے کیونکہ اُنہوں نے آخر کار اُس کی نہ مانی۔ (متّی ۲۱: ۴۳)۔

آیت ۱۶۔ یسُوع انسانی ہجُوم سے الگ ہو کر دُعا کیا کرتا تھا۔

رَبّنا المسیح کا ایک مفلُوج کو شفا بخشنا

آیات ۱۷ تا ۲۶

(۱۷) اور ایک دن ایسا ہُوا کہ وُہ تعلیم دے رہا تھا اور فریسی اور شرع کے مُعلّم وہاں بیٹھے تھے جو گلیل کے ہر گاؤں اور یہُودیہ اور یروشلیم سے آئے تھے اور خُداوند کی قُدرت شفا بخشنے کو اُس کے ساتھ تھی۔ (۱۸) اور دیکھو کئی مرد ایک آدمی کو جو مفلُوج تھا چارپائی پر لائے اور کوشش کی کہ اُسے اندر لا کر اُس کے آگے رکھیں۔ (۱۹) اور جب بھیڑ

کے سبب سے اُس کو اندر لے جانے کی راہ نہ پائی تو کوٹھے پر چڑھ کر کھپریل میں سے اُس کو کھٹولے سمیت بیچ میں یسُوع کے سامنے اُتار دیا۔ (۲۰) اُس نے اُن کا ایمان دیکھ کر کہا کہ اے آدمی! تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے۔ (۲۱) اِس پر فقیہ اور فریسی سوچنے لگے کہ یہ کون ہے جو کُفر بکتا ہے؟ خُدا کے سوا اور کون گُناہ مُعاف کر سکتا ہے؟ (۲۲) یسُوع نے اُن کے خیالوں کو معلوم کر کے جواب میں اُن سے کہا تُم اپنے دِلوں میں کیا سوچتے ہو؟ (۲۳) آسان کیا ہے؟ یہ کہنا کہ تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور چل پھر؟ (۲۴) لیکن اِس لئے کہ تُم جانو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گُناہ مُعاف کرنے کا اختیار ہے (اُس نے مفلُوج سے کہا) میں تجھ سے کہتا ہُوں اُٹھ اور اپنا کھٹولا اُٹھا کر اپنے گھر جا۔ (۲۵) اور وُہ اُسی دم اُن کے سامنے اُٹھا اور جس پر پڑا تھا اُسے اُٹھا کر خُدا کی تمجید کرتا ہُوا اپنے گھر چلا گیا۔ (۲۶) وُہ سب کے سب بڑے حیران ہُوئے اور خُدا کی تمجید کرنے لگے اور بہُت ڈر گئے اور کہنے لگے کہ آج ہم نے عجیب باتیں دیکھیں ۔

پہلی دو انجیلوں میں الفاظ کی مُوافقت نہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی اور تیسری انجیلوں میں مرقس کے الفاظ کو جُداگانہ طریقوں سے استعمال کیا گیا ہے ۔

آیت ۱۷۔ "گلیل اور یہُودیہ" یروشلیم کے شرعی مُعلموں نے یسُوع کی شہرت سُن کر فیصلہ کیا کہ جا کر آپ کی تعلیم سُنیں اور معلوم کریں کہ واقعی آپ صحیح تعلیم دیتے ہیں۔ اُس وقت فقیہ اور فریسی آپ کی نکتہ چینی اور مخالفت کرنے لگے ۔

"فریسی" یہ ایک فرقے کا نام ہے۔ اس کا آغاز تیسری صدی قبل مسیح ہُوا۔ ۱۳۰ قبل از مسیح کے قریب یہ طبقہ بادشاہ کے درباریوں سے الگ تھلگ ہو گیا تاکہ زیادہ خُوبی کے ساتھ شریعت پر عمل کرے۔ فریسی نام کا مطلب ہے "الگ کیا ہُوا" وُہ لوگ نہ صرف شریعت کی پابندی بلکہ "بزرگوں کی روایات" پر بھی زور دیتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے شریعت کو بڑھا کر اُس پر عمل کرنا دُشوار کر دیا تھا۔ یسُوع کے وقت فلسطین میں مذہبی اختیار زیادہ تر فریسیوں کے ہاتھ ہی میں تھا اور گلیل میں اُن کا شمار بہُت تھا۔ وُہ عبادت خانوں کو اچھی طرح سنبھالتے تھے اور غیر یہُودیوں میں سے لوگوں کو مُرید کرتے تھے۔ یہ اصُول کی بات ہے کہ جو لوگ مُجرد قوانین اور قواعد پر عمل کرنا حقیقتِ مذہب سمجھتے ہیں وُہ رُوحانیت کے لحاظ سے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کا رُوحانی نظریہ

ایسا بن جاتا ہے کہ وُہ دیگر لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ (لُوقا ۱۸: ۹ یُوحنّا ۷: ۴۹) فریسی طبقہ اس بات پر زور دیتا تھا کہ اسرائیلیوں کا حقیقی بادشاہ خُدا ہے۔ اِس بنا پر وُہ ہیرودیس اور اُس کے خاندان اور رُومیوں کے کٹّر مخالف تھے۔ بہرحال اگرچہ فریسی لوگ بہُت سی غلطیوں کے مُرتکب ہوتے تھے تاہم اُن میں سے بہتیرے فریسی واقعی دیندار تھے۔ وُہ صدوقیوں کے بھی مخالف تھے (۲۰: ۲۷ آیت تک تفسیر کا ملاحظہ فرمائیں)۔

آیت ۱۸۔ "کئی مرد"۔ مرقس کی انجیل سے معلُوم ہوتا ہے کہ چار آدمی تھے۔ (مرقس ۲: ۳)۔

آیت ۱۹۔ "کوٹھے پر چڑھ کر الخ" جب یسُوع تک مفلُوج کو نہ پہنچا سکے تو وُہ کوٹھے کے اُوپر چڑھے اور کڑیاں ہٹا کر چھت پھاڑ دی اور رسّیوں سے مریض کی چارپائی کو نیچے لٹکا دیا یہاں تک کہ چارپائی یسُوع کے سامنے پہنچ گئی۔

آیت ۲۰۔ "اُس کا ایمان دیکھ کر"۔ یعنی نہ فقط مفلُوج کا ایمان بلکہ اُس کے دوستوں کا ایمان بھی ان الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ ہمارا ایمان ہمارے دوستوں کے لئے مُفید ثابت ہوتا ہے۔

"تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے"۔ شاید اُس آدمی کا فالج اُس کے گُناہوں کا نتیجہ تھا اور یہ امر مسلّمہ ہے کہ گنہگار ہونے کا احساس اکثر مریضوں کو شفا پانے سے روکتا ہے۔

آیت ۲۱۔ "کُفر"۔ یسُوع کے یہ الفاظ کُفر کے رنگ میں سمجھے گئے اس لئے کہ انسان کا خُدا کے کام میں دخل دینا کُفر ہے۔ مثلاً اوروں سے بدلہ لینا کُفر میں داخل ہے کیونکہ خُدا نے فرمایا ہے کہ "انتقام لینا میرا کام ہے بدلہ میں ہی دُوں گا"۔ (رُومیوں ۱۲: ۱۹ استثنا ۳۲: ۳۵)۔

آیت ۲۲۔ یسُوع نے غیبی علم سے فقیہوں اور فریسیوں کے دِلی خیالات کو معلُوم کیا۔

آیت ۲۳۔ "آسان کیا ہے؟" اصل میں گُناہوں کو مُعاف کرنا واقعی مُشکل ہے مگر یسُوع نے لفظ "کہنا" پر زور دیا ہے۔ اگر کوئی شخص نہ تو گُناہوں کی مُعافی دے سکتا ہے اور نہ ہی فالج کو دُور کر سکتا ہے تو محض کہنا تو آسان بات ہے کہ مُعافی کا اعلان کیا جائے

کیونکہ دیکھنے والے فرق معلوم نہیں کر سکتے کہ واقعی گناہ مُعاف ہُوئے یا نہیں۔ لیکن اس کے برعکس اگر واقعی شِفا ہو جائے اور مریض چل پھر سکے تو شِفا گناہوں کی مُعافی کا ثبُوت ہوگا ۔

آیت ۲۴ - "ابنِ آدم" یسُوع اس لقب کو اپنے متعلّق ذیل کے موقعوں پر استعمال کرتے تھے :-

۱- جب آپ اپنے اختیار کا ذکر کرتے تھے ۔

۲- جب آپ اپنی اذیّت کا ذکر کرتے تھے ۔

۳- جب آپ اپنا فدیہ دئے جانے کا ذکر کرتے تھے ۔

اپنے لئے خُداوند یسُوع نے یہ لقب کیوں چُنا ؟ دانی ایل ۷ : ۱۳ میں ابنِ آدم یا آدم زاد کا ذکر پایا جاتا ہے جو "آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا"۔ اور اُس کو رؤیا میں "سلطنت اور حشمت اور مملکت" دی گئی۔ ہم کو اس بات سے سروکار نہیں کہ دانی ایل نبی کی کتاب کے پہلے قارئین اس لقب کے متعلّق کیا سوچتے تھے لیکن بات صاف ہے کہ یسُوع کے وقت اس کا مفہوم آنے والا "مسیح" ہی سمجھا جاتا تھا۔ نیز ہمارے آقا بنی نوع انسان کے نمائندے ہیں مثلاً "دُوسرا آدم" (۱- کرنتھی ۱۵ : ۴۵) لیکن عبرانی میں ابنِ آدم کے معنی "انسان" بھی ہو سکتا ہے۔ (یسعیاہ ۵۱ : ۱۲ و زبُور ۸ : ۴ اور حزقی ایل ۸ : ۱۵) یہ لقب ایک طرح کی تمثیل تھی۔ جن لوگوں کو رُوحانی سمجھ تھی وُہ پہچان سکتے تھے کہ اس کا مطلب "مسیح" ہے لیکن عوام یہ بات نہیں سمجھ سکتے تھے۔ (آیات ۸ سے ۱۱ پر تفسیر دیکھئے) ۔

آیت ۲۶ - اس خیال سے لوگوں میں شکرگزاری، تعجّب اور خوف کے جذبات پیدا ہُوئے۔ جب لوگوں نے ایسی قُدرت دیکھی تو ڈرنے لگے۔ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دُشمن بھی نہ صرف آپ سے عداوت رکھتے تھے بلکہ خوف بھی کھاتے تھے۔ (یُوحنّا ۱۸ : ۶) ۔

لاوی کی بُلاہٹ۔ ربّنا المسیح کے کام کا مقصد
آیات ۲۷ تا ۳۹

(۲۷) اِن باتوں کے بعد وُہ باہر گیا اور لاوی نام ایک محصول لینے والے کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اُس سے کہا میرے پیچھے ہولے۔ (۲۸) وُہ سب کچھ چھوڑ کر اُٹھا اور اُس کے پیچھے ہولیا۔ (۲۹) پھر لاوی نے اپنے گھر میں اُس کی بڑی ضیافت کی اور محصول لینے والوں اور اَوروں کا جو اُن کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے بڑا مجمع تھا۔ (۳۰) اور فریسی اور اُن کے فقیہ اُس کے شاگردوں سے یہ کہہ کر بُڑبُڑانے لگے کہ تم کیوں محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتے پیتے ہو؟ (۳۱) یسُوع نے جواب میں اُن سے کہا کہ تندرستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ بیماروں کو۔ (۳۲) مَیں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو توبہ کے لئے بُلانے آیا ہُوں۔ (۳۳) اور اُنہوں نے اُس سے کہا کہ یُوحنا کے شاگرد اکثر روزہ رکھتے اور دُعائیں کیا کرتے ہیں اور اِسی طرح فریسیوں کے بھی مگر تیرے شاگرد کھاتے پیتے ہیں۔ (۳۴) یسُوع نے اُن سے کہا کیا تُم براتیوں سے جب تک دُلہا اُن کے ساتھ ہے روزہ رکھوا سکتے ہو؟ (۳۵) مگر وُہ دن آئیں گے اور جب دُلہا اُن سے جُدا کیا جائے گا تب اُن دنوں میں وُہ روزہ رکھیں گے۔ (۳۶) اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل بھی کہی کہ کوئی آدمی نئی پوشاک میں سے پھاڑ کر پُرانی پوشاک میں پیوند نہیں لگاتا ورنہ نئی بھی پھٹے گی، اور اُس کا پیوند پُرانی میں میل بھی نہ کھائیگا۔ (۳۷) اور کوئی شخص نئی مے پُرانی مشکوں میں نہیں بھرتا نہیں تو نئی مے مشکوں کو پھاڑ کر خود بھی بہ جائیگی اور مشکیں بھی برباد ہو جائیں گی۔ (۳۸) بلکہ نئی مے نئی مشکوں میں بھرنا چاہیے۔ (۳۹) اور کوئی آدمی پُرانی مے پی کر نئی کی خواہش نہیں کرتا کیونکہ کہتا ہے کہ پُرانی ہی اچھی ہے۔

آیت ۲۷۔ "لاوی" ذیل کی عبارتیں قابل غور ہیں۔ متی ۹:۹؛ ۱۰:۳ و مرقس ۲:۱۴ پہلی انجیل میں لاوی کے عوض متی لکھا ہے اور رسولوں کی فہرست میں متی محصول لینے والا کہلاتا ہے۔ یہ ہمیشہ سمجھا گیا کہ متی اور لاوی ایک ہی شخص کے دو نام ہیں گلیل میں اکثر آدمیوں کے دو نام ہوتے تھے۔

"محصول لینے والے کو"۔ ربّنا المسیح کے زمانہ میں دستور تھا کہ رومی حکومت اور

دیگر حکومتیں محصول۔ مالگذاری اور چونگی وغیرہ کے کام کو ٹھیکہ پر دیتے تھے اور جو ٹھیکہ دار ٹھیکہ لیتا تھا وُہ اپنے مُلازموں کے ذریعہ سے محصول وغیرہ جمع کر کے نفع اُٹھاتے تھے۔ بعض اوقات بڑے ٹھیکہ دار اضلاع کو تقسیم کر کے ٹھیکہ دیگر ٹھیکہ داروں کو بیچتے تھے۔ یہ انتظام خاطر خواہ نہ تھا کیونکہ ٹھیکہ دار اور اُن کے مُلازم اکثر ناجائز نفع اُٹھاتے تھے اور رعایا پر ظُلم و تشدّد کرتے تھے۔ نیز محصول یا تو رومیوں کے لئے یا اُن کے ماتحت بادشاہوں کے لئے لیا جاتا تھا۔ محصول لینے والے اکثر بدمعاش لوگ ہی ہوتے تھے اور وُہ مُلک کے دُشمن سمجھے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اناجیل میں یہ فقرہ "محصول لینے والے اور گنہگار" عام طور پر پایا ہے۔ غالباً لاوی چونگی کی چوکی پر بیٹھا تھا۔

"دیکھا"۔ اصلی یُونانی لفظ کے معنی ہیں "غور سے دیکھا"۔ خُداوند یسُوع نے پہچانا کہ یہ آدمی باوجُود اپنے بدنام شدہ پیشہ کے رسُول ہونے کے قابل ہے۔ شاید آپ نے پہلے اُسے بھیڑ میں غور سے کلام سُنتے دیکھا ہوگا۔ آپ نے لاوی کو شاگرد ہونے اور اپنے ساتھ ساتھ رہنے اور تبلیغی دَوروں کے لئے بُلایا تھا۔

آیت ۲۸۔ "سب کچھ چھوڑ کر اُٹھا"۔ اُس نے فوراً ہی کھاتہ، روکڑ، چونگی وغیرہ سب کچھ چھوڑ دیا گیا۔

آیت ۲۹۔ اپنے ساتھیوں کو الوداع کہنے سے پہلے لاوی نے ایک ضیافت کا اہتمام کیا اور خُداوند المسیح اور آپ کے شاگردوں کو دعوت دی (۳۰) دراصل لاوی کا مقصد تھا کہ اپنے دوستوں کو یسُوع سے مِلائے۔ یہ لاوی کی پہلی بشارتی خدمت تھی۔

آیت ۳۰۔ "اُن کے فقیہ"۔ (بعض فقیہ صدوقی ہوتے تھے) یہ لوگ مہمانوں میں سے نہ تھے ممکن ہے کہ یُونہی اندر آگئے ہوں۔

فریسی عموماً اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ عوام کے ساتھ ہمنوالہ ہونا اُن کو پسند نہ تھا۔ لہذا محصول لینے والوں کا کیا ذکر؟

آیت ۳۱۔ فریسیوں کو خیال کرنا چاہیئے تھا کہ اگر محصول لینے والے واقعی گنہگار تھے تو اُن کو مذہبی مُعلّم کی اشد ضرورت تھی۔

آیت ۳۲۔ فریسی اپنے آپ کو ایسے راستباز سمجھتے تھے کہ گویا اُن کو توبہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ خُداوند نے کسی قدر طنزاً بات کی تھی۔

آیت ۳۳ - روزہ کے بارہ میں مُباحثہ - پہلی انجیل میں بتایا گیا ہے کہ یُوحنّا کے شاگردوں نے سوال کیا - مرقس نے لکھا ہے کہ "فریسیوں" اور یُوحنّا کے شاگردوں نے سوال کیا - متّی نے الفاظ "فریسیوں" کو قلم انداز کر دیا - لُوقا نے یُوحنّا کے شاگردوں کا ذکر چھوڑ دیا - شریعت میں کفّارہ کے دن کی بابت لکھا ہے "تم اپنی جانوں کو دُکھ دینا" جس کا مطلب یہ تھا روزہ رکھنا (احبار ۲۳: ۲۷ و ۲۹) اور کسی خاص دن روزہ رکھنا لازمی بات نہ تھی - مگر فریسی دو دن فی ہفتہ روزہ رکھتے تھے (۱۸: ۱۲) یہ روایت تھی کہ مُوسیٰ کوہِ سینا پر کسی جمعرات کو چڑھا اور ایک پیر کے روز اُترا - اس لئے پیر کے دن اور جُمعہ کی رات کو فریسی روزہ رکھتے تھے ۔

آیت ۳۴ - "براتیوں سے الخ" آپ نے اپنے آپ کو دُلہا ٹھہرایا - (یُوحنّا ۳: ۲۹) یہ بات درُست اور ممکن نہ تھی کہ کسی شادی کے وقت براتیوں سے روزہ رکھوایا جائے ۔

آیت ۳۵ - "دُلہا اُن سے جُدا کیا جائے گا" یہ یسُوع کی موت کی پہلی پیشینگوئی ہے - وُہ روزہ رکھیں گے ، یعنی وُہ خود اپنی طرف سے روزہ رکھیں گے ۔

آیت ۳۶ و ۳۷ - نئی تعلیم پُرانی تعلیم سے نہیں ملائی جا سکتی ورنہ دونوں خراب ہو جائیں گی - نئی مے میں نشہ نہیں ہوتا - اُسے مشک میں ڈالے جانے کے بعد نشہ پیدا ہوتا ہے اور اس میں ایک گیس یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ (CARBON DI-OXIDE) پیدا ہوتی ہے - پُرانی مشکیں کمزور ہوتی ہیں - اور اس گیس کے زور سے پھٹ جاتی ہیں ۔

آیت ۳۹ - اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ پُرانی تعلیم کے عادی ہوتے ہیں وُہ نئی تعلیم قبُول کرنا نہیں چاہتے کیونکہ نئی تعلیم کی سماعت سے اُن کے خیالات اور معتقدات غلط نظر آتے ہیں ۔

باب ششم

سبت کی بابت فریسیوں کی شکایتیں

آیات ۱ تا ۱۱

(۱) پھر سبت کے دن یُوں ہُوا کہ وُہ کھیتوں میں ہو کر جا رہا تھا اور اُس کے شاگرد بالیں توڑ توڑ کر اور ہاتھوں سے مَل مَل کر کھاتے جاتے تھے۔ (۲) اور فریسیوں میں سے بعض کہنے لگے تُم وُہ کام کیوں کرتے ہو جو سبت کے دن کرنا روا نہیں؟ (۳) یسُوع نے جواب میں اُن سے کہا کیا تُم نے یہ بھی نہیں پڑھا کہ جب داؤد اور اُس کے ساتھی بھوکے تھے تو اُس نے کیا کیا۔ (۴) وُہ کیونکر خُدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں لے کر کھائیں جن کو کھانا کاہنوں کے سوا اَور کسی کو روا نہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں۔ (۵) پھر اُس نے اُن سے کہا کہ ابنِ آدم سبت کا مالک ہے۔ (۶) اور یُوں ہُوا کہ کسی اور سبت کو وُہ عبادت خانہ میں داخل ہو کر تعلیم دینے لگا اور وہاں ایک آدمی تھا جس کا دہنا ہاتھ سُوکھ گیا تھا۔ (۷) اور فقیہ اور فریسی اُس کی تاک میں تھے کہ آیا سبت کے دن اچھا کرتا ہے یا نہیں تاکہ اُس پر الزام لگانے کا موقع پائیں۔ (۸) مگر اُس کو اُن کے خیال معلوم تھے پس اُس نے اُس آدمی سے جس کا ہاتھ سُوکھا تھا کہا اُٹھ اور بیچ میں کھڑا ہو۔ وُہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ (۹) یسُوع نے اُن سے کہا میں تُم سے یہ پُوچھتا ہُوں کہ آیا سبت کے دن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟ جان بچانا یا ہلاک کرنا؟ (۱۰) اور اُن سب پر نظر کر کے اُس سے کہا اپنا ہاتھ بڑھا۔ اُس نے بڑھایا اور اُس کا ہاتھ درست ہو گیا۔ (۱۱) وُہ آپے سے باہر ہو کر ایک دُوسرے سے کہنے لگے کہ ہم یسُوع کے ساتھ کیا کریں؟

آیت ۱۔ سبت "یہُودی ہمیشہ سبت کو مانتے اور اس دن کی بڑی قدر کرتے آئے ہیں۔ سبت جُمعہ کے روز غروبِ آفتاب سے شرُوع ہوتا تھا اور جُمعہ سبت کا عرفہ کہلاتا ہے۔ پھر سبت سنیچر کے روز غروب آفتاب کے وقت ختم ہوتا تھا (۴۴:۲۳) سبت کے دن کسی قسم کا کام کرنے کی اجازت نہ تھی لیکن مویشی کو پانی پلانے اور دُودھ دوہنے

کی اجازت تھی ۔

سبت کے روز عبادت خانوں میں عبادت ہُوا کرتی تھی یعنی جُمعہ کی شام کو اَور سنیچر کے روز قبل از دوپہر ۔

یہُودی فقیہوں نے اپنی تفاسیر میں (تالمود۔مشنا) کام کی تفصیل وار تعریف لکھی تھی۔ حالانکہ تالمود اَور مشنا یسُوع کے زمانہ کے بعد تالیف ہُوئیں۔ بہرحال اناجیل سے پتہ چلتا ہے کہ بہُت سی باتیں جو اُن میں مرقُوم ہیں ہمارے خُداوند کے وقت مانی جاتی تھیں مثلاً "سبت کے دن سفر کی منزل کا فاصلہ" یعنی ۱۰۰۰ گز وغیرہ وغیرہ ۔

سبت کو لوگ ایک دُوسرے سے مُلاقات کیا کرتے تھے اور نفیس طرح کا ٹھنڈا کھانا کھاتے تھے۔ (سبت کو کوئی چیز پکائی نہیں جاتی تھی) گویا سبت کا دن ایک ہفتہ وار عید کے رنگ میں مانا جاتا تھا اور یہُودی لوگ نہ صرف اُسے مانتے تھے بلکہ پسند بھی کرتے تھے۔

بہرحال فقیہوں نے آہستہ آہستہ سبت کے قاعدوں کو بڑھا چڑھا کر اُنہیں بہُت سخت کر دیا تھا یہاں تک کہ یہ قاعدے عوام کے لئے ایک بوجھ ہو گئے تھے۔ یسُوع کا اِن قاعدوں کو نہ ماننا فریسیوں اور فقیہوں کے نزدیک آپ کی تعلیم نہ ماننے اور آپ کی مخالفت کرنے کا کافی سبب تھا ۔

"بالیں توڑ توڑ کر الخ"۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ وقتی طور سے فصل کی کٹائی کے نزدیک کا تھا ورنہ بالیں مَلنے سے دانے کھانے کے قابل نہ ہوتے یعنی یہ واقعہ اپریل مہینے کے شرُوع میں یا اُس کے قریب ہُوا تھا ۔

آیت ۲۔ "جو سبت کے دن کرنا روا نہیں"۔ فریسیوں کے نزدیک بالیں توڑنا کٹائی میں داخل تھا اور بالوں کو ہاتھوں میں مَلنا گویا داؤنا تھا حالانکہ ہر قسم کی کاشت کاری سبت کے روز منع تھی ۔

آیت ۳۔ "یہ بھی نہیں پڑھا؟" کیا تُم نے اتنا بھی نہیں پڑھا ۔

"داؤد اور اُس کے ساتھی الخ"۔ ملاحظہ فرمائیں ۱۔سموئیل ۲۱ : ۱ - ۹ ۔

"نذر کی روٹیاں"۔ دیکھئے خرُوج ۲۵ : ۳۰ و احبار ۲۴ : ۵ سے ۹ تک ۔

یہ بارہ روٹیاں تھیں جو چھوٹی ہوتی تھیں (یعنی گردے) ہر سبت کو یہ روٹیاں

پکائی جاتی تھیں اور خاص میز پر دو قطاروں میں رکھی جاتی تھیں۔ ان کا استعمال کاہنوں کے سوا اَوروں کے لئے حرام تھا ۔

آیت ۵ ۔ یسُوع نے بتایا کہ سبت بھی اُسی کے ماتحت ہے ۔

آیت ۶ ۔ "کسی اَور سبت کو"۔ متّی کی انجیل میں یُوں لکھا ہے "وُہ وہاں سے چل کر اُن کے عبادت خانہ میں گیا"۔ جس سے معلُوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اُسی سبت کو ہُوا تھا مگر مرقس نے یہ نہیں لکھا بلکہ یُوں لکھا "وُہ پھر عبادت خانہ میں داخل ہُوا"۔ (متّی ۱۲: ۹ و مرقس ۳: ۱) ظاہر ہے کہ پہلی اَور تیسری اناجیل کے مُصنّفین نے یہ بیان مرقس کی انجیل سے اخذ کیا تھا۔ غالباً لُوقا نے اِسے صحیح طور پر سمجھا تھا ۔

"ایک آدمی الخ"۔ بعض مُفسّرین کا خیال ہے کہ فریسیوں نے یسُوع پر الزام لگانے کی غرض سے اُس آدمی کو حاضر کیا تھا مگر اس نظریہ کی کوئی دلیل نہیں دی گئی ثبُوت تو درکنار ۔

"ہاتھ سُوکھا تھا"۔ یعنی کمزور اور بالکل پتلا تھا گویا فقط ہڈّی اَور کھال تھا ۔

آیت ۷ ۔ "تاک میں تھے"۔ معلُوم ہوتا ہے کہ جب فریسیوں اور فقیہوں نے سُوکھے ہاتھ والے شخص کو دیکھا تو جاسُوسانہ نِگاہ سے غور سے دیکھنے لگے کیونکہ وُہ مُتمنّی تھے کہ یسُوع سبت کے روز اُس آدمی کو اچھا کرے تاکہ یہ فعل اُس پر الزام بنایا جا سکے۔ اِسی فقرہ کے سبب سے بعض عُلما نے یہ سمجھا کہ اِن لوگوں نے مریض کو خود حاضر کیا تھا ۔

آیت ۸ ۔ یسُوع اُن کی حرکتوں اَور چالاکیوں سے ناواقف نہ تھا ۔

آیت ۹ ۔ "آیا سبت کے دن الخ"۔ یسُوع کے سوال سے سچائی ظاہر ہُوئی کیونکہ بھلائی نہ کرنا بُرائی کرنا ہوتا ہے۔ (یعقُوب ۴: ۱۷) فریسیوں کا قاعدہ تھا کہ سبت کے روز مریض کو دوا دینا یا اُس کا علاج کرنا صرف اس حالت میں روا سمجھتے جب اُس پر جان کا خطرہ ہوتا ۔

"جان .... ہلاک کرنا"۔ یسُوع کو معلُوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں یا کم از کم اُن کا رویّہ ایسا ہو چُکا تھا جس کا نتیجہ آپ کی موت تھا ۔

آیت ۱۰ ۔ "اُس نے بڑھایا"۔ یُوں اپنا کمزور ہاتھ بڑھانے کی کوشش کرنے

سے اُس آدمی نے اپنا ایمان ظاہر کیا۔ جب ہاتھ بڑھ گیا تو کمزور ہاتھ اچھا ہو گیا۔

آیت ۱۱۔ "آپے سے باہر ہو کر الخ"۔ غُصّہ اور لاجواب حالت میں ہو کر وُہ دماغی توازن کھو بیٹھے اور یسُوع کے خلاف سازش کرنے کا ارادہ اُن کے دِل میں پیدا ہُوا۔

بارہ رسُولوں کا تقرّر

آیات ۱۲ تا ۱۹

(۱۲) اور اُن دنوں میں ایسا ہُوا کہ وُہ پہاڑ پر دُعا کرنے کو نِکلا اور خُدا سے دُعا کرنے میں ساری رات گُذاری۔ (۱۳) جب دِن ہُوا تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پاس بُلا کر اُن میں سے بارہ چُن لئے اور اُن کو رسُول کا لقب دیا۔ (۱۴) یعنی شمعُون جس کا نام اُس نے پطرس بھی رکھّا اور اُس کا بھائی اندریاس اور یعقُوب اور یُوحنّا اور فلپّس اور برتلمائی۔ (۱۵) اور متّی اور توما اور حلفئی کا بیٹا یعقُوب اور شمعُون جو زیلوتیس کہلاتا تھا۔ (۱۶) اور یعقُوب کا بیٹا یہُوداہ اور یہُوداہ اِسکریوتی جو اُس کا پکڑوانے والا ہُوا۔ (۱۷) اور وُہ اُن کے ساتھ اُتر کر ہموار جگہ پر کھڑا ہُوا اور اُس کے شاگردوں کی بڑی جماعت اور لوگوں کی بڑی بِھیڑ وہاں تھی جو سارے یہُودیہ اور یروشلیم اور صُور اور صیدا کے بحری کنارے سے اُس کی سُننے اور اپنی بیماریوں سے شِفا پانے کے لئے اُس کے پاس آئی تھی۔ (۱۸) اور جو ناپاک رُوحوں سے دُکھ پاتے تھے وُہ اچھے کئے گئے۔ (۱۹) اور سب لوگ اُسے چھُونے کی کوشِش کرتے تھے کیونکہ قُوّت اُس سے نِکلتی اور سب کو شِفا بخشتی تھی۔

آیت ۱۲۔ بارہ رسُولوں کا چُننا اور مقرّر کرنا نہایت اہم کام تھا۔ انہیں چُننے سے پہلے یسُوع نے ساری رات دُعا میں گُذاری۔ کئی ایک کلیساؤں میں خادم الدّین کے تقرّر کی ترتیب میں اِس بات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آیت ۱۳۔ نئے عہد نامہ میں رسُولوں کی چار فہرستیں ہیں یعنی متّی ۱۰: ۲ سے ۴ تک۔ مرقس ۳: ۱۶ سے ۱۹ تک۔ اِس مقام پر اور اعمال ۱: ۱۳ میں مُقدّس لُوقا نے دو فہرستیں قلمبند کی ہیں لیکن ناموں کی ترتیب انجیل مُقدّس میں اور ہے اعمال میں اور۔ حالانکہ یہ نام وُہی ہیں لیکن اعمال کی کتاب میں یہُوداہ اِسکریوتی کا نام نہیں درج کیا گیا۔

متّی اور مرقس کی فہرستوں میں یعقوب کے بیٹے یہوداہ کی بجائے تدّی لکھا ہوا ہے۔ غالباً یہ اُس یہوداہ کا دُوسرا نام تھا ؛

آیت ۱۴ - شمعون جس کو خداوند نے پطرس بھی کہا ہے۔ مطلب یہ نہیں کہ یسوع نے اُسی وقت اُس کا یہ نام رکھا تھا۔ کیونکہ شروع ہی میں جب اندریاس شمعون کو یسوع کے پاس لایا تو یسوع نے اُس کو پطرس (یا کیفا) کہا۔ پولوس رسول اپنے مکتوبات میں اکثر شمعون کو کیفا کہتا ہے۔ یعنی آٹھ بار اُسے کیفا کہا اور دو بار پطرس۔ کیفا آرامی لفظ ہے پطرس یعنی چٹان اُس کا یُونانی ترجمہ ہے۔ رسُولوں کی تمام فہرستوں میں شمعون کا نام پہلے آتا ہے اور واقعی وُہ اُن کا پیشوا تھا ؛

"اندریاس"۔ اِس نے سب سے پہلے شمعون کو یسوع سے ملایا تھا۔ (دیکھئے یُوحنّا ۱: ۴۰ سے ۴۲ تک) ؛

"یعقوب اور یُوحنّا" یہ زبدی کے بیٹے تھے۔ جب ہم مرقس ۱۵: ۴۰ کو یُوحنّا ۱۹ : ۲۵ سے مِلاتے ہیں تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ اِن کی ماں کا نام سلومی تھا اور یہ مُبارک کنواری مریم کی بہن تھی ، مگر اِس امر پر قطعی فیصلہ دینا ناممکن ہے۔ اگر واقعی یہ دونوں اشخاص یسوع کے قرابتی رشتہ دار تھے تو اُن کی درخواست کہ وُہ آپکی بادشاہت میں متبازی عُہدوں پر تعیّن ہوں (جس کا ذکر متّی ۲۰ : ۲۱ سے ۲۳ اور مرقس ۱۰ : ۳۵ تا ۴۰ میں ہے) بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے ؛

"فلپّس"۔ یہ بیت صیدا کا باشندہ تھا اور شمعون اور اندریاس بھی اُسی شہر کے رہنے والے تھے حالانکہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں کفرنحوم میں رہتے تھے (یُوحنّا ۱: ۴۴ و لُوقا ۴: ۳۱ اور ۳۸)۔ فلپّس کا کئی بار انجیلوں میں ذکر ہے ؛

"برتلمائی"۔ یہ شخصی نام نہیں۔ اِس کا مطلب ہے تلمائی کا بیٹا۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ وُہ نتن ایل ہے جس کا ذکر یُوحنّا کی انجیل میں ہے۔ (۱: ۴۵ سے ۵۱ تک) ؛

آیت ۱۵ - "متّی" دیکھئے ۵ : ۲۷ آیات پر تفسیر ؛

"توما"۔ اِس نام کے معنی ہیں توأم اور بعض خیال کرتے ہیں کہ یہ اور متّی جڑواں تھے۔

"زیلوتیس"۔ غالباً شمعون زیلوتیس غدّار پارٹی میں شامل ہوچکا تھا۔ یہ لوگ اِس نام کو پسند کرتے تھے۔ اِس کا مطلب ہے غیُور۔ اور یہ لوگ رُومیوں اور ہیرودیوں کے

کٹر دُشمن تھے - ان میں سے بعض رُومیوں اور اُن کے طرفداروں کو قتل کرنے سے بھی نہیں ڈرتے تھے ؛

"یعقوب کا بیٹا یہوداہ" - یُونانی ہے یعنی "یعقوب کا یہوداہ" - مُمکن ہے کہ یہ شخص یعقوب کا بھائی ہو اور اِسی نے یہوداہ کا خط لکھا تھا جس کا مُصنف اپنے آپ کو "یعقوب کا بھائی" کہتا ہے (یہوداہ ۱:۵) یُوحنّا کی انجیل میں اِس رسُول کا ذکر ہے - (۱۴: ۲۲) ؛

"یہوداہ اِسکریوتی الخ" - اِسکریوتی کے معنی غالباً "کریوت کا آدمی" ہے - پتہ نہیں کہ کریوت کہاں تھا ؛

یہ شخص یسُوع کا پکڑوانے والا بنا - جب یسُوع نے اُس کو چُنا تو وُہ یقیناً اچھّا اور قابل آدمی تھا - لیکن رفتہ رفتہ بگڑ گیا اور آخر میں اپنے آقا کو دُشمنوں کے ہاتھ میں دیدیا (۲۲ : ۳ پر تفسیر کو دیکھیں) ؛

"رسُول" - اِس لفظ کے معنی "مشہور" ہے یعنی "بھیجے ہُوئے" - (یُونانی APOSTOLOS) یسُوع نے اِن کو اِس لئے چُنا کہ وُہ جہاں چاہے اِن کو بھیجے - یہ بیماروں کو اچھّا کرنے اور بدرُوحوں کو نِکالنے کے لئے بھیجے گئے تھے (۹:۱) اپنے جی اُٹھنے کے بعد خُداوند نے اُن کو بشارتی اور پاسبانی کام کے واسطے بھیجا - (یُوحنّا ۲۰ : ۲۱) اعمال کی کتاب میں کلیسیا کے رسُولوں کا بھی ذکر ہے مثلاً برنباس اور سیلاس - پولُوس کا دعویٰ ہے کہ یسُوع نے خُود اُس کو مُقرر کیا شاید دمشق یا یروشلیم میں (اعمال ۲۲ : ۲۱) ؛

نئے عہد نامہ میں جیسا اُوپر مذکور ہو چُکا ہے رسُولوں کی چار فہرستیں ہیں پہلی تین فہرستیں اناجیل میں اور چوتھی رسُولوں کے اعمال میں پائی جاتی ہے - چاروں فہرستوں میں ایک ہی تقسیم ہے یعنی تین حصّے چار چار ناموں کے درج ہیں - ہر جگہ یہی نام سب حصّوں کے شروع میں آتے ہیں شمعُون - پطرس - فلپّس اور حلفئی کا بیٹا یعقوب ؛

چوتھی انجیل میں رسُولوں کی کوئی فہرست قلمبند نہیں ہُوئی لیکن وہاں چند ایک رسُولوں کا ذکر ہے - اس میں اُن کی جن صفات اور خواص کا پتہ چلتا ہے وُہ اناجیلِ مُتفقہ کے بیان سے مِلتی جُلتی ہیں ؛

رسُولوں کا شُمار کوئی اتّفاقی بات نہیں تھی - ہمارے خُداوند نے اسرائیل کے بارہ

قبائل کے شمار کے مطابق دانستہ بارہ رسولوں کو مقرر کیا تھا۔ (۲۲: ۳۰)

آیت ۱۷۔ وہ پہاڑ سے اُتر کر ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ہموار زمین تھی۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ پہاڑ سے بالکل نیچے میدان میں گئے۔ اکثر پہاڑوں پر بھی ہموار جگہیں ہُوا کرتی ہیں۔ ذیل کے وعظ کو بمقابلہ "پہاڑی وعظ" کے میدانی وعظ نہیں کہنا چاہیئے۔

"صُور اور صیدا"۔ یہ دو بُت پرانے شہر تھے جو فلسطین کے بحری کنارے پر واقع تھے۔ اور اُس حصے میں جو فینیکی کے نام سے مشہور تھا قدیم زمانہ میں یہ بڑے بڑے تجارتی شہر تھے۔ (دیکھئے حزقی ایل ۲۷: ۳ و یسعیاہ ۲۳: ۲) صُور کے بادشاہ بنام حیرام نے سُلیمان شاہِ اسرائیل کے ساتھ عہد کیا تھا اور جب ہیکل بننے لگی تو اُس نے کافی سامان مہیا کیا تھا۔ (۱ سلاطین باب ۵) آج کل صُور چھوٹی سی بستی ہے اور صیدا مسمار ہو چکا ہے۔ اس شہر کے باشندے بُت پرست تھے اور بعل دیوتا کو پُوجتے تھے۔ بہر حال وہاں کافی یہودی تاجر بھی مُقیم تھے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ جو لوگ وہاں سے آئے وہ یہودی تھے یا غیر یہودی۔

آیت ۱۹۔ "چھُونے کی کوشش کرتے تھے الخ"۔ عام خیال ہے کہ ضُعف الاعتقاد لوگ ایسا کرتے ہیں لیکن درحقیقت بعض اوقات اس طرح سے لوگوں کو شفا مِلتی تھی۔ (۸: ۴۴) اسی طرح اعمال کی کتاب میں ذکر ہے کہ لوگ پطرس رسول کے سایہ کو شفا بخش مانتے تھے۔ (اعمال ۵: ۱۵)

مُنجئ دوجہان خُداوند یسُوع المسیح کا مُبارک وعظ

معیاری شاگرد کی صِفات و کردار

مُبارکبادیاں اور کلماتِ تاسف

آیات ۲۰ تا ۲۶

(۲۰) پھر اُس نے اپنے شاگردوں کی طرف نظر کر کے کہا مُبارک ہو تم جو غریب ہو کیونکہ خُدا کی بادشاہی تمہاری ہے۔ (۲۱) مُبارک ہو تم جو اب بھُوکے ہو کیونکہ آسُودہ ہو گے۔

مُبارک ہو تُم جواب روتے ہو کیونکہ ہنسوگے۔ (۲۲) جب ابنِ آدم کے سبب سے لوگ تُم سے عداوت رکھیں گے اور تُمہیں خارج کردیں گے اور لعن طعن کریں گے اور تُمہارا نام بُرا جان کر کاٹ دیں گے تو تُم مُبارک ہوگے۔ (۲۳) اُس دن خُوش ہونا اور خوشی کے مارے اُچھلنا۔ اس لئے کہ دیکھو آسمان پر تُمہارا اجر بڑا ہے کیونکہ اُن کے باپ دادا نبیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (۲۴) مگر افسوس تُم پر جو دولتمند ہو کیونکہ تُم اپنی تسلی پا چُکے۔ (۲۵) افسوس تُم پر جواب سیر ہو کیونکہ بھُوکے ہوگے۔ افسوس تُم پر جو اب ہنستے ہو کیونکہ ماتم کروگے اور روؤگے۔ (۲۶) افسوس تُم پر جب سب لوگ تُمہیں بھلا کہیں کیونکہ اُن کے باپ دادا جھُوٹے نبیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

آیت ۲۰۔ یہ تعلیم شرُوع میں خاص طور پر خُداوند کے شاگردوں کے لئے ہے۔ محض بارہ رسُولوں کے لئے نہیں یا یُوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ تعلیم سب شاگردوں کے لئے ہے جن میں سے بارہ رسُول بھی چُنے گئے اور مُقرّر ہُوئے۔ ۲۷ ویں آیت میں یسُوع ان سب سامعین سے جو حاضر تھے مخاطب ہونے لگتا ہے۔ جب ہم ان مُبارک بادیوں پر غور کرتے ہیں اور متّی باب ۵ کی مُبارکبادیوں سے اِن کا مقابلہ کرتے ہیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ پہاڑی وعظ ہے یا کوئی دُوسرا وعظ؟

۱۔ اِن دونوں میں بہُت کُچھ موافقت ہے۔

۲۔ لُوقا نے اس مضمُون کو بہ نسبت متّی کے بہُت مُختصر کیا ہے۔

۳۔ یہ مضمُون اُس مکالمہ سے لیا گیا تھا جس کے بارہ میں پپیاس بتاتا ہے کہ متّی نے اُسے تالیف کیا اور جس کا ترجمہ یُونانی میں کیا گیا تھا۔

۴۔ یہ بات پایۂ ثبُوت تک پہنچ چُکی ہے کہ پہلی انجیل کا سِلسِلہ زیادہ تر مضامین کا سِلسِلہ ہے۔

۵۔ ہر واعظ اور اُستاد بار بار تقریباً ایک ہی تعلیم جُداگانہ الفاظ میں سکھاتا ہے۔

۶۔ یہ وعظ رتبنا یسُوع المسیح کی تعلیم کی گویا تمہید ہے۔

صحیح نتیجہ یہ نِکلتا ہے کہ دونوں وعظوں کے مضامین مکالمہ سے اخذ کئے گئے تھے تاہم دونوں انجیل نویسوں نے کچھ باتیں قلم انداز کیں ہیں۔ مثلاً متّی کی انجیل میں

مُبارک بادیوں کے ساتھ افسوس کی باتیں نہیں لکھی گئیں - پھر متّی نے غالباً یسُوع کی اَور باتیں جو پہاڑی وعظ کی تعلیم کے مُوافق تھیں مکالمہ سے اخذ کرکے وعظ سے مِلا دیں۔ وعظ ایک ہی ہے لیکن ترتیب دینے میں انجیل نویسوں نے جُداگانہ طریق اختیار کئے ہیں ؛

"۲۰ سے ۲۳ تک"۔ اِن آیات کا پہلی انجیل کی مُبارک بادیوں سے یہ فرق ہے کہ متّی نے رُوحانی اَور مذہبی باتوں پر زور دیا ہے اور مذکورہ بالا آیات میں عام زندگی کی باتوں پر زور ہے۔ راقم کا گُمان ہے کہ دونوں فہرستیں مکالمہ میں درج تھیں یعنی پہلے مندرجہ بالا آیات اور پھر وُہ آیات جو متّی باب۵ میں لکھی گئی ہیں چونکہ (جیسا مندرجہ بالا سطور میں بیان ہو چکا ہے) دونوں انجیل نویسوں کو اختصار کی ضرورت تھی لُوقا نے مُبارک بادیوں کی یہ فہرست پسند کی اور پہلی اِنجیل کے مُصنّف نے دُوسری فہرست سے اخذ کیا ؛

"غریب"۔ عوام النّاس کی نظر میں عموماً اُمرا مُبارک خیال کئے جاتے ہیں - لیکن خُداوند یسُوع المسیح نے اِن مُبارکبادیوں کے نفسِ مضمُون میں دُنیوی اوہام کو باطل ثابت کیا ہے ؛

"خُدا کی بادشاہی تمہاری ہے"۔ دَولتمند لوگ بآسانی دُنیا دار ہو جاتے ہیں۔ (۱۸ : ۱۵) دولت کے پھندے سے بچنا مُبارک حالت ہے ؛

آیت ۲۱ - دُنیاوی خیالات کو باطل قرار دینا آسُودہ ہونا ہے اور زندگی کے افکار و حوادث میں خُوش رہنا مُبارک خیال کیا گیا ہے ؛

آیات ۲۲ و ۲۳ - ہر دلعزیز ہونا دُنیا میں مُبارک ہے لیکن ہر دلعزیزی صرف اُن کے لئے مُمکن ہے جو کبھی اپنی گُفتگو اور اعمال سے دُنیا کی بُرائی کی بُرائی سے مخالفت نہیں کرتے۔ (یعقوب ۴ : ۴) ؛

آیات ۲۴ - ۲۶ - افسوس اُن پر جن کو دُنیا مُبارک خیال کرتی ہے۔ دولتمند آسُودہ حال - ہنسنے والے - ہر دلعزیز لوگ' دُنیا دار —— لوگوں کو پسند کرتے ہیں - اس لئے خُداوند اُن پر افسوس کرتا ہے ؛

یہ اجر جو مُبارک بادیوں میں بتائے جاتے ہیں اور یہ غم جو ان آیات میں بیان

کٹے جاتے ہیں کب وقوع میں آئیں گے ؟ اُس وقت جب خداوند المسیح عدالت کریگا ؎
آیت ۲۴ "تم اپنی تسلی پا چکے" یعنی تمہارے دِل دُنیا میں لگے ہیں اور تم جو دُنیا کی خوشی کی تلاش میں رہتے ہو تمہیں فانی تسلی اور خوشی ہی ملے گی لیکن حقیقی تسلی اور خوشی تم ہرگز نہیں پاؤ گے ؎

قانونِ محبت

آیات ۲۷ تا ۳۸

(۲۷) لیکن میں تم سُننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ جو تم سے عداوت رکھیں اُن کا بھلا کرو۔ (۲۸) جو تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو۔ جو تمہاری بے عزتی کریں اُن کے لئے دُعا کرو۔ (۲۹) جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے اور جو تیرا چوغہ لے اُس کو کُرتہ لینے سے بھی منع نہ کر۔ (۳۰) جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تیرا مال لے لے اُس سے طلب نہ کر۔ (۳۱) اور جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرو۔ (۳۲) اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارا کیا احسان ہے ؟ کیونکہ گنہگار بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ (۳۳) اور اگر تم اُن ہی کا بھلا کرو جو تمہارا بھلا کریں تو تمہارا کیا احسان ہے ؟ کیونکہ گنہگار بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ (۳۴) اور اگر تم اُن ہی کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی اُمید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے ؟ گنہگار بھی گنہگاروں کو قرض دیتے ہیں تاکہ پورا وصول کر لیں۔ (۳۵) مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر نااُمید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا تعالےٰ کے بیٹے ٹھہرو گے کیونکہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے۔ (۳۶) جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحمدل ہو۔ (۳۷) عیب جوئی نہ کرو۔ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی۔ مجرم نہ ٹھہراؤ۔ تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے۔ خلاصی دو۔ تم بھی خلاصی پاؤ گے۔ (۳۸) دیا کرو۔ تمہیں بھی دیا جائے گا۔ اچھا پیمانہ داب داب کر اور ہلا ہلا کر اور لبریز کر کے تمہارے پلے میں ڈالیں گے کیونکہ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمہارے لئے ناپا جائے گا ؎

آیت ۲۷ "لیکن" یہاں اس لفظ کا کیا مطلب ہے ؟ اس کے دو مطالب نِکلتے

ہیں۔ (اوّل) خُداوند نے غالباً غیر حاضر لوگوں پر افسوس کیا ہوگا۔ کم از کم خاص شاگردوں میں سے اس قسم کے لوگ نہ رہے ہوں گے۔ (دوم) اوّل الذکر باتیں یعنی "مُبارکبادیاں اور افسوس" بیان کرتے وقت ہمارے آقا یشوع المسیح اپنے شاگردوں سے خاص طور پر مخاطب ہُوئے تھے مگر چونکہ بہُت سے لوگ بھی موجُود تھے اس لئے آپ سب سامعین سے مخاطب ہوتے ہیں۔ یہ خیال کہ "سُننے" کا مطلب ماننا ہے (بلکہ) صحیح معلُوم نہیں ہوتا حالانکہ سُننے سے ماننا مُراد ہو سکتا ہے لیکن اِس مقام پر اس کی ضرورت ظاہر نہیں ہوتی۔

"دُشمنوں سے مُحبت الخ۔ عمُوماً لوگ اپنے دُشمنوں سے بیر رکھتے ہیں لیکن ہمارے ایسا کرنے سے دُشمنوں کی دُشمنی پُختہ ہو جاتی ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے دُشمنوں کو دوست بنائیں۔ اس میں شاید کامیابی نہ ہو لیکن مُحبت کے سوا اور کوئی چیز دُشمن کو دوست نہیں بنا سکتی۔

"مُحبت"۔ یہ نئے عہدنامہ کا ایک بڑا لفظ ہے۔ یُونانی لفظ AGAPE ہے۔ حالانکہ اس مادہ کے فعل یُونانی میں عام ہیں پر حاصل مصدر AGAPE نئے عہدنامہ کو چھوڑ کر اتنا کم استعمال ہُوا ہے کہ بعض عالم کہتے ہیں کہ لفظ بالکل ہی کام میں نہیں آیا۔ نئے عہدنامہ میں مُحبت محض اُنسیت نہیں کیونکہ یہاں مُحبت رکھنے کا حُکم ہے۔ اور اسی آیت سے ظاہر ہے کہ مُحبت فقط دل کی اُمنگ نہیں (جس کا حُکم نہیں ہو سکتا) بلکہ عملی چیز ہے۔ "جو تُم سے عداوت رکھیں اُن کا بھلا کرو"۔ ہم ہر ایک شخص سے اُنسیت نہیں رکھ سکتے لیکن ہر ایک کا بھلا کر سکتے ہیں۔

آیت ۲۸ - عداوت دل ہی میں رہ سکتی ہے لیکن لعنت ظاہری چیز ہے اور بے عزّتی اور بھی زیادہ ظاہری ہوتی ہے۔ بہُت سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ گالی کے جواب میں گالی دینا اگر روا نہیں تو بھی ہماری کوئی زیادتی نہیں اور جو اُن کو بےعزت کرتے ہیں وُہ اُن سے بدلہ لینا شرافت میں داخل سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے خُداوند ایک دُوسرا طریقہ اختیار کرنے کا حُکم فرماتے ہیں کہ ہم دُوسروں کو دُعا دیں اور اُن کے لئے جو دُشمنی کا اظہار کرتے ہیں دُعائے خیر کریں۔

آیت ۲۹ - "ایک گال پر الخ"۔ یہ تمثیلاً کہا گیا ہے۔ مطلب یہ معلُوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ہمارا نُقصان کرے تو اُسے ایسا مُعاف کریں کہ اگر وُہ دوبارہ وُہی بُرائی

کرنا چاہیے تو اُسے اُس کا دِل ملامت و شرمندہ کرے۔

چوغہ۔" متی ۵: ۴۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی کچہری میں ڈگری حاصل کر کے تمہارا کُرتہ لے لے اور پھر اگر چوغہ بھی لینا چاہے تو شاگرد لینے دے۔ ۱۔ کرنتھی ۱۳: ۵ کا اُردو ترجمہ یُوں ہے کہ مُحبّت "اپنی بہتری نہیں چاہتی"۔ انگریز مُترجموں نے اس کا ترجمہ یُوں کیا ہے "اپنا مال" یا "اپنا حق نہیں ڈھونڈتی"۔ ہمیشہ یا اکثر اوقات اپنا حق ڈھونڈنا مُحبّت کے خلاف ہے ؛

آیت ۳۰۔ "جو کوئی تُجھ سے مانگے الخ"۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ مَیں اس شخص کو پسند کرتا ہُوں یا نہیں کرتا اور نہ اِس بات کو مدِّنظر رکھنا چاہئے کہ جو شخص کُچھ مانگتا ہے کیا وُہ اِس کا مُستحق بھی ہے یا نہیں ؟ بے شک بعض اوقات ہمیں انکار کرنا پڑے گا مثلاً اگر نشہ باز پیسہ مانگے اور ہم کو معلوم ہو کہ یہ شراب خرید کر متوالہ ہو گا لہٰذا انکار کی بُنیاد مُحبّت ہونی چاہیئے خُود غرضی اور کنجُوسی نہیں ؛

آیت ۳۱۔ "جیسا تُم چاہتے ہو الخ"۔ یہاں لفظی تکمیل مُراد نہیں ورنہ ایک چھوٹی لڑکی اپنے باپ کو گُڑیا دے گی جس کو وُہ خُود پسند کرتی ہے مگر باپ گُڑیا لے کر کیا کرے گا؟ اصل مطلب یہ ہے کہ جیسا ہم اپنا حق چاہتے ہیں ویسا ہی اَوروں کو اُن کا حق ادا کریں اور جیسا ہم اپنے فائدہ کی تلاش میں رہتے ہیں بعینہٖ ہم دُوسروں کے فائدہ کے بھی جویاں ہوں۔ یہ آیت "سُنہلا قاعدہ" کہلاتی ہے ؛

آیت ۳۲ و ۳۳۔ نہ صرف اپنے دوستوں سے مُحبّت رکھیں اور اُن کا جو ہم کو فائدہ پُہنچائیں خُود بھلا کریں اس پر ہر ایک انسان عموماً عمل کرتا ہے بلکہ سب سے مُحبّت رکھیں یعنی سب کا بھلا کریں کیونکہ مُحبّت عملی خُوبی ہے ؛

آیت ۳۴۔ ایسوں کو قرض دیں جن سے پانے کی کم اُمّید ہے ؛

آیت ۳۵۔ "بغیر نااُمّید ہُوئے"۔ اصل یُونانی کا ترجمہ آسان نہیں اور نُسخوں میں بھی فرق نظر آتا ہے۔ بعض نُسخوں میں ترجمہ "کِسی چیز کی نااُمّیدی" ہے۔ اَوروں میں ترجمہ "کِسی شخص کی نااُمّیدی" ہے۔ مطلب یہ کہ جب ہم بار بار قرض دے کر دھوکا کھا چکے ہیں تب بھی نااُمّید ہو کر پھر قرض دینے سے انکار نہ کریں ؛

"خُدا کے بیٹے ٹھہرو گے"۔ جب ہم الٰہی کام کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم

خُدا کے گھرانے کے لوگ ہیں اَور خُدا " اپنے سُورج کو بدوں اَور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راست بازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے"۔ (متی ۵: ۴۵)

آیت ۳۷۔ "عیب جوئی نہ کرو"۔ اَوروں کی نُکتہ چینی کرنا بہت عام بات ہے، لیکن یہ بات مسیحی کو نہیں بھاتی۔ اِس کی جڑ اکثر حسد ہے نہ یہ کہ نُکتہ چین دُنیا کی بہتری چاہتا ہے۔

"تمہاری عیب جوئی نہ کی جائے گی"۔ ہاں مُمکن ہے کہ انسان ہماری نُکتہ چینی کریں لیکن خُدا ایسا نہیں کرے گا۔ زبُور میں آیا ہے "اَے خُداوند۔ اگر تُو بدکاری کو حساب میں لائے تو اَے خُداوند! کون قائم رہ سکے گا؟" (زبُور ۱۳۰: ۳)

آیت ۳۸۔ "دِیا کرو الخ"۔ اِس کا بڑا اجر بتایا جاتا ہے۔ یہ پُوچھنا نہیں چاہیئے کہ کونسا پیمانہ بھر کر دیا جائے بلکہ نیکی کرتے وقت امتیاز کو بالکل نظرانداز کر دیا جائے۔ سخاوت ایک الٰہی صفت ہے۔ خُدا سخاوت کرنے والوں کو پیار کرتا ہے کیونکہ وُہ "شفقت میں غنی" ہے۔ (گنتی ۱۴: ۱۸)

رَبّنا المسیح کے شاگِرد کو حلیم اَور صابر ہونا اَور معرفت حاصل کرنا لازمی ہے

آیات ۳۹ تا ۴۵

(۳۹) اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل بھی کہی کہ کیا اندھے کو اندھا راہ دکھا سکتا ہے؟ کیا دونوں گڑھے میں نہ گریں گے؟ شاگرد اپنے اُستاد سے بڑا نہیں بلکہ ہر ایک جب کامل ہُوا تو اپنے اُستاد جیسا ہوگا۔ (۴۱) تُو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اَور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ (۴۲) اور جب تُو اپنی آنکھ کے شہتیر کو نہیں دیکھتا تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ بھائی لا اُس تنکے کو جو تیری آنکھ میں ہے نکال دُوں؟ اَے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تُو شہتیر نکال۔ پھر اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔ (۴۳) کیونکہ کوئی اچھا درخت

نہیں جو بُرا پھل لائے اور نہ کوئی بُرا درخت ہے جو اچھّا پھل لائے۔ (۴۴) ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے کیونکہ جھاڑیوں سے انجیر نہیں توڑتے اور نہ جھڑبیری سے انگور۔ (۴۵) اچھّا آدمی اپنے دل کے اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور بُرا آدمی بُرے خزانہ سے بُری چیزیں نکالتا ہے کیونکہ جو دل میں بھرا ہے وُہی اُس کے مُنہ پر آتا ہے۔

آیت ۳۹ - ہم دُوسروں کی عیب جوئی تو نہ کریں لیکن اپنے آپ کو جانچیں ورنہ ہم خود بُرائی میں پھنسیں گے اور جو کوئی بدخیالات سُنے گا یا ہماری تقلید کرے گا وُہ بھی بُرائی میں پھنسے گا۔

سرزمین فلسطین میں گڑھے اور پتھروں کی پُرانی کانیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اُن میں گرنا بہت آسان ہے۔ اسی طرح زندگی کی راہ میں بہت سے گڑھے پائے جاتے ہیں۔ (دیکھئے ۱-کرنتھی ۱۱: ۲۸)۔

آیت ۴۰ - یسُوع نے کئی بار اس قسم کی بات تمثیلاً کہی لیکن وُہی الفاظ استعمال نہیں کئے۔ متّی ۱۰: ۲۴ اور یُوحنّا ۱۵: ۲۰ کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد کے ساتھ جو برتاؤ کیا جائے گا وُہی ہوگا جو اُستاد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ لُوقا ۲۲: ۲۷ اور یُوحنّا ۱۳: ۱۲- کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد اپنے آپ کو اپنے اُستاد کے برابر یا اُس سے بڑا نہ سمجھے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ رسُولوں کو لاعلمی سے بچنا ضرُوری امر ہے کیونکہ جن لوگوں کو وُہ سکھائینگے وُہ اُن سے بہتر نہ ہوں گے۔ سب سے بہترین مطلب یہ ہے کہ وُہ لوگ اُن کے برابر ہونگے۔ نیز ان آیات میں رسُولوں کو کامل بننے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ (آیات ۴۱: ۴۲)۔

آیات ۴۱ و ۴۲ - دیگراں را نصیحت خُود را فضیحت (دُوسروں کو سمجھانا خُود بُرائی میں پھنسنا) فارسی کی ایک مشہور مثل ہے جو اس تمثیل کے مطابق ہے۔ نکتہ چین آدمی اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں کی گرفت کرتے ہیں اور اپنے بڑے بڑے قصُوروں کو بھُول جاتے ہیں۔ اِن آیتوں کا تعلق آیت ۳۷ سے ہے۔

"ریاکار" یُونانی لفظ HUPOKRITES کا عام مطلب ہے نقّال۔ یہ وُہ ہے جو ڈراما میں کُچھ بنتا ہے۔ اِس سے یہ معنی پیدا ہُوئے "ایسا شخص جو بہانہ کرتا ہے"۔ دو قسم کے ریاکار ہوتے ہیں۔ اوّل وُہ جو جان بُوجھ کر بہانہ کرتے ہیں۔ مثلاً چور جو دیانت دار بنتا ہے تاکہ لوگوں سے چوری کرے۔ دوم وُہ جو اپنی ذاتی بُرائی کو نہیں جانتے کہ درحقیقت

بُرے ہیں بلکہ سمجھتے ہیں کہ وُہ نیک ہیں۔ یہاں دُوسری قسم کے ریاکار کا ذکر ہے ؞

آیت ۴۴ - بہرحال ہر ایک آدمی اپنے افعال سے پہچانا جاتا ہے اور جو بداعمال ہے وُہ بُرا آدمی ہے۔ حالانکہ وُہ دل میں خیال کرتا ہے کہ اگرچہ مجھ سے بُرائی تو ہوتی ہے تو بھی اصل میں مَیں اچھا شخص ہُوں۔ نیک ہونے کا ثبوت نیکوکاری ہے ؞

آیت ۴۵ - (دیکھئے متی ۱۲: ۳۴) شاگرد کو چاہیئے کہ یسُوع کی تعلیم سے اپنا دل و دماغ بھر لے کیونکہ وُہ صرف وُہی باتیں اور وُہی کام کر سکتا ہے جن کا تصوّر اُس کے دل میں ہے ؞

اصلی اَور نقلی مذہب

آیات ۴۶ تا ۴۹

(۴۶) جب تُم میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے تو کیوں مجھے خُداوند خُداوند کہتے ہو؟ (۴۷) جو کوئی میرے پاس آتا اور میری باتیں سُن کر اُن پر عمل کرتا ہے مَیں تُمہیں جتاتا ہُوں کہ وُہ کس کی مانند ہے۔ (۴۸) وُہ اُس آدمی کی مانند ہے جس نے گھر بناتے وقت زمین گہری کھود کر چٹان پر بُنیاد ڈالی۔ جب رَو آئی تو دھار اُس گھر پر زور سے گری مگر اُسے ہلا نہ سکی کیونکہ وُہ مضبُوط بنا ہُوا تھا۔ (۴۹) لیکن جو سُن کر عمل میں نہیں لاتا وُہ اُس آدمی کی مانند ہے جس نے زمین پر گھر کو بے بُنیاد بنایا۔ جب دھار اُس پر زور سے گری تو وُہ فی الفور گر پڑا اور وُہ گھر بالکل برباد ہو گیا ؞

آیت ۴۶ - یہ سوال ہر ایک مسیحی سے کیا جا سکتا ہے کیونکہ کوئی بھی کامل طور پر مسیح کے حُکموں پر ہر دم عمل نہیں کرتا لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو فقط برائے نام مسیحی ہیں تو بھی اس آیت میں سب کے لئے نصیحت ہے ؞

آیات ۴۷ تا ۴۹ - متی ۷: ۲۴-۲۷- یاد رہے کہ مُقدس لُوقا غیر یہودیوں کے لئے یہ انجیل لکھ رہا تھا جو فلسطین کے بڑے بڑے طُوفانوں اور برساتی ندّیوں سے واقف نہ تھے لہذا اُس نے اس تمثیل کو کسی قدر بدل دیا تھا تاکہ کلامِ الٰہی اُن لوگوں کی سمجھ میں آجائے جو زیادہ تر دریا کی باڑھ سے ہی واقف تھے۔ مطلب اور تمثیل وُہی رہتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ تمثیل ارامی زبان میں بتائی گئی تھی۔ لُوقا نے جو غالباً ارامی

زبان سے کم واقف تھا اِس تمثیل کو یُونانی ترجمہ ہی (یقیناً مکالمہ میں) میں پڑھا۔
یُوحنّا ۱۴ : ۱۵ میں لکھا ہے۔" اگر تم مُجھ سے مُحبّت رکھتے ہو تو میرے حُکموں پر عمل کروگے"۔

یہاں ایک خاص نصیحت یہ ہے کہ جب ہم مسیح کے ان احکام پر جن کو شاید ہم احکام صغیرہ سمجھتے ہیں عمل کرتے ہیں تو زندگی کی بڑی بڑی آزمائشوں، تکلیفوں اور مُصیبتوں کے لئے تیّار ہوتے ہیں۔ خُداوند کے احکام پر عمل نہ کرنا ان آزمائشوں سے ہلاک ہونا ہے۔

باب ہفتم

ایک صُوبہ دار کے نوکر کو شِفا بخشنا
نائین شہر کی بیوہ کے بیٹے کو جِلانا

آیات ۱ تا ۱۷

(۱) جب وُہ لوگوں کو اپنی سب باتیں سُنا چکا تو کفر نحُوم میں آیا۔ (۲) اور کسی صُوبہ دار کا نوکر جو اُس کو عزیز تھا بیماری سے مرنے کو تھا۔ (۳) اُس نے یسُوع کی خبر سُن کر یہُودیوں کے کئی بُزرگوں کو اُس کے پاس بھیجا اور اُس سے درخواست کی کہ آ کر میرے نوکر کو اچھا کر۔ (۴) وُہ یسُوع کے پاس آئے اور اُس کی بڑی مِنّت کر کے کہنے لگے کہ وُہ اِس لائق ہے کہ تُو اُس کی خاطر یہ کرے۔ (۵) کیونکہ وُہ ہماری قوم سے مُحبّت رکھتا ہے اور ہمارے عبادت خانہ کو اُسی نے بنوایا۔ (۶) یسُوع اُن کے ساتھ چلا مگر جب وُہ گھر کے قریب پُہنچا تو صُوبہ دار نے بعض دوستوں کی معرفت اُسے کہلا بھیجا کہ اَے خُداوند تکلیف نہ کر کیونکہ مَیں اِس لائق نہیں کہ تُو میری چھت کے نیچے آئے۔ (۷) اِسی سبب سے مَیں نے اپنے آپ کو بھی تیرے پاس آنے کے لائق نہ سمجھا بلکہ زبان سے کہہ دے تو میرا خادم شِفا پائے گا۔ (۸) کیونکہ مَیں بھی دُوسرے کے اختیار میں ہُوں اور سپاہی میرے ماتحت ہیں اور جب ایک سے کہتا ہُوں جا تو وُہ جاتا ہے اور دُوسرے سے آ تو وُہ آتا ہے اور اپنے نوکر سے کہ یہ کر تو وُہ کرتا ہے۔ (۹) یسُوع نے یہ سُن کر اُس پر تعجب کیا اور پھر کر اُس بھیڑ سے جو اُس کے پیچھے آتی تھی کہا مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ مَیں نے ایسا ایمان اسرائیل میں بھی نہیں پایا۔ (۱۰) اور بھیجے ہُوئے لوگوں نے گھر میں واپس آ کر اُس نوکر کو تندرُست پایا۔ (۱۱) تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا ہُوا کہ وُہ نائین نام ایک شہر کو گیا، اور اُس کے شاگرد اور بہُت سے لوگ اُس کے ہمراہ تھے۔ (۱۲) جب وُہ شہر کے پھاٹک کے نزدیک پُہنچا تو دیکھو ایک مُردہ کو باہر لئے جاتے تھے۔ وُہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا اور وُہ بیوہ تھی اور شہر کے بہُتیرے لوگ اُس کے ساتھ تھے۔ (۱۳) اُسے دیکھ کر خُداوند

کو ترس آیا اور اُس سے کہا مت رو۔ (۱۴) پھر اُس نے پاس آکر جنازہ کو چھُوا اور اُٹھانے والے کھڑے ہو گئے اور اُس نے کہا اے جوان میں تجھ سے کہتا ہُوں اُٹھ۔ (۱۵) وُہ مُردہ اُٹھ بیٹھا اور بولنے لگا اور اُس نے اُسے اُس کی ماں کو سونپ دیا۔ (۱۶) اور سب پر دہشت چھا گئی اور وُہ خُدا کی تمجید کر کے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہُوا ہے اور خُدا نے اپنی اُمت پر توجہ کی ہے۔ (۱۷) اور اُس کی نسبت یہ خبر سارے یہُودیہ اور تمام گردو نواح میں پھیل گئی۔

یہ نہیں بتایا گیا کہ کیا یہ دونوں معجزے ایک ہی دن وقوع میں آئے۔ نائین شہر تیل حوم سے، جہاں خیال ہے کہ کفر نحوم واقع تھا، پیدل سات آٹھ گھنٹے کا سفر ہے۔ لُوقا کے الفاظ تھوڑے عرصہ کے بعد یہ بات صاف کر دیتے ہیں کہ دونوں معجزے ایک ہی روز واقع ہُوئے تھے۔ ان کا تعلق آیات ۱۸ سے ۲۳ تک کے بیان سے ہے۔

آیت ۱۔ یسُوع پھر کفر نحوم میں آیا جہاں غالباً شمعُون پطرس کا گھر تھا یا کم از کم اُس کی ساس وہیں مُقیم تھی۔

آیت ۲۔ "صُوبہ دار"۔ رُومی فوج میں صُوبہ دار سَو سپاہیوں کے اُوپر مقرر ہوتے تھے اور فوجی کام کے علاوہ بعض صُوبیدار بعض کاموں کے لئے ادھر اُدھر بھیجے بھی جاتے تھے مثلاً سرکاری کاموں کی دیکھ بھال کرنا وغیرہ۔ مُمکن ہے کہ یہ آدمی ہیرودیس انتپاس کی فوج کے سلسلے میں وہاں تعینات تھا۔ ذیل کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ صُوبہ دار یہُودی نہ تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وُہ اُن لوگوں میں سے تھا جو بغیر مُرید بنے یہُودی دین کو پسند کرتے تھے اور اسی طبقہ کے لوگ اعمال کی کتاب میں خُدا پرست کہلاتے ہیں۔ (اعمال باب ۱۰)۔

"نوکر"۔ یہاں یُونانی لفظ کا مطلب غُلام ہے۔ آیت ۷ میں ایک دُوسرا لفظ ہے اور اُس کا صحیح ترجمہ نوکر ہے۔

"عزیز"۔ حالانکہ یہ DOULOS یعنی غُلام کہلاتا ہے تو بھی یہ اپنے مالک کو عزیز تھا شاید یہی وجہ ہے کہ آیت ۷ میں PAIS یعنی خادم کہلاتا ہے۔

آیت ۳۔ "بزرگ"۔ یہ یہُودی تو تھے تاہم عبادت خانہ کے بزرگ نہ تھے بلکہ کفر نحوم کے عظیم المرتبہ باشندے تھے۔ صُوبہ دار نے خیال کیا ہو گا کہ بہ نسبت میرے جو

غیر یہودی ہوں یسوع اپنی قوم کے آدمیوں کی درخواست پر زیادہ توجہ دیگا ؛

"آکر" شروع ہی میں صوبہ دار یسوع کو آنے کی دعوت دیتا ہے اگرچہ یہ نہیں بتایا جاتا کہ واقعی یہ اُس کی دلی اُمید تھی کہ یسوع اُس کے گھر کے اندر آئے ۔

آیات ۴ و ۵ ۔ "وُہ اس لائق ہے الخ" تیل حوم میں جہاں خیال کیا جاتا ہے کہ کفر نحوم واقع تھا ایک بہت عُمدہ پُرانے عبادت خانے کا کچھ حصّہ باقی ہے یہ غالباً یہ دُوسری صدی عیسوی کا ہے ۔ شاید اُس کی بُنیاد اُس سے پہلے کے سے عبادت خانہ کی ہے۔ جس کا ذکر اس باب میں ہے۔ "ہمارا عبادت خانہ" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ کفر نحوم میں صرف ایک ہی عبادت خانہ تھا جو کہ ایک حد تک مُمکنات میں سے ہے ۔ تاہم مذکورہ عبادتخانہ یہودیوں کا تھا ۔ صُوبہ دار نے اپنی گرہ سے اس کی تعمیر کا خرچ اُٹھایا تھا ؛

آیت ۶ ۔ یسوع اُن کے ساتھ چلا مگر گھر تک نہیں گیا ۔ اس پر صُوبہ دار نے خیال کیا ہوگا کہ شاید یہودی لوگ دُوسری قوم کے گھروں میں جانا پسند نہ کرتے تھے کیونکہ غیر یہودی شرعی طور سے ممنُوع چیزیں کھاتے تھے مثلاً سؤر کا گوشت وغیرہ جو یہودی نظریہ سے مکرُوہ تھا ۔ پس اُس نے کہلا بھیجا کہ خُداوند آنے کی تکلیف نہ کرے ؛

آیت ۷ ۔ صُوبہ دار جس کو یہودی بزُرگ لائق کہتے تھے اپنے آپ کو نالائق سمجھتا تھا۔ "زبان سے کہہ دے" یعنی حُکم دینا کافی تھا ۔

آیت ۸ ۔ صُوبہ دار فوجی آدمی تھا اور حُکم دینا اور حُکم ماننا سمجھتا تھا ۔ خود اُس کو حُکم ماننا پڑتا تھا اور سپاہی اور خادم اُس کے احکام کی تعمیل کرتے تھے ۔ اُسے یقین تھا کہ اسی طرح سے مرض بھی یسوع کے حُکم سے دُور ہو جائے گی ۔

آیت ۹ ۔ "یسوع نے یہ سُن کر تعجب کیا" مرقس ۱۳ : ۳۲ میں بتایا ہے کہ یسوع نے ظاہر کیا کہ اُسے آخری روز کا علم نہ تھا ۔ مُجسّم ہونے کی ایک شرط یا ضروری بات یہ تھی کہ یسوع بعض الہٰی قُوتیں بالائے طاق رکھے تھا مثلاً وُہ اپنی انسانی زندگی میں ہمہ جا حاضر نہ تھا ۔ اسی طرح اُس کا علم بھی لامحدُود نہ تھا ۔ یہ کہنا درُست ہے کہ اُس کی انسانی زندگی میں جتنی الہٰی صفتیں انسانی ہستی میں ہو سکتی ہیں وُہ سب یسوع میں موجُود تھیں لیکن جو چیزیں انسانی ہستی کے مُتضاد ہیں وُہ اُس میں نہ تھیں ؛

"اسرائیل میں بھی نہ پایا" یعنی اسرائیل میں بہت ایمان ہونا چاہیئے تھا ؛

آیت ۱۰ - "تندرست": نہ صرف مرض جاتا رہا، بلکہ نوکر نے پُوری صحت پائی" یہ یُونانی لفظ کا مطلب ہے"۔

آیت ۱۱ - نائین۔ ناصرۃ سے جنوب مشرق کی طرف اب تک اس نام کا ایک گاؤں موجُود ہے (لاگرانٹ) اور قریب ہی ایک نہایت پُرانا قبرستان ہے۔ غالباً وُہی راستہ اب تک موجُود ہے جس پر بیوہ اپنے لڑکے کو دفن کرنے کے لئے لے جا رہی تھی۔

آیت ۱۲ - مُردہ ایک بیوہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس غمناک واقعہ کے سبب سے بہتیرے لوگ بیوہ کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے جا رہے تھے۔

آیت ۱۳ - اس سبب سے یسُوع کو ترس آیا۔

آیت ۱۴ - "جنازہ کو چھُوا" اُٹھانے والوں کو روکنے کے لئے۔ اکثر لاش ایک کھُلے صندُوق میں کفنا کر رکھ دی جاتی تھی مگر صندُوق اُس کے ساتھ قبر میں نہیں رکھا جاتا تھا۔

"اُٹھ" - یسُوع نے ایسی بات کی کہ گویا لڑکا سوتا تھا۔

آیت ۱۵ - لڑکا اِس حُکم کو سُنتے ہی ایسا اُٹھا کہ گویا نیند سے جاگا ہے۔

آیت ۱۶ - "ایک بڑا نبی"۔ شونیم ناجہاں الیشع کی دُعا سے ایک مُردہ لڑکا جی اُٹھا تھا، نائین شہر کے قریب تھا۔ لوگوں نے ضرور خیال کیا ہوگا کہ الیشع کے برابر ایک نبی برپا ہُوا۔ مگر اُنہوں نے نہ پہچانا کہ وُہ مسیح موعُود تھا۔

آیت ۱۷ - اِس ماجرا کی خبر نہ صرف گرد و نواح میں پھیلی بلکہ یہُودیہ میں بھی پھیل گئی تھی۔ یائر کی بیٹی اُس کے گھر ہی میں جلائی گئی تھی کیونکہ یہ معجزہ دن دہاڑے راہ پر بہُتیرے لوگوں کے سامنے کیا گیا تھا۔

حالانکہ مُردہ کو جلانا عام طور پر سب سے بڑا مُعجزہ سمجھا جاتا ہے تو بھی فلسفہ کی رُو سے کوئی مُعجزہ دُوسرے سے بڑا نہیں۔ مُعجزہ کی تعریف کرنا آسان نہیں لیکن راقم کو بہترین تعریف یہ معلُوم ہوتی ہے: "کوئی کام جو خُدا کی قُدرت کا نشان ہے اور قواعدِ قُدرت کے عام سلسلہ یا دَور سے باہر ہو مُعجزہ کہلاتا ہے"۔

ربنا یسوع المسیح کی نسبت مقدس یوحنا اصطباغی کا سوال

آیات ۱۸ تا ۲۳

(۱۸) اور یوحنا کو اس کے شاگردوں نے ان سب باتوں کی خبر دی۔ (۱۹) اس پر یوحنا نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بلا کر خداوند کے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ (۲۰) انہوں نے اس کے پاس آکر کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے نے ہمیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا ہے کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ (۲۱) اسی گھڑی اس نے بہتوں کو بیماریوں اور آفتوں اور بری روحوں سے نجات بخشی اور بہت سے اندھوں کو بینائی عطا کی۔ (۲۲) اس نے جواب میں ان سے کہا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا ہے جا کر یوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے ہیں لنگڑے چلتے پھرتے ہیں۔ کوڑھی پاک صاف کئے جاتے ہیں۔ بہرے سنتے ہیں۔ مردے زندہ کئے جاتے ہیں۔ غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ (۲۳) اور مبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔

آیت ۱۸۔ مقدس یوحنا اصطباغی اب تک زندہ تھا لیکن وہ قید خانہ میں تھا۔ (لوقا ۳: ۲۰۔ متی ۱۴: ۱ سے ۱۲ تک۔ مرقس ۶: ۱۴ سے ۲۹ تک) وہ خود تو باہر نہیں جا سکتا تھا لیکن اس کے شاگردوں نے اسے خبر دی تھی۔

آیت ۱۹۔ "آنے والا تو ہی ہے؟ الخ" غور طلب امر ہے کہ مقدس یوحنا نے یہ سوال کیوں کیا؟

۱۔ بعض اشخاص کی رائے ہے کہ مقدس یوحنا نے اپنے بھیجے ہوئے شاگردوں کے شک کو رفع کرنے کے لئے ان کو بھیجا تھا لیکن یسوع نے یوحنا ہی کو جواب دیا۔ مگر یہ مطلب درحقیقت اس عبارت سے نہیں نکلتا۔

۲۔ بعض علما کا خیال ہے کہ قید خانہ میں بہت عرصہ سے رہنے کے بعد یوحنا خود شک کرنے لگا تھا، جو ممکن ہے تاہم کیا یوحنا بھول سکتا تھا کہ وہ مسیح کا پیشرو تھا اور خود اس بات کی گواہی دی تھی کہ یہی یسوع مسیح تھا؟ (لوقا ۳: ۱۶۔ متی ۳: ۱۴ و یوحنا

۱: ۲۹ سے ۳۴ تک و ۳: ۲۶ سے ۳۰ تک)۔

آیت ۳ - غالباً یُوحنّا اصطباغی نے خُود نہیں پہچانا تھا یعنی اُس پر ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ خُداوند المسیح کیسا ہوگا۔ اور قید میں اُسی حالت ہی پر گیا تھا۔ تاہم اُس کا ایمان مضبوط تھا۔ یُوحنّا نے مُعجزوں کی خبر سُنی اور شاید دل میں سوچا ہوگا کہ مسیح اپنی قُدرت سے اِس "اپنے کھلیان" کو یعنی ہیرودیس اور ہیرودیاس جیسی غلاظت سے کیوں صاف نہیں کرتا؟ اور اگر اُسے واقعی شک تھا تو کیوں ایسا سوال کیا تھا؟ بہرحال اُسے یقین تھا کہ مسیح ضرور ایسا کرے گا یہاں مُقدّس یُوحنّا گویا خُداوند المسیح کو آمادہ کرتا ہے کہ جلد اپنی بادشاہی قائم کرے۔

آیت ۲۰ - "دُوسرے کی راہ دیکھیں" "دُوسرے سے مُراد ہے دُوسری قسم کا شخص۔

آیت ۲۱ - یسُوع نے بھیڑ میں سے بہتیروں کو شفا بخشی - اگلی آیت میں مُردوں کو جِلانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے ۔۔۔۔ ۱۷۔

آیت ۲۲ - "غریبوں کو الخ" بعض اوقات ہندوستانی لوگ شکایت کرتے ہیں۔ کہ کلیسیا نیچ ذات کے لوگوں کو کثرت سے مُرید کرتی ہے لیکن مسیحیوں کو ایسی شکایت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ یہ کام مسیح کا سا کام ہے۔ مسیحی مذہب اور کلیسیا کے متعلّق یہی شکایت رہی ہے۔ تیسری صدی عیسوی کے شروع میں یا دُوسری صدی کے آخر میں کیلسس (CELSUS) نے لکھا کہ مسیحی کہتے ہیں کہ خُدا نے اُن کو بادشاہی بخشی ہے اور کاہن بنا دیا ہے۔ (میکاہ ۵: ۱۰) غور سے دیکھئے کہ "ایک شاہی کاہن برآمدہ میں جھاڑو دے رہا ہے"۔

آیت ۲۳ - اپنے پیغام کے آخر میں ہمارے خُداوند نے یُوحنّا اصطباغی کو اشارتاً ڈانٹا۔ یہ ضروری تھا کہ پیشرو نبی بھی دیگر لوگوں کے ساتھ مل کر یسُوع کو ایسا قبُول کرتا جیسا کہ اُس پر واجب تھا۔

یُوحنّا اِصطباغی کی بابت رَبّنا یسُوع کا لوگوں کو سمجھانا

آیات ۲۴ تا ۳۵

(۲۴) جب یُوحنّا کے قاصد چلے گئے تو یسُوع یُوحنّا کے حق میں لوگوں سے کہنے لگا کہ تُم بیابان میں کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا ہَوا سے ہلتے ہُوئے سرکنڈے کو۔ (۲۵) تو

پھر کیا دیکھنے گئے تھے ؟ کیا مہین کپڑے پہنے ہُوئے شخص کو ؟ دیکھو جو چمکدار پوشاک پہنتے اور عیش و عشرت میں رہتے ہیں وُہ بادشاہی محلّوں میں ہوتے ہیں۔ (۲۶) تو پھر تُم کیا دیکھنے گئے تھے ؟ کیا ایک نبی ؟ ہاں مَیں تُم سے کہتا ہُوں بلکہ نبی سے بڑے کو۔ (۲۷) یہ وُہی ہے جس کی بابت لِکھا ہے کہ دیکھ مَیں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہُوں جو تیری راہ تیرے آگے تیّار کرے گا۔ (۲۸) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہُوئے ہیں اُن میں یُوحنّا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں لیکن جو خُدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وُہ اُس سے بڑا ہے۔ (۲۹) اور سب عام لوگوں نے جب سُنا تو اُنہوں نے اور محصُول لینے والوں نے بھی یُوحنّا کا بپتسمہ لے کر خُدا کو راستباز مان لیا۔ (۳۰) مگر فریسیوں اور شرع کے عالموں نے اُس سے بپتسمہ نہ لے کر خُدا کے ارادہ کو اپنی نسبت باطل کر دیا۔

(۳۱) پس اس زمانہ کے آدمیوں کو مَیں کس سے تشبیہ دُوں اور وُہ کس کی مانند ہیں ؟ (۳۲) اُن لڑکوں کی مانند ہیں جو بازار میں بیٹھے ہُوئے ایک دُوسرے کو پُکار کر کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے بانسلی بجائی اور تُم نہ ناچے۔ ہم نے ماتم کیا اور تُم نہ روئے۔ (۳۳) کیونکہ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا نہ تو روٹی کھاتا ہُوا آیا نہ مے پیتا ہُوا اور تُم کہتے ہو کہ اُس میں بدرُوح ہے (۳۴) ابنِ آدم کھاتا پیتا آیا اور تُم کہتے ہو کہ دیکھو کھاؤُ اور شرابی آدمی محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار۔ (۳۵) لیکن حکمت اپنے سب لڑکوں کی طرف سے راست ثابت ہُوئی۔

آیات ۲۴-۲۵ ۔ یُوحنّا اصطباغی کی تعریف۔ وُہ مُستقل مزاج تھا۔ فقیرانہ زندگی بسر کرتا تھا اور سچ مُچ بڑا نبی تھا۔

آیت ۲۶ "نبی سے بڑے کو"۔ اہلِ یہُود کے ہاں اور جتنے انبیا آئے تھے اُن میں سے بعض مثلاً ایلیاہ خُدا کی عبادت کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے مُقرّر ہُوئے تھے۔ بعض نے بادشاہوں کو اُن کی غلطیوں اور گُناہوں کے سبب سے ملامت کی تھی۔ مثلاً ناتن نبی۔ بعض انبیا کا کام یہ تھا کہ اسرائیلیوں کو اُن کے گُناہوں اور سزاؤں سے جو خُدا کی طرف سے آنے والی تھیں آگاہ کریں مثلاً عاموس نبی۔ بعض نے مسیح کی آمد اور دُکھ بھری موت کی پیشین گوئی کی تھی لیکن آخری عبرانی نبی کا یہ کام مُقرّر ہُوا تھا کہ وُہ مسیح کا پیشرو ہو یُوں وُہ تمام انبیا سابقہ سے سبقت لے گیا تھا۔ بلکہ جتنے لوگ اُس سے قبل پیدا بھی ہُوئے تھے اُس سے کمتر تھے۔

آیت ۲۷ - یہ ملاکی ۳: ۱ سے اقتباس کیا گیا ہے ؞

آیت ۲۸ - "جو خُدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے الخ"۔ اپنے عُہدہ کے اعتبار سے یُوحنّا اصطباغی عہدِ عتیق کا نبی تھا۔ وُہ انبیا سابقہ میں سے سب سے اعلےٰ تھا لیکن وُہ تیاری کے زمانہ کا تھا۔ اصُول یہ ہے کہ اُونچے درجہ کے ادنیٰ آدمی ادنیٰ درجے کے اعلیٰ آدمیوں سے بڑے ہوتے ہیں ؞

آیت ۲۹ و ۳۰ - فریسیوں اَور عُلمأ شرع پر ملامت کی گئی ہے جن لوگوں کو وُہ نیچ جانتے تھے اُنہوں نے یُوحنّا کے پیغام کو مان لیا تھا اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے بپتسمہ لے لیا تھا اور یُوں خُدا کے کلام کو جو یُوحنّا کے ذریعہ سے اُن کو ملا راست مان لیا تھا۔

آیت ۳۱ و ۳۲ - چوک کے بچّوں کی تمثیل۔ وُہ ایک دُوسرے کی شکایت کرتے ہُوئے کہتے ہیں ہم نے گڑیا کی شادی کا کھیل کھیلنا چاہا پر تم راضی نہ ہُوئے اور پھر گڑیا کی موت کا کھیل کھیلنا چاہا اور اس میں بھی تُم نہیں کھیلتے تھے ؞

آیت ۳۳ و ۳۴ - فریسیوں سے کہا جاتا ہے کہ اُن کو راضی کرنا ناممکن ہے - ایک درویشانہ رنگ کا آدمی مثلاً یُوحنّا اُن کی نگاہ میں پاگل اور مجنُوں ہے اور ایک روزمرّہ کی زندگی بسر کرنے والا شخص اُن کے نظریے سے شرابی اَور کبابی ہے۔ یُوحنّا بیابان میں رہتا تھا لہذا خبطی ٹھہرا اور یسُوع گنہگاروں کو بُلانے اَور توبہ کے لئے تیار کرنے کے لئے آیا ہے اور اُن سے ملتا ہے، تُم اُسے اُن کا یار کہتے ہو ؞

آیت ۳۵ - "حکمت اپنے سب لڑکوں کی الخ" یعنی الٰہی حکمت۔ حکمت کے لڑکے وُہ ہیں جن میں حکمت ہے۔ دیکھو اعمال ۴: ۳۶ - جہاں لاوی برنباس یعنی نصیحت کا بیٹا (نصیحت یافتہ جو خود ناصح کہلاتا ہے) مرقس ۳: ۱۷ - بُوانرگس بجلی یا گرج کے بیٹے یعنی گرجنے والے آدمی ؞

جنہوں نے یُوحنّا اصطباغی کو قبُول کیا اُنہوں نے یہ ثابت کیا کہ وُہ حکمت کے بیٹے ہیں اَور اُن کی قبُولیّت کی رُوح سے حکمت کا مظاہرہ ہُوا۔ اہلِ دانش ہی مُنجیِ دوجہان ربّنا المسیح کو قبُول کرتے ہیں ؞

شمعُون فریسی اَور گُنہگار عورت

آیات ۳۶ تا ۵۰

(۳۶) پھر کسی فریسی نے اُس سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کھانا کھا۔ پس وُہ اُس فریسی کے گھر جا کر کھانا کھانے بیٹھا۔ (۳۷) تو دیکھو ایک بدچلن عورت جو اُس شہر کی تھی یہ جان کر کہ وُہ اُس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگِ مرمر کے عطردان میں عطر لائی۔ (۳۸) اور اُس کے پاؤں کے پاس روتی ہُوئی پیچھے کھڑی ہو کر اُس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے اُن کو پُونچھا اور اُس کے پاؤں بہُت چُومے اَور اُن پر عطر ڈالا۔ (۳۹) اُس کی دعوت کرنے والا فریسی یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اُسے چھُوتی ہے وُہ کون اور کیسی عورت ہے کیونکہ بدچلن ہے۔ (۴۰) یسُوع نے جواب میں اُس سے کہا اَے شمعُون مجھے تجھ سے کچھ کہنا ہے۔ اُس نے کہا اَے اُستاد کہہ۔ (۴۱) کسی ساہُوکار کے دو قرضدار تھے۔ ایک پانسو دینار کا دُوسرا پچاّس کا۔ (۴۲) جب اُن کے پاس ادا کرنے کو کُچھ نہ رہا تو اُس نے دونوں کو بخش دیا۔ پس اُن میں سے کَون اُس سے زیادہ مُحبّت رکھّے گا؟ (۴۳) شمعُونؔ نے جواب میں کہا میری دانست میں وُہ جِسے اُس نے زیادہ بخشا۔ اُس نے اُس سے کہا تُو نے ٹھیک فیصلہ کیا۔ (۴۴) اَور اُس عورت کی طرف پھر کر اُس نے شمعُونؔ سے کہا کیا تُو اِس عورت کو دیکھتا ہے؟ مَیں تیرے گھر میں آیا۔ تُو نے میرے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا مگر اِس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے بھگو دئے اور اپنے بالوں سے پُونچھے۔ (۴۵) تُو نے مُجھ کو بوسہ نہ دیا مگر اِس نے جب سے مَیں آیا ہُوں میرے پاؤں چُومنا نہ چھوڑا۔ (۴۶) تُو نے میرے سر میں تیل نہ ڈالا مگر اِس نے میرے پاؤں پر عطر ڈالا ہے۔ (۴۷) اِسی لئے مَیں تجھ سے کہتا ہُوں کہ اِس کے گُناہ جو بہُت تھے مُعاف ہُوئے کیونکہ اِس نے بہُت مُحبّت کی مگر جِس کے تھوڑے گُناہ مُعاف ہُوئے وُہ تھوڑی مُحبّت کرتا ہے۔ (۴۸) اَور اُس عورت سے کہا تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے۔ (۴۹) اِس پر وُہ جو اُس کے ساتھ کھانا کھانے بَیٹھے تھے اپنے جی میں کہنے لگے کہ یہ کَون ہے جو گُناہ بھی مُعاف کرتا ہے؟ (۵۰) مگر اُس نے عورت سے کہا تیرے ایمان نے تُجھے بچا لیا ہے سلامت چلی جا۔

اس بیان کی بابت دو اہم سوال پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل۔ یہ عورت کون تھی؟ کلیسیا کے مُقدسین میں سے بعض کے خیال کے مُطابق یہ عورت مریم مگدلینی تھی اور نیز مریم مگدلینی جس میں سے یسُوع نے سات بدرُوحیں نِکالی تھیں اور مریم جو مارتھا اور لعزر کی بہن تھی ایک ہی عورت تھی۔ ڈوروتھی سیرز (DOROTHY SAYERS) نے اُس تمثیل (PLAY) جس کو اُس نے رَبّنا یسُوع المسیح کی زندگی اور موت کے بارہ میں ریڈیو کے لئے لکھا۔ (THE MAN BORN TO BE KING) یہی خیال پیش کیا ہے۔ عام طور پر کلیسیائے روم کے عُلما کی بھی یہی رائے ہے تاہم سب کے سب عُلما اس خیال پر متفق الرائے ہیں۔ لہذا یہ نتیجہ نِکلا کہ مریم مگدلینی جب بدرُوحوں کے بس میں تھی تو بدچلن ہو گئی تھی لیکن توبہ کر کے بدرُوحوں سے بچ گئی اور پھر اپنے خاندان میں مل گئی۔ مُقدس یوحنا کی انجیل میں یُوں مرقوم ہے کہ یہ وُہی مریم تھی جس نے خُداوند پر عطر ڈالکر اپنے بالوں سے اُس کے پاؤں پُونچھے ۔۲۔ لُوقا نے بیت عنیاہ میں یسُوع پر عطر ڈالے جانے کا ذکر نہیں کیا۔ مرقس اور متّی کی اناجیل میں بتایا گیا ہے کہ عطر یسُوع کے سر پر ڈالا گیا تھا۔

کیا یسُوع پر ایک ہی بار عطر ڈالا گیا تھا یا دوبار؟ غالباً دوبار۔ اگر درحقیقت بدچلن عورت اور مریم لعزر کی بہن ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں تو مُمکن ہے کہ اُس نے چاہا ہوگا کہ جو کام توبہ کرتے وقت کیا تھا اُسے اس بڑی ضیافت میں مکرر کرے اور اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ دو شخصیتیں تھیں تو کچھ تعجب نہیں کہ لعزر کی بہن مریم نے یہ خیال کیا ہو کہ وُہ بھی یسُوع کو مسح کرے۔

(۱) یہ معلوم کرنا کہ یہاں ایک یا دو یا تین عورتوں کا تذکرہ ہے، مُمکن سی بات ہے۔

(۲) یہ خیال کرنا کہ عطر ڈالنے کا تذکرہ جو اس باب میں پایا جاتا ہے وُہی ہے جو بیت عنیاہ میں ہوا مشکل ہے عطر۔ ضیافت اور شمعُون نام کو چھوڑ کر اور کوئی بات ان بیانات میں یکساں نہیں اور شمعُون نہایت عام نام تھا۔ نئے عہدنامہ میں ۹۔ آدمیوں کا ذکر ہے جن کا یہی نام تھا۔ یُوسیفس مؤرخ کی تواریخ میں ایسے بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ ناموں کا ذکر ہے دراصل یہ شمعُون ایک فریسی تھا اور یسُوع کا میزبان تھا۔ مرقس اور متّی میں شمعُون کوڑھی کے گھر کا ذکر ہے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ شمعُون تب تک کوڑھی تھا

یا کوڑھ سے اچھا ہو چکا تھا (شاید یسُوع نے خود اُسے شفا بخشی) مُمکن ہے کہ گھر اُس کا تھا مگر وُہ خود اُس میں نہیں رہتا تھا۔ کسی بھی صُورت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ شمعُون ہی میزبان تھا۔

اگر یہ مانا جائے کہ عطر ڈالنے کا ماجرا دو بار وقُوع میں آیا تھا تو غالباً لُوقا نے اختصار کو ملحُوظ رکھتے ہُوئے دونوں کا ذکر کرنا فضُول سمجھا۔

آیت ۳۶ "کسی فریسی نے" آیت ۴۰ سے معلُوم ہُوا کہ اس فریسی کا نام شمعُون تھا۔ اُس نے یسُوع کی دعوت کی تھی لیکن اُس کے برتاؤ سے معلُوم ہوتا ہے، کہ اُس نے فراخدلی سے خُداوند کو مدعو نہیں کیا تھا۔ مُمکن ہے کہ دیگر فریسیوں کی شکایات کو جانچنا چاہتا تھا (آیت ۳۴) یا ذاتی تجربے سے معلُوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ بڑھئی جس کو لوگ نبی کہتے ہیں کیسا آدمی ہے۔

"بیٹھا" یہ دستُور آج کل کی مغربی یا مشرقی دُنیا کے آدابِ محفل کے مُطابق نہ تھا۔ یسُوع کے وقت لوگ ایک تخت کے اُوپر گدّیوں پر ایسے لیٹتے تھے کہ اُن کے پاؤں پچھلی طرف میز سے دُور رہتے تھے اور بدن بائیں کہنی پر ٹیکتے تھے تاکہ باسانی دہنے ہاتھ سے کھا سکیں۔

آیت ۳۷ - دروازے کُھلے رہے ہوں گے غالباً یسُوع کی شہرت کے سبب سے کئی لوگ آپ کو دیکھنے اور آپ کی گفتگو سُننے کے لئے اندر گھس گئے تھے اور اسی طرح یہ عورت جو گُناہوں سے توبہ کیا چاہتی تھی اندر آئی تھی اور مُصمم ارادہ کر چُکی تھی کہ یسُوع کے بدنِ مُبارک پر تعظیماً عطر ڈالے۔

آیت ۳۸ - رنج اور توبہ کے جذبات سے متاثر ہو کر یہ عورت زور سے آنسُو بہانے لگی۔ وُہ پیچھے شافئ زمان کے پاؤں کے پاس کھڑی تھی (آیت ۳۶ پر تفسیر دیکھیں) اور جب وُہ عطر ڈالنے کے لئے جُھکی تو اُس کے آنسُو پاؤں پر گرنے لگے۔ غالباً اُس کے پاس کوئی رُومال نہ تھا۔ اُس نے اپنے بال کھول کر آقا کے پاؤں پونچھے اور اُنہیں بہت چُوما۔

آیت ۳۹ - نبی کی بابت یہ تو نہیں مانا جاتا تھا کہ وُہ سب کُچھ جانتے تھے بہر کم از کم اس بات کی اُمید رہتی تھی کہ وُہ ضرُور مردم شناس ہوتے تھے اور لوگوں کی رُوحانی حیثیت کو پہچانتے تھے۔ چُنانچہ فریسی نے دل میں خیال کیا کہ اگر یسُوع نبی ہوتا تو ضرُور معلُوم کر لیتا کہ یہ عورت بدچلن تھی اور اُسے اپنے بدن کو چُھونے نہ دیتا۔

آیت ۴۰ - یسُوع نے آداب محفل کو ملحوظ رکھ کر فریسی سے بات کرنے کی اجازت مانگی اور لبِ مُبارک سے ارشاد فرمایا کیونکہ واقعی فریسی کے خیالات کے برعکس یسُوع آدمیوں کے دِلوں کا حال جانتے اور پہچانتے تھے۔ "جواب میں" یعنی شمعُون فریسی کے خیال کے جواب میں ❊

آیات ۴۱ و ۴۲ - اس تمثیل کا سمجھنا آسان ہے لیکن اس کا تعلق عورت سے معلوم کرنا آسان نہیں ❊ **آیت ۴۳** - شمعُون نے وُہی جواب دیا جو صحیح تھا۔

آیت ۴۴ تا ۴۶ - شمعُون نے تہذیب کے مطابق وُہ کام نہ کئے تھے جو میزبان کیا کرتے تھے یعنی اُس نے آپ کے پاؤں دھونے کے لئے پانی نہ دیا نہ سلامتی کا بوسہ دیا نہ سر کے بالوں پر تیل مَلا۔ عورت نے اپنے آنسُوؤں سے پاؤں دھوئے۔ اُن پر سستا تیل نہیں بلکہ مہنگا عطر ڈالا، اور پاؤں چُومتی رہی ❊

آیت ۴۷ - اِس آیت کا مطلب کیا ہے؟ پلمر صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی تشریح دو طرح سے ہو سکتی ہے۔ **اوّل** - چُونکہ اُس نے بہُت مُحبّت کی اِس لئے اُس کے گناہ مُعاف ہُوئے۔ پھر یہ الفاظ کہ "مَیں تُجھ سے کہتا ہُوں" محض بیانیہ ہیں۔ لیکن یہ حصّہ تمثیل سے موافقت نہیں رکھتا پھر اگر یہ صحیح ہوتا تو آیت کا دُوسرا حِصّہ یُوں ہوتا۔ "جو کم مُحبّت رکھتا ہے اُس کے کم گناہ مُعاف ہوتے ہیں"۔ نیز آیت ۵۰ میں بتایا گیا ہے کہ عورت کا ایمان اُس کے گناہوں کی مُعافی کا باعث ہُوا۔ **دوم** - اُس کے گناہ جو بہُت ہیں مُعاف ہُوئے (اور مَیں تُجھ سے یہ کہتا ہُوں) کیونکہ اُس نے بہُت مُحبّت کی۔ شمعُون کو گمان نہ تھا کہ یسُوع کو معلُوم ہے کہ یہ گنہگار عورت ہے اور وُہ اس خیال سے کوسوں دُور تھا کہ مذکرہ بالا عورت کے گناہ مُعاف ہو چُکے ہیں یا ہوں گے لہذا اُس سے کہا جاتا ہے کہ اس عورت کے گناہ مُعاف ہُوئے ہیں۔ عورت کی مُحبّت کی بُنیاد اُس کا ایمان تھا جو اُسے یسُوع کے پاس لایا ❊

ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ شمعُون اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتا تھا اور اِسی وجہ سے اُس نے بہُت کم مُحبّت کا اظہار کیا۔ اس مقام پر اُس کے گناہوں کی مُعافی کی بابت اشارتاً بتایا جاتا ہے کہ وُہ معاف نہ ہُوئے تھے ❊

آیت ۵۰ - یسُوع نے شمعُون کو بتایا تھا کہ اس عورت کے گناہ مُعاف ہو چُکے ہیں۔ اب وُہ عورت کو یہی بات بتاتا ہے اور اُسے سلامتی سے رُخصت کرتا ہے ❊

باب ہشتم

مُقدّس عورتوں کی خدمت

آیات ۱ تا ۳

(۱) تھوڑے عرصہ کے بعد یُوں ہُوا کہ وُہ مُنادی کرتا اور خُدا کی بادشاہی کی خُوشخبری سُناتا ہُوا شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھرنے لگا اور وُہ بارہ اُس کے ساتھ تھے۔ (۲) اور بعض عورتیں جنھوں نے بُری رُوحوں اور بیماریوں سے شفا پائی تھی یعنی مریم جو مگدلینی کہلاتی تھی جس میں سے سات بدرُوحیں نکلی تھیں۔ (۳) اور یُوأنہ ہیرودیس کے دیوان خُوزہ کی بیوی اور سُوسناہ اور بہتیری اَور عورتیں بھی تھیں جو اپنے مال سے اُن کی خدمت کرتی تھیں ۔

آیت ۱ - یسُوع نے اب گلیل کے اکثر قصبوں اَور گاؤں میں گشتی واعظ کا کام شروع کیا اور بارہ رسُول اُس کے ساتھ گئے ۔

"خُدا کی بادشاہی کی الخ - یہ خبر کہ خُدا سچ مچ جہان کا بادشاہ ہے اور لوگوں کو رعایا ہونے کے لئے بُلاتا ہے اچھی خبر ہے ۔

آیت ۲ و ۳ - لُوقا کی ایک خاصیّت یہ ہے کہ وُہ عورتوں کی خدمت پر زور دیتا ہے۔ یہ عورتیں جو یسُوع اور اُس کے بارہ (۱۲) شاگردوں کی خدمت کرتی تھیں ایسی تھیں جن کو یسُوع نے شفا بخشی تھی ۔

"مریم مگدلینی"۔ مگدلا ایک گاؤں تھا - اب تک ایک چھوٹا گاؤں جس کا نام مجدل ہے اور گلیل کی جھیل کے مغربی کنارہ پر واقع ہے غالباً وُہی جگہ ہے - مریم وہیں کی رہنے والی تھی - اُس کی زندگی نہایت ہی گناہ آلُودہ رہی تھی لیکن یسُوع کے دستِ مُبارک سے اُسے شفا ملی تھی - موجُودہ زمانہ میں ایک عورت بنام ڈورس فِشر کا ذکر ہے کہ اُس کی شخصیّت میں تین اَور شخصیّتیں تھیں جن کا علاج پرنس صاحب نے کیا - لیکن مریم مگدلینی میں سات شخصیّتوں کا پایا جانا تعجّب خیز شمار ہے - لُوقا نے پیشتر چند آیات میں اس گنہگار عورت کا ذکر کیا ہے اور اب مریم مگدلینی کا ذکر کرتا ہُوا اُس عورت کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتا - حالانکہ بعض بزرگوں نے گمان کیا تھا کہ وُہ عورت مریم مگدلینی تھی تو بھی

ہر مُنصف مزاج تلاوت کرنے والے کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ لُوقا کا بیان اِس خیال کے برعکس ہے۔
"یُوأنّہ" یہ یُوحنّا نام کی تانیث ہے۔ حالانکہ یُوحنّا نام عام تھا اور یُوأنّہ نام کمیاب تھا۔
"خُوزہ" یہ ہیرودیس انتپاس کے دربار میں ایک عظیم المرتبہ شخص تھا غالباً اُس کی بیوی یُوأنّہ کی وساطت سے انجیل ہذا کے مُصنّف کو انتپاس کے بارہ میں خاص التخاص علم مِلا ہوگا۔ اعمال کی کتاب میں مناہیم کا ذکر ہے جس کی ہیرودیس انتپاس کے ساتھ پرورش ہُوئی تھی۔ یہ مسیحی ہوگیا تھا اور نبی کی حیثیت سے مانا جاتا تھا (اعمال ۱۳: ۱)۔
"سوسنّاہ" کا ہم صرف نام ہی جانتے ہیں۔

یہ عورتیں نقدی، غلّہ اور کپڑوں سے ربّنا المسیح اور اُس کے شاگردوں کی جنہوں نے اپنے اپنے پیشے خُدا کی خدمت کی خاطر چھوڑ دئے تھے مدد و امداد کرتی تھیں۔

بیج بونے والے کی تمثیل اور اُسکی تشریح

تمثیلوں کو استعمال کرنے کے اغراض و مقاصد

آیات ۴ تا ۱۵

(۴) پھر جب بڑی بھیڑ جمع ہوئی اور ہر شہر کے لوگ اُس کے پاس چلے آتے تھے اُس نے تمثیل میں کہا کہ۔ (۵) ایک بونے والا اپنا بیج بونے نِکلا اور بوتے وقت کُچھ راہ کے کنارے گِرا اور روندا گیا اور ہوا کے پرندوں نے اُسے چُگ لیا۔ (۶) اور کُچھ چٹان پر گِرا اور اُگ کر سُوکھ گیا اس لئے کہ اُس کو تری نہ پہنچی۔ (۷) اور کُچھ جھاڑیوں میں گِرا اور جھاڑیوں نے ساتھ ساتھ بڑھ کر اُسے دبا لیا۔ (۸) اور کُچھ اچھی زمین میں گِرا اور اُگ کر سَو گُنا پھل لایا۔ یہ کہہ کر اُس نے پُکارا جس کے سُننے کے کان ہوں وُہ سُن لے۔ (۹) اُس کے شاگردوں نے اُس سے پُوچھا کہ یہ تمثیل کیا ہے؟ (۱۰) اُس نے کہا تُم کو خُدا کی بادشاہی کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر اوروں کو تمثیلوں میں سُنایا جاتا ہے تاکہ دیکھتے ہُوئے نہ دیکھیں اور سُنتے ہُوئے نہ سمجھیں۔ (۱۱) وُہ تمثیل یہ ہے کہ بیج خُدا کا کلام ہے۔ (۱۲) راہ کے کنارے کے وُہ ہیں جنہوں نے سُنا۔ پھر ابلیس آکر کلام کو اُن کے دل سے چھین لے جاتا ہے، ایسا نہ ہو کہ ایمان لا کر نجات پائیں۔ (۱۳) اور چٹان پر کے وُہ ہیں جو سُن کر کلام کو خُوشی سے قبول کر لیتے ہیں لیکن جڑ نہیں رکھتے مگر کُچھ عرصہ تک ایمان رکھ کر آزمائش کے وقت پھر جاتے ہیں۔ (۱۴) اور جو جھاڑیوں میں پڑا اُس سے وُہ لوگ مُراد ہیں جنہوں نے سُنا لیکن ہوتے

ہوتے اِس زندگی کی فکروں اور دولت اور عیش و عشرت میں پھنس جاتے ہیں اور اُن کا پھل پکتا نہیں۔ (۱۵) مگر اچھی زمین کے وُہ ہیں جو کلام کو سُن کر عُمدہ اور نیک دل میں سنبھالے رہتے اور صبر سے پھل لاتے ہیں۔

آیت ۴ ۔ بہتر ہے کہ ہم شروع ہی میں دسویں آیت کے اس فقرہ پر غور کریں۔ یہ الفاظ ہمارے خُداوند کی زبانِ مُبارک سے نکلے "اَوروں کو تمثیلوں میں سُنایا جاتا ہے تاکہ دیکھتے ہُوئے نہ دیکھیں اور سُنتے ہُوئے نہ سُنیں"۔ یہ فقرہ اناجیل مُتفقہ (تینوں) میں موجود ہے۔ بعض مُفسرین کا خیال تھا کہ ربنا المسیح نے یہ نہیں فرمایا ہوگا لیکن ہمارے خُداوند نے کئی بار ایسے جُملے فرمائے جن کا سمجھنا آسان نہ تھا اور ایسے کام کئے جو انسانی سمجھ سے بالا تھے۔ بہرحال اُن کی فہمیت کی دُشواری کے باوجود بھی انجیل نویسوں نے آپ کے مُبارک کلمات کو قلمبند کیا۔ ایسے کلمات کو ترک کرنا اُن کو سمجھنے سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہوتا۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہر ایک مُقرّر اور واعظ تمثیلوں کو اس لئے استعمال کرتا ہے کہ اپنے مطلب کو صاف طور سے بیان کر سکے۔

پس لیسُوع نے کیوں فرمایا "تاکہ دیکھتے ہُوئے نہ دیکھیں الخ"؟ سامعین کے ہر مجمع میں بہُت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو محض اس لئے آتے ہیں کہ مجمع میں تماشہ دیکھیں خاص کر یہ ربنا المسیح کے مجمع میں ہوتا تھا۔ بہتیرے لوگ تعلیم سُننے نہیں آتے تھے بلکہ مُعجزہ دیکھنے یا اپنی امراض سے شفا پانے کے لئے۔ خُدا نے انسان کو ایسا پیدا کیا کہ اگر وُہ کسی بات کو سُننے کی غرض سے نہ آئے تو اُسے کبھی نہ سمجھے گا۔ بہرحال جو رُوحانی تعلیم سُننے کے خیال سے آتے تھے وُہ تمثیلوں سے فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ ورنہ تمثیل اُن کے لئے محض قصہ تھی (دیکھو لیسعیاہ ۶: ۹ سے باب کے آخر تک)۔ اِن آیات میں خُدا طنزاً بتاتا ہے کہ لیسعیاہ کی نبوّت کا کیا نتیجہ ہوگا۔ یہ آیات یقیناً ہمارے خُداوند کے دماغ میں تھیں۔ متّی کی انجیل میں لیسُوع کا ایک مقولہ اس سے لگایا جاتا ہے "جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا اور اُس کے پاس زیادہ ہو جائے گا۔ اور جس کے پاس نہیں ہے اُس سے وُہ بھی لے لیا جائے گا جو اُس کے پاس ہے"۔ (متّی ۱۳: ۱۲) مُقدّس لُوقا نے بھی یہی لکھا لیکن چراغ کی تمثیل کے سلسلہ میں آیت ۱۸ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

ہم ربنا المسیح کی تمثیلوں کی چند خصوصیتیں بیان کرتے ہیں:۔

اوّل۔ یہ بیانات ممکنات میں سے ہیں محض کلیلہ دمنہ کی کہانیوں کی طرح ہیں۔

جن میں جانور انسان کی مانند باتیں کرتے ہیں۔ دوم۔ عموماً پوری تمثیل پر غور کرنا ضروری ہے محض تفصیلات پر غور و خوض کرنا کافی نہیں۔ بہرحال چند مفسرین کا یہ کہنا کہ ربّنا المسیح کی کسی بھی تمثیل کی تفصیلات پر غور کرنا ضروری نہیں زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ ایسے قاعدہ کے نتائج غلط نکلیں گے مثلاً کڑوے دانوں کی تمثیل کی تشریح جو متی ۱۳: ۳۶ سے ۴۳ تک گویا مسیح کے مُنہ سے نہیں نکلی۔ بہرکیف عام طور پر تفصیلات پر زور دینا صحیح نہیں۔ یہ باتیں کسی قصّے کے کہنے کے لئے ضروری ہیں لیکن عموماً خاص مطلب نہیں رکھتیں ؂

آیت ۵ ۔ بونے والا بیج چھڑکتا ہے ؂

آیت ۶ ۔ چٹان ۔ پہاڑی مُلکوں میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ چٹان کے اُوپر ذرا سی مٹی رہتی ہے صرف ایک دو انچ گہری۔ اس کی تری بہُت جلد جاتی رہتی ہے ؂

آیت ۷ ۔ غالباً بونے کے موسم میں جھاڑیاں بہُت چھوٹی تھیں۔ کسان نے اپنا کھیت اچھی طرح سے صاف نہیں کیا تھا۔

آیت ۸ ۔ توجہ دلانے کے لئے فقرہ آیا ہے۔

آیت ۹ ۔ دیگر اناجیل سے ظاہر ہے کہ شاگردوں نے فوراً یہ سوال نہیں کیا تھا بلکہ موقع پاکر پُوچھا تھا ؂

آیت ۱۰ ۔ "بھیدوں کی سمجھ"۔ یُونانی لفظ کا یہ مطلب ہے کہ ایسا بھید جو صرف اُن لوگوں کو بتایا جاتا ہے جو کسی خاص جماعت میں شامل ہوں ؂

آیت ۱۱ تا ۱۵ ۔ تمثیل کی تشریح ۔ درحقیقت اگر ہم اِس تمثیل کو "طرح طرح کی زمین کی تمثیل" کہتے تو زیادہ موزوں ہوتا کیونکہ تمثیل کا اصل مطلب یہ ہے کہ طرح طرح کے سامعین پر خُدا کے کلام کا کیا اثر ہوتا ہے ؂

"راہ کے کنارے والے"۔ یہ ایسے ایسے لوگ ہیں جو زیادہ توجہ نہیں کرتے گویا ایک کان سے سُنتے ہیں اور دُوسرے سے اُڑا دیتے ہیں۔ ابلیس لعین ہمیشہ تیار رہتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو کلام کے اثر کو زائل کرے ؂

"چٹان والے"۔ وُہ اشخاص جو کلام کو قبول تو کر لیتے ہیں مگر درحقیقت خلوص دِل سے نہیں۔ اس لئے جب مُشکلات پیدا ہوتی ہیں تو فوراً برگشتہ ہو جاتے ہیں ؂

"جھاڑیوں والے"۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو غالباً کم دُعاگو ہیں اور دُنیا کے کاروبار اور اُس کے تفکّرات، دولت اور عیش و آرام کے سبب رفتہ رفتہ جو کچھ اُنہوں نے

سُنا ہوتا ہے کھو بیٹھتے ہیں ______ بعض اوقات کئی برسوں کے بعد کلام کا اثر جاتا رہتا ہے۔ ہر تجربہ کار پاسبان جانتا ہے کہ ۴۰ اور ۵۰ برس کے درمیان بہت سے لوگ اپنی مسیحیّت کھو بیٹھتے ہیں وُہ ارادتاً ایسا نہیں کرتے لیکن دُنیاوی باتوں پر زیادہ دھیان دینے کے باعث ایسا ہو جاتا ہے۔ توجہ ایمان کا بڑا حصّہ ہے اور اُن کا پھل پکتا نہیں۔ وُہ اچھّے کام تو کرنے لگتے ہیں لیکن اُن کے نیک کام اُدھورے رہ جاتے ہیں۔

بہرحال کافی اچھی زمین کھیت کی زمین ہوتی ہے۔ راہ، جھاڑیاں، چٹان اور کھیت کا تھوڑا سا حصّہ چار اقسام ہیں۔ خُدا کے برگزیدہ اور نیک آدمی کلامِ الٰہی کو قبُول کر کے بہُت سا پھل لاتے ہیں یعنی پھل اُن کے نیک کام ہیں جو بیجد مسیحی طبیعت پیدا کرتے ہیں۔

چراغ کی تمثیل

آیات ۱۶ تا ۱۸

(۱۶) کوئی شخص چراغ جلا کر برتن سے نہیں چھپاتا نہ پلنگ کے نیچے رکھتا ہے بلکہ چراغ دان پر رکھتا ہے تاکہ اندر آنے والوں کو روشنی دکھائی دے۔ (۱۷) کیونکہ کوئی چیز چھپی نہیں جو ظاہر نہ ہو جائے گی اور نہ کوئی ایسی پوشیدہ بات ہے جو معلوم نہ ہوگی اور ظہُور میں نہ آئے گی۔ (۱۸) پس خبردار رہو کہ تُم کِس طرح سُنتے ہو کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا اور جس کے پاس نہیں ہے اُس سے وُہ بھی لے لیا جائیگا جو اپنا سمجھتا ہے۔

آیت ۱۶۔ اُن بھیدوں کو جو رسُولوں کو بتائے گئے اور بتائے جائیں گے، محض سمجھنا کافی نہیں اُن کو اَوروں تک پہنچانا امرِ ضروری ہے۔

"اندر آنے والوں کو"۔ گھر میں رہنے والوں کا ذکر نہیں۔ اندر آنے والے خاص طور پر غیر یہُودی لوگ ہیں جو بعد ازاں مسیحی کلیسیا میں داخل ہُوئے۔

آیت ۱۷۔ "کوئی چیز چھپی نہیں الخ"۔ مرقس کی انجیل میں چیزوں کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کی غرض یہ بتائی جاتی ہے کہ پوشیدہ چیز ظاہر کی جائے۔ لُوقا نے صرف نتیجہ بتایا ہے جو معرفت کسی کو دی جاتی ہے اُس سے اَوروں کو فیض یاب کرنا لازمی بات ہے۔

آیت ۱۸۔ "کس طرح سُنتے ہو"۔ نہ فقط سُننا ضروری ہے بلکہ ٹھیک طور سے

سُننا لازمی ہے۔ چونکہ کلام دُوسروں کو بلکہ ساری نسلِ انسانی کو سُنانا ہے اس لئے لازم آتا ہے کہ سمجھ اور نیک دِلی سے اُسے سُنا جائے تاکہ شاگرد اُسے قلبی اشتیاق سے قبول کرے اور اُسے خزانۂ قلب میں رکھے ۔

"جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا" الخ۔ رُوحانی علم اور آسمانی فضل جو تصرّف میں نہیں آتا اور دُوسرے لوگوں کو نہیں دیا جاتا ہے حقیقت میں محض سامعین کی ملکیّت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ سامعین اُس علم کو اپنا سمجھتے تو ہیں مگر خُدا اُس علم کو اُن سے چھین لیتا ہے۔ اس جُملہ میں ایک اصُول کا مظاہرہ ہے جو ہر ماحول میں نظر آتا ہے۔ جو شخص صرف دو تین سال تک پڑھتا ہے اُس کا علم جاتا رہتا ہے اور چند برس کے بعد صرف اتنا رہ جاتا ہے کہ وُہ محض دستخط کر سکتا ہے۔ جن تجارت کرنے والے کے پاس کافی روپیہ ہے وُہ آسانی سے اور پیدا کرتا ہے لیکن جن کے پاس کم ہے اُس کا دیوالہ نکل جانے کا اندیشہ ہے۔ یسُوع نے دکھایا کہ رُوحانی عالم کا بھی یہی حال ہے ۔

ربّنا یسُوع کے حقیقی رشتہ دار

آیات ۱۹ تا ۲۱

(۱۹) پھر اُس کی ماں اور اُس کے بھائی اُس کے پاس آئے مگر بھیڑ کے سبب سے اُس تک پہنچ نہ سکے۔ (۲۰) اور اُسے خبر دی گئی کہ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ (۲۱) اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ میری ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خُدا کا کلام سُنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں ۔

آیت ۱۹ - "اُس کے بھائی"۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُن بھائیوں سے ربّنا المسیح کا کیا رشتہ تھا۔ مُباحث کے شروع میں ہم نے ایک بات پر زور دینا ہے کہ زبان اُردو و ہندی کے محاورہ کے موافق یُونانی زبان میں لفظ ADELPHOS یعنی بھائی عام طور پر چچیرے یا پھوپھیرے بھائی وغیرہ کے لئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ مسیحیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے (نیز یہ مجازی معنی ہیں)، چنانچہ یہ ظن کرنا کہ مذکورہ بالا بھائی ربّنا المسیح کے خالہ زاد بھائی تھے غلط ہے کیونکہ یہ مطلب یُونانی محاورہ کے خلاف ہے۔ مُقدّس جیرُوم نے یہ گمان کیا تھا مگر اُس نے لاطینی مُحاورہ سے دھوکا کھایا تھا جو کسی قدر ہندوستانی مُحاورہ سے اس معاملہ میں ملتا جُلتا ہے۔ لاطینی جیرُوم (JEROME) کی مادری زبان تھی۔ نیز کئی بار "یسُوع کے بھائی" "اُس کی ماں" کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ مثلاً یُوحنّا ۲: ۱۲ و اعمال

۱:۱۴ اور پھر متی ۱۲: ۴۶ میں عبادت خانہ کی جماعت کے تذکار ربنا المسیح کے بھائی بہنوں کا ایسا ذکر کرتے ہیں کہ گویا وہ اور مریم مقدسہ ایک ہی خاندان کے تھے۔ یہاں یوسف کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ یقیناً اُس کی وفات ہو چکی تھی قبل اس کے کہ ربنا المسیح نے اپنا کام شروع کیا۔

اگر ہم مندرجہ بالا دلائل کو جو بھائیوں کے موضوع پر ہم نے پیش کی ہیں نہ سمجھیں تو ماننا پڑتا ہے کہ (۱) یا تو یہ بھائی یوسف اور مریم مقدسہ کی اولاد تھے۔ یا (۲) جب یوسف کی منگنی مریم سے ہوئی تھی تو وہ رنڈوا تھا اور یہ بھائی یوسف کے بیٹے تھے۔ اوّل۔ متی ۱: ۲۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ربنا المسیح کی پیدائش کے بعد یوسف اور مریم مقدسہ سے اولاد پیدا ہو سکتی تھی۔ پاک کلام میں یہ نہیں بتایا گیا کہ مریم مقدسہ ربنا المسیح کی پیدائش مبارک کے بعد ہمیشہ کنواری رہی حالانکہ اکثر مسیحی اس خیال کے حامی رہے ہیں۔

لوقا ۲: ۷ میں یوں مرقوم ہے "اُس کا پہلوٹھا بیٹا پیدا ہوا" لیکن اس سے کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلتا کیونکہ لفظ پہلوٹھے کا تعلق تئیسویں آیت سے ہے۔ "ہر ایک پہلوٹھا خداوند کے لئے مقدس ہے"۔

دوم۔ یوحنا ۷: ۲ سے ۴ تک۔ اِس عبارت میں ربنا المسیح کے بھائی آپ کی ایسی نکتہ چینی کرتے ہیں اور آپ کو اس طرح سمجھاتے ہیں جیسے بعض اوقات چھوٹے بھائی بڑے بھائی کو سمجھاتے ہیں۔

مرقس ۶: ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بھائی آپ کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ مرقس ۳: ۲۱ میں یسوع کے جن مخالف دوستوں کا ذکر ہے اُن میں اُس کے بھائی بھی شاید شریک تھے۔ نتیجہ یقینی نہیں۔ ممکن ہے کہ چھوٹے بھائی ایسا کریں مگر یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔

پھر جب ربنا المسیح کی والدہ محترمہ اور وہ شاگرد جس سے وہ محبت رکھتا تھا آپ کی صلیب کے پاس کھڑے تھے تو آپ نے اپنی ماں کو اُس شاگرد (یقیناً یوحنا) کے سپرد کیا لیکن اگر یعقوب جیسا مذہبی اور معتبر شخص واقعی مریم مقدسہ کا بیٹا تھا تو یہ کتنا عجیب بات تھی کہ یعقوب کے یہاں رہنا۔"

پس ہم ان دونوں فیصلوں میں کیونکر امتیاز کریں؟

سب سے پُرانی کلیسیائی روایت یہ ہے کہ یسُوع کے بھائی یُوسف کے بیٹے تھے جو اُس سے اُس کی پہلی مرحُومہ بیوی کے بطن سے تھے۔ اور یہ روایت فلسطین میں مانی جاتی تھی۔ ایک بزرگ بنام ہیگیسپّس (HEGESIPPUS) جو فلسطینی تھا یُوں رقمطراز ہے کہ "یہوداہ (متی ۱۳: ۵۵) اُس کا بھائی کہلاتا تھا"۔ یوسیبیُس اور ایپفینیُس (EPIPHANIUS) جن کو صاحب موصوف سے اس کا علم حاصل ہُوا ان "بھائیوں" کو یُوسف کے بیٹے سمجھتے تھے۔

چُنانچہ بہتر یہ ہے کہ ہم اِس قدیم رِوایت کو صحیح جان کر اس نتیجہ تک پہنچیں کہ ہمارے خُداوند کے "بھائی" عُمر میں اُن سے بڑے تھے اور یُوسف کی اولاد تھے لیکن مریم مُقدسہ کی اولاد نہ تھے۔

نوٹ:۔ اگرچہ ہمارا موضُوع چوتھی انجیل کی تفسیر قلمبند کرنا نہیں تاہم یُوحنا ۱۹: ۲۵ پر ایک مدلل نوٹ لِکھنا لازم اور مُناسب ہے۔ ہیرس (HARRIS) اور میئر* (MAYOR) صاحبان نے دکھایا کہ یہاں ناموں کی دو جوڑیوں کا ذکر ہے اور صحیح ترجمہ یُوں ہوگا:۔ "اُس کی ماں مریم اور اُس کی ماں کی بہن مریم کلوپاس کی بیوی اور مریم مگدلینی" یعنی تین عورتیں نہیں بلکہ چار۔ یسُوع کی خالہ غالباً سلومی تھی۔ (مرقس ۱۵: ۴۰)۔

* اگر نشان زدہ مقام پر لفظ نیز بڑھا دیا جائے تو مطلب صاف ہو جائے گا۔

اِس کا تعلق اُس نظریہ سے ہے کہ ربنا المسیح کے بھائی اُس کے خالہ زاد بھائی تھے۔

آیت ۲۱۔ "یہ ہیں الخ"۔ اشارہ رسُولوں کی طرف ہے کیونکہ بھیڑ کی بابت یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ خُدا کے کلام پر عمل کرتے تھے ہاں اگر اُن میں سے کوئی ایسا کرتا تو ضرور ربنا المسیح کے رشتہ داروں میں شمار کیا جاتا۔

ربنا المسیح کا طُوفان کو تھما دینا

آیات ۲۲ تا ۲۵

(۲۲) پھر ایک دن ایسا ہُوا کہ وہ اور اُس کے شاگرد کشتی میں سوار ہُوئے اور اُس نے

اُن سے کہا آؤ جھیل کے پار چلیں۔ پس وُہ روانہ ہُوئے۔ (۲۳) مگر جب کشتی چلی جاتی تھی تو وُہ سو گیا اور جھیل پر بڑی آندھی آئی اور کشتی پانی سے بھری جاتی تھی اور وُہ خطرہ میں تھے۔ (۲۴) اُنہوں نے پاس آ کر اُسے جگایا اور کہا کہ صاحب صاحب ہم ہلاک ہُوئے جاتے ہیں! اُس نے اُٹھ کر ہَوا کو اور پانی کے زور شور کو جھڑکا اور دونوں تھم گئے اور امن ہو گیا۔ (۲۵) اُس نے اُن سے کہا تمہارا ایمان کہاں گیا؟ وُہ ڈر گئے اور تعجب کر کے آپس میں کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟ یہ تو ہَوا اور پانی کو حُکم دیتا ہے اور وُہ اُس کی مانتے ہیں ٭

آیت ۲۲۔ یسُوعؔ اپنے شاگردوں کے ساتھ تھا اور اُنہیں پار جانے کا حکم دیا تھا۔

آیت ۲۳۔ "سو گیا"۔ اور کسی مقام میں آپ کے سو جانے کا ذکر نہیں ٭

"بڑی آندھی"۔ جہاں سمندر یا بڑی جھیل کے نزدیک پہاڑ ہوتے ہیں وہاں آندھیاں اچانک چلتی ہیں۔ کریتے جزیرہ کے پاس بھی ایسا ہوتا ہے۔ (اعمال ۲۷: ۱۴) راقم نے خود ایک جہاز میں کریتے کے اُسی کنارہ کے پاس ایسا ہی طُوفان دیکھا جسے دیکھ کر بقول کسی ملاح کے "ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ طُوفان جہاز کو اُڑا لے جائے گا"۔

غالباً ہَوا کے زور سے کشتی ایک طرف جُھک گئی ہوگی اور پھر بہت جلد بڑی بڑی لہریں اُٹھیں ہونگی اور کشتی سے ٹکریں مارنے لگی ہونگی۔ ظاہر ہوتا ہے کہ بڑی خطرناک حالت پیدا ہُوئی ہوگی ٭

آیت ۲۴۔ "صاحب صاحب"۔ لفظی ترجمہ ہے "گرُو۔ گرُو"۔

"جھڑکا"۔ جیسا کوئی مالک اپنے کُتّے کو جھڑکتا ہے ٭

"امن ہو گیا"۔ نہ فقط ہَوا رُک گئی بلکہ لہریں بھی بیٹھ گئیں ٭

آیت ۲۵۔ "ڈر گئے"۔ طُوفان سے جو خوف پیدا ہُوا تھا وُہ جاتا رہا مگر ربّنا المسیح کی قُدرت دیکھ کر اُن پر ایک طرح کی دہشت چھا گئی کیونکہ انسان میں ایسی قُدرت نہیں ہوتی ٭

ربّنا المسیح کا گراسینیوں کے مُلک میں بدرُوحوں کا لشکر نکالنا

آیات ۲۶ تا ۳۹

(۲۶) پھر وُہ گراسینیوں کے علاقہ میں جا پہنچے جو اُس پار گلیل کے سامنے ہے۔
(۲۷) جب وُہ کنارے پر اُترا تو اُس شہر کا ایک مرد اُسے ملا جس میں بدرُوحیں تھیں۔
اور اُس نے بڑی مُدّت سے کپڑے نہ پہنے تھے اور وُہ گھر میں نہیں بلکہ قبروں میں رہا کرتا تھا۔
(۲۸) وُہ یسُوعؔ کو دیکھ کر چلّایا اور اُس کے آگے گر کر بلند آواز سے کہنے لگا اَے یسُوعؔ!
خُدا تعالےٰ کے بیٹے مجھے تجھ سے کیا کام؟ تیری مِنّت کرتا ہُوں کہ مجھے عذاب میں نہ
ڈال۔ (۲۹) کیونکہ وُہ اُس ناپاک رُوح کو حُکم دیتا تھا کہ اُس آدمی سے نکل جا۔ اِس
لئے کہ اُس نے اُس کو اکثر پکڑا تھا اور ہر چند لوگ اُسے زنجیروں اور بیڑیوں سے جکڑ کر
قابُو میں رکھتے تھے تو بھی وُہ زنجیروں کو توڑ ڈالتا تھا اور بدرُوح اُس کو بیابانوں میں بھگائے
پھرتی تھی۔ (۳۰) یسُوعؔ نے اُس سے پُوچھا تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا لشکر کیونکہ
اُس میں بہُت سی بدرُوحیں تھیں۔ (۳۱) اور وُہ اُس کی مِنّت کرنے لگیں کہ ہمیں
اتھاہ گڑھے میں جانے کا حُکم نہ دے۔ (۳۲) وہاں پہاڑ پر سُؤروں کا ایک بڑا غول
چر رہا تھا۔ اُنہوں نے اُس کی مِنّت کی کہ ہمیں اُن کے اندر جانے دے۔ اُس نے اُنہیں
جانے دیا۔ (۳۳) اور بدرُوحیں اُس آدمی میں سے نکل کر سُؤروں کے اندر گئیں اور
غول کڑاڑے پر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور ڈوب مرا۔ (۳۴) یہ ماجرا دیکھ کر
چرانے والے بھاگے اور جا کر شہر اور دیہات میں خبر دی۔ (۳۵) لوگ اس ماجرے کے دیکھنے
کو نکلے اور یسُوعؔ کے پاس آکر اُس آدمی کو جس میں سے بدرُوحیں نکلی تھیں کپڑے پہنے
اور ہوش میں یسُوعؔ کے پاؤں کے پاس بیٹھے پایا اور ڈر گئے۔ (۳۶) اور دیکھنے والوں نے
اُن کو خبر دی کہ جس میں بدرُوحیں تھیں وُہ کس طرح اچھّا ہُوا۔ (۳۷) اور گراسینیوں کے
گرد و نواح کے سب لوگوں نے اُس سے درخواست کی کہ ہمارے پاس سے چلا جا کیونکہ
اُن پر بڑی دہشت چھا گئی تھی۔ پس وُہ کشتی میں بیٹھ کر واپس گیا۔ (۳۸) لیکن جس شخص
میں سے بدرُوحیں نکل گئی تھیں وُہ اُس کی مِنّت کر کے کہنے لگا کہ مجھے اپنے ساتھ رہنے
دے مگر یسُوعؔ نے اُسے رُخصت کر کے کہا۔ (۳۹) اپنے گھر کو لَوٹ کر لوگوں سے بیان کر
کہ خُدا نے تیرے لئے کیسے بڑے کام کئے۔ وُہ روانہ ہو کر تمام شہر میں چرچا کرنے لگا کہ
یسُوعؔ نے میرے لئے کیسے بڑے کام کئے۔

آیت ۲۶ - ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا طُوفان کے بعد ہی کا ماجرا بیان کیا

گیا ہے ؛

"گراسینیوں کا علاقہ"۔ بعض نسخوں میں "گدارینیوں کا" بعض میں "گرگسینیوں کا" لکھا ہے لیکن نزدیک ہی ایک جگہ گرسا ہے اور اُردو متن میں جو لفظ لکھا ہے صحیح معلوم ہوتا ہے ؛

آیت ۲۷ تا ۲۹ - یہ آدمی نہایت خستہ حالت میں تھا اور حیوانی زندگی بسر کرتا تھا - وُہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ اَوروں کے لئے بھی باعثِ خطرہ تھا - ایک بات قابلِ غور یہ ہے کہ وُہ اپنی شخصیت اور بدرُوحوں کی شخصیت میں ٹھیک طور پر امتیاز نہیں کر سکتا تھا (۲۸ تا ۳۲)

"خُدا تعالےٰ" نئے عہدنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ غیر یہودی استعمال کرتے تھے نیز پُرانے عہد نامہ میں یہ بات پائی جاتی ہے - ملکِ صدق (۳ : ۱۴ - ۲۰ اور ۲۲) بلعام دگنتی ۲۴ : ۱۶) بابل کے حکمران (دانی ایل ۳ : ۲۶ وغیرہ اعمال ۱۶ : ۱۷) شاید یہ شخص یہودی نہ تھا - اور ممکن ہے کہ سُوأروں کے مالک بھی غیر قوم والے تھے ؛

آیت ۳۰ - "تیرا نام کیا ہے" ؟ اس کی حالت دیکھ کر ربّنا المسیح نے سب سے پہلے کوشش کی کہ وُہ اپنی شخصیت کو پہچانے - لیکن وُہ کہتا ہے "لشکر" کیونکہ دوبارہ گویا بدرُوحوں کی طرف سے بات کرتا ہے ؛

آیت ۳۱ - "اتھاہ گڑھا" مُراد ہے عالم الارواح کا وُہ حصّہ جہاں بُری رُوحیں رہتی ہیں یا دوزخ ؛

آیت ۳۲ - "اُس کی مِنّت کی" بہتر ترجمہ ہے "کرتی رہیں" - اِس بات کی ضرورت تھی کہ یہ ستایا ہُوا آدمی کوئی ایسا نظارہ دیکھے جس سے اُسے یقین آ جائے کہ وُہ واقعی بچ گیا ہے ؛

آیت ۳۳ - "ڈُوب مرا" - مالکوں کا بڑا نُقصان ہُوا یہاں ایک سوال پیدا ہُوا ہے کہ ربّنا المسیح نے ایسا کیوں کیا ؟ طرح طرح کے جوابات دِئے گئے ہیں - چند جوابات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :-

اوّل - اُس آدمی کی چیخ و پکار سے سُوأروں میں سے چند سُوَر خوف کھا کر بھاگ گئے اور باقی سُوَر اُن کے پیچھے بھاگے - این خیال خام است ؛

دوم - چُونکہ یسُوع المسیح مجسّم کلام ہے اور تمام کائنات کا خالق و مالک ہے لہٰذا اُس

کا حق تھا کہ اپنی ملکیت سے جو چاہے سو کرے ۔

سوم ۔ بد رُوحوں کے چلے جانے کے دیدنی ثبوت کی ضرورت تھی تاکہ وُہ آدمی محسُوس کرے کہ وُہ سچ مُچ بچ گیا ہے ۔ کسی آدمی کو شفا دینا بمقابلہ جانوروں کی ہلاکت کے بہت زیادہ اہم بات ہے ۔

چہارم ۔ سُؤروں کے مالک یہودی تھے اور اُن کا سُؤروں کو پالنا خلاف شریعت تھا غالباً تیسرا جواب صحیح ہے اور شاید چوتھا جواب بھی درُست ہے ۔

آیات ۳۴ و ۳۵ ۔ وُہ آدمی اچھا ہو گیا اور کسی نے اُس کے لئے کپڑے بھی مہیّا کر دئے ۔

آیت ۳۷ ۔ لوگوں کا نقصان ہُوا تھا اور بہ نسبت آدمی کی صحت کے اُنہوں نے نقصان کا زیادہ خیال کیا ۔ نیز وُہ یسُوع المسیح کی قُدرت سے ڈر بھی گئے ہوں گے ۔

آیات ۳۸ و ۳۹ ۔ ہمارے خُداوند نے اِس شخص کی گواہی کی قدر کی اور اُس کو شاگرد بنا کر اُسے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دی ۔ مرقس کی انجیل سے ظاہر ہے کہ یہ گواہی کارآمد ہُوئی گراسینیوں کا علاقہ دکپُلس کے نزدیک تھا شاید اُس میں شامل تھا ۔ لفظ دکپُلس کا مطلب ہے "دس شہر" ۔ یہ کوئی صُوبہ نہ تھا بلکہ ایک مُروّجہ نام تھا جو اُس علاقہ کے لئے استعمال ہوتا تھا ۔ مرقس بتاتا ہے کہ اُس آدمی نے دکپُلس میں اس ماجرا کا چرچا کیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد یسُوع پھر وہاں گیا یعنی جھیل کے کنارے تک ۔ اب کی دفعہ لوگوں نے اُس کا استقبال کیا اور ایک بہرے کو اُس کے سامنے پیش کیا تاکہ شِفا پائے اور جب وُہ اچھا ہو گیا تو کہا "جو کچھ اُس نے کیا سب اچھا کیا" (مرقس ۷: ۳۱ سے ۳۷ تک) ۔

ربنا المسیح کا واپس جانا اور یائیر کی درخواست

آیات ۴۰ تا ۴۱

(۴۰) جب یسُوع واپس آرہا تھا تو لوگ اُس سے خُوشی کے ساتھ مِلے کیونکہ سب اُس کی راہ تکتے تھے ۔ (۴۱) اور دیکھو یائیر نام ایک شخص جو عبادت خانہ کا سردار تھا آیا اور یسُوع کے قدموں پر گر کر اُس سے مِنّت کی کہ میرے گھر چل ۔ (۴۲) کیونکہ اُس کی اکلوتی بیٹی جو قریباً بارہ برس کی تھی مرنے کو تھی اور جب وُہ جا رہا تھا تو لوگ اُس پر گرے پڑتے تھے ۔

آیت ۴۱ - یائیر عبادت خانہ کی کمیٹی کا ایک شریک تھا اور اُن بزرگوں میں سے ایک بزرگ تھا جو عبادت خانہ کا انتظام کرتے تھے۔ اُس نے اپنی بیٹی کی بابت جو قریب المرگ تھی خُداوند المسیح سے درخواست کی تھی کہ آپ اُس کے گھر چلیں - وہاں ایک بڑی بھیڑ لگ گئی تھی۔

ایک عورت کا جِس کے خُون جاری تھا شفا پانا

آیات ۴۳ تا ۴۸

(۴۳) اور ایک عورت نے جس کے بارہ برس سے خُون جاری تھا اور اپنا سارا مال حکیموں پر خرچ کر چکی تھی اور کسی کے ہاتھ سے اچھی نہ ہو سکی تھی۔ (۴۴) اُس کے پیچھے آکر اُس کی پوشاک کا کنارہ چھُوا اور اُسی دم اُس کا خُون بہنا بند ہو گیا۔ (۴۵) اِس پر یسُوع نے کہا وُہ کون ہے جس نے مجھے چھُوا؟ جب سب انکار کرنے لگے تو پطرس اور اُس کے ساتھیوں نے کہا کہ اَے صاحب لوگ تجھے دباتے اور تجھ پر گرے پڑتے ہیں۔ (۴۶) مگر یسُوع نے کہا کہ کسی نے مجھے چھُوا تو ہے کیونکہ میں نے معلوم کیا کہ قُوت مُجھ سے نکلی ہے۔ (۴۷) جب اُس عورت نے دیکھا کہ میں چھپ نہیں سکتی تو کانپتی ہُوئی آئی اور اُس کے آگے گر کر سب لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ میں نے کس سبب سے تجھے چھُوا اور کس طرح اُسی دم شفا پا گئی۔ (۴۸) اُس نے اُس سے کہا بیٹی! تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے۔ سلامت چلی جا۔

آیات ۴۳ و ۴۴ - یہ عورت عرصہ دراز سے ایسی حالت میں تھی جو نہ صرف اُس کے لئے بیحد مُضر صحت تھی بلکہ ازرُوئے شریعت اُس کو ناپاک کرتی تھی۔ ربّنا المسیح کی شہرت کے باعث اُس نے خیال کیا کہ اگر میں اُس کی پوشاک کو محض چھُو لُوں گی تو شفا پاؤں گی۔ اُس نے گویا چھپکے سے یعنی چوری سے شفا پانے کا ارادہ کیا مگر خُداوند سے چھپ نہ سکی۔ شریعت کے مطابق یہودیوں پر فرض تھا کہ اپنے اُوپر والے کپڑے کے چاروں کونوں پر جھالریں بنا دیں جو اُن کو خُدا کی یاد دلائیں۔ (گنتی ۱۵: ۳۸ سے ۴۱ تک و استثنا ۲۲: ۱۲) اُس عورت نے پچھلے جھالروں میں سے ایک کو چھُوا (یا پکڑا) اور فوراً اُس کا خُون جو بارہ برس سے جاری تھا بند ہو گیا۔ (یہاں لُوقا نے علم طب کی ایک اصطلاح

استعمال کی ہے یُونانی میں ESTE یعنی کھڑا ہو گیا مگر بند ہو گیا اُردو کا صحیح محاورہ ہے)

آیت ۴۵ - یسُوع کے سوال سے شاگردوں کی طرف سے غالباً پطرس سب سے پہلے بولا متعجب ہُوئے، اور اُنہوں نے ظاہر کیا کہ اُن کے نزدیک یہ فضُول سوال تھا۔

آیت ۴۶ - یسُوع نے معلُوم کیا کہ کسی نے شفا پائی ہے ۔۔۔ اگرچہ اُس نے مُڑ کر تو دیکھا نہیں تھا تو بھی جانتا تھا کہ کس نے چھُوا۔ آپ کے سوال کی غرض یہ تھی کہ وُہ عورت آگر اقرار کرے تاکہ خُود اُس کا ایمان پُختہ ہو اور نیز بھیڑ کے لوگ خُدا کی قُدرت کا اقرار کریں۔

آیت ۴۷ - "کانپتی ہُوئی" اُسے خیال آیا کہ اُس نے زیادتی کی ہے اور شاید ڈرتی تھی کہ وُہ شفا جسے وُہ محسُوس کر رہی تھی گویا واپس لے لی جائے گی۔

آیت ۴۸ - لیکن ہمارے خُداوند نے اُس کے ایمان کی تعریف کر کے اُسے دُعائے خیر دی۔

ربنا المسیح کا یائیر کی بیٹی کو جِلانا
آیات ۴۹ تا ۵۶

(۴۹) وُہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ عبادت خانہ کے سردار کے ہاں سے کسی نے آ کر کہا کہ تیری بیٹی مر گئی، اُستاد کو تکلیف نہ دے۔ (۵۰) یسُوع نے سُن کر اُسے جواب دیا کہ خوف نہ کر فقط اعتقاد رکھ، وُہ بچ جائے گی۔ (۵۱) اور گھر میں پہنچ کر پطرس اور یُوحنّا اور یعقُوب اور لڑکی کے ماں باپ کے سوا کسی کو اپنے ساتھ اندر نہ جانے دیا۔ (۵۲) اور سب اُس کے لئے رو پیٹ رہے تھے مگر اُس نے کہا رو نہیں۔ وُہ مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے۔ (۵۳) وُہ اُس پر ہنسنے لگے کیونکہ جانتے تھے کہ وُہ مر گئی ہے۔ (۵۴) مگر اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور پکار کر کہا اے لڑکی اُٹھ۔ (۵۵) اُس کی رُوح پھر آئی اور وُہ اُسی دم اُٹھی پھر یسُوع نے حُکم دیا کہ لڑکی کو کچھ کھانے کو دیا جائے۔ (۵۶) اُس کے ماں باپ حیران ہُوئے اور اُس نے اُنہیں تاکید کی کہ یہ ماجرا کسی سے نہ کہنا۔

آیت ۴۹ - یائیر کے گھر کے لوگوں کو یہ خیال نہ تھا کہ ربنا المسیح اُن کی مُردہ لڑکی کو جلا سکتا ہے غالباً وُہ نائین کی بیوہ کے لڑکے کے احوال سے ناآشنا تھے ورنہ اُن کو لڑکی کے جلائے جانے کی اُمید ہوتی۔

آیت ۵۰۔ "فقط اعتقاد رکھ"۔ حسب دستور ربّنا المسیح نے ایمان اور بھروسے پر زور دیا لیکن بیچارہ باپ بہت گھبرا گیا ہوگا۔

آیت ۵۱۔ حسب دستور جیسے پہلے دو ایک موقعوں پر شافیِ زمان نے اپنے ساتھ تین خاص رسُولوں کو لیا تھا اب بھی اُنہیں لڑکی کے والدین کے ساتھ مکان کے اندر لے گیا۔ باقی لوگ باہر آنگن میں رو پیٹ رہے تھے۔ اکثر واویلا کرنے والے اُجرت پر رکھے جاتے تھے لیکن غالباً اس کے لئے وقت کافی نہ تھا۔ ماتم کرنے والے رشتہ دار اور جان پہچان ہی ہوں گے۔

آیت ۵۲۔ "سوتی ہے"۔ ہمیں علم نہیں کہ ربّنا المسیح کا مطلب کیا واقعی یہی تھا کہ لڑکی محض بے ہوش اور غشی کی حالت میں تھی۔ لعزر کی بابت آپ نے فرمایا تھا کہ "لعزر سو گیا"۔ لیکن اُس وقت جب غلط فہمی پیدا ہوئی تو آپ نے بتایا کہ لعزر مر گیا۔ (یُوحنّا ۱۱: ۱۱ و ۱۴)۔ یہ بخُوبی معلوم نہیں کہ لڑکی سچ مچ مر گئی تھی یا نہیں مری تھی۔ ہو سکتا ہے کہ لڑکی اُس غشی کی حالت میں ہو جو بعض اوقات موت سے پہلے آتی ہے۔

آیت ۵۳۔ آپ نے لڑکی کو ایسا جگایا جیسا سونے والے کو جگاتے ہیں آپ نے نائین میں بھی یہی طریقہ استعمال کیا تھا۔ لُوقا نے آرامی الفاظ تلیتا قومی جن کو مرقس نے یُونانی ترجمہ کے ساتھ لکھا تھا قلم انداز کیا کیونکہ یُونانیوں کو اس میں چنداں دلچسپی نہ تھی۔

آیت ۵۵۔ ممکن تھا کہ والدین مارے خُوشی کے بھُول جاتے کہ بیماری کے بعد غذا کی ضرُورت ہوگی۔ خُداوند نے اُن کی توجہ اِس طرف مبذُول کی۔

آیت ۵۶۔ "کسی سے نہ کہنا"۔ یہ مُعجزہ چھپ نہیں سکتا تھا لیکن ماں باپ کو اس کی بابت گُفتگو کرنا مُفید نہ تھا۔

باب نہم

ربّنا المسیح کا بارہ رسُولوں کو تبلیغی دَورے پر بھیجنا

آیات ۱ تا ۶

(۱) پھر اُس نے اُن بارہ کو بُلا کر اُنہیں سب بدرُوحوں اور بیماریوں کو دُور کرنے کے لئے قُدرت اور اختیار بخشا - (۲) اور اُنہیں خُدا کی بادشاہی کی مُنادی کرنے اور بیماروں کو اچھّا کرنے کے لئے بھیجا - (۳) اور اُن سے کہا کہ راہ کے لئے کُچھ نہ لینا۔ نہ لاٹھی - نہ جھولی - نہ روٹی - نہ روپیہ - نہ دو دو کُرتے رکھنا - (۴) اور جس گھر میں داخل ہو وہیں رہنا اور وہیں سے روانہ ہونا - (۵) اور جس شہر کے لوگ تمہیں قبُول نہ کریں، اُس شہر سے نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دینا تاکہ اُن پر گواہی ہو - (۶) پس وُہ روانہ ہو کر گاؤں گاؤں خُوشخبری سُناتے اور ہر جگہ شفا دیتے پھرے ۔

اِس کا ذکر متّی ۱۰: ۱ سے ۵ اتک - اور مرقس ۶: ۷ سے ۱۱ تک میں بھی ہے ۔

آیت ۱ - "بُلا کر" یا تو سب یسُوع المسیح کے ساتھ تھے اور آپ نے اُن کو جمع کیا تھا یا دو ایک غیر حاضر تھے اور اُنہیں بُلایا گیا - بہر حال اناجیل کے طرزِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب رسُول آپ کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے ۔

رسُولوں کو روانہ کرنے سے پہلے آپ نے اُن کو وُہ طاقت اور اختیار بخشا تھا جو اُن کی مُقررہ خدمت کے لئے درکار تھا - جب خُدا کسی کو کسی خدمت کے لئے بُلاتا ہے تو اُس کو وُہ فضل اور توفیق عنایت فرماتا ہے جو اُس خدمت کے لئے درکار ہے ۔

آیت ۲ - اُن کا کام شفا بخشنا، بدرُوحوں کو نکالنا اور خُدا کی بادشاہت کی مُنادی کرنا تھا ۔

آیت ۳ - اِن حالات میں زیادہ سامان کی ضرُورت نہ تھی اور نہ لے جانے کی اجازت تھی - ایک فرق اناجیل میں نظر آتا ہے - لُوقا نے لکھا ہے "کُچھ نہ لینا - نہ لاٹھی الخ" لیکن مرقس نے لکھا ہے "لاٹھی کے سوا کُچھ نہ لو" معلُوم ہوتا ہے کہ یا تو لُوقا نے مرقس کی انجیل کو استعمال کرتے وقت سہواً ایسا کیا یا کسی رسُول سے کوئی بات سُنی تھی جس سے اُس نے

یہ نتیجہ نکلا ہوگا ۔ اس گشت میں اُن کے پاس کوئی لاٹھی وغیرہ بھی نہ تھی۔ بات خفیف سی ہے اور کچھ اہمیت نہیں رکھتی ۔

آیت ۴ ۔ گھر گھر جانے کی اجازت نہ تھی کیونکہ وقت ضائع ہونے کا اندیشہ تھا ۔

آیت ۵ ۔ "گرد جھاڑنا" لعنت یا کنارہ کشی کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۶ ۔ اپنی خدمات میں رسول کامیاب ہوئے ۔

ربّنا المسیح کی بابت ہیرودیس کا خیال

آیات ۷ تا ۹

(۷) اور چوتھائی ملک کا حاکم ہیرودیس سب احوال سُن کر گھبرا گیا ۔ اس لئے کہ بعض کہتے تھے کہ یُوحنّا مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے ۔ (۸) اور بعض یہ کہ ایلیاہ ظاہر ہُوا ہے اور بعض یہ کہ قدیم نبیوں میں سے کوئی جی اُٹھا ہے ۔ (۹) مگر ہیرودیس نے کہا کہ یُوحنّا کا تو مَیں نے سر کٹوا دیا ، اب یہ کون ہے جس کی بابت ایسی باتیں سُنتا ہُوں ؟ پس اُسے دیکھنے کی کوشش میں رہا ۔

آیات ۷ و ۸ ۔ عموماً اس عبارت کی یہی موزوں شرح ہے لیکن درحقیقت ہیرودیس کوئی رائے قائم نہ کر سکا ۔ عام لوگوں میں تین خیال پھیل چکے تھے ۔ **اوّل** ۔ یُوحنّا اصطباغی جی اُٹھا ہے ۔ **دوم** ۔ ایلیاہ جس کے بارہ میں مرقوم ہے کہ زندہ آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا ۔ (۲ سلاطین ۲ : ۱۱) پھر ظاہر ہُوا ہے ۔ لوگوں نے اُس کی بابت یہ نہیں کہا کہ جی اُٹھا ہے ۔

سوم ۔ قدیم انبیا میں سے کوئی نبی زندہ ہُوا ہے ۔ یہ خیال تھا بلکہ پیشین گوئی ہو چکی تھی کہ ربّنا المسیح کی آمد سے پہلے ایلیاہ آئیگا ۔ آقا نے خُود اِسی پیشین گوئی کی تشریح کی تھی ۔ (مرقس ۹ : ۱۲ و ملاکی ۴ : ۵ و ۶ ۔ دیکھو لُوقا ۱ : ۱۷) ۔ یُوحنّا ۱ : ۲۱ سے ظاہر ہے کہ بعض یہودی خیال کرتے تھے کہ وُہ نبی جس کا ذکر استثنا ۱۸ : ۱۵ اور ۱۸ میں ہے مسیح کے آنے سے پہلے ظاہر ہوگا ۔

آیت ۹ ۔ ہیرودیس کا یہ خیال ہوگا کہ یُوحنّا کے ختم ہو جانے سے اُس کی باتیں بھی ختم ہو جائیں گی لیکن وُہی معاملہ پھر شروع ہو گیا ۔

ہیرودیس نے کوشش کی تھی کہ ربّنا المسیح سے ملاقات ہو لیکن یہ پہلی ملاقات مُبارک

جُمعہ ہی کو ہُوئی ٭ (لُوقا ۲۳ : ۸ سے ۱۲ تک)۔

رَبّنا المسیح کا پانچ ہزار آدمیوں کو کھانا کھِلانا

آیات ۱۰ تا ۱۷

(۱۰) پھر رسُولوں نے جو کچھ کیا تھا لَوٹ کر اُس سے بیان کیا اور وُہ اُن کو الگ لے کر بیت صَیدا نام ایک شہر کو چلا گیا۔ (۱۱) یہ جان کر بھیڑ اُس کے پیچھے گئی اور وُہ خُوشی کے ساتھ اُن سے مِلا اور اُن سے خُدا کی بادشاہی کی باتیں کرنے لگا اور جو شِفا پانے کے مُحتاج تھے اُنہیں شِفا بخشی۔ (۱۲) جب دن ڈھلنے لگا تو اُن بارہ نے آکر اُس سے کہا کہ بھیڑ کو رُخصت کر کہ چاروں طرف کے گاؤں اور بستیوں میں جا ٹکیں اور کھانے کی تدبیر کریں کیونکہ ہم یہاں ویران جگہ میں ہیں۔ (۱۳) اُس نے اُن سے کہا تُم ہی اُنہیں کھانے کو دو۔ اُنہوں نے کہا ہمارے پاس پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے زیادہ موجُود نہیں مگر ہاں ہم جا کر اِن سب لوگوں کے لئے کھانا مول لے آئیں۔ (۱۴) کیونکہ وُہ پانچ ہزار مرد کے قریب تھے۔ اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اُن کو تخمیناً پچاس پچاس کی قطاروں میں بِٹھاؤ۔ (۱۵) اُنہوں نے اُسی طرح کیا اور سب کو بِٹھایا۔ (۱۶) پھر اُس نے وُہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر اُن پر برکت بخشی اور توڑ کر اپنے شاگردوں کو دیتا گیا کہ لوگوں کے آگے رکھیں۔ (۱۷) اُنہوں نے کھایا اور سب سیر ہو گئے اور اُن کے بچے ہُوئے ٹکڑوں کی بارہ ٹوکریاں اُٹھائی گئیں ٭

یہی مُعجزہ اناجیل اربعہ میں بیان کیا گیا ہے۔ (متّی ۱۴ : ۱۳ - ۲۱ و مرقس ۶ : ۳۲ - ۴۴ و یُوحنّا ۶ : ۱ - ۱۳)

آیت ۱۰۔ "بیت صَیدا نام ایک شہر کو"۔ مرقس بتاتا ہے کہ ربّنا یسُوع اور آپکے شاگرد ایک ویران جگہ کو گئے اور لُوقا بھی یہی بتاتا ہے (آیت ۱۲) بیت صَیدا دراصل محض قصبہ تھا لیکن جن قصبوں کی شہر پناہ ہوتی تھی وہ شہر کہلاتے تھے۔ اسی طرح انگلستان میں جس جگہ بشپ کا بڑا گرجہ ہو وُہ شہر کہلاتا ہے۔ حالانکہ اِن میں سے کم سے کم دو بستی شہر محض قصبے یا گاؤں ہی ہیں۔ بیت صَیدا کے نزدیک کافی ویران جگہیں تھیں ٭

آیت ۱۱۔ "بھیڑ"۔ یُوحنّا باب ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑ کفر نحوم کی طرف سے آئی تھی۔

آیت ۱۲ - جگہ ویران تھی لیکن گاؤں اور بستیاں نزدیک تھیں ۔

آیت ۱۳ - شاگردوں کا جواب اُن کی مُشکل کو ظاہر کرتا ہے - یہ خیال کہ وُہ کھانے کا بندوبست کرنے سے انکار کرتے تھے صحیح نہیں معلوم ہوتا - "مول لے لیں" ممکن ہے کہ امیر عورتوں کی مدد و امداد کی وجہ سے اُن کے پاس کافی روپیہ تھا ۔

آیت ۱۴ - ربّنا یسُوع کو معلوُم تھا کہ آپ کیا کرنے والے ہیں (یُوحنّا ۶ : ۶) اس لئے آپ نے لوگوں کو ترتیب سے بٹھانے کا حُکم دیا تاکہ کھانا بانٹنے والے بغیر گڑبڑ کے سب کو کھانا بانٹ سکیں ۔

آیت ۱۶ - ربّنا یسُوعؔ کا دستُور تھا کہ کھانے کے وقت برکت دیتے تھے - (۲۲ : ۱۹ و ۲۴ : ۳۰) اسی لئے اکثر مسیحیوں کا رواج ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے دُعا کرتے ہیں ۔

ہم کو بتایا یہ نہیں گیا کہ کیا روٹیاں اور مچھلیاں یکایک بڑھ گئی تھیں یا اُس وقت بڑھی تھیں جب بانٹی جا رہی تھیں ۔

آیت ۱۷ - **"بارہ ٹوکریاں"** - جب ربّنا یسُوعؔ نے ایک کشتی مانگی تھی تو اُسے مچھلیوں سے لبالب بھر کر لوٹا دیا تھا - (۵ : ۶ و ۷) اب وُہ پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کو لیتے ہیں اور بارہ ٹوکریاں بھری ہُوئی لوٹا دیتے ہیں جو لوگ خُدا کے کام کے لئے کچھ دیتے ہیں خُدا اُن کو اکثر زیادہ برکتیں عنایت فرماتا ہے ۔

حصّہ چہارم

گلیل کے باہر پیغامِ نجات کی تبلیغ

مُقدّس پطرس کا اقرار اور ربّنا المسیح کی اذیّت کی پہلی پیشین گوئی

آیات ۱۸ تا ۲۷

(۱۸) جب وُہ تنہائی میں دُعا کر رہا تھا اور شاگرد اُس کے پاس تھے تو ایسا ہُوا کہ اُس نے اُن سے پُوچھا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں؟ (۱۹) اُنھوں نے جواب میں کہا یُوحنّا بپتسمہ دینے والا اور بعض ایلیّاہ کہتے ہیں اور بعض یہ کہ قدیم نبیوں میں سے کوئی جی اُٹھا ہے۔ (۲۰) اُس نے اُن سے کہا لیکن تُم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں کہا کہ خُدا کا مسیح۔ (۲۱) اُس نے اُن کو تاکید کر کے حُکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہنا۔ (۲۲) اور کہا ضرور ہے کہ ابنِ آدم بہُت دُکھ اُٹھائے اور بُزرگ اور سردار کاہن اور فقیہہ اُسے رد کریں اور وُہ قتل کیا جائے اور تیسرے دن جی اُٹھے۔ (۲۳) اور اُس نے سب سے کہا اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خُودی سے انکار کرے اور ہر روز اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے۔ (۲۴) کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچانا چاہے وُہ اُسے کھوئیگا اور جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوئے وُہی اُسے بچائے گا۔ (۲۵) اور آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کو کھو دے یا اُس کا نُقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہو گا؟ (۲۶) کیونکہ جو کوئی مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائیگا۔ ابنِ آدم بھی جب اپنے اور اپنے باپ کے اور پاک فرشتوں کے جلال میں آئیگا تو اُس سے شرمائے گا۔ (۲۷) لیکن میں تُم سے سچ کہتا ہُوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعض ایسے ہیں کہ جب تک خُدا کی بادشاہی کو دیکھ نہ لیں مَوت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔

اس مقام پر لُوقا کا بیان بہُت مختصر ہے۔ اُس نے بعض واقعات کو قلم انداز کر دیا ہے

مثلاً پطرس کا رَبنا المسیح کو ملامت کرنا اور اُسے ڈانٹنا اور قیصریہ فلپی کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔
ممکن ہے اُس نے یہ خیال کیا ہو کہ چونکہ بیت صیدا قیصریہ فلپی کے نزدیک واقع تھا،
اس لئے دوبارہ اس جگہ یا علاقے کا ذکر کرنا فضول بات تھا۔

آیت ۱۸ ۔"تنہائی میں دُعا کر رہا تھا"۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ربنا المسیح خود شخصی دُعا کرتے تھے اور شاید شاگرد نزدیک ہی تھے (دیکھو مرقس ۴: ۱۰)۔ مذکورہ ذیل اہم سوال کرنے سے پہلے ہمارے خُداوند نے دُعا کی ضرورت محسُوس کی۔ یہ سوال رسُولوں کو جانچنے کے لئے تھا اور شاید آپ نے یہ دُعا کی تھی کہ آپ کے شاگرد اس امتحان میں کامیاب ثابت ہوں۔

آیت ۱۹ ۔ (۹: ۷-۸ کا مقابلہ کرنا چاہیئے) عوام کی رائے وہی تھی جو ہیرودیس انتپاس کے دربار میں مروّج تھی۔

آیت ۲۰ ۔ پطرس کا جواب سب شاگردوں کا مجموعی جواب تھا۔ یقیناً رسُولوں نے باہم اِس بات کی بابت کہ ہمارا اُستاد کون ہے؟ کئی بار گفتگو کی ہوگی ورنہ وُہ ایسا فوری جواب نہ دے سکتا۔

"**خُدا کا مسیح**"۔ مسیح وُہ ہے جس کو خُدا نے مسح اور مقرر کیا ہو۔ بنی اسرائیل کے سردار کاہن اور بادشاہ مسح کئے جاتے تھے۔ چُنانچہ بادشاہ خُداوند کا ممسوح کہلاتا تھا۔ اب تک بعض ممالک مثلاً انگلستان میں بادشاہ کی تاجپوشی کے وقت نیا بادشاہ مقدس تیل سے مسح کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ملکہ الزبتھ بھی مسح کی گئی تھی۔ یہ اس بات کا نشان سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ خُدا کے فضل سے تخت نشین ہوتا ہے اور خُدا کی خدمت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

چُنانچہ وُہ "آنے والا" جو خُدا کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے مقرر ہونے کو تھا مسیح کہلاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسیحی مبلغین یہودیوں کے سامنے ثابت کرتے تھے کہ یسُوع ناصری ہی مسیح ہے۔ (اعمال ۲: ۳۶ و ۳: ۱۸ و ۱۳: ۱۶ سے ۲۱ تک دنیز یوحنا ۱: ۴۱ و ۴: ۲۹ و ۷: ۴۱)۔

آیت ۲۱ ۔ اُردو ترجمہ سے ایک لفظ (شاید سہوِ کاتب کی وجہ سے) رہ گیا ہے۔ یعنی "لیکن" (یونانی DE) "لیکن اُس نے اُن کو تاکید کرکے حُکم دیا"۔ پطرس کا اقرار صحیح تھا۔ ممکن تھا کہ رسُول آیندہ اس بات کا چرچا کریں لیکن ربنا یسُوع نے اُن کو منع کیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے چرچا کرنے سے کیوں منع کیا؟ یقیناً اس سبب سے کہ عوام کا بلکہ تمام یہودیوں کا یہ گمان تھا کہ مسیح جب آئیگا تو فوجی شان اور دبدبے سے آئے گا، رومیوں کو شکست دے گا اور دنیاوی بادشاہت قائم کرے گا۔ تھوڑے دن پہلے پہل لوگوں نے چاہا کہ ربنا المسیح کو زبردستی سے اپنا بادشاہ بنائیں (یوحنا ۶: ۱۵) لیکن ہمارے خداوند ہی وہ واحد شخص تھے جنہوں نے یسعیاہ باب ۵۳ کا مطلب سمجھا کہ یہ المسیح کی اذیت کی پیشین گوئی ہے۔ اس بات کو شاگردوں نے بھی خود نہیں سمجھا تھا۔ (لوقا ۹: ۴۴-۶ و ۲۱: ۲۴ و مرقس ۱۰: ۲۵ سے ۳۷ تک۔ اعمال ۱: ۶)۔

آیت ۲۲۔ "ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دکھ اٹھائے الخ"۔ اس خیال سے آشنا ہو کر رسولوں نے ربنا المسیح کی عظمت پہچانی۔ آپ نے پہلی بار ان کو بتایا کہ آپ کو دکھ اٹھا کر مرنا ہوگا اور نہ صرف یہ بلکہ آپ کے ملک کے بڑے بڑے با اختیار لوگ آپ کو رد کر کے قتل کریں گے۔ نیز اس نے بتایا کہ وہ موت کے بعد تیسرے دن جی اٹھے گا۔

"ضرور ہے"۔ اسی کے لئے وہ آیا تھا اور اسی کی پیشینگوئی پاک کلام میں موجود تھی۔

"تیسرے دن"۔ اس زمانہ میں بعض وقت اس کو تین دن کے بعد کہتے تھے۔ اسی طرح سے اردو میں ہفتہ یعنی ۷ روز یا آٹھ دن بھی کہلاتا ہے۔

آیت ۲۳۔ "اپنی خودی سے انکار کرے"۔ یعنی کبھی اپنا فائدہ یا اپنی عزت یا اپنی کوئی بات مدنظر نہ رکھے۔ بعض وقت اچھی چیزوں سے پرہیز کرنا مسیحیوں کے یہاں خود انکاری کہلاتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ مثلاً تمباکو سے پرہیز کرنا تمباکو انکاری ہے بلکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس پر پھولے کہ میں نے بہت سی چیزیں چھوڑی ہیں اسے خود افزاری کہیں گے۔ یہ نیکو کاروں کے لئے بڑا خطرہ ہے۔

"صلیب اٹھائے" یعنی مسیح کی خاطر بری موت مرنے کے لئے تیار ہو۔ کیونکہ وہی لوگ صلیب اٹھاتے تھے جو مقتل کو جاتے تھے۔ گلیل کے لوگوں نے سینکڑوں آدمیوں کو صلیب اٹھائے ہوئے اور صلیبوں پر لٹکے ہوئے دیکھا تھا۔

"ہر روز"۔ یہ طبیعت نہ صرف خطرہ کے وقت ہو بلکہ ہر وقت۔

آیات ۲۴ و ۲۵۔ جان پر کھیلنا جان بچانے کا صحیح طریقہ ہے۔ ساری دنیا و ما فیہا حاصل کرنا بے فائدہ ہے اگر اس سودے میں جان جاتی ہے یہاں جان کا مطلب روح بھی سمجھنا چاہئے۔

آیت ۲۶ - اس بات کو چھپانا کہ میں مسیحی ہُوں اچھا نہیں ورنہ عاقبت میں مسیح خداوند فرمائیگا کہ مَیں بھی اس شخص کو نہیں پہچانتا۔ (۲ تموتھی ۲: ۱۲) ؛

آیت ۲۷ - اس آیت پر بہت بحث ہُوئی۔ یہ ضرور ہے کہ جس ماجرا کا ذکر ہے اُسے بعض دیکھیں گے اور بعض نہیں دیکھیں گے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی مرجائیں گے کیونکہ موت کا مزہ چکھنے کا ذکر ہے۔ طرح طرح کی تشریح کی گئی ہے ان میں بہترین دو ہی ہیں :- اوّل۔ مسیح کی صُورت کا تبدیل ہونا جس کا ذکر اسی باب میں ہے اور جس کو فقط پطرس۔ یُوحنّا اور یعقوب نے دیکھا۔ دوم۔ یروشلیم کا محاصرہ اور بربادی اس کو اُن رسُولوں نے نہیں دیکھا جو اُس سے پہلے وفات پا گئے۔ مثلاً پطرس باب ۲۱ پر کی تفسیر ملاحظہ ہو ؛

ربّنا یسُوع المسیح کی شبیہ پاک کا بدل جانا

آیات ۲۸ تا ۳۶

(۲۸) پھر ان باتوں کے کوئی آٹھ روز بعد ایسا ہُوا کہ وُہ پطرس اور یُوحنّا اور یعقُوب کو ہمراہ لیکر پہاڑ پر دُعا کرنے گیا۔ (۲۹) جب وُہ دُعا کر رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ اُس کے چہرہ کی صُورت بدل گئی اور اُس کی پوشاک سفید براق ہو گئی۔ (۳۰) اور دیکھو دو شخص یعنی مُوسیٰ اور ایلیاہ اُس سے باتیں کر رہے تھے۔ (۳۱) یہ جلال میں دکھائی دئے اور اُس کے انتقال کا ذکر کرتے تھے جو یروشلیم میں واقع ہونے کو تھا۔ (۳۲) مگر پطرس اور اُس کے ساتھی نیند میں بھرے تھے اور جب اچھی طرح بیدار ہُوئے تو اُس کے جلال کو اور اُن دو شخصوں کو دیکھا جو اُس کے ساتھ کھڑے تھے۔ (۳۳) جب وُہ اُس سے جُدا ہونے لگے تو ایسا ہُوا کہ پطرس نے یسُوع سے کہا اَے صاحب ہمارا یہاں رہنا اچھا ہے۔ پس ہم تین ڈیرے بنائیں۔ ایک تیرے لئے، ایک مُوسیٰ کے لئے، ایک ایلیاہ کے لئے۔ لیکن وُہ جانتا نہ تھا کہ کیا کہتا ہے۔ (۳۴) وُہ یہ کہتا ہی تھا کہ بادل نے آکر اُن پر سایہ کرلیا اور جب وُہ بادل میں گھرنے لگے تو ڈر گئے۔ (۳۵) اور بادل میں سے ایک آواز آئی کہ یہ میرا برگزیدہ بیٹا ہے اِس کی سُنو۔ (۳۶) یہ آواز آتے ہی یسُوع اکیلا پایا گیا اور وُہ چُپ رہے اور جو باتیں دیکھی تھیں اُن دنوں میں کسی کو اُن کی کچھ خبر نہ دی ؛

آیت ۲۸ - "کوئی آٹھ روز بعد" متی ۱۷: ۱ - اور مرقس ۹: ۲ میں "چھ دن کے بعد" لکھا ہے مگر لوقا نے جو قلمبند کیا ہے اس کا مطلب ہے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد ان بیانات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا - پطرس اور یوحنا اور یعقوب وہی تین رسول تھے جن کو یسوع اپنے ساتھ یائیر کے گھر لے گیا تھا اور جن کو گتسمنی باغ میں اپنے ساتھ لے جانے کو تھا -

"پہاڑ" - غالباً حرمون پہاڑ جو بہت اونچا ہے - ایک روایت ہے کہ یہ تبور پہاڑ تھا لیکن یوسیفس مورخ کی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کے زمانہ میں اس کے اوپر ایک قلعہ تھا - نیز خداوند اور آپ کے شاگردوں نے پہاڑ سے اترنے میں ایک دن کے قریب لگایا تھا - تبور بہت بڑا پہاڑ نہیں اور آدمی اس کے اوپر سے جلدی سے اتر سکتا ہے ؛

آیت ۲۹ - نہ صرف یسوع کا چہرہ نورانی ہو گیا بلکہ آپ کے کپڑے بھی "سفید براق" ہو گئے ؛

آیت ۳۰ - "موسیٰ اور ایلیاہ" - یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ دو شخص جسمانی طور پر موجود تھے یا فقط وہ نظر ہی آئے تھے - ممکن ہے کہ خدا نے ایک رؤیا دکھائی ہو - شاگردوں کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ دو آدمی موسیٰ اور ایلیاہ ہیں ؟ شاید ان کی گفتگو سے یہ ظاہر ہوا - لیکن خدا نے جس نے ان کو دکھایا یقیناً شاگردوں کے دلوں پر یہ بات ظاہر کی ہوگی کہ وہ کون کون تھے ؛

آیت ۳۱ - "انتقال" - یونانی میں خروج کا مطلب دیتا ہے - انتقال بہت موزوں لفظ ہے "واقع ہونے کو تھا" - یونانی میں مراد ہے کہ پورا کرنے کو تھا ؛

آیت ۳۲ - "جب بیدار ہوئے" - رسولوں نے نیند کے سبب سے ان دو نبیوں کو آتے نہیں دیکھا تھا - بلکہ ان کو پہچانا ؛

آیت ۳۳ - "جدا ہونے لگے" - معلوم نہیں کہ چلتے ہوئے یا اوپر اٹھتے ہوئے دکھائی دئے - پطرس کی تجویز معقول نہ تھی - مرقس نے لکھا ہے "کیونکہ وہ جانتا نہ تھا کہ کیا کہے" - نیچے میدان میں یسوع کے لئے ایک ضروری کام تھا - ایک مسیحی کو نہ صرف روحانی تجربہ حاصل کرنا ہے بلکہ انسان کی خدمت بھی کرنا ہے ؛

آیت ۳۴ - متی میں لکھا ہے کہ بادل نورانی تھا اور رسولوں پر دہشت طاری ہو گئی ؛

آیت ۳۵ - یہ آواز شاگردوں کی خاطر آئی ؛

آیت ۳۶ - مرقس نے بتایا ہے کہ شاگردوں کا خاموش رہنا یسوع کے خاص حکم

کے سبب سے تھا۔ (مرقس ۹: ۹)۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یسُوع کی صُورت بدل جانے کا کیا مقصد تھا؟ اوّل تو یہ خُداوند کی خاطر ہُوا۔ یسُوع نے اب پُورے طور پر معلوم کیا کہ میرے لوگ مجھے ردّ کریں گے اور خُدا باپ نے اِس تجربہ سے اِس ارادہ کو مضبُوط کیا اور نیز یسُوع کو دلاسا دیا۔ دوم یہ اِن تین رسُولوں کی خاطر ہُوا تاکہ وُہ اور بھی پُختگی کے ساتھ یہ بات جان لیں کہ درحقیقت اُن کا آقا ہی مسیح ہے۔

مِرگی کی بیماری میں مُبتلا لڑکے کو شِفا بخشنا

آیات ۳۷ تا ۴۳

(۳۷) دُوسرے دِن جب وُہ پہاڑ سے اُترے تھے تو ایسا ہوا کہ ایک بڑی بھیڑ اُس سے آملی۔ (۳۸) اور دیکھو ایک آدمی نے بھیڑ میں سے چلّا کر کہا اَے اُستاد! مَیں تیری مِنّت کرتا ہُوں کہ میرے بیٹے پر نظر کر کیونکہ وُہ میرا اکلوتا ہے۔ (۳۹) اور دیکھو ایک رُوح اُسے پکڑ لیتی ہے اور وُہ یکایک چیخ اُٹھتا ہے اور اُس کو ایسا مروڑتی ہے کہ کف بھر لاتا ہے اور اُس کو کُچل کر مُشکل سے چھوڑتی ہے۔ (۴۰) اور مَیں نے تیرے شاگردوں کی مِنّت کی کہ اُسے نکال دیں لیکن وُہ نہ نکال سکے۔ (۴۱) یسُوع نے جواب میں کہا اَے بے اعتقاد اور کجرو قوم مَیں کب تک تُمہارے ساتھ رہُوں گا اور تُمہاری برداشت کرُوں گا؟ اپنے بیٹے کو یہاں لے آ۔ (۴۲) وُہ آتا ہی تھا کہ بدرُوح نے اُسے پٹک کر مروڑا اور یسُوع نے اُس ناپاک رُوح کو جِھڑکا اور لڑکے کو اچھا کر کے اُس کے باپ کو دے دیا۔ (۴۳) اور سب لوگ خُدا کی شان کو دیکھ کر حیران ہُوئے۔

اِس ماجرا کا مُفصّل بیان مرقس کی انجیل میں ملتا ہے۔ مرقس نے اِس کا مُفصّل حال پطرس سے سُنا ہوگا۔ (مرقس ۹: ۱۴ سے ۲۹ تک)۔

آیت ۳۸ - مرقس کے بیان سے (جسے دیکھنا چاہیے) ظاہر ہوتا ہے کہ بھیڑ اِس سبب سے بڑھ گئی تھی کیونکہ فقیہ شاگردوں سے بحث کرتے تھے غالباً اِس مُبحث پر کہ وُہ اِس لڑکے کو کیوں نہیں اچھا کر سکتے، باپ نے یسُوع کو پہچان کر بڑی آواز سے اُس سے درخواست کی تھی کہ آپ اُس کے لڑکے پر نظر کریں۔ شاگردوں کی لاچاری سے وُہ بیدل ہوگیا تھا

آیت ۳۹ - لڑکے کی بیماری کے آثار مرگی کے سے تھے۔ اُس زمانہ میں حکیم بھی بعض اوقات خیال کرتے تھے کہ یہ بیماری جس کا اب تک کوئی حکیمی علاج ایجاد نہیں ہُوا تھا بدرُوح کا نتیجہ سمجھتے تھے ہمیں معلُوم نہیں کہ اِس معاملے میں ربّنا المسیح یسُوع کی کیا رائے تھی۔ تاہم خُداوند نے سب کے فائدہ کے لئے اُن کے خیال کے مُوافق عمل کیا ؛

آیت ۴۰ - "اَے بے اعتقاد لوگو" یسُوع نے کس کی بابت یہ فرمایا ؟ یقیناً یہُودی قوم کی بابت کیونکہ اُن میں اعتقاد واقعی کم تھا۔ شاگردوں کی ناکامیابی دیکھ کر یسُوع کی بابت بھی شک پیدا ہو گیا ہوگا۔ مرقس کے بیان سے ظاہر ہے کہ بیمار لڑکے کا باپ بھی کسی قدر بے اعتقادی میں مُبتلا ہو گیا تھا۔ شاگردوں نے آپ سے بعد میں پُوچھا کہ "ہم اُسے کیوں نہ نکال سکے" (مرقس ۹ : ۲۸)۔ یہ سوال اُنہوں نے اس وجہ سے کیا ہوگا کہ اُن کو بدرُوحوں کو نکالنے کی طاقت بخشی گئی تھی (۹ : ۱) یسُوع کے جواب سے معلُوم ہوتا ہے کہ رسُول اس وقت تک کم دُعا گو تھے (مرقس ۹ : ۲۹)۔ "یہ شاگرد" وُہ نو رسُول تھے جو پہاڑ پر نہ چڑھے تھے ؛

لاگرنج (LAGRANGE) کیا خُوب لکھتے ہیں :" یسُوع کے یہ الفاظ نہ فقط ایک آدمی کے ہیں جو دیگر انسانوں کے درمیان رہتا ہے ، بلکہ ایک الٰہی ہستی کے خیال کو ظاہر کرتے ہیں جس کی ٹھیک جگہ آسمان پر ہے "۔ (اس آیت کی تفسیر دیکھئے) ؛

آیت ۴۲ - مرگی کا دَورہ بڑے زور سے ہُوا۔ لیکن خُداوند نے ایک لفظ سے مریض کو اچھا کر کے پھر اُسے اُس کے باپ کو سونپ دیا ؛

آیت ۴۳ - تب لوگوں نے خُدا کی قُدرت پہچانی ؛

ربّنا یسُوع المسیح کی اذیّت کی دُوسری پیشینگوئی

آیات ۴۳ تا ۴۵

(۴۳) لیکن جس وقت سب لوگ اُن سب کاموں پر جو وُہ کرتا تھا تعجّب کر رہے تھے اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا - (۴۴) تُمہارے کانوں میں یہ باتیں پڑی رہیں کیونکہ ابنِ آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالہ کئے جانے کو ہے۔ (۴۵) لیکن وُہ اس بات کو سمجھتے نہ تھے بلکہ یہ اُن سے چھپائی گئی تاکہ اُسے معلُوم نہ کریں اور اس بات کی بابت اُس سے پُوچھتے ہُوئے

ڈرتے تھے ؞

آیت ۴۳ - بھیڑ کے لوگ جو بے اعتقاد تھے فوراً یسُوع کے اُور معجزے یاد کر کے آپ کی بڑی تعریف کرنے لگے پر یسُوع نے اس کا زیادہ خیال نہ کیا اور نہ خاطر میں لائے وُہ انسان کی طبیعت اُور خیالات سے واقف تھا۔ (یُوحنّا ۲: ۲۴ و ۲۵) ؞

آیت ۴۴ - "یہ باتیں" یعنی وُہ باتیں جن کو یسُوع کہنے والا تھا "آدمی اِس وقت میری تعریف کرتے ہیں پر آئندہ مجھے قتل کریں گے یا کم از کم مجھ کو موت سے بچانے کی کوشش نہیں کریں گے" ؞

آیت ۴۵ - رسُولوں نے نہ سمجھا بلکہ کہنا چاہیئے کہ اپنے دلوں کے خیالات کے سبب سے سمجھ نہ سکے ؞

رسُولوں میں اپنے اپنے درجات کے متعلّق تفکّرات

آیات ۴۶ تا ۴۸

(۴۶) پھر اُن میں یہ بحث شروع ہُوئی کہ ہم میں سے بڑا کون ہے؟ (۴۷) لیکن یسُوع نے اُن کے دلوں کا خیال معلُوم کر کے ایک بچّہ کو لیا اور اپنے پاس کھڑا کر کے اُن سے کہا۔ (۴۸) جو کوئی اِس بچّہ کو میرے نام پر قبُول کرتا ہے وُہ مجھے قبُول کرتا ہے اُور جو مجھے قبُول کرتا ہے وُہ میرے بھیجنے والے کو قبُول کرتا ہے کیونکہ جو تُم میں سب سے چھوٹا ہے وُہی بڑا ہے ؞

آیت ۴۶ - یہ ظاہر ہے کہ اب تک رسُولوں نے نہیں پہچانا تھا کہ ربّنا المسیح کی بادشاہی اس دُنیا کی نہیں بلکہ اُسے انسان کے ہاتھوں سے قتل ہونا پڑیگا۔ ورنہ وُہ اپنے اپنے دِل میں اتنا فکر اُور باہم مباحثہ نہ کرتے کہ یسُوع کی بادشاہی میں جب وُہ قائم ہوگی کون سب سے بڑا ہوگا یعنی وزیر اعظم کے منصب کو حاصل کرے گا ؞

آیت ۴۷ - یسُوع نے غالباً اپنے شاگردوں کا بحث و مباحثہ نہ سُنا تھا۔ آپ نے صرف معلُوم کیا تھا کہ وُہ کس سوچ میں پڑے ہیں۔ اُس نے عملی تمثیل سے اُن کو تعلیم دی ؞

آیت ۴۸ - اوّل۔ آپ نے دکھایا کہ جو چھوٹے سے چھوٹے کو قبُول کرتا ہے اور اُس کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتا وُہ مسیح کو اور خُدا باپ کو قبُول کرتا ہے۔ دوم۔ جو

حقیقت میں چھوٹا ہے وُہ واقعی سب سے بڑا ہے اور بڑے ہونے کی تمنا خُدا کی بادشاہی اور یسُوع کی خدمت میں بالکل غلط چیز ہے۔کلیسیا میں بڑے بڑے عہدوں کی خواہش کرنا یسُوع کی مرضی کے خلاف ہے۔

تعصّب کے خلاف تعلیم

آیات ۴۹ و ۵۰

(۴۹) یُوحنّا نے جواب میں کہا اَے صاحب ہم نے ایک شخص کو تیرے نام سے بد رُوحیں نکالتے دیکھا اور اُس کو منع کرنے لگے کیونکہ وُہ ہمارے ساتھ تیری پیروی نہیں کرتا۔ (۵۰) لیکن یسُوع نے اُس سے کہا کہ اُسے منع نہ کرنا کیونکہ جو تُمہارے خلاف نہیں وُہ تُمہاری طرف ہے۔

آیت ۴۹۔ شاید یُوحنّا کے دِل میں شک پیدا ہو گیا تھا کہ اُس نے غلطی کی تھی۔ لیکن بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اُس کو اُمّید تھی کہ یسُوع اُس سے خُوش ہو گا۔ ہمیں اس کے متعلق علم نہیں کیونکہ انجیلوں میں (لُوقا اور مرقس) اسکی طرف کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔

آیت ۵۰۔ ۱۱: ۲۳ میں یہ لکھا ہے۔ "جو میری طرف نہیں وُہ میرے خلاف ہے"۔ پلمر (PLUMMER) نے اِن دو مقُولوں کی بابت یہ لکھا ہے کہ اس آیت میں یہ قاعدہ بتایا گیا ہے کہ اَوروں کے حق میں یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اگر شاگرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ وُہ مسیح کا مخالف ہے تو اُسے مسیحی ماننا چاہیئے۔ لیکن ۱۱: ۲۳ میں شخصی جانچ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر مَیں سچ مچ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں مسیح کی طرف سے ہُوں تو مَیں اپنے کو غیر مسیحی ٹھہراتا ہُوں"

یروشلیم کی طرف قدم بڑھانا

گلیل سے ربّنا یسُوع کی روانگی

آیات ۵۱ تا ۵۶

(۵۱) جب وُہ دِن نزدیک آئے کہ وُہ اُوپر اُٹھایا جائے تو اَیسا ہُوا کہ اُس نے یروشلیم جانے کو کمر باندھی۔ (۵۲) اور اپنے آگے قاصد بھیجے۔ وُہ جا کر سامریوں کے ایک گاؤں

میں داخل ہُوئے تاکہ اُس کے لئے تیاری کریں۔ (۵۳) لیکن اُنہوں نے اُس کو ٹکنے نہ دیا کیونکہ اُس کا رُخ یروشلیم کی طرف تھا۔ (۵۴) یہ دیکھ کر اُس کے شاگرد یعقوب اور یُوحنّا نے کہا اَے خُداوند کیا تُو چاہتا ہے کہ ہم حُکم دیں کہ آسمان سے آگ نازل ہو کر اُنہیں بھسم کر دے (جیسا ایلیاہ نے کیا)۔ (۵۵) مگر اُس نے پھر کر اُنہیں جھڑکا [اور کہا تم نہیں جانتے کہ تم کیسی رُوح کے ہو۔ (۵۶) کیونکہ ابنِ آدم لوگوں کی جان برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا] پھر وُہ کسی اَور گاؤں میں چلے گئے۔

یہ بیان متّی اور مرقس کی انجیلوں میں نہیں پایا جاتا۔ لُوقا نے دریافت کرنے وقت (۱: ۳) اِن باتوں کو معلُوم کیا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ یسُوع اور اُس کے شاگرد ایک دم سیدھے یروشلیم کی طرف نہ گئے تھے بلکہ یہ کام کئی ہفتوں یا دو تین مہینوں سے زائد کا کام تھا۔ رّبنا یسُوع المسیح بہُت سے شہروں اَور گاؤں میں گئے۔ (۱۰: ۱)۔

ابواب کی تقسیم جن کا اصلی متن سے کوئی تعلق نہیں غلط طریق سے لکھے گئے ہیں۔ نویں باب کو پچاسویں آیت پر ختم ہونا چاہیئے تھا۔

آیت ۵۱ ۔ مُقدس لُوقا جو اعمال کی کتاب میں رّبنا یسُوع المسیح کے صعُود کا بیان کرنا چاہتا ہے اس مقام پر آپ کی موت کا نہیں بلکہ صعُود کا ذکر کرتا ہے (مرقس ۱۶: ۱۹ و یُوحنّا ۲۰: ۱۷ و اعمال ۱: ۹ و ۱۰)۔

"کمر باندھنا"۔ اگر ہم یُوں ترجمہ کریں کہ "مُصمّم ارادہ کر لیا" تو ترجمہ زیادہ موزُوں نظر آتا ہے

آیت ۵۲ ۔ "قاصد"۔ شاید یہ قاصد حسب موقع چُنے جاتے تھے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ قاصد رّبنا یسُوع کے خاص شاگرد تھے یا عام۔

"وُہ داخل ہُوئے"۔ یعنی رّبنا یسُوع المسیح اور آپ کے رسُول حالانکہ مُمکن ہے کہ جو قاصد اُس موقع پر بھیجے گئے تھے اُن کو صاف جواب مِلا ہو لیکن آیت ۵۴ سے معلُوم ہوتا ہے کہ ہمارے خُداوند اور شاگرد گاؤں میں یا گاؤں کے نزدیک تھے۔

آیت ۵۳ ۔ "سامری"۔ یہ اُن شہروں اور دیہات میں رہتے تھے جہاں پہلے اسرائیل کی حکومت تھی۔ مُلک کی تقسیم کے بعد شمالی بادشاہی اسرائیل کی کہلاتی تھی جنوبی حصّہ یہُوداہ کی سلطنت تھی۔ جب اسُور کے بادشاہ نے اسرائیل کو سر کر لیا (۲ سلاطین ۱۷ باب آیت ۶) تو بڑے بڑے لوگوں کو اور عوام میں سے بہتیروں کو اسُور میں لے گیا اور

اُن کی جگہ اپنے مُلک کے لوگوں کو بسایا (۲ سلاطین ۱۷: ۲۴-۳۴) چنانچہ ایک مخلُوط نسل کے لوگ یہُوداہ سے اُتر کی طرف رہتے تھے اور اُن کا مذہب بھی مخلُوط ہی تھا۔ پہلی صدی عیسوی میں سامری لوگ شریعت کو مانتے تھے لیکن وُہ کہتے تھے کہ کوہ گرزیم پر عبادت کرنا چاہیئے۔ (استثنا ۱۱: ۲۹ و یُوحنا ۴: ۲۰) جب یہُودی اسیری سے واپس آئے تو سامریوں کو خُدا کا گھر بنانے میں شریک کار نہیں کیا۔ (عزرا ۴: ۲ و ۳) پھر سامریوں نے کوشش کی کہ ہیکل نہ بنے۔ (عزرا ۴: ۴ - ۲۴) چنانچہ اس بنا پر یہُودیوں اور سامریوں کے درمیان سخت نفاق اور دُشمنی رہتی تھی۔ (یُوحنا ۴: ۹)۔

اِس موقع پر جب اِس گمنام گاؤں کے سامری باشندوں نے دیکھا کہ ربنا یسُوع المسیح اور آپ کے ساتھی یروشلیم کی طرف جا رہے ہیں تو اُن کو قبُول کرنے سے اِنکار کیا۔

نوٹ:۔ آیات ۵۴ اور ۵۶ کا متن۔ اِن آیات میں دو فقرے خطُوط وحدانی ( ) میں لکھے گئے ہیں۔ جہاں جہاں اُردو ترجمہ میں فقرات خطُوط وحدانی میں پائے جاتے ہیں وُہ الفاظ نسخوں میں قدیم سے موجُود ہیں لیکن بعض بہترین نسخوں میں موجُود نہیں۔ مُمکن ہے کہ یہ صحیح باتیں ہوں جو روایت سے نقل نویسوں تک پہنچیں۔ لیکن اِن کو لُوقا نے اصل انجیل میں نہیں لکھا تھا۔

آیت ۵۴ - یُوحنا اور یعقُوب کی خلش اس لقب کے مطابق ہے جو ربنا یسُوع المسیح نے اُن کو عطا فرمایا تھا یعنی بُوانرگِس یعنی گرج کے بیٹے (مرقس ۳: ۱۷)۔

جیسا ایلیاہ نے کیا۔ مذکورہ بالا نوٹ ملاحظہ ہو۔

آیت ۵۵ - ربنا یسُوع نے اِس غُصّہ کو بُرا بتایا "تُم نہیں جانتے کہ تُم کیسی رُوح کے ہو" یہ فقرہ غالباً خُداوند ہی کا ہے حالانکہ لُوقا کا لکھا ہُوا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تُم نے نہیں پہچانا کہ اِس قسم کا غُصّہ ظاہر کرنا مسیحی کی شان کے شایاں نہیں۔

آیت ۵۶ - "کیونکہ ابنِ آدم ..... بچانے آیا" یہ الفاظ کسی نقل نویس نے دیگر اناجیل سے لئے ہوں گے۔ (متی ۵: ۱۷ وغیرہ) کسی اور گاؤں میں چلے گئے۔ پہلے گاؤں کے باشندوں کے تعصّب اور قومی نفاق کے سبب سے وُہ خُداوند کی پاک صُحبت اور تعلیم سے محرُوم رہ گئے۔ اس قسم کے بدنتائج ہمیشہ ان عیبوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

تین ناقص اور غیر موزوں اُمیدوار

آیات ۵۷ تا ۶۲

(۵۷) جب وُہ راہ میں چلے جاتے تھے تو کسی نے اُس سے کہا جہاں کہیں تُو جائے میں تیرے پیچھے چلوں گا۔ (۵۸) یسُوع نے اُس سے کہا کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔ (۵۹) پھر اُس نے دُوسرے سے کہا میرے پیچھے چل۔ اُس نے کہا اَے خُداوند! مجھے اجازت دے کہ پہلے جا کر اپنے باپ کو دفن کروں۔ (۶۰) اُس نے اُس سے کہا کہ مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے لیکن تُو جا کر خُدا کی بادشاہی کی خبر پھیلا۔ (۶۱) ایک اور نے بھی کہا کہ اَے خُداوند میں تیرے پیچھے چلوں گا لیکن پہلے مجھے اجازت دے کہ اپنے گھر کے لوگوں سے رُخصت ہو آؤں۔ (۶۲) یسُوع نے اُس سے کہا جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے وُہ خُدا کی بادشاہی کے لائق نہیں ؛

آیت ۵۷ - لُوقا نے یہاں وقت کی ترتیب قائم رکھی ہے۔ یہ واقعہ اُس وقت ہُوا جب وُہ دُوسرے گاؤں کو جاتے تھے۔ متی بتاتا ہے کہ یہ شخص فقیہ تھا۔ یہ آدمی بُلایا نہیں گیا تھا لیکن آ کر خواہش بلکہ ارادہ ظاہر کرتا ہے کہ وُہ بھی رسُولوں کے ساتھ ساتھ مسیح کے ہمراہ ہو لے ؛

آیت ۵۸ - ربّنا یسُوع نے اُس آدمی کو دکھایا کہ صلیبی راہ میں اُسے معمولی زندگی کے آرام سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ (آیات ۲۳-۲۷)

"گھونسلے" یُونانی میں ہے ٹِکنے کی جگہیں۔ اُن میں نہ صرف گھونسلے شامل ہیں بلکہ درخت کی شاخیں بھی شامل ہیں کیونکہ پرندے ہر موسم میں گھونسلے نہیں بناتے اور نہ اُن میں رہتے ہیں ؛

"ابنِ آدم" یہاں یہ محاورہ مسیح کی تکلیفات کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اُن کی عظمت بھی دکھاتا ہے۔ شاید اُس وقت یسُوع کے قیام کا انتظام نہیں ہُوا تھا۔ وُہ اور اُن کے شاگرد ایک گاؤں سے بھگا دئے گئے تھے اور وُہ اب دُوسری طرف جا رہے تھے تاکہ وہاں ٹِکنے کی جگہ پائیں ؛

آیات ۵۹ و ۶۰ - پھر یسوعؔ نے ایک آدمی کو بُلایا ؞

"اپنے باپ کو دفن کروں"۔ مُمکن ہے کہ باپ مرا پڑا ہو یا موت کے قریب ہو اگر یہی بات ہے تو ربّنا المسیح کے جواب کا یہ مطلب ہے کہ جب الٰہی بُلاہٹ آتی ہے تو ضروری فرائض کو بھی بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔ بہرحال بعض وقت لوگ مسیحی ہونے کا فیصلہ اپنے باپ کی موت تک مُلتوی کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ والد کے انتقال سے پہلے اُن کا مسیحیّت کو قبول کرنا مُمکن نہیں۔ ہندوستان میں بھی ایسے اشخاص سے ملنے کا سابقہ پڑا ہے۔ ربّنا یسوعؔ دونوں حالتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ جو لوگ رُوحانی طور پر مُردہ ہیں اور جنہوں نے الٰہی بُلاہٹ محسُوس نہیں کی وُہ خود اپنی بُلاہٹ کا فیصلہ کریں حُکم ہے :- "تُو میرے پیچھے ہو لے" ؞

آیات ۶۱ و ۶۲ - ایک اور شخص ساتھی اور شاگرد بننے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے لیکن پہلے اپنے گھر کو جانے کی اجازت مانگتا ہے۔ لاوؔی نے اپنے دوستوں کو جمع کیا تھا تاکہ اُن کو ربّنا یسوعؔ سے ملائے مگر اُسے اجازت نہیں ملی ؞

"اپنا ہاتھ ہل پر الخ"۔ آدمی ہل چلاتا ہے تو لازم ہے کہ سیدھی نظر رکھّے ورنہ ریگھاری سیدھی نہ ہوگی۔ دو دِلا آدمی خُدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ربّنا یسوعؔ کا پیرو بننا بہُت مُشکل کام ہے لیکن یہ مُشکل کام نہایت ضرُوری ہے۔ اس قسم کی پیروی کو اور سب چیزوں پر ترجیح دینی پڑتی ہے ؞

باب دہم

ربّنا المسیح کا ستّر قاصدوں کو خدمت کیلئے بھیجنا

آیات ۱ تا ۱۶

(۱) اِن باتوں کے بعد خُداوند نے ستّر آدمی اور مقرر کئے اور جس جس شہر اور جگہ کو خود جانے والا تھا وہاں اُنہیں دو دو کر کے اپنے آگے بھیجا (۲) اور وُہ اُن سے کہنے لگا کہ فصل تو بہُت ہے لیکن مزدُور تھوڑے ہیں اس لئے فصل کے مالک کی منّت کرو کہ اپنی

فصل کاٹنے کے لئے مزدُور بھیجے۔ (۳) جاؤ۔ دیکھو مَیں تُم کو گویا برّوں کو بھیڑیوں کے بیچ میں بھیجتا ہُوں۔ (۴) نہ بٹوا لے جاؤ نہ جھولی نہ جُوتیاں اور نہ راہ میں کسی کو سلام کرو۔ (۵) اَور جس گھر میں داخل ہو پہلے کہو کہ اس گھر کی سلامتی ہو۔ (۶) اگر وہاں کوئی سلامتی کا فرزند ہوگا تو تُمہارا سلام اُس پر ٹھہرے گا نہیں تو تُم پر لَوٹ آئے گا۔ (۷) اُسی گھر میں رہو اور جو کچھ اُن سے مِلے کھاؤ پیو کیونکہ مزدُور اپنی مزدُوری کا حقدار ہے۔ گھر گھر نہ پھرو۔ (۸) اور جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے لوگ تُمہیں قبُول کریں تو جو کچھ تُمہارے سامنے رکھّا جائے کھاؤ۔ (۹) اور وہاں کے بیماروں کو اچّھا کرو اَور اُن سے کہو کہ خُدا کی بادشاہی تُمہارے نزدیک آ پہنچی ہے۔ (۱۰) لیکن جس شہر میں داخل ہو اَور وہاں کے لوگ تُمہیں قبُول نہ کریں تو اُس کے بازاروں میں جا کر کہو کہ۔ (۱۱) ہم اِس گرد کو بھی جو تُمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے تُمہارے سامنے جھاڑ دیتے ہیں مگر یہ جان لو کہ خُدا کی بادشاہی نزدیک آ پہنچی ہے۔ (۱۲) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ اُس دن سدُوم کا حال اُس شہر کے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہوگا۔ (۱۳) اَے خُرازِین تجھ پر افسوس! اَے بیتؔ صیدا تجھ پر افسوس! کیونکہ جو مُعجزے تُم میں ظاہر ہُوئے اگر صُور اور صیدا میں ظاہر ہوتے تو وُہ ٹاٹ اوڑھ کر اور خاک میں بیٹھ کر کب کے توبہ کر لیتے۔ (۱۴) مگر عدالت میں صُور اَور صیدا کا حال تُمہارے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہوگا۔ (۱۵) اور اَے کفرنحُوم کیا تُو آسمان تک بلند کیا جائیگا؟ نہیں بلکہ تُو عالمِ ارواح میں اُتارا جائیگا (۱۶) جو تُمہاری سُنتا ہے وُہ میری سُنتا ہے اور جو تُمہیں نہیں مانتا وُہ مُجھے نہیں مانتا اور جو مُجھے نہیں مانتا وُہ میرے بھیجنے والے کو نہیں مانتا۔

آیت ۱۔ بعض مُفسّرین نے یہ سمجھا تھا کہ یہاں غلطی ہُوئی ہے اور درحقیقت سَتّر آدمی نہیں بلکہ صرف بارہ[۱۲] رسُول بھیجے گئے تھے جن کا بیان اُوپر مذکور ہے (باب ۹)۔ اس نظریے کا کوئی معقُول سبب **نظر** نہیں آتا۔ یہ تو صحیح ہے کہ جو احکام ربّنا یسُوعؔ نے بارہ[۱۲] رسُولوں کو دئے تھے یہاں وُہی احکام کسی حد تک دُہرائے گئے ہیں لیکن جب آدمی ایک ہی قسم کے کام کے واسطے بھیجے جاتے ہیں تو ایک ہی قسم کے احکام بھی دئے جاتے ہیں۔ جہاں تک تحقیق کیا جا سکتا ہے لُوقاؔ نے مرقسؔ کی انجیل کو استعمال کیا تھا اور تیز مکالمے کو بھی۔ (دیباچہ دیکھا جائے) تاہم پہلی انجیل (متّی) اُس کی نظر سے نہیں گُزری۔ یہ احکام زیادہ تر

متّی کی انجیل میں ملتے ہیں (متی ۱۰: ۵ - ۱۵) ؞

"ستّر" بعض نسخوں میں بہتّر لکھا ہے لیکن شہادتیں کسی قدر ستّر کی طرف زیادہ ہیں۔ جب لُوقا مُقدّس پولُوس رسُول کے ساتھ فلسطین میں تھا تو غالباً اُن میں سے چند سے ملنے کا موقع حاصل ہُوا اور اُنہی سے تمام احوال معلُوم کئے ہونگے۔ روایت ہے کہ لُوقا خود اِن ستّر میں سے تھا لیکن یہ یقیناً غلط ہے کیونکہ انجیل کی تمہید سے معلُوم ہوتا ہے کہ مُقدّس لُوقا نے ربّنا یسُوع المسیح کو نہیں دیکھا تھا اور نیز وُہ غیر یہُودی بھی تھا۔ جہاں تک معلُوم ہے ہمارے آقا نے اپنی عینِ حیات میں کسی غیر یہُودی کو شاگرد نہیں بنایا تھا ۔ روایت ہے کہ برنباس۔ متیاہ۔ یوسف برسبا ان ستّر میں سے تھے۔ کلیمنٹ بتاتا ہے کہ برنباس اُن میں سے ایک تھا ؞

اسوقت تک ربّنا یسُوع المسیح کا کام زیادہ تر گلیل میں ہی تھا حالانکہ چوتھی انجیل کے مطابق آپ کئی بار یروشلیم گئے تھے۔ اِس انجیل کے چوتھے باب کی آخری آیت میں اگر صحیح متن پر غور کیا جائے تو معلُوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہُودیہ کے عبادت خانوں میں کام کیا تھا اب غالباً یردن کے پار پیریہ میں آپ کو کام کرنا تھا۔ اس کی تائید میں یہ بات ہے کہ جب یسُوع اور شاگرد یروشلیم کو جانے والے تھے تو یریحو سے ہو کر گئے یعنی یردن کے اُس پار سے ۔ وہاں تک مسیح نے کوئی کام نہیں کیا تھا۔ اس لئے قاصدوں کی ضرورت پڑی ؞

"دو دو کرکے بھیجا" تاکہ ایک باہم صلاح مشورہ کریں اور مدد و امداد کریں۔ اعمال کی کتاب میں بھی مرقُوم ہے کہ مُبشّر دو دو ہو کر جاتے تھے مثلاً پولُوس اور برنباس۔ پولُوس اور سیلاس وغیرہ ؞

آیت ۲ ۔ "فصل تو بہُت ہے الخ" خُداوند یسُوع کو معلُوم تھا کہ جہاں آپ جانے والے تھے وہاں سُننے والے اور انجیل کو قبُول کرنے والے بھی بہُت تھے۔ جہاں لوگ کلام سُنتے نہیں وہاں فصل اور فصل کے کارندوں کا تذکرہ کرنا بے معنی اور مہمل ٹھہرتا ہے اور اگر اسی طرح کی صنعت استعمال ہو تو کہنا چاہیئے کہ ہل چلانے والوں اور بیج بونے والوں کی ضرورت ہے۔ دُنیا بلکہ ہندوستان اور پاکستان کی بہُت سی اطراف میں ایسا ہی ہے ؞

"فصل کا مالک" ۔ اس سے مُراد خُدا ہے ؞

آیت ۳ ۔ "گویا برّوں کو الخ" کام خطرناک تھا کیونکہ مخالفت بہُت پھیل رہی تھی ؞

آیت ۴ - سفر کے لئے کوئی سامان یا نقدی لے جانے کا حکم نہ تھا ؛

"نہ راہ میں کسی کو سلام کرو" تاکہ اِدھر اُدھر کی بات چیت میں وقت ضائع نہ ہو ؛

آیات ۵ و ۶ - "سلامتی کا فرزند" عبرانی محاورہ ہے "سلامتی پانے کے لائق شخص" "تم پر لوٹ آئیگا" دُعا دینے سے اگر وُہ شخص جس کو دُعا دی جاتی ہے فائدہ حاصل نہ بھی کرے تاہم دُعا گو کو ضرور فائدہ ہوگا ؛

آیت ۷ - "مزدور اپنی مزدوری کا حقدار ہے"۔ نیز دیکھو ۱ - تموتھی ۵ : ۱۸ اور اکرنتھی ۹ : ۱۴ - "گھر گھر نہ پھرو" تاکہ آداب وغیرہ میں وقت ضائع نہ ہو ؛

آیات ۱۰ و ۱۱ - دیکھو ۹ : ۵ - "خُدا کی بادشاہی الخ"۔ تم نے اُسے قبول نہ کیا پر قبول کرنے کا موقعہ مِلا ؛

آیت ۱۲ - "اُس دن" یعنی روزِ عدالت کو - بائبل میں روزِ عدالت بعض اوقات خُداوند کا دن کہلاتا ہے مثلاً عاموس ۵ : ۱۸ - نیز اسے "وُہ دن" بھی کہا گیا ہے - یہاں بھی یہی مطلب ہے ؛

آیات ۱۳ - ۱۵ - متی نے اِس مقولہ کو دُوسرے قرینہ میں مرقوم کیا - یقیناً یہ بیان مکالمہ سے لیا گیا تھا - لُوقا کا قرینہ اِس بات میں اچھا ہے کہ آیت بالا سے موافقت رکھتا ہے حالانکہ اس وقت خُداوند گلیل سے دُور تھا ؛

آیت ۱۶ - خُدا کے قاصدوں کا کلام اگر خُدا کی طرف سے مِلا ہے تو خُدا ہی کا کلام ہے ؛

ستّر قاصدوں کا واپس آنا - شیطان کی شکست

آیات ۱۷ تا ۲۰

(۱۷) وُہ ستّر خوش ہو کر پھر آئے اور کہنے لگے اَے خُداوند تیرے نام سے بدرُوحیں بھی ہمارے تابع ہیں - (۱۸) اُس نے اُن سے کہا میں شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے گرا ہُوا دیکھ رہا تھا - (۱۹) دیکھو میں نے تم کو اختیار دیا کہ سانپوں اور بچھوؤں کو کچلو اور دُشمن کی ساری قُدرت پر غالب آؤ اور تم کو ہرگز کسی چیز سے ضرر نہ پہنچیگا - (۲۰) تو بھی اِس سے خُوش نہ ہو کہ رُوحیں تمہارے تابع ہیں بلکہ اِس سے خُوش ہو کہ تمہارے نام آسمان پر لکھے ہُوئے ہیں ؛

آیت ۱۷ - وُہ ستر آدمی بصد خُوشی اپنی کامیابی کا بیان ربّنا المسیح سے کرتے ہیں۔
آیت ۱۸ - "گِرا ہُوا" یعنی گرتا ہُوا بہتر ترجمہ معلُوم ہوتا ہے (ایکتمر - لاگرانش) یُونانی فعل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ربّنا یسُوع المسیح دیکھ رہا تھا جو اُس وقت ہو رہا تھا جبکہ ستر شاگرد کام کر رہے تھے۔ آسمان یعنی کمال اختیار اور اقتدار۔ مطلب یہ نہیں کہ شیطان خُدا کے یہاں تھا۔ بعض عُلما یہ کہتے ہیں کہ خُداوند کا مطلب یہ تھا کہ جب شیطان خُدا کے ہاں سے خارج کیا گیا تو مَیں دیکھ رہا تھا۔ یُونانی معانی اِس کے خلاف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان کی اس جہان میں بڑی قُدرت تھی لیکن یہ قُدرت میری رُوحانی نظریں اُس وقت ٹوٹتی جا رہی تھی جب تُم میری طرف سے میری دی ہُوئی طاقت سے کام کر رہے تھے۔
شیطان کا زور اب تک ختم نہیں ہُوا تھا۔ جو لوگ علم جنگ سے واقف ہیں وُہ بتاتے ہیں کہ جب مُلک جرمنی مارن کی لڑائی میں مفتُوح ہُوا تو درحقیقت پہلی عالمگیر جنگ ہی میں ہار چُکا تھا لیکن اس سے چار سال اَور لڑنا پڑا۔ علیٰ ہذا القیاس گذشتہ جنگ میں جب فرانس نے ہتھیار ڈال دیے تو اُسی وقت راقم کے ایک دوست نے جو جنگ کا علم رکھتے تھے بتایا کہ جنگ کے آخر میں کہا جائے گا کہ جب جرمنی نے بجائے انگلستان کے فرانس پر حملہ کرنے کا بندوبست کیا تو ہار گیا۔ اِس طرح پانچ برس اور جنگ کرنی پڑی اِسی طرح یسُوع نے شیطان کو شکست دی ہے لیکن سینکڑوں برس اَور اُس سے جنگ کرنی پڑی اور ابھی تک یہ جنگ جاری ہے۔

آیت ۲۰ - "سانپوں اَور بچھُوؤں الخ" ایک قسم کی تمثیل ہے اس کا مطلب ہے کہ ہر مخالف ناکامیاب ہوگا اور بے فائدہ انجیل کے مُبشّروں کا مقابلہ کریگا۔

دیکھو یسعیاہ ۴ : ۳ و حزقی ایل ۱۳ : ۹ و دانی ایل ۱۲ : ۱ و عبرانیوں ۱۲ : ۲۳ و مکاشفہ ۱۷ : ۸۔ یہ دستُور تھا جیسا اب بھی ہے کہ شہر کے باشندوں کے ناموں کی فہرست لکھی جاتی تھی اور جن کے نام فہرست میں درج ہوتے تھے اُن کو باشندوں کے حقُوق حاصل تھے۔
مطلب یہ ہے کہ اپنی کامیابی سے خوش ہونا ٹھیک تو ہے پر اس سے بہتر اَور زیادہ ضرُوری یہ ہے کہ تُم خُدا کی رعایا اور تمہارے نام اُس کے برگزیدوں کی فہرست میں مندرج ہوں۔ (دیکھئے متّی ۷ : ۲۲ و ۲۳)۔

باپ اور بیٹے کے بھید کا انکشاف

آیات ۲۱ تا ۲۴

(۲۱) اُسی گھڑی وُہ رُوح القدس سے خُوشی میں بھر گیا اور کہنے لگا اَے باپ آسمان اور زمین کے خُداوند! میں تیری حمد کرتا ہُوں کہ تُو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں۔ ہاں اَے باپ کیونکہ ایسا ہی تُجھے پسند آیا۔ (۲۲) میرے باپ کی طرف سے سب کُچھ مُجھے سونپا گیا اور کوئی نہیں جانتا کہ بیٹا کون ہے سوا باپ کے اور کوئی نہیں جانتا کہ باپ کون ہے سوا بیٹے کے اور اُس شخص کے جس پر بیٹا اُسے ظاہر کرنا چاہے۔ (۲۳) اور شاگردوں کی طرف مُتوجّہ ہو کر خاص اُنہی سے کہا مُبارک ہیں وُہ آنکھیں جو یہ باتیں دیکھتی ہیں جنہیں تُم دیکھتے ہو۔ (۲۴) کیونکہ میں تُم سے کہتا ہُوں کہ بہُت سے نبیوں اور بادشاہوں نے چاہا کہ جو باتیں تُم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھیں اور جو باتیں تُم سُنتے ہو سُنیں۔ مگر نہ سُنیں ؎

آیت ۲۱۔ اگرچہ ربّنا یسُوع المسیح نے یہ فقرہ صرف ایک ہی بار اپنی زبان مُبارک سے فرمایا۔ تاہم لُوقا میں قرینہ متّیؔ کے قرینہ سے بہتر ہے۔ پر یاد رہے کہ ہر ایک واعظ اور اُستاد بعض اہم باتوں کو بار بار کہتا ہے ؎

"داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچّوں پر ظاہر کیں"۔ اشارہ ان ستّر آدمیوں کی طرف ہے۔ دانا اور عقلمند اکثر ثبُوت چاہتے ہیں قبل اس کے کہ کُچھ عمل بھی کریں پر سادہ دِل آدمی عمل کرنے لگتے ہیں اور چونکہ رُوحانی علم عملی چیز ہے وُہ عرفان حاصل کرنے میں عقلمندوں سے سبقت لے جاتے ہیں۔ (دیکھو ۱۔کرنتھیوں ۱: ۲۶ سے ۲۹ تک) ؎

آیت ۲۲۔ نہایت اہم آیت ہے۔ کسی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ :- "یہ یُوحنّا کے آسمان سے ایک ستارہ گرا ہے"۔ اور واقعی اگر کوئی شخص جو انجیلوں کو جانتا ہے لیکن مفصّل طور پر اپنی رائے قائم نہیں کرتا کہ یہ آیت کس انجیل میں مرقُوم ہے تو غالباً وُہ کہیگا کہ یہ آیت چوتھی انجیل میں پائی جاتی ہے۔ یہاں باپ اور بیٹے کا تعلّق ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ خیال بار بار یُوحنّا کی انجیل میں آتا ہے۔ مثلاً یُوحنّا ۳: ۳۵ و ۶: ۴۶ و ۸: ۱۹ و ۱۰: ۳۹)

سیدنا یسُوع المسیح سارے جہان کے اختیار کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ صرف مَیں ہی باپ کو جانتا ہُوں اور صرف باپ مجھے جانتا ہے۔ نیز وُہ بتلاتے ہیں کہ جس شخص پر مَیں یہ بھید ظاہر کرتا ہُوں وُہ بھی باپ کو پہچانتا ہے۔

آیات ۲۳ و ۲۴ - شاگردوں کی مُبارکبادی۔ "بہُت سے نبیوں اور بادشاہوں نے الخ"۔ بلعام۔ مُوسیٰ۔ یسعیاہ۔ داؤد۔ سلیمان۔ حزقیاہ۔ یہ فہرست ہلر نے لکھی ہے۔

ایک عالمِ شرع کے سوالات

آیات ۲۵ تا ۲۹

(۲۵) اور دیکھو ایک عالمِ شرع اُٹھا اور یہ کہہ کر اُس کی آزمائش کرنے لگا کہ اَے اُستاد! مَیں کیا کرُوں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنُوں؟ (۲۶) اُس نے اُس سے کہا توریت میں کیا لکھا ہے؟ تُو کس طرح پڑھتا ہے؟ (۲۷) اُس نے جواب میں کہا کہ خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے مُحبّت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر مُحبّت رکھ۔ (۲۸) اُس نے اُس سے کہا تُو نے ٹھیک جواب دیا۔ یہی کر تو تُو جیئے گا۔ (۲۹) مگر اُس نے اپنے تئیں راستباز ٹھہرانے کی غرض سے یسُوع سے پُوچھا پھر میرا پڑوسی کون ہے؟

متّی اور مرقس میں ایک فقیہ پُوچھتا ہے کہ شریعت میں پہلا حُکم کیا ہے اور ہمارے خُداوند یسُوع المسیح خُود اس کا جواب دیتے ہیں۔ بعض عُلما نے گمان کیا کہ لُوقا دُوسرے پیرائے میں وُہی بات بیان کرتا ہے لیکن مناسب جواب خُداوند نے دیدیا ہے۔ باقی تمام باتیں جُداگانہ ہیں۔ غالباً یہ دو الگ الگ اشخاص تھے جنہوں نے جُداگانہ موقعوں پر سوال کیا تھا۔ ہر ایک منّاد جو بازار میں مُنادی کرتا ہے اس بات سے واقف ہے کہ چند سوالات ہیں جو بار بار متفرق جگہوں میں متفرق اشخاص پُوچھتے ہیں۔ سوال کی غرض دونوں موقعوں پر اکثر جُداگانہ ہُوا کرتی ہے۔

آیت ۲۵ - "آزمائش کرنے لگا"۔ یعنی معلُوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا یہ نیا اُستاد ٹھیک جواب دیگا یا نہیں۔ جو سوالات و اعتراضات عُلما کے مابین بوقت مناظرہ کئے جاتے ہیں اکثر اوقات وُہی سوال مسیحی مُبلّغوں سے بھی ہوتے رہتے ہیں اور نئی کتابوں میں دیکھا جاتا ہے کہ

فلاں فلاں مُشکلات کو مُصنّف کس طرح سے حل کرتا ہے ؞

"مَیں کیا کروں الخ"۔ یہی سوال اُس پر نوجوان نے کیا تھا (لُوقا ۱۸: ۱۸)۔ پُرانے عہدنامہ میں حیات بعدالممات کی تعلیم بہُت کم ملتی ہے لیکن ربّنا یسُوع کے زمانے میں فریسی لوگ قیامتِ مُردگان کے متعلق بہُت تعلیم دیتے تھے اور اس بات کا بہُت چرچا ہوتا تھا کہ انسان ابدی زندگی کیونکر حاصل کرسکتا ہے ؞

آیت ۲۶- یسُوع عالمِ شرع کے علم اور رُوحانی پہچان کو جانچتے ہیں ؞

آیت ۲۷- عالمِ شرع تین آیات کو ملاتا ہے۔ استثنا ۶: ۵ و ۱۱: ۱۳- یہ آیات ایک تعویذ میں یا اُس کے اُوپر لکھی جاتی تھیں۔ ہر مذہبی یہُودی ایسا تعویذ اپنی پیشانی پر باندھتا تھا اور ہر روز ان آیتوں کو پڑھتا تھا۔ یہ غور طلب بات ہے کہ عالمِ شرع اس کے ساتھ احبار ۱۹: ۱۸ بھی پڑھتا ہے معلُوم نہیں کہ کس نے اس آیت کو ملایا یا کب۔

عالمِ شرع کے سوال سے معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ خیال کرتا تھا کہ کوئی خاص کام یا فعل ہے جسے عمل میں لانا پڑتا ہے تاکہ انسان کو ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو۔ (مذکورہ نوٹ ۱۷ مُلاحظہ ہو) ربّنا یسُوع المسیح اُسے دکھانا چاہتے ہیں کہ دو اصُول ہیں جن پر انسان کو عمل کرنا ہے نہ کہ کوئی خاص بڑا کام۔ ہمیں خُدا سے یُوں مُحبّت رکھنا ہے کہ ہم اپنی شخصیت کی تمام صفات اور طاقتوں سے اُس پاک ذات سے اپنے برابر مُحبّت رکھیں۔ ہم ہر وقت ہر ایک شخص سے خوش نہیں رہ سکتے اور درحقیقت نہ ہی ہم اپنے آپ سے ہر وقت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن ہم ہر وقت اپنی سمجھ کے مطابق اپنی بہبُودی کے جویاں ضرور ہوتے ہیں۔ اپنے برابر مُحبّت رکھنے سے یہ مُراد ہے کہ ہم اپنے پڑوسی کی بہبُودی کے ایسے جویاں ہوں جیسے اپنی بہبُودی کے اور اپنے ذاتی مُفاد کو اپنے پڑوسی کے مُفاد پر کبھی ترجیح نہ دیں ؞

آیت ۲۸- یسُوع نے عالمِ شرع کو دکھایا کہ وُہ اپنے سوال کے جواب سے واقف ہی تھا اب اُس کا باقی کام یہ تھا کہ وُہ ان باتوں پر عمل بھی کرے ؞

آیت ۲۹- اپنے تئیں راستباز ٹھہرانے کی غرض سے۔ اب تک وُہ محض نادان ہی تھا۔ عالمِ شرع گویا کہتا ہے یہ کافی نہیں۔ مُجھے معلُوم ہونا ضرُوری ہے کہ پڑوسی کون ہوتا ہے؟ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ لوگ قوم کے دُشمنوں کا فائدہ نہ چاہیں۔ (استثنا ۲۳: ۳ سے ۶ تک و متی ۵: ۴۳)۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کن

کن لوگوں کو اپنا پڑوسی سمجھے؟

ہمیشہ کی زندگی پر نوٹ :- "ابدی زندگی" اس زندگی میں خاص بات اِس زندگی کا ختم ہونا ہی نہیں ہے (یعنی اس کا سلسلہ لامتناہی) یہ وُہ زندگی ہے جس کا تعلق زمان و مکان سے نہیں بلکہ ابدیّت سے ہے۔ بے شک دوام ابدیّت کی ایک خاصیت ہے لیکن زمانہ یا وقت ابدیّت سے متفرق ہے۔ ابدی جہان وُہ ہے جس کا خاص تعلق خُدا سے ہے۔ ابدی زندگی اِس جہان میں شروع ہو سکتی ہے بلکہ ہوتی رہتی ہے۔ ابدی زندگی یہ ہے "کہ وُہ تجھ خُدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں" (یُوحنّا ۱۷: ۲)۔ "ہمیشہ کی زندگی" غلط ترجمہ نہیں مگر اس کا مفہوم ابدی زندگی کے ایک ہی پہلو پر زور دیتا ہے۔ اِسی طرح سے "ہمیشہ کی سزا" (متّی ۲۵: ۴۶) کا مطلب وُہ سزا ہے جو ابدی جہان سے متعلق ہے۔ کاش کہ ان سب موقعوں پر ترجمہ ابدی ہوتا۔ (لُوقا ۲۰: ۳۸ پر تفسیر ملاحظہ ہو)۔

نیک سامری کی تمثیل

آیات ۳۰ تا ۳۷

(۳۰) یسُوع نے جواب میں کہا کہ ایک آدمی یروشلیم سے یریحُو کی طرف جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں میں گھِر گیا۔ اُنھوں نے اُس کے کپڑے اُتار لئے اور مارا بھی اور اَدھ مُوا چھوڑ کر چلے گئے۔ (۳۱) اتفاقاً ایک کاہن اُسی راہ سے جا رہا تھا اور اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ (۳۲) اسی طرح ایک لاوی اُس جگہ آیا۔ وُہ بھی اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ (۳۳) ایک سامری سفر کرتے کرتے وہاں آ نکلا اور اُسے دیکھ کر اُس نے ترس کھایا۔ (۳۴) اور اُس کے پاس آ کر اُس کے زخموں کو تیل اور مے لگا کر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کر کے سرائے میں لے گیا۔ (۳۵) دُوسرے دن دو دینار نکال کر بھٹیارے کو دئے اور کہا اِس کی خبر گیری کرنا اور جو کچھ اس سے زیادہ خرچ ہوگا میں پھر آ کر تجھے ادا کر دُوں گا (۳۶) اِن تینوں میں سے اُس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گھِر گیا تھا تیری دانست میں کون پڑوسی ٹھہرا۔ (۳۷) اُس نے کہا وُہ جس نے اُس پر رحم کیا۔ یسُوع نے اُس سے کہا جا، تُو بھی ایسا ہی کر۔

یہ نہایت ہی مشہور تمثیل ہے شاید صرف مُسرف بیٹے کی اور بیج بونے والے کی تمثیلیں شہرت میں اس کے برابر ہیں۔ تمثیل کی غرض یہ تھی کہ عالم شرع کو سکھایا جائے کہ سوال یہ نہیں کہ کون کون سے لوگ لفظ پڑوسی کی تعریف کے دائرہ محیط ہیں بلکہ یہ کہ انسان مُصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرے اور اپنے آپ کو اُن کا پڑوسی ثابت کرے۔

آیت ۳۰ ۔ یریحو کی سڑک ایسی ویران جگہوں میں سے ہوتی ہوئی گئی تھی جہاں ڈاکو پائے جاتے تھے اور ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی رہتی تھیں۔

"جا رہا تھا"۔ یُونانی میں ہے اُتر رہا تھا۔ یروشلیم سمندر کی سطح سے تقریباً ۲۰۰۰ فٹ اُونچا ہے۔ یردن دریا کی وادی گلیل میں بھی سمندر کی سطح کے نیچے ہے اور یریحو کے سامنے قریب قریب ۱۲۰۰ فٹ نیچے ہے۔ یریحو ۹۰۰ فٹ سطحِ سمندر سے نیچے واقع ہے چنانچہ واقعی جو مسافر یروشلیم سے یریحو کو جاتا ہے وہ اُترتا ہے۔ ڈاکوؤں نے نہ صرف اس شخص کا مال اور کپڑے چھین لئے بلکہ اُس کو زخمی بھی کیا۔ شاید اس وجہ سے کہ مسافر نے اُن کا سامنا کیا تھا تاہم ممکن ہے کہ اُنہوں نے محض شرارت سے ایسا کیا ہو۔ وُہ اَدھ مُؤا اور بے ہوش پڑا رہا اور ڈاکو چلے گئے۔

آیت ۳۱ و ۳۲ ۔ "اتفاقاً" ایک لفظ ہے جو روزمرّہ استعمال ہوتا ہے لیکن بعض باتوں کو ہم اتّفاقی اس لئے کہتے ہیں کہ وُہ انسان کے ارادہ سے وقوع میں نہیں آتیں دراصل وُہ خُدا کے انتظام سے ہوتی ہیں۔ کاہن اور لاوی کو پروردگارِ عالم نے نیکی کرنے کا موقع بخشا تھا لیکن اُنہوں نے اُسے ہاتھ سے کھو دیا۔ مُمکن ہے کہ اُن کو خوف ہو کہ جنہوں نے یہ ظُلم کیا ہے وُہ اُس وقت کہیں نزدیک ہوں اور اس لئے ٹھہرے بھی تا مدد کرنا تو درکنار۔

آیت ۳۳ ۔ "ایک سامری"۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے (دیکھئے ۹ : ۵۲ پر کی تفسیر) سامریوں اور یہودیوں کے مابین سخت دُشمنی تھی یہاں تک کہ کوئی یہودی کبھی سامری کے ساتھ کھانا تک نہیں کھاتا تھا اور کوئی سامری یہودیوں میں شامل نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی ہیکل میں داخل ہونے کی اجازت پاتا تھا۔ بہرحال جب اس سامری نے ایک یہودی کو بلا میں مُبتلا دیکھا تو رُک گیا اور اپنی سواری سے (گھوڑا خچر یا گدھا) اُترا اور جو ذرائع مہیّا ہو سکتے تھے اُن سے علاج کرنے لگا۔ لوگ مے اور تیل ملا کر زخموں

پر لگاتے تھے۔

"اپنے جانور پر سوار کر کے"۔ غالباً سامری کو پیدل چل کر زخمی آدمی کو لگاتار سنبھالنا پڑا اور اُسے سرائے میں لے جا کر اُس کا انتظام کیا۔

آیت ۳۵ - "دو دینار"۔ ایک دینار مزدور کے ایک دن کی مزدوری ہوتا تھا (متی ۲۰: ۲) یہ سکہ چاندی کا ہوتا تھا قریب قریب وزن میں اٹھنی کے برابر تھا لیکن خرید و فروخت کے لحاظ سے اٹھنی سے کہیں زیادہ قیمتی تھا۔

آیت ۳۶ - "کون اُس کا پڑوسی ٹھہرا؟" یہی خاص سوال ہے کہ ہم کن کن اشخاص کی مدد کر سکتے ہیں۔ ربنا یسوع المسیح نے دکھایا کہ ایک پردیسی جس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا مذہب پرست یہودیوں سے جو خانۂ خدا کی خدمت کیا کرتے تھے زیادہ نیک ہو سکتا تھا۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ خداوند نے ایک فرضی قصہ نہیں کہا تھا بلکہ ایک سچا واقعہ بیان کیا تھا۔

ممکن ہے کہ عالمِ شرع نے لفظ سامری استعمال کرنا نہ چاہا۔

آیت ۳۷ - "تو بھی ایسا ہی کر"۔ ربنا المسیح کا یہ پاک فرمان ہر ایک انسان کے لئے ہے نہ کہ صرف اُس فقیہ کے لئے ہے۔

مرتھا اور مریم

آیات ۳۸ تا ۴۲

(۳۸) پھر جب جا رہے تھے تو وُہ ایک گاؤں میں داخل ہوُا اور مرتھا نام ایک عورت نے اُسے اپنے گھر میں اُتارا۔ (۳۹) اور مریم نام اُس کی ایک بہن تھی۔ وُہ یسوع کے پاؤں کے پاس بیٹھ کر اُس کا کلام سُن رہی تھی۔ (۴۰) لیکن مرتھا خدمت کرتے کرتے گھبرا گئی۔ پس اُس کے پاس آ کر کہنے لگی اے خداوند! کیا تجھے خیال نہیں کہ میری بہن نے خدمت کرنے کو مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے؟ پس اُسے فرما کہ میری مدد کرے۔ (۴۱) خداوند نے جواب میں اُس سے کہا مرتھا! مرتھا! تو تو بہت سی چیزوں کی فکر و تردد میں ہے۔ (۴۲) لیکن ایک چیز ضرور ہے اور مریم نے وُہ اچھا حصہ چن لیا ہے جو اُس سے چھینا نہ جائیگا۔

اِن دو بہنوں کا ذکر چوتھی انجیل کے گیارہویں باب میں پایا جاتا ہے۔ اِن کے گاؤں

کا نام بیت عنیاہ بتایا گیا ہے۔ یہ غور طلب بات ہے کہ ان دونوں بہنوں کی طبیعت نے جو یہاں ظاہر کی گئی وہی ہے جسے ہم یُوحنا کی انجیل میں پڑھتے ہیں۔ اگر یُوحنا کا بارھواں باب بھی مُلاحظہ فرمائیں تو آپ پر یہی بات ظاہر ہوگی (خاص کر دُوسری آیت "مرتھا خدمت کرتی تھی")

آیت ۳۸ - معلُوم ہوتا ہے کہ مکان مرتھا کا تھا ہمیں علم نہیں کہ وُہ بیوہ تھی یا اُس وقت تک شادی نہ کی تھی ؛

آیت ۳۹ - مریم خُداوند کی تعلیم سُننے میں متواتر مشغُول رہی ؛

آیت ۴۰ - مرتھا کی شکایت ایسی تھی جو اس طبیعت کے مالک اکثر موقع پر اکثر اوقات ظاہر کیا کرتے ہیں ؛

آیات ۴۱ و ۴۲ - "بہت سی چیزوں کی فکر الخ" ربّنا یسُوع فرماتے ہیں کہ آپ کے لئے صرف ایک قسم کا کھانا کافی ہے۔ اتنی چیزیں اور انواع و اقسام کے کھانے ضروری نہیں ؛ "اچھا حصہ" یعنی ربّنا یسُوع کی تعلیم حاصل کرنا۔ "اُس سے چھینا نہ جائیگا" یعنی نہیں، مرتھا۔ میں یہ حُکم نہ دُوں گا کہ مریم میری تعلیم سُننا چھوڑ کر تیری مدد کرے ؛

باب یازدہم

دُعائے ربّانی

آیات ۱ تا ۴

(۱) پھر ایسا ہُوا کہ وُہ کسی جگہ دُعا کر رہا تھا۔ جب کر چُکا تو اُس کے شاگردوں میں سے ایک نے اُس سے کہا اَے خُداوند! جیسا یُوحنا نے اپنے شاگردوں کو دُعا کرنا سکھایا تُو بھی ہمیں سکھا۔ (۲) اُس نے اُن سے کہا جب تُم دُعا کرو تو کہو اَے باپ! تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آئے۔ (۳) ہماری روز کی روٹی ہر روز ہمیں دیا کر۔ (۴) اور ہمارے گناہ مُعاف کر کیونکہ ہم بھی اپنے ہر قرضدار کو مُعاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں نہ لا ؛

اُردو میں اس دُعا کو خُداوند کی دُعا کہنا اچھا نہیں کیونکہ اس سے مُراد یہ ہو سکتی ہے کہ ربّنا یسُوع بذاتِ خود اس دُعا کو استعمال کرتے تھے۔ ایسا کہنا جائز نہیں کیونکہ وُہ جس نے ہمیشہ اپنے باپ کی مرضی پُوری کی دُعا نہیں کر سکتا تھا کہ خُدا اُس کے قرضوں کو مُعاف کرے۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ اِس کو خُداوند کی دُعا کہیں بے شک یہ خُدا کے گھرانے میں جو اُس کی کلیسیا ہے استعمال ہوتی ہے پر یاد رہے کہ یہ شخصی دُعا بھی ہے۔ اسے "شاگردوں کی دُعا" کہنا بہتر ہے لیکن بہترین خیال یہی ہو سکتا ہے کہ ہم اس دُعا کے لئے ایسا نام استعمال کریں جس سے ہمیں ہر دم یاد رہے کہ ہمارے خُداوند نے اُسے سکھایا تھا۔

آیت ۱۔ "کسی جگہ"۔ لُوقاؔ نے نہیں بتایا کہ جگہ کہاں تھی۔ شاید بیت عنیاہ کے پاس ہی تھی۔ وہاں ایک گرجا بنایا گیا تھا جس کی دیواروں پر دُعائے ربّانی ۲۶ زبانوں میں کندہ کی گئی تھی۔ رسُولوں نے خُداوند کو دُعا کرتے سُنا اور اُن میں سے ایک نے یہ درخواست پیش کی تھی۔ یہُودی مُعلّم اور ربّی بعض وقت اپنے شاگردوں کے لئے دُعائیں تیار کیا کرتے تھے اور معلُوم ہوتا ہے کہ یُوحنّا اصطباغی نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ یہ دُعا نہ صرف دُہرائی جانے کے لئے سکھائی گئی تھی بلکہ دُعا کا نمُونہ بھی ہے۔

آیت ۲۔ "اَے باپ"۔ یہاں یہ الفاظ جو متّی ۶: ۹ میں مندرج ہیں یعنی "ہمارے... تُو جو آسمان پر ہے" نظر انداز کئے گئے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ربّنا یسُوع نے ایک ہی بار بھیڑ کو یہ دُعا سکھائی اور پھر اپنے خاص شاگردوں کو بھی یہی دُعا سکھائی یا دو تو کو ایک ہی بار سکھائی۔ ایک ہی بار سکھائی تھی تو ان دونوں میں کس کو ترجیح دیں؟ بعض کا خیال ہے کہ متّی نے صفائی کے خیال سے الفاظ بڑھا دئے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ لُوقا نے اختصار کے خیال سے اسے مختصر کر دیا تھا کیونکہ یاد رہے کہ "تیری مرضی پُوری ہو" کا مفہُوم اِن الفاظ میں ادا ہوتا ہے کہ "تیری بادشاہی آئے" اور "ہمیں بُرائی سے بچا" کا مطلب اِس فقرہ سے کہ "ہمیں آزمائش میں نہ لا" ادا ہوتا ہے یہ بھی یاد رہے کہ ربّنا یسُوع نے آرامی زبان میں دُعا سکھائی تھی جس کا ترجمہ یُونانی زبان میں کیا گیا ہے۔

مُقدّس متّی کی انجیل کی ترتیب مضامین کے لحاظ سے ہے اور مُصنّف (یا مؤلف) مذکور نے اِس دُعا کو غالباً "پہاڑی وعظ" میں دُعا کی تعلیم کی وضاحت کے لئے قلمبند کیا تھا

"تیرا نام پاک مانا جائے۔" بائبل مقدس میں خصوصاً عہد عتیق میں نام سے نہ
صرف وہ لفظ مراد ہے جس سے کوئی نامزد ہو جیسا زید یا بکر بلکہ اس کی صفات سے بھی مراد
ہے۔ خدا کے نام سے نہ صرف لفظ خدا یا اللہ یا پرمیشور مراد ہے بلکہ باری تعالےٰ کی
صفات بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ مثلاً پاکیزگی۔ قدرت۔ محبت اور خالق ہونا۔ دعا کا یہ مطلب
ہے کہ ہر کہیں بنی نوع انسان خدا کی صفات مانیں۔ یہ بشارتی کام کی ترقی کے لئے ایک
دعا ہے ÷

ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ دعائے ربانی کا پہلا حصہ خدا سے تعلق رکھتا
ہے مثلاً احکام عشرہ میں پہلے چار حکم ذاتِ خدا سے متعلق ہیں ÷

۲ "تیری بادشاہی آئے۔" یعنی تمام آدمی تیرے احکام کو مانیں اور اُن پر عمل کریں۔
تیری مرضی کو اپنی مرضی پر ہر وقت ترجیح دیں اور تجھے اپنا بادشاہ قرار دیں۔ خدا کی بادشاہی
اُس کی حکمرانی ہے۔ نیز دعا کا یہ بھی مطلب ہے کہ تیرے تمام دشمن شکست کھائیں اور وہ
دن آئے کہ خداوند یسوع المسیح "سب دشمنوں کو اپنے پاؤں تلے" لے آئے اور "سب
میں خدا ہی سب کچھ ہو" (۱-کرنتھی ۱۵: ۲۵ و ۲۸) ÷

آیت ۳۔ "ہماری روز کی روٹی الخ۔" جس یونانی لفظ کا ترجمہ "روز کی" کیا گیا ہے وہ
اور کسی یونانی مضمون میں نہیں آیا (EPIOUSION)۔ اس کے اصلی معنوں پر کافی مباحثہ
ہوا ہے۔ موجودہ ترجمہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ہم کو صرف اسی روز کے لئے روٹی مانگنا ہے
روٹی جمع کرنے کا خیال نہیں پایا جاتا۔ نیز غیر ضروری لذیذ کھانا مانگنے کا خیال بھی نہیں ہے
کہ گویا پلاؤ زردہ مانگیں۔ ہمیں چاہئے کہ چیزیں جو زندگی کے لئے درکار ہیں وہی مانگیں ÷

آیت ۴۔ "ہمارے گناہ معاف کر۔" متی میں ہے۔ "ہمارے قصوروں کو
معاف کر۔" لوقا کا فقرہ زیادہ وسیع ہے ÷

"کیونکہ ہم بھی الخ" یہ کہنا مشکل ہے کیونکہ عموماً لوگ اپنے قرضداروں کو معاف
نہیں کرتے لیکن معافی حاصل کرنے کی شرط یہ ہے کہ ہم خود اُن لوگوں کو معاف کریں جو
ہمارا نقصان کرتے ہیں (متی ۶: ۱۴-۱۵)۔ جو معاف نہیں کرتا وہ دعائے ربانی استعمال
نہ کرے۔ قرض سے نہ صرف روپیہ مراد ہے بلکہ ہر قسم کا قصور بھی ÷

دُعا کی تعلیم اَور بے حیا دوست کی تمثیل

آیات ۵ تا ۱۳

(۵) پھر اُس نے اُن سے کہا تُم میں سے کون ہے جس کا ایک دوست ہو اور وُہ آدھی رات کو اُس کے پاس جا کر اُس سے کہے اَے دوست مجھے تین روٹیاں دے۔ (۶) کیونکہ میرا ایک دوست سفر کر کے میرے پاس آیا ہے اور میرے پاس کُچھ نہیں کہ اُس کے آگے رکھُوں۔ (۷) اور وُہ اندر سے جواب میں کہے مجھے تکلیف نہ دے۔ اب دروازہ بند ہے اور میرے لڑکے میرے پاس بچھونے پر ہیں۔ مَیں اُٹھ کر تجھے دے نہیں سکتا۔ (۸) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ اگرچہ وُہ اِس سبب سے کہ اُس کا دوست ہے اُٹھ کر اُسے نہ دے تو بھی اُس کی بیحیائی کے سبب سے اُٹھ کر جتنی درکار ہیں اُسے دیگا۔ (۹) پس مَیں تُم سے کہتا ہُوں مانگو تو تمہیں دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائیگا۔ (۱۰) کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اُسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وُہ پاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اُس کے واسطے کھولا جائے گا۔ (۱۱) تُم میں سے ایسا کونسا باپ ہے کہ جب اُس کا بیٹا روٹی مانگے تو اُسے پتھّر دے؟ یا مچھلی مانگے تو مچھلی کے بدلے اُسے سانپ دے؟ (۱۲) یا انڈا مانگے تو اُس کو بچھُّو دے؟ (۱۳) پس جب تُم بُرے ہو کر اپنے بچّوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو آسمانی باپ اپنے مانگنے والوں کو رُوح القدس کیوں نہ دیگا؟

آیت ۵ - "تین روٹیاں"۔ فلسطین میں چپاتیاں نہیں کھائی جاتی تھیں کیونکہ لوگ گروے بناتے تھے۔

آیت ۷ - آدمی جس سے درخواست کی جاتی ہے یہ بہانہ نہیں کرتا کہ میرے پاس روٹی نہیں بلکہ عُذر کرتا ہے کہ ہم سب چارپائیوں پر لیٹ چکے ہیں اور اب ہمیں اُٹھنے میں دقّت ہوگی۔ پھر بچّوں کے جاگنے کا ڈر بھی ہے لہٰذا مَیں آدھی رات کے وقت کیونکر اُٹھ کر تجھے روٹی دُوں؟

آیت ۸ - دوستی کی خاطر تو یہ آدمی اُٹھنے کا نہیں لیکن جب روٹی مانگنے والا لگاتار کھٹکھٹاتا اور چلاّتا رہتا ہے تو گھر کا مالک یہ محسُوس کر کے کہ اگر مَیں اُسے روٹی نہیں دُوں گا تو وُہ سونے نہیں دیگا اور دوست کی بے حیائی کی وجہ سے اُٹھ کر اُسے روٹی دیتا ہے۔

بعض تمثیلیں مُوافقت کے سبب سے کہی گئی تھیں لیکن یہ تمثیل اور بے انصاف قاضی کی تمثیل دُوسری قسم کی تمثیلیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان جو ناقص یا بُرے ہیں بار بار درخواستیں سُننے سے جواب دے دیتے ہیں تو خُدا جو کامل اور مہربان ہے ہماری دُعاؤں کے جوابات کیوں نہ دیگا۔ بہر حال اپنی مُراد جلدی نہ پانے کے سبب سے ہمیں دُعا مانگنی بند نہیں کرنی چاہیئے۔ خُدا کو معلُوم ہے کہ انسان کو جو چیزیں آسانی سے ملتی ہیں وُہ اکثر اُن کی قدر نہیں کرتا۔ اور لگاتار دُعا کرنے سے انسان دُعا میں مشاق ہو جاتا ہے نیز اُس کا ایمان زیادہ پُختہ ہو جاتا ہے ؞

آیات ۹ و ۱۰۔ "مانگو۔ ڈھونڈو۔ کھٹکھٹاؤ" بعض برکتیں اور نعمتیں پانے کے لئے ہمارے افعال کافی نہیں ہمیں اُن کو محض مانگنا پڑتا ہے۔ بعض چیزیں صرف اُس وقت حاصل ہوتی ہیں جب ہم دُعا کرنے کے علاوہ اُن کو پانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اُن کو ڈھونڈیں۔ اکثر درگاہِ الٰہی سے دُعا کے تین جواب ہمیں ملتے ہیں۔ یعنی ہاں، نہیں اَور صبر کرو۔ بار بار دُعا کرتے رہنا چاہیئے گویا ایک ہی کھٹکھٹاہٹ یا دستک کافی نہیں بلکہ لگاتار کھٹکھٹانا ضرُوری ہے ؞

آیات ۱۱ و ۱۲۔ پتھر: بے فائدہ چیز۔ بچھو۔ نقصان دِہ اشیاء ؞

آیت ۱۳۔ "بُرے ہوکر" گنہگار ہو کر۔ کم علم اور کم عقل ہو کر، خُود غرض ہو کر۔ "رُوح القُدس" متّی میں لکھا ہے "اچھی چیزیں" (۷: ۱۱)۔ لُوقا نے سب سے اچھی چیز یعنی رُوح القُدس کی بخشش کا ذکر کیا ہے ؞

گُونگی بدرُوح۔ فریسیوں کا کُفر۔ ربّنا یسُوع المسیح کا جواب

آیات ۱۴ تا ۲۶

(۱۴) پھر وُہ ایک گُونگی بدرُوح کو نکال رہا تھا اور جب وُہ بدرُوح نکل گئی تو ایسا ہُوا کہ گُونگا بولا اور لوگوں نے تعجّب کیا۔ (۱۵) لیکن اُن میں سے بعض نے کہا یہ تو بدرُوحوں کے سردار بعلزبُول کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے۔ (۱۶) بعض اَور لوگ آزمائش کے لئے اُس سے ایک آسمانی نشان طلب کرنے لگے۔ (۱۷) مگر اُس نے اُن کے خیالات کو جان کر اُن سے کہا جس سلطنت میں پھُوٹ پڑے وُہ ویران ہو جاتی ہے اَور جس گھر میں

پھوٹ پڑے وُہ برباد ہو جاتا ہے۔ (۱۸) اور اگر شیطان بھی اپنا مخالف ہو جائے تو اُس کی سلطنت کس طرح قائم رہے گی؟ کیونکہ تم میری بابت کہتے ہو کہ یہ بدرُوحوں کو بعلزبُول کی مدد سے نکالتا ہے۔ (۱۹) اور اگر مَیں بدرُوحوں کو بعلزبُول کی مدد سے نکالتا ہُوں تو تُمہارے بیٹے کس کی مدد سے نکالتے ہیں؟ پس وُہی تمہارے مُنصف ہوں گے۔ (۲۰) لیکن اگر مَیں بدرُوحوں کو خُدا کی قُدرت سے نکالتا ہُوں تو خُدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی۔ (۲۱) جب زور آور آدمی ہتھیار باندھے ہُوئے اپنی حویلی کی رکھوالی کرتا ہے تو اُس کا مال محفُوظ رہتا ہے۔ (۲۲) لیکن جب اُس سے کوئی زور آور حملہ کرکے اُس پر غالب آتا ہے تو اُس کے سب ہتھیار جن پر اُس کا بھروسا تھا چھین لیتا اور اُس کا مال لُوٹ کر بانٹ دیتا ہے۔ (۲۳) جو میری طرف نہیں وُہ میرے خلاف ہے اور جو میرے ساتھ جمع نہیں کرتا وُہ بکھیرتا ہے۔ (۲۴) جب ناپاک رُوح آدمی میں سے نکلتی ہے تو سُوکھے مقاموں میں آرام ڈھونڈتی پھرتی ہے اور جب نہیں پاتی تو کہتی ہے کہ مَیں اپنے اُسی گھر میں لوٹ جاؤں گی جس سے نکلی ہُوں۔ (۲۵) اور آکر اُسے جھڑا ہُوا اور آراستہ پاتی ہے۔ (۲۶) پھر جاکر اور سات رُوحیں اپنے سے بُری ہمراہ لے آتی ہے اور وُہ اُس میں داخل ہو کر وہاں بستی ہیں اور اُس آدمی کا پچھلا حال پہلے سے بھی خراب ہو جاتا ہے۔

آیت ۱۴ – "گُونگی بدرُوح"۔ یعنی یہ آدمی گُونگا تھا۔ بعض اوقات گُونگا پن کسی قسم کی دماغی خرابی کے باعث پیدا ہوتا ہے حالانکہ گلے یا قُوّتِ ناطقہ میں خرابی نہیں ہوتی۔

آیت ۱۵ – پہلی انجیل یعنی متّی میں مرقُوم ہے کہ یہ لوگ جنہوں نے مسیح پر یہ الزام لگایا تھا فریسی تھے۔ اُنہوں نے بچشمِ خُود دیکھا کہ اِس مُعجزے سے لوگوں پر بیحد اثر ہُوا۔ اُنہوں نے اِس اثر کو مٹانے کی غرض سے ربّنا المسیح پر الزام لگایا کہ آپ جادُوگر ہیں اور شیاطین کے سردار کی مدد سے یہ کام کرتے ہیں۔ فریسی تو بے شک مذہبی لوگ تھے لیکن جب ہم تعصب کے زیر اثر اچھے کام کو بُرا کہتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ہماری رُوحانی حالت واقعی مخدُوش ہے۔

"بعلزبُول"۔ لاطینی ترجمہ میں لفظ بعلزبُوب ہے لیکن یہ لفظ کسی یُونانی نُسخے میں نہیں ملتا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ جیرومؔ جس نے مستند لاطینی ترجمہ (VULGATE) کیا تھا مُمکن ہے یہ سمجھا ہو کہ یہ وُہی دیوتا ہے جس کا ذکر ۲ سلاطین ۱:۲ میں پایا جاتا ہے اس دیوتا کو

عقرون میں جو فلسطیوں کا ایک شہر تھا پُوجا جاتا تھا۔ ہمیں بعلزبول کا صحیح مطلب معلوم نہیں۔ شاید "لیدکا مالک" لیکن لیدؔ صحیح لفظ کا حِصّہ نہ ہوگا کیونکہ اسرائیلی اکثر بُتوں کے نام نہیں بولا کرتے تھے مثلاً اشبوست بن ساؤل (۲ سموئیل ۳: ۸) کا نام اشبعل تھا لیکن چونکہ بعل صیدونیوں کے ایک دیوتا کا نام تھا اس لئے بعل کی جگہ بوست یعنی شرمناک چیز لکھا گیا۔ (دیکھو ۱ تواریخ ۸: ۳۳) اتنا معلوم ہے کہ بعلزبول شیاطین کا ایک سردار مانا جاتا تھا ۔

آیت ۱۶ ۔ "آسمانی نشان"۔ معترض کہتے ہوں گے کہ تُو تو نشان دکھاتا ہے لیکن یہ زمینی نشانات ہیں۔ کئی انبیا نے زمین پر نشان دکھائے اور وہ ایسا بڑا دعوے نہیں کرتے تھے جیسا تُو کرتا ہے۔ تُو ہم کو کوئی آسمانی نشان دکھا تاکہ ہم ایمان لائیں ۔

آیات ۱۷ و ۱۸ ۔ ربنا یسُوع المسیح کے جواب کا یہ مطلب ہے کہ شیطان جو بُرائی ہی چاہتا اور بُرائی کرانے کی کوشش کرتا ہے کبھی بھی اپنے خلاف کام نہیں کرے گا ورنہ اُس کا انتظام۔ بادشاہی اور گھر برباد ہو جائیں گے ۔

آیت ۱۹ ۔ یعنی تمہارے شاگرد بدرُوحوں کے نکالنے کا دعوے کرتے ہیں بھلا یہ کِس کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتے ہیں؟ اگر بدرُوحیں شیطانی مدد سے نکلتی ہیں تو کوئی دیو یا بدرُوح شاگردوں کی مدد کرتی ہوگی ۔

آیت ۲۰ ۔ بدرُوحوں کا نکل جانا خُدا کی قدرت اور اُس کی بادشاہی کا نشان ہے۔

آیات ۲۱ و ۲۲ ۔ شیطان کو دُور کرنے کے لئے اُس سے زورآور ہستی کی ضرورت ہے وہ زورآور ہستی مَیں ہُوں ۔

آیت ۲۳ ۔ "جو میری طرف نہیں الخ" (آیات ۹: ۵۰ کی تفسیر ملاحظہ ہو) یہ وُہ جانچ اور پڑتال کا محاورہ ہے جو ہر ایک کو اپنے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ ربنا یسُوع المسیح کی پیروی ایسی ہی ہے کہ ہر ایک کو ماننا پڑتا ہے کہ اگر مَیں بادشاہت کے کام میں مددگار نہیں تو مَیں اپنے آقا کا مخالف ہُوں یہ ممکن نہیں کہ انسان نہ تو اِس طرف ہو اور نہ اُس طرف۔ جو کام ربنا المسیح کی مدد سے نہیں کیا جاتا اُس میں حقیقی کامیابی نہ ہوگی۔ بغیر خُداوند یسُوع المسیح کی امداد کے ہم خود بخود نجات نہیں پا سکتے اور نہ ہی اپنی ذات سے دُنیا کو کوئی پائیدار فائدہ پہنچا سکتے ہیں ۔

آیات ۲۴ تا ۲۶ - "بدرُوح کی تمثیل"- اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم بُرائی سے خالی نہیں رہ سکتے۔ بُرائی کی جگہ ہمیں نیک دلی اور آخرت کی زندگی حاصل کرنی چاہیئے ورنہ ہم مکرر بُرائی میں پھنسیں گے بلکہ آخری حالت پہلی حالت سے بدتر ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ربّنا یسُوع المسیح کے بہت کم احکام نفی کی صُورت میں نہیں بلکہ اثباتی صُورت میں ہیں۔ آپ عام طور پر یہ نہیں فرماتے کہ بُرائی نہ کرنا بلکہ یہ کہ فلاں فلاں بھلا کام کرو۔

حقیقی مُبارکبادی

آیات ۲۷ و ۲۸

(۲۷) جب وُہ یہ باتیں کہہ رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ بھیڑ میں سے ایک عورت نے پُکار کر اُس سے کہا مُبارک ہے وُہ پیٹ جس میں تُو رہا اور وُہ چھاتیاں جو تُو نے چُوسیں۔ (۲۸) اُس نے کہا ہاں۔ مگر زیادہ مُبارک وُہ ہیں جو خُدا کا کلام سُنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں۔

آیت ۲۷ - "ایک عورت" جو یقیناً خُود ماں تھی۔ لوگوں کو ربّنا یسُوع المسیح پر الزام لگاتے ہُوئے دیکھ کر یہ سوچا ہوگا کہ کاش میں ایسے آدمی کی ماں ہوتی وُہ گویا خُداوند یسُوع کو دلاسا دینے کے لئے آپ کی اور آپ کی والدہ محترمہ کی تعریف باآواز بلند کرتی ہے۔

آیت ۲۸ - ربّنا یسُوع المسیح اپنی ماں کی تعریف سُن کر انکار نہیں کرتے لیکن اُس عورت کے خیالات ذاتِ الٰہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ہماری زندگی میں حقیقی اور بہترین مُبارک بادی یہی ہے کہ ہم خُدا کے کلام پر دھیان دیں اور اس پر عمل کریں۔ یعقُوب نے شاید یہ سُنا ہوگا اور اپنے خط میں ایسی ہی بات لکھتا ہے۔ (یعقُوب ۱: ۲۲-۲۵)

نشان طلب کرنے والوں کو تنبیہ دینا

آیات ۲۹ تا ۳۲

(۲۹) جب بڑی بھیڑ جمع ہوتی جاتی تھی تو وُہ کہنے لگا کہ اِس زمانہ کے لوگ بُرے ہیں۔ وُہ نشان طلب کرتے ہیں مگر یُوناہ کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُنکو نہ دیا جائیگا۔ (۳۰) کیونکہ جس طرح یُوناہ نینوہ کے لوگوں کے لئے نشان ٹھہرا اُسی طرح ابنِ آدم بھی اس زمانہ کے

لوگوں کے لئے ٹھہرے گا۔ (۳۱) دکھن کی ملکہ اس زمانہ کے آدمیوں کے ساتھ عدالت کے دن اُٹھ کر اُن کو مجرم ٹھہرائے گی کیونکہ وہ دُنیا کے کنارے سے سُلیمان کی حکمت سُننے کو آئی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو سُلیمان سے بھی بڑا ہے۔ (۳۲) نینوہ کے لوگ اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے دن کھڑے ہو کر اُن کو مجرم ٹھہرائیں گے کیونکہ اُنہوں نے یُوناہ کی مُنادی پر توبہ کر لی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یُوناہ سے بھی بڑا ہے ٭

آیت ۲۹۔ عورت کی پُکار سُن کر بھیڑ اور بھی بڑھ گئی۔ بازاری منادی کرتے وقت ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ جب بھیڑ کی طرف سے کوئی سوال کیا جاتا ہے یا کوئی شخص کچھ پُکارتا ہے تو زیادہ لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

"بُرے ہیں"۔ مُقدس لُوقا نے مُقدس متّی کی طرح "زناکار" نہیں لکھا کیونکہ غیر یہودی جن کو مدِ نظر رکھ کر یہ انجیل لکھی گئی اُس کے مفہوم سے ناآشنا تھے۔ کلام پاک بنی اسرائیل کو اُن کی بے ایمانی اور بُت پرستی کے سبب سے زناکار کہتا ہے کیونکہ خُدا کو چھوڑ کر دُوسری چیزوں کو اپنا معبود بنانا زنا کرنا کہلاتا تھا۔

"یُوناہ کے نشان کے سوا اور کوئی نشان اُن کو نہ دیا جائیگا"۔ متّی میں ذکر ہے کہ یُوناہ مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ لُوقا نے اس چیز کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بہت سے مُفسرین خیال کرتے ہیں کہ لُوقا نے زیادہ درُستی کے ساتھ مسیح کے الفاظ قلمبند کئے ہیں۔ ہم اس موضوع پر کچھ نہیں کہتے۔ آیت مذکورہ میں اس خیال کو پیش کیا ہے کہ جیسے یُوناہ نینوہ کے لوگوں کے لئے نشان تھا ویسے ہی ربّنا یسُوع المسیح اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے نشان تھے

آیت ۳۱۔ "دکھن کی ملکہ"۔ سبا کی ملکہ (۱ سلاطین ۸: ۱۔ الخ) سبا عربستان کے دکھن میں تھا جہاں اِس وقت یمن ہے۔ پس وہ طویل اور مُشکل سفر طے کر کے سلیمان کی مُلاقات کے لئے آئی۔ روزِ عدالت کو وہ ربّنا یسُوع المسیح کے زمانہ کے لوگوں کو مجرم ٹھہرائیگی کیونکہ وہ دُنیا کی انتہا سے سلیمان کے پاس آئی لیکن ابنِ آدم دُور نہیں بلکہ اپنے سُننے والوں کے پاس ہی رہتا ہے ٭

یسُوع اپنے آپ کو سلیمان سے جس کو یہودی بہت بڑا جانتے تھے بڑا ٹھہراتا ہے

آیت ۳۲۔ نینوہ کے باشندوں کی بابت ذکر ہے کہ اُنہوں نے ایک اجنبی واعظ

کے وعظ پر توبہ کی لیکن ربنا یسوع المسیح کے زمانہ کے لوگوں نے اُس کی منادی پر توبہ نہ کی حالانکہ وُہ یُوناہ سے کہیں بڑا تھا اور اجنبی نہ تھا ۔

باطنی آنکھ

آیات ۳۳ تا ۳۶

(۳۳) کوئی شخص چراغ جلا کر تہ خانہ میں یا پیمانہ کے نیچے نہیں رکھتا بلکہ چراغدان پر رکھتا ہے تاکہ اندر آنے والوں کو روشنی دکھائی دے ۔ (۳۴) تیرے بدن کا چراغ تیری آنکھ ہے۔ جب تیری آنکھ دُرست ہے تو تیرا سارا بدن بھی روشن ہے اور جب خراب ہے تو تیرا بدن بھی تاریک ہے۔ (۳۵) پس دیکھنا جو روشنی تجھ میں ہے تاریکی تو نہیں۔ (۳۶) پس اگر تیرا سارا بدن روشن ہو اور کوئی حصّہ تاریک نہ رہے تو وُہ تمام ایسا روشن ہوگا جیسا اُس وقت ہوتا ہے جب چراغ اپنی چمک سے تجھے روشن کرتا ہے ۔

آیت ۳۳ - یہ بیان چراغ کی تمثیل کا دُہرایا جانا نہیں حالانکہ دونوں بیانات میں چراغ کا بیان مشترکہ ہے۔ یہ باطنی آنکھ کی تمثیل کا دیباچہ ہے۔ ربنا یسوع المسیح نشان طلب کرنے والوں کو جواب دیتا ہے۔ چراغ خُدا کا کلام ہے جس کو مسیح سُناتا ہے۔ یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ۔ ایسے ایسے لوگ ہیں جو اس چیز کو اچھا سمجھتے ہیں کہ رُوحانی تعلیمات کا کچھ حصّہ پردۂ راز میں ہونا ضروری ہے۔ یہ حصّہ عوام الناس سے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ خُداوند مسیح کا یہ نظریہ نہیں۔ ایسی تعلیم کبھی کبھی مُشکل ہوتی ہے لیکن پوشیدہ نہیں ہوتی۔ اس کی معرفت اور قبولیّت کے لئے دِلی صفائی کی ضرورت ہے ۔

آیت ۳۴ - جب آنکھیں تندرُست حالت میں ہوتی ہیں تو بدن کا ہر عضو ٹھیک طور سے استعمال کیا جا سکتا ہے ۔

"سارا بدن بھی روشن ہے"۔ لیکن اگر آنکھیں دُرست نہیں تو بدن میں روشنی کم پہنچتی ہے اور اگر آنکھیں بالکل بیکار ہیں تو اندر قطعاً روشنی نہیں پہنچتی۔ چراغ بیشک روشن رہے لیکن اندھا شخص اُس کے نُور سے منوّر نہیں ہو سکتا ۔

آیات ۳۵ و ۳۶ - علیٰ ہذا القیاس اندرُونی (باطنی) آنکھ کی خبرگیری کرنا لازمی بات ہے۔ وُہ لوگ جن کی رُوحانی بصیرت دُرست ہے اُن کو آسمانی نشان کی ضرورت نہیں۔ ربنا

یسُوع کی پاک شخصیت اور نجات بخش تعلیم ہی کافی ہیں۔ وُہ آسمانی چراغ کی روشنی سے روشن ہوتے ہیں لیکن جب لاپرواہی۔ تعصب اور توجّہ نہ کرنے سے بصیرت دُھندلی پڑ جاتی ہے تو ایسی حالت میں ہمارے آقا یسُوع المسیح کی ملاقات اور اُس کی تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔

ایک فریسی کی دعوت ربّنا یسُوع کا فریسیوں کو ملامت کرنا

آیات ۳۷ تا ۵۴

(۳۷) جب وُہ بات کر رہا تھا تو کسی فریسی نے اُس کی دعوت کی۔ پس وُہ اندر جا کر کھانا کھانے بیٹھا۔ (۳۸) فریسی نے یہ دیکھ کر تعجب کیا کہ اُس نے کھانے سے پہلے غسل نہیں کیا۔ (۳۹) خُداوند نے اُس سے کہا اَے فریسیو! تم پیالے اور رکابی کو اُوپر سے تو صاف کرتے ہو لیکن تمہارے اندر لُوٹ اور بدی بھری ہے۔ (۴۰) اَے نادانو! جس نے باہر کو بنایا کیا اُس نے اندر کو نہیں بنایا؟ (۴۱) ہاں اندر کی چیزیں خیرات کر دو تو دیکھو سب کچھ تمہارے لئے پاک ہوگا۔ (۴۲) لیکن اَے فریسیو تم پر افسوس! کہ پودینے اور سُداب اور ہر ایک ترکاری پر دہ یکی دیتے ہو اور انصاف اور خُدا کی محبّت سے غافل رہتے ہو لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وُہ بھی نہ چھوڑتے۔ (۴۳) اَے فریسیو! تم پر افسوس! کہ تم عبادت خانوں میں اعلےٰ درجہ کی کُرسیاں اور بازاروں میں سلام چاہتے ہو۔ (۴۴) تم پر افسوس! کیونکہ تم اُن پوشیدہ قبروں کی مانند ہو جن پر آدمی چلتے ہیں اور اُن کو اس بات کی خبر نہیں۔ (۴۵) پھر شرع کے عالموں میں سے ایک نے جواب میں اُس سے کہا اَے اُستاد! اِن باتوں کے کہنے سے تُو ہمیں بھی بے عزت کرتا ہے۔ (۴۶) اُس نے کہا اَے شرع کے عالمو تُم پر بھی افسوس! کہ تم ایسے بوجھ جن کو اُٹھانا مُشکل ہے آدمیوں پر لادتے ہو اور آپ ایک اُنگلی بھی اُن بوجھوں کو نہیں لگاتے۔ (۴۷) تم پر افسوس! کہ تم تو نبیوں کی قبروں کو بناتے ہو اور تمہارے باپ دادا نے اُن کو قتل کیا تھا۔ (۴۸) پس تم گواہ ہو اور اپنے باپ دادا کے کاموں کو پسند کرتے ہو کیونکہ اُنہوں نے تو اُن کو قتل کیا تھا اور تم اُن کی قبریں بناتے ہو۔ (۴۹) اِسی لئے خُدا کی حکمت نے کہا ہے کہ مَیں نبیوں اور رسُولوں کو اُن کے پاس بھیجوں گی۔ وُہ اُن میں سے بعض کو قتل کریں گے اور بعض کو سَتائیں گے۔ (۵۰) تاکہ سب نبیوں کے خُون کی جو بنائے عالم سے بہایا گیا اِس

زمانہ کے لوگوں سے باز پُرس کی جائے۔ (۵۱) ہابل کے خُون سے لیکر اُس زکریاہ کے خُون تک جو قربان گاہ اور مقدِس کے بیچ میں ہلاک ہُوا۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ اِسی زمانہ کے لوگوں سے سب کی باز پُرس کی جائے گی۔ (۵۲) اَے شرع کے عالمو تُم پر افسوس! کہ تُم نے معرفت کی کُنجی چھین لی تُم آپ بھی داخل نہ ہُوئے اور داخل ہونے والوں کو بھی روکا۔ (۵۳) جب وُہ وہاں سے نکلا تو فقیہ اور فریسی اُسے بے طرح چمٹنے اور چھیڑنے لگے تاکہ وُہ بہت سی باتوں کا ذکر کرے۔ (۵۴) اور اُس کی گھات میں رہے تاکہ اُس کے مُنہ کی کوئی بات پکڑیں۔

بعض یہودی مُعلم ربّنا یسُوع المسیح کی مذکورہ بالا کلماتِ ملامت سے بیزار ہیں اور کہتے ہیں کہ اِس میں مبالغہ اور زیادتی کا عنصر ہے لیکن یاد رہے کہ (۱) فریسیوں کے مذہبی خیالات کی بُنیاد صحیح نہ تھی۔ وُہ گُمان کرتے تھے کہ قواعد و قوانین کی پابندی ہی دین کی بُنیاد ہے لیکن حقیقت میں دین کی نیو خُدا کا فضل ہے۔ (۲) بہُت سے فریسی اکثر اوقات بے حد مُتعصّب تھے خصُوصاً اُن لوگوں کے لئے جو اُن کے قاعدوں کو نہیں مانتے تھے۔ (۳) اِسی تعصّب کی وجہ سے وُہ ربّنا المسیح کے دُشمن ہو گئے اور آخر کار آپ کو قتل کروا دیا۔

آیت ۳۷ - یہ خیال کرنا درُست نہیں کہ دعوت دینے والے فریسی کی نیّت بُری تھی۔ ہمارے پاس کوئی دلیل اِس بات کے ثبوت میں نہیں ملتی۔ کیا یہ دعوت یسُوع کے مذکورہ بالا وعظ کے بعد ہی کی گئی تھی؟ جواب میں عرض ہے کہ ہم کو اتنی بات معلوم ہے کہ کسی نہ کسی روز آپ کے کسی وعظ یا تقریر کے بعد ہی دعوت ہُوئی تھی۔

آیت ۳۸ - فریسیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ کھانے سے پہلے خُوب ہاتھ مُنہ دھوتے تھے اور غُسل نہیں کرتے تھے۔ مُجھے اِس ترجمہ پر شک ہے کیونکہ یُونانی لفظ ...... (EBAPTISTHE) کا مطلب نہانے کا بھی ہے اور جسم کے کسی حصّے کے خُوب دھونے کا بھی۔ دیکھئے ۷: ۴۴۔ جہاں ایک فریسی کے گھر میں فقط پاؤں دھونے کا ذکر ہے، ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ یہ یُونانی لفظ پاؤں کے دھونے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ نیز مرقس ۷: ۳ اور ۴ کا مُلاحظہ فرمائیں۔ یہ دھونا صفائی ہی کے خیال سے نہیں ہوتا تھا بلکہ طہارت کے خیال سے۔ یقیناً ربّنا یسُوع المسیح کے ہاتھ صاف تھے اور آپ نے فریسیوں کی طہارت کا لحاظ نہیں کیا تھا۔ یہ قاعدہ شریعت میں نہیں ملتا بلکہ فریسیوں کا خود ساختہ تھا۔

آیت ۳۹ - جو لوگ طہارت پر زور دیتے ہیں اُن کے لئے باطنی پاکیزگی کو فراموش

کر دینے کا امکان برتنوں کو صاف رکھنا تو ضروری ہے مگر یہ ظاہریت ہے۔ فریسی یہ بات بھول جاتے تھے کہ انسان کے لئے دل کی صفائی زیادہ ضروری ہے۔ "تعجب کیا" یہ الفاظ اس بات کا ثبوت ہے کہ فریسی نے الزام لگانے کے خیال سے دعوت نہ دی تھی۔ ورنہ متعجب نہ ہوتا۔

آیت ۴۱ - "اندر کی چیزیں خیرات کر دو"۔ جو آدمی اپنے دل میں ہمیشہ خیرات کا خیال رکھتا ہے وُہی ٹھیک طور پر خیرات کر سکتا ہے اور ایسا شخص اپنے دل کی صفائی یعنی پاکیزگی کے لئے کوئی بڑا کام کرے گا۔ وُہ ارادۃً اپنے آپ کو کسی بے انصافی یا اپنے پڑوسی کے خلاف کسی بُرائی میں نہ پھنسنے دیگا۔ اس کے برعکس وُہ اپنے علم و ہُنر سے اَوروں کی مدد کرے گا اور دُوسروں کو اپنی خُوشی میں شریک کرنا خیرات سمجھیگا۔ فریسی لوگ عوام کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ (یُوحنّا ۷: ۴۹) اَور عمُوماً اُن سے کنارہ کشی کرتے تھے۔

آیت ۴۲ - ربّنا یسُوعؔ یہ نہیں کہتے کہ دہ یکی دینے میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس کی تو وُہ داد دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مذہبی کاموں میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو نہیں بُھلانا چاہیئے تاہم جو لوگ اِن باتوں پر زور دینے میں چاہے وُہ کسی بھی دین کے کیوں نہ ہوں اُن کے لئے یہ خطرہ ہے کہ ان باتوں میں پھنس کر بڑی باتوں کو بھول جائیں۔ ہمارے خُداوند یہی الزام فریسیوں پر لگاتے ہیں۔ (۱۶: ۱۴)

آیت ۴۳ - "اعلیٰ کُرسیاں"۔ وُہ کُرسیاں جو عبادت خانہ کے صدر کے نزدیک ہوتی تھیں۔ "بازاروں میں سلام"۔ فریسی یہ پسند کرتے تھے کہ عام لوگ اُن کی قدر کریں۔ انسان میں عزّت حاصل کرنے کی خواہش اُس کے لئے ایک پھندا ہے۔ (یُوحنّا ۱۲ : ۴۲ اور ۴۳ کا ملاحظہ ہو)

آیت ۴۴ - متّی میں (۲۳: ۲۷) فریسیوں کو "سفیدی پھری ہُوئی قبروں" سے تشبیہ دی گئی ہے یہاں اَور ہی خیال ہے یعنی فریسی لوگ باہر سے تو اچھے نظر آتے تھے لیکن حقیقت میں اُن کے دل بُرے تھے۔ عوام اُن کی بدی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اُن کی صُحبت سے بگڑ جاتے تھے یعنی فریسیوں کا اثر عوام پر خراب تھا۔ شریعت کے مُوافق "جو کوئی میدان میں ...... کسی قبر کو چُھوئے وُہ سات دن تک ناپاک رہیگا"۔ (گنتی ۱۹: ۱۶)

آیت ۴۵ - "ہمیں بھی"۔ جو فریسیوں کے طبقہ میں عام فریسیوں سے زیادہ شریعت سے واقف ہیں اور اس کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔

آیت ۴۶ - "ایسے بوجھ جن کا اُٹھانا مُشکل ہے"۔ یہ اشارہ اُن قاعدوں کی طرف ہے جن کا اضافہ شریعت میں کیا گیا۔ ان پر فریسی زیادہ زور دیتے تھے۔ یہ قاعدے اکثر سخت اور مُشکل تھے۔

آیات ۴۷ و ۴۸ - یہ آیات مُشکل ہیں۔ غالباً مطلب یہ ہے کہ تمہارے باپ دادا نے اس لئے نبیوں کو قتل کیا تھا کہ وُہ نئی تعلیم قبُول کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ پُرانی روشیں اور دستُورات کو پسند کرتے تھے بعینہٖ تُم بھی قدیم زمانے کے انبیا کی عزّت کرنے سے یہ ظاہر کرتے ہو کہ تُمہاری نظریں قدیم باتوں پر ہیں اور تُم بھی قدیم دستُورات پر فریفتہ ہو۔ نیز اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہوگا کہ ان کے دِلوں میں یسُوعؔ کو ہلاک کرنے کی نیّت موجُود تھی۔

آیت ۴۹ - "خُدا کی حکمت"۔ عہدِ عتیق کی طرف اشارہ نہیں کیونکہ پُرانے عہد نامہ میں اس قسم کی عبارت نہیں ملتی اور نہ کسی ایسی کتاب کا پتہ چلتا ہے جس کا نام "خُدا کی حکمت" ہو۔ یہاں ربّنا المسیح خُدا کی مصلحت سے واقف ہو کر بات کرتے ہیں۔ خُدا کا انتظام یہ تھا کہ اُس نے بنی اسرائیل کو توبہ کی طرف مائل کرنے کے لئے اُن کے پاس انبیا اور رُسل بھیجے تھے حالانکہ ربُّ العزّت کو علم تھا کہ وُہ اُن کو عام طور پر قبُول نہیں کرینگے بلکہ ستائیں گے اور بعض کو مار ڈالیں گے۔

آیات ۵۰ و ۵۱ - پُرانے عہد نامے میں جن شُہدا کا ذکر ہے اُن میں سب سے پہلا نام ہابلؔ کا ہے اور آخری نام زکریاہؔ کا ہے۔ (پیدائش ۴: ۱۰؛ ۲۔ تواریخ ۲۴: ۲۲۔ یہُودیوں کی ترتیب کے مُوافق آخری کتاب ۲۔ تواریخ ہے کیونکہ انبیا کے صحیفے اس سے پہلے آتے ہیں)

"اس زمانہ کے لوگوں سے باز پُرس کی جائے گی"۔ یہ یرُوشلیم کی بربادی کی پہلی پیشین گوئی ہے۔

آیت ۵۲ - "معرفت کی کُنجی چھین لی"۔ یعنی تُمہاری تعلیم اور تُمہارا چال چلن خُدا کی معرفت کو عوام سے چھپاتا ہے۔

"تُم آپ بھی داخل نہ ہُوئے"۔ ورنہ تُمہارا چال چلن ہی لوگوں کو سکھاتا۔ سچّائی کو سمجھنے کے لئے تُمہارا چال چلن سدِّ راہ ہے۔

آیات ۵۳ و ۵۴۔ فقیہ اور فریسی غصہ سے بھر گئے اور ربنا یسوع کو ستانے لگے اور بہت سے سوال کرنے لگے تاکہ بہت سے جواب دیتے وقت وہ کوئی ایسی بات کہے جسے وہ گرفت میں لا سکیں۔ اس طرح ربنا المسیح پر گویا سوالوں کی جھڑی نہیں بلکہ بوچھاڑ لگ گئی ؞

باب دوازدہم

آیندہ کے خطرات کے متعلق شاگردوں کو تعلیم دینا

آیات ۱ تا ۱۲

(۱) اتنے میں جب ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ لگ گئی یہاں تک کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا تو اس نے سب سے پہلے اپنے شاگردوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ اس خمیر سے ہوشیار رہنا جو فریسیوں کی ریاکاری ہے۔ (۲) کیونکہ کوئی چیز ڈھکی نہیں جو کھولی نہ جائیگی اور نہ کوئی چیز چھپی ہے جو جانی نہ جائے گی۔ (۳) اس لئے جو کچھ تم نے اندھیرے میں کہا ہے وہ اُجالے میں سنا جائے گا اور جو کچھ تم نے کوٹھڑیوں کے اندر کان میں کہا ہے کوٹھوں پر اس کی منادی کی جائے گی۔ (۴) مگر تم دوستوں سے میں کہتا ہوں کہ ان سے نہ ڈرو جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور اس کے بعد اور کچھ نہیں کر سکتے۔ (۵) لیکن میں تمہیں جتاتا ہوں کہ کس سے ڈرنا چاہیئے۔ اس سے ڈرو جس کو اختیار ہے کہ قتل کرنے کے بعد جہنم میں ڈالے۔ ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ اسی سے ڈرو۔ (۶) کیا دو پیسے کی پانچ چڑیاں نہیں بکتیں؟ تو بھی خدا کے حضور ان میں سے ایک بھی فراموش نہیں ہوتی۔ (۷) بلکہ تمہارے سر کے سب بال بھی گنے ہوئے ہیں۔ ڈرو مت۔ تمہاری قدر تو بہت سی چڑیوں سے زیادہ ہے۔ (۸) اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے ابن آدم بھی خدا کے فرشتوں کے سامنے اس کا اقرار کرے گا۔ (۹) مگر جو آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے خدا کے فرشتوں کے سامنے اس کا انکار کیا جائے گا۔ (۱۰) اور جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف کیا جائے گا لیکن جو روح القدس کے حق میں کفر بکے اس کو معاف نہ کیا جائے گا۔ (۱۱) اور جب وہ تم کو عبادت خانوں میں اور حاکموں اور اختیار والوں کے

پاس لے جائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم کس طرح یا کیا جواب دیں یا کیا کہیں ۔ (۱۲) کیونکہ رُوح القدس اُسی گھڑی تمہیں سکھا دے گا کہ کیا کہنا چاہئیے ۔

اِس باب کے بعض حصص خاص کر شاگردوں کے لئے ہیں مثلاً ملاحظہ فرمائیں پہلی بارہ آیات اور بعض حصص بھیڑ کے لئے ہیں مثلاً ۱۳ سے ۲۱ تک ۔

آیت ۱ ۔ جب لوگوں نے فریسیوں اور فقیہوں کو ربّنا یسُوع سے بہت سے سوالات کرتے سُنا اور اگر دُوری کے سبب سے اچھی طرح سے سوال و جواب نہیں سُن سکتے تھے تو بھی اُنہوں نے دیکھا کہ کوئی غیر معمُولی مباحثہ ہو رہا ہے تو دفعتاً ایک بہت بڑی بھیڑ لگ گئی ۔

"سب سے پہلے اپنے شاگردوں سے" غالباً شاگرد ربّنا یسُوع کے چاروں طرف کھڑے تھے تاکہ بھیڑ کے لوگ آپ کو دھکا نہ دیں ۔ آپ نے سامعین کو عام آواز میں تعلیم دی ۔ "خمیر" ۔ خمیر جو سڑاہٹ سے تعلق رکھتا ہے ۔ پاک کلام میں اکثر بُرائی کو خمیر سے تشبیہ دی جاتی ہے لیکن خمیر اس تمثیل میں اچھے معنی رکھتا ہے ۔ شاید یہی ایک مقام ہے جہاں اِس مثال کا اچھا مطلب ہے (۱۳: ۲۰ و ۲۱) ۔

"خمیر سے ہوشیار رہنا" لفظی ترجمہ "اپنے آپ کو بچاؤ" ۔

"جو فریسیوں کی ریاکاری ہے" یا "فریسیوں کے خمیر سے جو ریاکاری ہے" ۔

خمیر نادیدنی طریق سے اپنا کام کرتا ہے بعینہٖ ریاکاروں کی صحبت میں رہ کر انسان بغیر جانے بُوجھے خُود بھی ریاکار بن جاتا ہے ۔

آیت ۲ ۔ ریاکار چاہے کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو ہمیشہ اپنی قُدرتی طبیعت اور خصلت کو چھپا نہیں سکتا ۔ اُس کی حقیقت معلوم ہو ہی جاتی ہے چاہے کہ وُہ کتنا ہی نیکوکاری اور دینداری کی نمائش سے بدی کو چھپا لے ۔ اور باطنی دشمنی پر دوستی کا پردہ ڈالے ۔

آیت ۳ ۔ اس آیت کو غالباً یُوں سمجھنا چاہئیے کہ یہ آیت ۲ کے مطلب کی ایک اور تمثیل ہے پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تک تو تُم نے گھروں میں بہت کچھ سکھایا آئندہ تُم علانیہ اس کی مُنادی کرو گے ۔ (لاگرانژ)

آیت ۴ ۔ آئندہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرنے میں تمہارے بھی مخالف ہونگے ۔ ربّنا المسیح سکھاتے ہیں کہ ہم کسی انسان سے نہ ڈریں کیونکہ انسان محض جسم کو مار سکتے ہیں ۔

آیت ۵ - لیکن خُدا سے ڈرنا چاہیئے - کیونکہ وُہ آدمی کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے
"خُداوند میری طرف ہے مَیں نہیں ڈرنے کا - انسان میرا کیا کر سکتا ہے"؟ (زبور ۱۱۸ : ۶)
یہ عجیب بات ہے کہ چند مُفسّرین کے خیال کے مطابق یہاں ابلیس کا ذکر ہے -
لیکن ابلیس لعین کو اختیار نہیں کہ کسی شخص کو جہنّم میں ڈالے جب تک خُدا خود اُس کو
جہنّم میں نہ بھیجے - نیز بائبل کی یہ تعلیم نہیں کہ شیطان سے ڈریں بلکہ یہ کہ ہم اُس کا مقابلہ
کریں - (یعقوب ۴ : ۷ و ۱-پطرس ۵ : ۹)
جہنّم (عبرانی گیہنوم) یروشلیم سے جنوب اور مغرب کی طرف ایک گھاٹی تھی جو
بن ہنوم یا بنی ہنوم کی وادی کہلاتی تھی - یہُوداہ کے دو بادشاہوں یعنی آخز اور منسّی
نے وہاں نہ فقط بُت پرستی کی بلکہ اپنی اولاد کو مولک دیوتا کے لئے جلایا تھا یعنی اُن
کی سوختنی قُربانی کی - اس لئے یہ وادی گھنونی جگہ ہو گئی تھی اور اسی جگہ یوسیاہ بادشاہ نے
"نجاست" پھینکوائی تھی - بیان کیا جاتا ہے کہ یہ وادی نجاست اور کوڑا جلانے کی جگہ بن گئی تھی -
یُوں رفتہ رفتہ مجازی معنوں میں جہنّم بُرے انسانوں کی رُوحوں کی سزا کی جگہ کا نام ہو گیا ہے۔

آیت ۶ - "چڑیاں" - چھوٹی چھوٹی چڑیاں مثلاً گوریا - فلسطین میں ایسی چڑیاں
کھانے کے کام آتی تھیں اور بہت سستی بکتی تھیں - متّی کی انجیل میں لکھا ہے "کیا
پیسے کی دو چڑیاں نہیں بکتیں" - قرینہ میں فرق بیان ہے - شاید جب اسی دام سے
پانچ بکتی تھیں تو زیادہ سستی ہوتی تھیں لیکن اتنی معمُولی چیز کو بھی خُدا بھُولتا نہیں -
اُس کی حکمت اور علم اتنا لامحدُود ہے کہ دُنیا و مافیہا کا کوئی حِصّہ بھی اُس کی نظروں سے
فراموش نہیں ہوتا چہ جائیکہ وُہ کتنا ہی باریک کیوں نہ ہو۔

آیت ۷ - "بال گنے گئے" - خُدا ہمارے متعلق سب کچھ جانتا ہے اور سب کچھ
ہمیشہ اُس کے سامنے کھُلا ہے۔

آیت ۸ - "ابنِ آدم" یہ محاورہ یہاں اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ ربّنا یسُوع
روزِ عدالت کا ذکر کر رہے ہیں - (یُوحنّا ۵ : ۲۷ و متّی ۲۵ : ۳۱)
بعض اوقات مسیحی لوگ اِس بات کو چھپاتے ہیں کہ وُہ مسیحی ہیں تاکہ لوگ اُن کو
کسی معاملے کے متعلق دِق نہ کریں - ہمارا خُداوند ایسے رویّہ کو نہایت خطرناک
چیز ٹھہراتا ہے۔

آیت ۱۰۔ اگر ربنا یشوعؔ نے یہ بیان صرف ایک بار ہی فرمایا تھا تو یقیناً وُہ قرینہ جو متیؔ اور مرقسؔ میں ہے صحیح ہے یعنی آپ نے بعلزبول کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالنے کے الزام کے بعد ہی یہ کہا تھا۔ پُلمر صاحب لکھتے ہیں کہ: "لگاتار رُوح القدس کی مخالفت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی جان بُوجھ کر تاریکی کو نُور سے زیادہ پسند کرتا ہے۔ ایسا آدمی توبہ نہیں کرسکتا۔ پس اُسے مُعافی نہیں مل سکتی"۔ یہ بات قابلِ تسلیم نہیں کہ خُدا کے فضل میں کمزوری ہے بلکہ یہ کہنا دُرست ہے کہ ایسا شخص فضلِ الہٰی کا جویاں نہیں ہوسکتا اور اُسے حاصل نہیں کرتا۔ کُفر سب سے پہلے انسانی دل میں پیدا ہوتا ہے اور کُفر کے مُرتکب ہونے کے لئے الفاظ کی ضرورت نہیں۔

آیات ۱۱ و ۱۲۔ رُوح القدس انسان کی خاص اوقات پر مدد کرے گا۔ لہٰذا اس سے پیشتر مُتفکّر ہونے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔

اِس دُنیا کا مال و متاع اور رُوحانی زندگی

بے دین دولتمند کی تمثیل

آیات ۱۳ تا ۲۱

(۱۳) پھر بھیڑ میں سے ایک نے اُس سے کہا اَے اُستاد! میرے بھائی سے کہہ کہ میراث کا میرا حصّہ مُجھے دے۔ (۱۴) اُس نے اُس سے کہا۔ میاں! کس نے مُجھے تُمہارا مُنصف یا بانٹنے والا مُقرّر کیا ہے؟ (۱۵) اور اُس نے اُن سے کہا خبردار! اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو کیونکہ کسی کی زندگی اُس کے مال کی کثرت پر موقُوف نہیں۔ (۱۶) اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل کہی کہ کسی دولتمند کی زمین میں بڑی فصل ہُوئی۔ (۱۷) پس وُہ اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگا کہ میں کیا کروں کیونکہ میرے ہاں جگہ نہیں جہاں اپنی پیداوار بھر رکھوں؟ (۱۸) اُس نے کہا مَیں یُوں کروں گا کہ اپنی کوٹھیاں ڈھا کر اُن سے بڑی بناؤں گا (۱۹) اور اُن میں اپنا سارا اناج اور مال بھر رکھوں گا اور اپنی جان سے کہوں گا اَے جان! تیرے پاس بہُت برسوں کے لئے بہُت سا مال جمع ہے۔ چین کر۔ کھا پی۔ خُوش رہ۔ (۲۰) مگر خُدا نے اُس سے کہا اَے نادان! اِسی رات تیری جان تُجھ سے طلب کر لی جائے گی۔ پس جو تُو نے تیار کیا ہے وُہ کس کا ہوگا؟ (۲۱) ایسا ہی وُہ شخص ہے جو اپنے لئے خزانہ جمع

کرتا ہے اور خُدا کے نزدیک دولت منا نہیں ۔

تقریر کا یہ حصہ بھیڑ یا مجمع کے لئے ہے ۔ شاید سائل نے ربّنا المسیح کے سلسلۂ تقریر کو مُنقطع کر دیا تھا لیکن آپ مکرّر شاگردوں سے بات چیت کرنے لگے ۔

آیت ۱۳ ۔ ہمیں معلُوم نہیں کہ اس شخص کا دعویٰ صحیح تھا یا غلط ۔ بعض اوقات یہُودی ربّی اپنے شاگردوں کے تنازعات اور دیگر مُعاملات کا فیصلہ کرتے تھے ۔ اس سوال کے دو حِصص ہیں ۔ اوّل ۔ بھائی مذکُور میراث کو بانٹے ۔ دوم ۔ بھائی مذکور میراث کو انصاف سے بانٹے ۔

آیت ۱۴ ۔ ربّنا یسُوع المسیح فیصلہ کرنے سے انکار کرتے ہیں ۔ یہ آپ کا کام نہ تھا نہ تو قانُون کا فیصلہ کرنا اور نہ تقسیم جائداد کے انصاف پر حکم صادر کرنا آپ کا مُقررہ کام تھا ۔ چنانچہ آپ صاف انکار کرتے ہیں ۔ معلُوم ہوتا ہے کہ ہمارے خُداوند کا یہ خیال تھا کہ اس شخص کو روپے کا لالچ تھا لہٰذا آپ نے لالچ کے خلاف نصیحت فرمائی ۔

آیت ۱۵ ۔ خواہ ہم زندگی کو دُنیوی زندگی سمجھیں یا رُوحانی زندگی ہمیں ہر صُورت میں ربّنا المسیح کا قول صحیح و صادق ثابت ہوتا ہے ۔

آیات ۱۶ و ۱۷ ۔ دولتمند دہقان یا زمیندار اپنی کامیابی کے سبب سے تنگ آ گیا ۔

آیات ۱۸ و ۱۹ ۔ یُوں تو زمیندار ٹھیک فیصلہ کرتا ہے کہ اناج کوٹھوں میں بھرا جائے تاکہ خراب نہ ہو تاہم آیندہ کے لئے زیادہ خیال کرنا غلط ہے ۔ اُس نے شاید شرُوع شرُوع میں اپنی کامیابی کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائی تھیں اور اُسے محنت و مُشقت سے کھانا نصیب ہُوا تھا ۔ دن کو بڑی محنت کرتا رہا تھا ۔ رات کو کم سویا کرتا تھا اور پیٹ کی خاطر اُس نے اپنی آسائش کا بھی خیال نہ رکھا تھا ۔ اب وُہ کہتا ہے کہ "میں آرام کرُوں گا اور عیش و عشرت سے رہُوں گا" لیکن حیف اُس نے خُدا کا خیال نہ کیا ! ہماری دُنیا میں ہزاروں ایسے ایسے آدمی ہیں جو صرف اِس دُنیا کا خیال رکھتے ہیں ۔ فرانس کے ایک جلیل القدر وزیر کی بابت اُس زمانے کے پوپ صاحب نے یُوں کہا ہے ۔ "اگر خُدا ہے تو رشلیوں (RICHELIEU) کو بہت سی باتوں کا جواب دینا ہوگا ۔ اگر کوئی خُدا نہیں تو بیشک اُس نے کامیابی کی زندگی بسر کی ہے "۔

آیت ۲۰ ۔ خُدا کا فیصلہ یہ ہے کہ اِسی رات تُجھے مرنا ہے پھر کون اِس ذخیرہ سے

فائدہ اُٹھائے گا؟

آیت ۲۱ "خُدا کے نزدیک دولت مند نہیں"۔ اِس شخص نے خیال نہیں کیا جیسے کہ مثل مشہور ہے۔ "وُہ جیتے پردھر کر نہیں لے جا سکتا"۔ وُہ دُنیا اور خُودی کے لحاظ سے دولتمند ہے لیکن خُدا کے نزدیک غریب ہے۔ زبُور میں کیا خُوب مرقُوم ہے۔ "اگر مال بڑھ جائے تو اُس پر دِل نہ لگاؤ۔" زبُور ۶۲:۱۰۔ اگر وُہ اپنے مال سے خیرات کرتا اور خُدا کی طرف دل لگاتا تو خُدا کے نزدیک دولت مند ہوتا۔ اُس پر یہ الزام نہیں لگایا جاتا کہ اُس نے بڑے بڑے گُناہ کئے۔ بلکہ افسوس ہے کہ وُہ دُنیا دار تھا۔

خُدا کی پروردگاری پر اعتماد رکھنا

آیات ۲۲ تا ۳۴

(۲۲) پھر اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا اس لئے مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ (۲۳) کیونکہ جان خوراک سے بڑھ کر ہے اور بدن پوشاک سے۔ (۲۴) کوّوں پر غور کرو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے۔ نہ اُن کے کھتّا ہوتا ہے نہ کوٹھی۔ تو بھی خُدا اُنہیں کھلاتا ہے۔ تُمہاری قدر تو پرندوں سے کہیں زیادہ ہے۔ (۲۵) تُم میں ایسا کون ہے جو فکر کرکے اپنی عُمر میں ایک گھڑی بڑھا سکے؟ (۲۶) پس جب سب سے چھوٹی بات بھی نہیں کر سکتے تو باقی چیزوں کی فکر کیوں کرتے ہو؟ (۲۷) سوسن کے درختوں پر غور کرو کہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وُہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں تو بھی مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ سُلیمان بھی باوجُود اپنی ساری شان و شوکت کے اُن میں سے کسی کی مانند مُلبّس نہ تھا۔ (۲۸) پس جب خُدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اَے کم اعتقادو تُم کو کیوں نہ پہنائے گا؟ (۲۹) اور تُم اس کی تلاش میں نہ رہو کہ کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے اور نہ شکّی بنو۔ (۳۰) کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں دُنیا کی قومیں رہتی ہیں لیکن تمہارا باپ جانتا ہے کہ تُم اِن چیزوں کے مُحتاج ہو۔ (۳۱) ہاں اُس کی بادشاہی کی تلاش میں رہو تو یہ چیزیں بھی تُمہیں مل جائیں گی۔ (۳۲) اَے چھوٹے گلّے نہ ڈر کیونکہ تمہارے باپ کو پسند آیا کہ تُمہیں بادشاہی دے۔ (۳۳) اپنا مال اسباب بیچ کر خیرات کردو اور اپنے لئے ایسے بٹوے بناؤ جو پُرانے نہیں ہوتے۔ یعنی

آسمان پر ایسا خزانہ جو خالی نہیں ہوتا۔ جہاں چور نزدیک نہیں جاتا اور کیڑا خراب نہیں کرتا (۳۴) کیونکہ جہاں تمہارا خزانہ ہے وہیں تمہارا دل بھی لگا رہے گا۔

آیت ۲۲۔ اس کے بعد سیدنا المسیح پھر موقع پا کر اپنے شاگردوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اس لئے یعنی اس تمثیل کی تعلیم کے سبب سے کہ "فکر نہ کرو" یہ مطلب نہیں کہ انسان کسی مسئلے پر غور و خوض نہ کرے بلکہ یہ کہ وہ "متفکر" نہ ہو اور نہ ہی دُنیا کے افکار و حوادث سے گھبرا جائے اور نہ ہی فکروں کے سمندر میں ڈوب جائے۔ خوراک اور پوشاک کا انتظام کرنا صحیح بات ہے لیکن عام طور پر لوگ اِن چیزوں کی خاطر گھبرا جاتے ہیں اور خُدا پر بھروسہ نہیں رکھتے۔

آیت ۲۳۔ خُدا جس نے انسان کو جسمانی بدن دیا اور جان عنایت کی وُہ اُس کی ضروریات کو فراموش نہیں کرتا۔ خُدا جس نے ہماری زندگی میں عظیم الشان کام کئے ہیں اور وُہ ادنیٰ چیزیں جو بڑی بڑی چیزوں یعنی جان اور بدن کے لئے درکار ہیں ضرور مہیا کرے گا۔

آیت ۲۴۔ پرندوں کو بھی خُدا کھلاتا ہے حالانکہ وُہ مستقبل کے لئے اپنا بندوبست نہیں کر سکتے۔ وہی خُدا ہمیں بھی رزق عنایت فرماتا ہے۔

آیت ۲۵۔ اصُول کی بات ہے کہ چاہے ہم کتنے ہی فکرمند کیوں نہ ہوں ہم اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی نہیں بڑھا سکتے۔

آیت ۲۶۔ زندگی کا تمام انتظام خُدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے ہم فانی انسان اپنی عُمر کبھی نہیں بڑھا سکتے لیکن خُدا اپنی پاک مرضی کے مطابق ہمارا وقفۂ حیات بڑھا سکتا ہے۔ وُہ ہر طرح سے ہماری پرورش کرتا ہے ہمارے تفکرات بیہودہ ہیں۔

آیت ۲۷۔ جنگلی پھُول کیسے خُوبصُورت ہوتے ہیں یہاں تک کہ سلیمان بادشاہ جو بڑی شان و شوکت سے رہتا تھا ایسی شان سے محرُوم تھا۔ کسی بادشاہ نے ایک حکیم سے پُوچھا "کیا تُو نے کبھی میرے لباس سے بڑھ کر پوشاک دیکھی ہے؟" حکیم نے جواب دیا "پیرومُرشد۔ مَیں نے مور کو اور مُرغے کو دیکھا ہے"۔

آیت ۲۸۔ جب خُدا سب سے ادنیٰ پودوں کو بہترین پوشاک پہناتا ہے تو کیا وُہ انسان کی ضرُوریات کو بھُول جائے گا۔ مادّی چیزیں تو بالکل چند روزہ ہیں لیکن

انسان ذی رُوح ہے۔ خُدا پر بھروسہ نہ رکھنا اور متفکر ہونا کم اعتقادی کی علامت ہے۔

آیات ۲۹ تا ۳۱ - جو خُدا سے ناواقف ہیں وُہ اپنی زندگی دُنیاوی چیزوں کی فکر میں گُذارتے ہیں۔ ہمیں کبھی بھُولنا نہیں چاہیئے کہ خُدا جانتا ہے کہ ہم کو کیا کیا چیزیں درکار ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ مادّی اشیاء سے مُنہ موڑ کر خُدا کی بادشاہی کی تلاش میں رہیں۔ ہمارا مقصد اور نصب العین یہ ہونا چاہیئے کہ ہم خُدا کے احکام کو مانیں اور دیگر انسانوں کو اُس کی بادشاہی کی تعلیم سکھائیں۔ ایسی حالت میں فکر کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ خداوند ہمارا پروردگار ہوگا۔

آیت ۳۲ - "اَے چھوٹے گلّے" اُن کا شمار اور اُن کی طاقت واقعی کم تھی اور اُنہوں نے ابھی بڑے بڑے لوگوں یعنی فریسیوں اور فقیہوں کی مخالفت کا مُشاہدہ کیا تھا لہذا ڈرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ خُدا کی مرضی یہی تھی کہ وُہ اُس کی پاک بادشاہی کو حاصل کریں۔

آیت ۳۳ - "خیرات کردو" اِس لئے نہیں کہ آسمان کی بادشاہی پیسے یا مال سے خریدی جاسکتی ہے بلکہ خیرات کرنے سے وُہ دُنیاوی ملکیت جو رُوحانی زندگی کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہے بجائے روکاوٹ کے مدد کا باعث ہو۔

"بٹوے بناؤ الخ" خیرات کرنے اور نیک کام کرنے سے ہم خُدا کے نزدیک دولتمند ہو جاتے ہیں (آیت ۲۱) اور پھر ہمیں چوروں کا ڈر نہ ہوگا کیونکہ آسمانی خزانہ محفُوظ ہے۔ لندن کے ایک عجائب خانہ میں ایک مشہور تصویر ہے۔ اُس میں ایک جنازہ دکھایا گیا ہے جس کے اُوپر کالے مخمل کا کپڑا بچھا ہُوا ہے اور مصوّر نے یہ الفاظ نیچے لکھے ہیں۔ "جو کُچھ مَیں نے جمع کیا کھو گیا۔ جو کُچھ مَیں نے خرچ کیا وُہ میری ملکیت ہُوئی۔ جو کُچھ میں نے دے دیا وُہ اب تک میرے پاس ہے"۔

آیت ۳۴ - دُنیا پر مال جمع کرنے کا نتیجہ دُنیاداری ہے۔ خُدا کی راہ میں خیرات کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے دل خُدا سے مِلے رہتے ہیں۔

جاگتے رہو

آیات ۳۵ تا ۴۸

(۳۵) تُمہاری کمریں بندھی رہیں اور تُمہارے چراغ جلتے رہیں۔ (۳۶) اور تُم اُن آدمیوں

کی مانند ہو جو اپنے مالک کی راہ دیکھتے ہوں کہ وُہ شادی میں سے کب لَوٹے گا تاکہ جب وُہ آکر دروازہ کھٹکھٹائے تو فوراً اُس کے واسطے کھول دیں۔ (۳۷) مُبارک ہیں وُہ نوکر جن کا مالک آکر اُنہیں جاگتا پائے۔ میں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ وُہ کمر باندھ کر اُنہیں کھانا کھانے کو بٹھائے گا اور پاس آکر اُن کی خدمت کرے گا۔ (۳۸) اور اگر وُہ رات کے دُوسرے پہر میں یا تیسرے پہر میں آکر اُن کو ایسے حال میں پائے تو وُہ نوکر مبارک ہیں۔ (۳۹) لیکن یہ جان رکھو کہ اگر گھر کے مالک کو معلوم ہوتا کہ چور کس گھڑی آئے گا تو جاگتا رہتا اور اپنے گھر میں نقب لگنے نہ دیتا۔ (۴۰) تم بھی تیار رہو کیونکہ جس گھڑی تمہیں گمان بھی نہ ہوگا ابنِ آدم آجائے گا۔ (۴۱) پطرس نے کہا کہ اَے خُداوند تُو یہ تمثیل ہم ہی سے کہتا ہے یا سب سے؟ (۴۲) خُداوند نے کہا کون ہے وُہ دیانتدار اور عقلمند داروغہ جس کا مالک اُسے اپنے نوکر چاکروں پر مُقرر کرے کہ ہر ایک کی خوراک وقت پر بانٹ دیا کرے؟ (۴۳) مُبارک ہے وُہ نوکر جس کا مالک آکر اُس کو ایسا ہی کرتے پائے۔ (۴۴) میں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ وُہ اُسے اپنے سارے مال پر مُختار کر دیگا۔ (۴۵) لیکن اگر وُہ نوکر اپنے دل میں یہ کہہ کر کہ میرے مالک کے آنے میں دیر ہے غُلاموں اور لونڈیوں کو مارنا اور کھا پی کر متوالا ہونا شرُوع کرے۔ (۴۶) تو اُس نوکر کا مالک ایسے دن کہ وُہ اُس کی راہ نہ دیکھتا ہو اور ایسی گھڑی کہ وُہ نہ جانتا ہو آموجُود ہوگا اور خُوب کوڑے لگا کر اُسے بے ایمانوں میں شامل کریگا۔ (۴۷) اور وُہ نوکر جس نے اپنے مالک کی مرضی جان لی اور تیاری نہ کی نہ اُس کی مرضی کے مُوافق عمل کیا بہُت مار کھائے گا۔ (۴۸) مگر جس نے نہ جان کر مار کھانے کے کام کئے وُہ تھوڑی مار کھائے گا اور جسے بہُت دیا گیا اُس سے بہُت طلب کیا جائے گا اور جسے بہُت سونپا گیا ہے اُس سے زیادہ مانگیں گے۔

اِن آیات میں مُقدس لُوقا ربنا المسیح کی آخری ناگہانی آمد پر زور دیتا ہے۔ دیگر انجیل نویسوں نے اس موضُوع پر اِتنا زور نہیں دیا حالانکہ مُقدس متی نے اِس کا ذکر کیا ہے۔ (باب ۲۴۔ آیات ۴۲ سے ۵۱ تک) اور مُقدس مرقس نے ایک آیت میں اُس کے ناگہانی پہلو پر بہُت زور دیا ہے (۱۳: ۳۲) جب وُہ ربنا یسُوع کے اُس قول کو بیان کرتا ہے جس میں ہمارے خُداوند نے اُس دن (یعنی آخری دن۔ روزِ عدالت) کی بابت بتایا کہ آپ خود اُس گھڑی کو نہیں جانتے تھے کہ کب ہوگی۔ اس کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ربنا یسُوع نے

یہ احوال خُود نہ فرماتے ہوتے تو کسی مسیحی کو ایسا خیال نہ آتا۔ یاد رہے کہ اکثر ایمانداروں کے لئے مسیح کی آمد موت کے دن ہوگی۔ (یُوحنّا ۱۴: ۳) لیکن موت بھی عموماً ایسے وقت آتی ہے جس کی تاریخ پیشتر سے غیر معلُوم ہوتی ہے اور بعض دفعہ بالکل ناگہاں ہوتی ہے۔ تعجّب کی بات ہے کہ قدیم کلیسیا کے شروع میں اکثر مسیحیوں کا فیصلہ تھا کہ خُداوند جلد آئینگے بات یہ ہے کہ اُن کے پاس لکھی ہُوئی اناجیل نہ تھیں۔ زیادہ تعجب تو ہمیں اِس بات پر ہے کہ زمانہ حال کے مسیحی بھی ربّنا المسیح کی آمدِ ثانی کا وقت معلُوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے خود بتایا ہے کہ آپ کو اس کا علم نہیں۔ جس بات کا علم ربّنا المسیح کو اپنی انسانی زندگی میں نہ تھا اُس کے متعلق کوئی انسان انسان ہوتے ہُوئے کوئی معلُومات حاصل نہیں کر سکتا۔ (باب ۲۱ کی تفسیر ملاحظہ ہو)

آیت ۳۵ - کام کرنے اور خدمت کرنے کے لئے جو لوگ لمبے پیراہن پہنتے ہیں وہ اُنہیں کمر سے باندھتے ہیں تاکہ روکاوٹ نہ ہو۔

"چراغ جلتے رہیں" تاکہ رات کو آنے والے مالک کے استقبال کے لئے تیار رہوں۔

آیت ۳۶ - "شادی سے کب لوٹیگا"۔ شادی شام کو ہُوا کرتی تھی اور ضیافت اور شادی کی تقریب رات کو بعض اوقات پَو پھٹنے کے وقت تک عموماً رہا کرتی تھی۔

آیت ۳۷ - اِس عبارت میں حالانکہ لوقا دُنیا کی آخرت کی طرف اشارہ کرتا ہے تو بھی زیادہ زور شخصی جواب دہی پر ہے۔ ہم اس بات کو مدِّنظر رکھیں کہ ہم خُود روزِ آخرت کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔

آیت ۳۹ تا ۴۰ - یہ دُوسری تشبیہ ہے اُس دن ابنِ آدم ایسے آئے گا جیسے چور رات کو آتا ہے جبکہ سب لوگ سوتے ہیں۔ اگر چور کے آنے کا وقت معلُوم ہوتا تو وُہ نقب لگا کر اندر نہ گھُسنے پاتا لیکن اکثر اوقات چور کی آمد کا وقت معلُوم نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس ہم کو ربّنا المسیح کے آنے کا وقت چاہے روزِ قیامت ہو یا چاہے ہماری موت کے وقت ہو ہمیں معلُوم نہیں۔ (۱۔ تھسلنیکی ۵: ۲)

آیت ۴۱ - پطرس اپنی عادت کے مُطابق خُود وُہی سوال کرتا ہے جو سب شاگردوں کے دل میں تھا۔

آیت ۴۲ - یسُوع نے کئی بار عام سوالات کے ایسے جوابات دئے جو سائل کی

توجہ آپ کی ذاتِ مطہرہ کی طرف لے جاتے تھے۔ مثلاً نیک سامری کی تمثیل (لوقا ۱۳: ۲۳ سے ۳۰ تک) مطلب یہ ہے تُم نہ صرف خبردار رہو بلکہ تُم میں سے ہر ایک وفادار اور تیار بھی رہے۔ یہ خاص اشارہ پطرس ہی کی طرف ہے کیونکہ وُہ رسُولوں میں صدر تھا۔ جیسا کہ متّی ۱۶: ۱۸ و ۱۹ سے اور اعمال کی کتاب سے ظاہر ہے۔

آیت ۴۴۔ وفاداری کا اجر زیادہ ذمّہ داری کی ملازمت حاصل کرنا ہے (متّی ۲۵: ۲۱ و لُوقا ۱۹: ۱۷ ملاحظہ ہوں)۔

آیات ۴۵ و ۴۶ ۔ مالک خُداوند یسُوع المسیح ہے۔

آیات ۴۷ و ۴۸ ۔ سزا ذمّہ داری کے مُطابق ہوگی۔ روزِ عدالت کو ہر ایک انسان جو سزا کے لائق ٹھہرے گا سزاوار ہوگا۔ ذمّہ داری اُن برکتوں اور اُس علم کے مُطابق ہے جو کسی کو حاصل ہو۔

ربّنا یسُوع المسیح کے کام کا نتیجہ

آیات ۴۹ تا ۵۳

(۴۹) مَیں زمین پر آگ لگانے آیا ہُوں اور اگر لگ چُکی ہوتی تو مَیں کیا ہی خُوش ہوتا! (۵۰) لیکن مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے اور جب تک وُہ نہ ہو لے مَیں کیا ہی تنگ رہُوں گا! (۵۱) کیا تُم گُمان کرتے ہو کہ مَیں زمین پر صُلح کرانے آیا ہُوں؟ مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ نہیں بلکہ جُدائی کرانے۔ (۵۲) کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ دو سے تین اور تین سے دو۔ (۵۳) باپ بیٹے سے مخالفت رکھّے گا اور بیٹا باپ سے۔ ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے۔ ساس بہُو سے اور بہُو ساس سے۔

آیت ۴۹ ۔ "آگ"۔ (لُوقا ۳: ۱۷)۔ خُداوند بتاتے ہیں کہ آپ کا کام ایسا ہے جیسی آگ جو اشیا کو جلاتے جلاتے پھیل جاتی ہے۔

"اگر لگ چُکی ہوتی تو مَیں کیا ہی خوش ہوتا"۔ یہاں ترجمہ کرنا مُشکل ہے۔ موجودہ اُردو ترجمے کا مطلب اچھا ہے لیکن شاید صحیح نہیں۔ انگریزی ترجمے کا یہ مطلب ہے: "اگر لگ گئی ہے تو مَیں اور کیا چاہتا ہُوں"۔ یعنی اس سے بڑھ کر میری کیا خواہش ہوسکتی ہے؟ فرق زیادہ نہیں صرف اِتنا ہے کہ اُردو میں ابھی آگ نہیں لگی اور انگریزی میں "شاید لگ چُکی ہے"۔

آیت ۵۰۔ "بپتسمہ" ۔ (مرقس ۱۰: ۳۸) یعنی مُصیبت' یہ اشارہ صلیبی موت کی طرف ہے۔ ربّنا یسوع اپنی اذیت کو ایک دریا سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں آپکو غوطہ کھانا تھا۔ "مَیں بہُت ہی تنگ رہُوں گا"۔ خُداوند کو معلوم تھا کہ چند ہفتوں میں اُنکو دُنیا کے گُناہوں کا بوجھ اُٹھا کر صلیبی موت مرنا ہوگا۔ آپ اس بوجھ کو ہر دم محسُوس کر رہے ہیں گویا ابھی آپ پر صلیب کا سایہ پڑ رہا ہے ؛

آیات ۵۱ تا ۵۳۔ واقعی جب ربّنا المسیح کی مُنادی کی جاتی ہے تو یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ جب کسی گھر میں ایک شخص مسیحی ہو جاتا ہے تو اُس کے قریبی رشتہ دار اُس کے مخالف ہو جاتے ہیں اور اکثر اُسے گھر چھوڑنا ہی پڑتا ہے ؛

زمانے کے نشانات دیکھ کر سُرعت سے تصفیہ کرنا اشد ضروری ہے

آیات ۵۴ تا ۵۹

(۵۴) پھر اُس نے لوگوں سے بھی کہا کہ جب بادل کو پچّھم سے اُٹھتے دیکھتے ہو تو فوراً کہتے ہو کہ مینہ برسے گا اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ (۵۵) اور جب تُم معلُوم کرتے ہو کہ دکّھنا چل رہی ہے تو کہتے ہو کہ لُو چلے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ (۵۶) اَے ریاکارو زمین اور آسمان کی صُورت میں تو امتیاز کرنا تُمہیں آتا ہے لیکن اس زمانہ کی بابت امتیاز کرنا کیوں نہیں آتا؟ (۵۷) اور تُم اپنے آپ ہی کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے کہ واجب کیا ہے؟ (۵۸) جب تُو اپنے مُدّعی کے ساتھ حاکم کے پاس جا رہا ہے تو راہ میں کوشش کر کہ اُس سے چھُوٹ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وُہ تجھ کو مُنصف کے پاس کھینچ لے جائے اور مُنصف تجھ کو سپاہی کے حوالے کرے اور سپاہی تجھے قید میں ڈالے۔ (۵۹) مَیں تجھ سے کہتا ہُوں کہ جب تک تُو دمڑی دمڑی ادا نہ کر دے گا وہاں سے ہرگز نہ چھُوٹے گا ؛

آیت ۵۴۔ یسُوع پھر بھیڑ کی طرف مخاطب ہوتا ہے۔ "پچّھم سے" فلسطین میں بارش زیادہ تر مغرب یعنی سمندر کی طرف سے آتی ہے ؛

آیت ۵۵۔ دکّھنا۔ جنُوبی ہوا اُس ملک میں ریگستان سے آتی ہے اور گرم ہوتی ہے۔

آیت ۵۶۔ جب آدمی بادلوں اور ہواؤں کو دیکھتا ہے تو تعصب اور طرفداری کے بغیر اُنہیں دیکھ کر صحیح فیصلہ کرتا ہے لیکن جب ربّنا المسیح کو دیکھتا ہے تو بہُت

سی باتیں مثلاً دُنیاوی خوف، اپنی موجُودہ زندگی کی پسندیدگی، اپنے آبائی مذہب کو عزیز رکھنا، اُس کو صحیح فیصلہ کرنے سے مانع ہوتے ہیں۔ اسی لئے ربّنا المسیح نے اُن لوگوں کو ریاکار کہا کیونکہ وُہ اِن باتوں کے سبب سے جن کا وُہ دل میں اقرار نہیں کرتے تھے اُسے قبول نہیں کرتے تھے۔

آیت ۵۸۔ یُونانی الفاظ HOSGAR جن سے آیت شروع ہوتی ہے ترجمہ سے رہ گئے۔ شاید پس لکھنا اچھا ہوگا۔ تمثیل یُوں ہے کہ ایک آدمی نے ایک شخص کے خلاف جُرم کیا ہے۔ اگر وُہ جج کے سامنے حاضر کیا جائے گا تو بچ ہی نہیں سکتا۔ اُسے چاہیئے کہ کچہری پہنچنے سے پہلے اپنے مُدّعی کو راضی کرے ورنہ قید کیا جائے گا اور چھُوٹنا مُمکن نہ ہوگا جب تک وُہ قانُوناً دمڑی دمڑی ادا نہ کر دے۔ قوم یہُود سے خطاب ہے کہ قبل اس کے خُدا عادل اُنہیں سزا دے اُن پر لازم آتا ہے کہ وُہ ربّنا المسیح سے میل ملاپ کر لیں۔

باب سیزدہم

توبہ کی تحریک

انجیر کے بے پھل درخت کی تمثیل

آیات ۱ تا ۹

(۱) اُس وقت بعض لوگ حاضر تھے جنہوں نے اُسے اُن گلیلیوں کی خبر دی جن کا خُون پیلاطُس نے اُن کے ذبیحوں کے ساتھ ملایا تھا۔ (۲) اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ ان گلیلیوں نے جو ایسا دُکھ پایا کہ وُہ اس لئے تُمہاری دانست میں اور سب گلیلیوں سے زیادہ گُنہگار تھے؟ (۳) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ نہیں بلکہ اگر تُم توبہ نہ کرو گے تو سب اسی طرح ہلاک ہوگے۔ (۴) یا کیا وُہ اٹھارہ آدمی جن پر شیلوخ کا بُرج گرا اور دب کر مر گئے، تُمہاری دانست میں یروشلیم کے اور سب رہنے والوں سے زیادہ قصُوروار تھے؟ (۵) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ نہیں بلکہ اگر تُم توبہ نہ کرو گے تو سب اِسی طرح ہلاک ہوگے۔ (۶) پھر اُس نے یہ تمثیل کہی کہ کسی کے تاکستان میں ایک انجیر کا درخت لگا ہُوا تھا۔ وُہ اُس میں پھل ڈھُونڈنے

آیا اور نہ پایا۔ (۷) اِس پر اُس نے باغبان سے کہا کہ دیکھ تین برس سے مَیں اِس انجیر کے درخت میں پھل ڈھونڈنے آتا ہُوں اور نہیں پاتا۔ اِسے کاٹ ڈال۔ یہ زمین کو بھی کیوں روکے رہے؟ (۸) اُس نے جواب میں اُس سے کہا اَے خُداوند اِس سال تُو اور بھی اُسے رہنے دے تاکہ مَیں اُس کے گرد تھالا کھودُوں اور کھاد ڈالوں۔ (۹) اگر آگے کو پھلا تو خیر، نہیں تو اُس کے بعد کاٹ ڈالنا ٭

آیت ۱۔ "حاضر تھے"۔ بہتر ترجمہ "حاضر ہوئے" ہے۔ یہ لوگ غالباً اُسی وقت آگئے تھے خاص کر ربّنا یسُوع کو اِس آفت کی خبر دینے کے لئے کیونکہ وُہ گلیلی تھا۔ اور کہیں تواریخ کے اوراق میں پیلاطُس کے اِس ظُلم کا ذکر نہیں لیکن اُس زمانے میں کئی بار ایسے ہُوئے تھے اور جب تک رُومیوں سے جنگ شروع نہ ہُوئی یہ واقعات زیادہ عام ہوتے جاتے تھے۔ معلُوم نہیں کہ کس جُرم کے لئے پیلاطُس نے ایسی زیادتی کی کہ عین عبادت کے وقت ہیکل کے اندر اُن لوگوں کو قتل کروایا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ یروشلیم بہُت دُور نہ تھا۔ ربّنا یسُوع کے جواب سے ظاہر ہے کہ آپ کی یہ گفتگو گلیل کے باہر ہُوئی تھی ورنہ خُداوند فرماتے کہ "تم سب سے" بجائے "سب گلیلیوں سے"۔

آیت ۲۔ بعض اوقات لوگ خیال کرتے ہیں کہ آفتیں گُنہگاروں ہی پر آتی ہیں لیکن ربّنا یسُوع کی تعلیم یہ نہیں۔ (یُوحنّا ۹: ۲ و ۳) ٭

آیت ۳۔ "تُم .... سب اسی طرح ہلاک ہوگے"۔ ربّنا یسُوع فرماتے ہیں کہ اگر یہُودی توبہ نہ کریں تو اپنی موجُودہ رَوشوں میں چلتے رہیں گے جس کا نتیجہ بربادی ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ بہُت سے یہُودی جنگ کے وقت ہیکل میں قتل کئے گئے تھے لیکن غالباً یسُوع کا یہ مطلب نہ تھا کہ تمہارا خُون تمہاری قُربانیوں کے ساتھ ملایا جائے گا ٭

آیت ۴۔ "شِیلوخ"۔ اُس کا دُوسرا نام شیلوحَم تھا۔ آج کل سلوان کہلاتا ہے۔ حزقیاہ شاہِ یہُوداہ نے ایک سُرنگ کھُدوا کر پانی کو اِس تالاب تک پہنچایا تھا۔ سُرنگ اب تک موجُود ہے اور اُس کے اندر کاریگروں نے بناتے وقت قدیم عبرانی میں ایک عبارت کندہ کی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ یہ تالاب کس طرح تعمیر کیا گیا تھا۔ نزدیک کا محلّہ بھی غالباً شیلوخ کہلاتا تھا۔ مُمکن ہے کہ شہر پناہ کا بُرج تالاب کے پاس ہی ہو۔ ہمارے خُداوند اِس واقعہ کے ذریعہ وُہی سبق سکھاتے ہیں ٭

آیات ۶ تا ۹ - تمثیل اسی توبہ کے موضوع پر ہے:۔

۶ - فلسطین میں آج تک لوگ انگوری باغوں میں انجیر کے درخت لگاتے ہیں۔ انجیر سے خاص کر یہودی توم مُراد ہے لیکن اس کا اطلاق ہر شخص پر بھی ہے جو نیک کام نہیں کرتا:۔

۷۔ "باغبان" سے شاید ہمارا خُداوند مُراد ہے۔ کم از کم ان الفاظ کے معنوں میں جو باغبان کہتا ہے کے الفاظ ربّنا یسُوع المسیح کے کام سے متعلّق ہیں:۔

"تین سال" خُداوند کے تین سالوں کا خیال نہ کریں کیونکہ خُداوند کے علانیہ کام سے پہلے یہُودیوں کا قریب قریب وُہی حال تھا جو اُن کا آپ کے وقت میں تھا۔ نیز ان کو تین سالوں کے بعد ہی سزا نہیں ملی بلکہ چالیس۴۰ برس کے بعد جب ۷۰ء میں رُومی سپہ سالار طیطس نے یروشلیم کو فتح کرکے برباد کردیا۔ لگائے جانے کے تین برس بعد انجیر کا درخت عموماً پھلتا ہے اور مالک کی بات سے معلُوم ہوتا ہے کہ اُس کے لگائے جانے کے چھ۶ برس بعد بھی وُہ پھل نہیں لایا:۔

"یہ زمین کو بھی کیوں روکے رکھے"۔ اس کا سایہ نُقصان کا باعث تھا۔ کیونکہ سائے میں دُوسرے پَودے بڑھ نہیں سکتے تھے اور انجیر کا درخت زمین سے غذا کھینچتے کھینچتے اُسے زرخیز ہونے سے روکتا تھا:۔

۸ - باغبان گویا شفاعت کرتا ہے کہ مَیں اَور بھی کوشش کروں گا تاکہ یہ درخت پھل لائے۔ یسُوع گنہگاروں کو موقع دیتا ہے تاکہ توبہ کرکے نیک بن جائیں:۔

۹ - "تو خیر" - یہ الفاظ یُونانی میں نہیں ہیں۔ یُونانی یُوں ہیں: "اگر آگے کو پھلا ... نہیں تو اُس کے بعد کاٹ ڈالنا"۔ لیکن اُردو میں مطلب ادا کرنے کے لئے ان دو لفظوں کا استعمال ضروری ہے۔ یہ تمثیل خُدا کی مہربانی اور صبر کو ظاہر کرتی ہے۔ بیفائدہ آدمی کو یعنی اُس گنہگار کو جو نہ تو نیکی کرتا ہے اور نہ خُدا کی خدمت، خُدا توبہ کا موقع بخشتا ہے اور اپنے پاک رُوح کے وسیلے کوشش بھی کرتا ہے کہ وُہ پیغام انجیل کو قبول کرے۔ نیز یہ تمثیل خُدا کے غضب کو دکھاتی ہے کہ اگر موقع پانے کے بعد گنہگار انسان توبہ نہیں کرتا اور رجُوع نہیں لاتا تو خُدا ضرُور ہی اُس کو سزا دے گا:۔

(یُوحنّا ۱۵: ۲)

سبت کے دن ایک کبڑی عورت کو شفا بخشنا

آیات ۱۰ تا ۱۷

(۱۰) پھر وہ سبت کے دن کسی عبادت خانہ میں تعلیم دیتا تھا۔ (۱۱) اور دیکھو ایک عورت تھی جس کو اٹھارہ برس سے کسی بدرُوح کے باعث کمزوری تھی۔ وہ کبڑی ہوگئی تھی اور کسی طرح سیدھی نہ ہو سکتی تھی۔ (۱۲) یسوعؔ نے اُسے دیکھ کر پاس بُلایا اور اُس سے کہا اَے عورت تُو اپنی کمزوری سے چھوٹ گئی۔ (۱۳) اور اُس نے اُس پر ہاتھ رکھّے۔ اُسی دم وہ سیدھی ہوگئی اور خُدا کی تمجید کرنے لگی۔ (۱۴) عبادت خانہ کا سردار اس لئے کہ یسوعؔ نے سبت کے دن شفا بخشی خفا ہو کر لوگوں سے کہنے لگا چھ دن ہیں جن میں کام کرنا چاہیئے پس اُنہی میں آکر شفا پاؤ نہ کہ سبت کے دن۔ (۱۵) خُداوند نے اُس کے جواب میں کہا۔ کہ اَے ریاکارو! کیا ہر ایک تُم میں سے سبت کے دن اپنے بیل یا گدھے کو تھان سے کھول کر پانی پلانے نہیں لیجاتا؟ (۱۶) پس کیا واجب نہ تھا کہ یہ جو ابرہامؔ کی بیٹی ہے جس کو شیطان نے اٹھارہ برس سے باندھ رکھّا تھا سبت کے دن اِس بند سے چھڑائی جاتی؟ (۱۷) جب اُس نے یہ باتیں کہیں تو اُس کے سب مُخالف شرمندہ ہُوئے اور ساری بھیڑ اُن عالیشان کاموں سے جو اُس سے ہوتے تھے خوش ہُوئی۔

آیت ۱۰۔ انجیل میں یہ آخری بار ربّنا یسوعؔ المسیح کے متعلق مرقوم ہے کہ آپ نے کسی عبادت خانے میں تعلیم دی اور یہودی قوم کے بزرگوں اور سرداروں کی علانیہ طور پر مُخالفت کی اور یہ بات یہاں تک بڑھ گئی کہ وہ کسی صورت راضی نہ تھے کہ ربّنا یسوعؔ کو تعلیم دینے کی اجازت دیتے۔ نیز جیسا آیت ۱۴ سے ظاہر ہے عبادت خانوں کے سردار بھی آپ کے مُخالف ہو گئے تھے۔ اس ماجرے کو سمجھنے کے لئے اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہودی لوگ سبت کی بہُت قدر کرتے تھے اور ربّنا المسیح کے زمانے میں اس دن کے نہایت پابند تھے۔

آیت ۱۱۔ "بدرُوح کے باعث کمزوری تھی"۔ لفظی ترجمہ "(اُسے) کمزوری کی رُوح تھی"۔ لُوقاؔ نے لفظ DAIMONION "بدرُوح" نہیں استعمال کیا۔ اُس نے اس لفظ کو عام معنوں میں استعمال کیا ہے حالانکہ مطلب یہ تھا کہ کسی میں بدرُوح تھی۔ غالباً اس کا ترجمہ یُوں ہونا چاہیئے "جو رُوحانی سبب سے کمزور تھی" یا جس کو کمزوری کی رُوح تھی۔ یہ معلوم شُدہ

بات ہے کہ لوگ دماغی علّت کے باعث بعض اوقات جسمانی بیماریوں میں مُبتلا ہوجاتے ہیں مثلاً بہُت سے انسان اندھے یا گُونگے یا مفلُوج ہوتے ہیں اور دماغی علاج ومُعالجہ سے تندرُست ہوجاتے ہیں۔ غالباً مُترجمین نے آیت ۱۶ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ عورت کسی بدرُوح کی سَتائی ہُوئی تھی لیکن یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ انگریزی۔ لاطینی اور فارسی تراجم میں صحیح ترجمہ ہے۔ فارسی میں "رُوحِ ضُعف" لکھا ہے اور یہ انگریزی اور لاطینی تراجم کا مطلب ہے۔ یہ عورت اٹھارہ برس سے بیمار تھی۔ وُہ سیدھی کھڑی نہیں ہوسکتی تھی اور نہ ہی اپنا سر اُوپر اُٹھا سکتی تھی تو بھی وُہ عام عبادت میں حاضر ہُوئی ؞

آیات ۱۲ و ۱۳ - ربّنا یسُوع پہلے یہ خُوش خبری دیتے ہیں کہ وُہ عورت شِفا پا گئی، اَور پھر اُس پر ہاتھ رکھ کر اچھا کردیتے ہیں اور اُس کی اندرُونی بیماری دُور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وُہ سیدھی کھڑی ہوتی ہے۔ اور خُدا کی ستائش کرنے لگتی ہے ؞

آیت ۱۴ - عبادت خانے کا سردار بہُت ناراض ہُوا اور چونکہ ربّنا یسُوع کو ڈانٹنے کی جُرأت نہ تھی اس لئے جماعت کو سبت کے دن شِفا پانے سے منع کرنے لگا۔ اُس نے اشارۃً عورت اَور خُداوند کو ملامت کی۔ اِس ماجرے سے ہم بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ ربّنا یسُوع نے کیوں ایسی سختی سے فریسیوں کو ملامت کی۔ (باب۱۱ آیات ۳۹ تا ۵۲) ؞

آیات ۱۵ و ۱۶ - ربّنا یسُوع دکھاتے ہیں کہ سبت کے روز اہلِ یہُود جانوروں کی ضرُوریات کو پُورا کرتے ہیں لیکن اپنے خود ساختہ قواعد کی خاطر کسی انسان کو بلکہ ایک خُداترس یہُودن کو شِفا دینے سے منع کرتے ہیں ؞

آیت ۱۷ - آپ کا کلام سُن کر خود ساختہ مُخالف کچھ کہہ نہ سکے بلکہ بیحد شرمندہ ہُوئے تاہم اُنھوں نے اپنی دُشمنی کو نہیں چھوڑا اور یُوں یہ دُشمنی اَور بھی بڑھ گئی ؞

رائی کے دانے اَور خمیر کی تمثیلات

آیات ۱۸ تا ۲۱

(۱۸) پس وُہ کہنے لگا خُدا کی بادشاہی کس کی مانند ہے؟ مَیں اُس کو کس سے تشبیہ دُوں؟ (۱۹) وُہ رائی کے دانے کی مانند ہے جس کو ایک آدمی نے لے کر اپنے باغ میں ڈال دیا۔

وُہ اُگ کر بڑا درخت ہوگیا اور ہوا کے پرندوں نے اُس کی ڈالیوں پر بسیرا کیا۔ (۲۰) اُس نے پھر کہا مَیں خُدا کی بادشاہی کو کِس سے تشبیہ دُوں؟ (۲۱) وُہ خمیر کی مانند ہے جسے ایک عورت نے لیکر تین پیمانہ آٹے میں مِلایا اور ہوتے ہوتے سب خمیر ہوگیا۔

یہ دونوں تمثیلیں ظاہر کرتی ہیں کس طرح خُدا کی بادشاہی' انسان کے دِل میں اور بنی نوع انسان کے مابین رُوحانی زندگی میں مُخفیہ طور پر قوّت حاصل کرتی ہُوئی بڑھتی ہے۔ پہلی انجیل متّی اور مرقس دونوں میں پائی جاتی ہے اور دُوسری تمثیل متّی میں مرقوم ہے۔

آیت ۱۹- یہودیوں اور عربوں کے یہاں رائی کے دانے حالانکہ سب سے چھوٹے بیج نہیں ہیں تاہم چھوٹے ہونے میں ضرب المثل تھے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ربّنا یسُوعؑ نے رائی کا دانہ اس تمثیل کے لئے چُنا۔ فلسطین میں رائی کا ایک پودا ہے جو بہت لمبا ہو جاتا ہے اگرچہ یہ قسم بعض ممالک میں نہیں پائی جاتی۔ یہ پودا دس بارہ فٹ اُونچا ہو جاتا ہے اور بہت سی چڑیاں دانوں کے کھانے کے لئے اُس کی ڈالیوں پر بیٹھ جاتی ہیں۔ تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت ربّنا یسُوعؑ نے یہ تمثیل کہی تھی شاگردوں کا شمار بہت کم تھا لیکن کلیسیا نے اس دُنیا میں بڑھنا تھا (جیسے موجُودہ زمانے میں اس کا وجود ہے) یعنی تمام دُنیا میں پھیلنا تھا۔ بیج خاک میں چھپ جاتا ہے لیکن درخت کی صُورت میں جلد ظاہر ہو جاتا ہے۔

آیت ۲۱- "خمیر" جیسے اُوپر بیان ہو چکا ہے (لُوقا ۱۲: ۱ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں)۔ پاک کلام میں اکثر بُرے معنوں میں آتا ہے لیکن یہاں اچھے معنوں میں استعمال ہُوا ہے تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ خُدا کی بادشاہی مخفی رہتی ہے۔ اُس کی تاثیر فوراً نظر نہیں آتی- لیکن رفتہ رفتہ وُہ تمام انسانوں میں پھیل جاتی ہے۔ خمیر درحقیقت نباتات میں شامل ہے اور اُس میں ایک قسم کی زندگی ہے جس کے سبب سے وُہ گُوندھے ہُوئے آٹے میں پھیل جاتا ہے۔

خُدا کی بادشاہی سے باہر رہ جانے کا خطرہ

آیات ۲۲ تا ۳۰

(۲۲) وُہ شہر شہر اور گاؤں گاؤں تعلیم دیتا ہُوا یروشلیم کا سفر کر رہا تھا۔ (۲۳) اور

کسی شخص نے اُس سے پُوچھا کہ اَے خُداوند! کیا نجات پانے والے تھوڑے ہیں؟ (۲۴) اُس نے اُن سے کہا جانفشانی کرو کہ تنگ دروازہ سے داخل ہو کیونکہ میں تُم سے کہتا ہُوں کہ بہتیرے داخل ہونے کی کوشش کریں گے اور نہ ہو سکیں گے۔ (۲۵) جب گھر کا مالک اُٹھ کر دروازہ بند کر چُکا ہو اور تُم باہر کھڑے دروازہ کھٹکھٹا کر یہ کہنا شروع کرو کہ اَے خُداوند! ہمارے لئے کھول دے اور وُہ جواب دے کہ میں تُم کو نہیں جانتا کہ کہاں کے ہو۔ (۲۶) اُس وقت تُم کہنا شروع کرو گے کہ ہم نے تو تیرے رُوبرُو کھایا پیا اور تُو نے ہمارے بازاروں میں تعلیم دی۔ (۲۷) مگر وُہ کہے گا میں تُم سے کہتا ہُوں کہ میں نہیں جانتا تُم کہاں کے ہو۔ اَے بدکارو! تُم سب مُجھ سے دُور ہو۔ (۲۸) وہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا جب تُم ابرہام اور اضحاق اور یعقُوب اور سب نبیوں کو خُدا کی بادشاہی میں شامل اور اپنے آپ کو باہر نکالا ہُوا دیکھو گے۔ (۲۹) اور پُورب پچّھم اُتر دکھن سے لوگ آ کر خُدا کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہوں گے۔ (۳۰) اور دیکھو بعض آخر ایسے ہیں جو اوّل ہوں گے اور بعض اوّل ہیں جو آخر ہوں گے ۔۔

آیت ۲۲ ۔ "شہر شہر اور گاؤں گاؤں" کے الفاظ "تعلیم دیتا ہُوا" سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ محض ربّنا المسیح کے سفر کا ذکر کرنا کہ وُہ شہر شہر اور گاؤں گاؤں سے گیا تھا بالکل فضُول ہے ۔۔

آیت ۲۳ ۔ ہم کو معلُوم نہیں کہ یہ شخص کون اور کیسا تھا غالباً رسُولوں میں سے نہ تھا۔ یہ سوال کہ آیا بہُت سے لوگ راہِ نجات پر گامزن ہیں بعض لوگوں کو دلچسپ سا معلُوم ہوتا ہے۔ اپنے دستُور کے موافق ربّنا یسُوع نے اس سوال کو شخصی سوال بنا دیا تھا یعنی یہ کہ اَے شخص کیا تُو راہِ نجات میں ہے یا نہیں؟

آیت ۲۴ ۔ "جانفشانی کرو" انتہائی کوشش کیا کرو ۔۔

"دروازہ" ۔ متّی ۷: ۱۳ کے اُردو ترجمہ میں وُہی لفظ ہے لیکن حقیقت میں اُس مقام پر یُونانی لفظ (PULE) کے معنی پھاٹک کے ہیں۔ حالانکہ لفظ دروازہ کے معنی پھاٹک کے بھی ہیں مثلاً دہلی دروازہ۔ ترکمان دروازہ وغیرہ۔ اگر متّی کے اِس مقام پر لفظ پھاٹک لکھا جاتا تو بہتر ہوتا۔ تنگ پھاٹک مذہبی سفر کے شروع میں ہے۔ یہاں دروازہ (یُونانی THURA گھر کا دروازہ) سفر کے آخر میں ہے۔ اشارہ اس بات کی طرف ہو سکتا

ہے کہ بعض لوگ تنگ پھاٹک سے داخل ہوں گے لیکن سفر کے ختم ہونے پر آسمانی گھر کے دروازہ سے داخل نہ ہونے پائیں گے۔ (آیت ۳۰ ملاحظہ ہو)

"جانفشانی کرو" یعنی اس وقت۔اب سے لے کر۔تاکہ جب دروازہ پر پہنچو تو داخل ہو سکو۔یہ دس کنواریوں کی تمثیل کا سا معاملہ نہیں۔نادان کنواریاں زیادہ دیر کرکے پہنچی تھیں لیکن یہاں دیر کرنے کا ذکر نہیں لیکن ایسا شخص ہونے یا بننے کا ذکر ہے جو داخل ہونے کے قابل نہ ہو۔بہتیرے اس لائق نہ ٹھہریں گے کہ داخل ہونے پائیں ॰

آیت ۲۵ ۔"کہاں کے ہو" یعنی تم میرے مقبول لوگوں میں سے نہیں ہو ॰

آیت ۲۶ و ۲۷ ۔ ربنا المسیح کی تعلیم سے واقف ہونا اور اُس کی صحبت میں دُنیاوی طور پر رہنا داخل ہونے کی لیاقت کے اسباب نہیں ہیں۔فی زمانہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بائبل کی تلاوت کرنا۔مسیحی جماعت میں شامل ہونا۔پاک شراکت میں شریک ہونا۔(کھانا پینا) کافی نہیں بلکہ بذاتِ خود نیک ہونا لازمی ہے ॰

"اے بدکارو" وہ لفظ ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ گناہ کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ روزِ عدالت میں قبول نہ ہوں گے ॰

آیت ۲۸ ۔ حالانکہ یہ تعلیم شخصی ہے اور فرداً فرداً ہر ایک کے لئے ہے تو بھی تمثیل خاص کر یہودی قوم کی بابت ہے۔اُن میں سے بہتیرے نامقبول ٹھہریں گے نہ فقط وہ ربنا المسیح کے محل کے باہر رہ جائیں گے اور اُس کی خوشیوں سے محروم ہوں گے بلکہ وہ قوم کے بزرگوں اور نبیوں کو اندر دیکھیں گے ॰

آیت ۲۹ ۔یہی نہیں۔غیر اقوام کے لوگ دُنیا کی چاروں اطراف سے آکر داخل ہوں گے۔"آخر" یہودی غیر قوم والوں کو حقیر جانتے تھے۔اوّل۔وہ اپنے آپ کو سب اقوام سے بہتر خیال کرتے تھے۔ربنا یسُوع نے فرمایا کہ ان آخری لوگوں میں سے بعض اوّل یعنی یہودیوں کے برابر ہوں گے اور یہودیوں میں سے جو اپنے آپ کو اوّل جانتے ہیں بعض آخر یعنی نامختون غیر قوم والوں کے برابر ہوں گے۔مسیح نے کئی بار یہ فرمایا کہ بعض یا بہت سے اوّل آخر ہو جائیں گے اور آخر اوّل۔(متی ۱۹: ۳۰ و ۲۰: ۱۶ و مرقس ۱۰: ۳۱) ॰

ہیرودیس انتپاس کیلئے پیام اور یروشلیم پر افسوس

آیات ۳۱ تا ۳۵

(۳۱) اُسی گھڑی بعض فریسیوں نے آکر اُس سے کہا کہ نکل کر یہاں سے چل دے کیونکہ ہیرودیس تجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ (۳۲) اُس نے اُن سے کہا کہ جاکر اُس لومڑی سے کہہ دو کہ دیکھ میں آج اور کل بدروحوں کو نکالتا اور شفا بخشنے کا کام انجام دیتا رہونگا اور تیسرے دن کمال کو پہنچوں گا۔ (۳۳) مگر مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلیم سے باہر ہلاک ہو۔ (۳۴) اے یروشلیم! اے یروشلیم! تو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے اُن کو سنگسار کرتی ہے کتنی ہی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اُسی طرح میں بھی تیرے بچوں کو جمع کروں مگر تم نے نہ چاہا! (۳۵) دیکھو تمہارا گھر تمہارے ہی لئے چھوڑا جاتا ہے اور میں تم سے کہتا ہوں کہ مجھ کو اُس وقت تک ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔

آیت ۳۱ - شاید ہیرودیس نے یہ انتظام کیا تھا کہ فریسی یسوع سے کہیں کہ بادشاہ آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ غالباً فریسیوں نے یہ چاہا کہ آپ یہودیہ میں جائیں تاکہ وہ آپ کو ہلاک کریں۔ ظاہر ہے کہ اس وقت یسوع ہیرودیس انتپاس کی عملداری میں تھا یعنی یردن سے پورب کی طرف پیریہ میں جہاں یوحنا اصطباغی کا سر قلم کیا گیا تھا۔

آیت ۳۲ - لومڑی - یونانی لفظ ALOPEX اُردو لفظ کی طرح مونث ہے۔ یہودیوں میں لومڑی چالاکی و عیاری میں مشہور تھی۔

"آج اور کل .... تیسرے دن" ہمیں ان الفاظ کے لفظی معنوں سے کوئی سروکار نہیں۔ مطلب یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اُسی دن سے وہ گویا پرسوں مریگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ تھوڑے عرصہ تک یسوع کام کرتا رہے گا اور پھر کمال تک پہنچے گا۔ کمال تک پہنچنے کا مطلب ہے اپنا کام پورا کرے گا۔ چوتھی انجیل میں ہم کو خبر ملتی ہے کہ مرنے سے پہلے ہی یسوع نے کہا۔ "تمام ہوا" یونانی لفظ کے یہ معنی ہیں "کامل ہوا" (یوحنا ۱۹: ۳۰) پس کمال تک پہنچنے سے مرنا مراد ہے۔

آیت ۳۳ - "آج اور کل اور پرسوں" سے محض چند دن مُراد ہیں ÷
"چلنا ضرور ہے" یعنی ہاں مَیں چل دُوں گا پر اُس طرح سے نہیں جس طرح تم
نے کہا "چل دے"۔ مَیں اپنی جان بچانے کے لئے نہیں بلکہ دے دینے کے لئے آیا ہُوں۔
ہیرودیس مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ میری اور اُس کی موت کا وقت معیّن ہے ÷
"ممکن نہیں الخ" ایک طرح سے آپ رنج کے ساتھ طنزاً بات کرتے ہیں۔ یہُودیوں
نے کئی بار انبیا کو یروشلیم میں قتل کیا تھا یعنی اُن کے بادشاہوں نے اور اُنہوں نے بعض
انبیا مثلاً یرمیاہ کو بہُت ستایا تھا۔ ربّنا المسیح یروشلیم کو انبیا کا مقتل قرار دیتے ہیں۔
(۱۱ : ۴۹) ÷

آیت ۳۴ - یہ آیات تقریباً ویسی ہی ہیں جو متّی کی انجیل میں پائی جاتی ہیں۔
(۲۳ : ۳۷) یہ قرینہ دُوسرا ہے اور اگر مسیح نے یہ الفاظ صرف ایک بار کہے تھے تو دونوں
قرینے کیوں نہایت موزوں ہیں؟ ممکن ہے کہ جب ربّنا یسُوع شہر میں تھے تو آپ نے دوبارہ
وُہی الفاظ اپنی زبان مُبارک سے ارشاد فرمائے ہونگے تاکہ اہلِ یروشلیم ان الفاظ کو سُنیں ÷
"کتنی ہی بار"۔ یُوحنّا کی انجیل سے معلُوم ہے کہ ربّنا یسُوع نے کئی بار یروشلیم میں
مُنادی کی تھی (دیکھئے لُوقا ۴ : ۴۴ کی تفسیر) نیز یروشلیم سے چند عُلما دین نے آکر آپ کی تعلیم
سُنی اور مُعجزات دیکھے تھے ان میں عوام بھی تھے۔ (متّی ۴ : ۲۵ و لُوقا ۶ : ۱۷ و مرقس ۳ : ۲۲
و ۷ : ۱) ÷

ربّنا یسُوع نے چاہا کہ یروشلیم کے باشندوں کو بچائیں لیکن اُنہوں نے نہ چاہا۔ ہر
ایک نے دیکھا ہوگا کہ جب مُرغی خطرے کو محسُوس کرتی ہے تو اپنے بچّوں کو بُلاتی ہے اور اگر
ہو سکے تو اُن کو اپنے بازُوؤں کے پَروں کے نیچے چھپاتی ہے۔ خُدا ہر وقت انسان کو نجات
دینا چاہتا ہے لیکن بہُت دفعہ انسان نجات نہیں چاہتا ÷
"تمہارا گھر تمہارے ہی لئے چھوڑا جاتا ہے"۔ اہلِ یروشلیم کے انکار کے باعث خُدا
اُن سے دست بردار ہوتا ہے۔ توبہ نہ کرنے والے گنہگار۔ دُنیادار اور سرکش انسان کی یہ
سزا ہے کہ خُدا اُس کو چھوڑ دیتا ہے۔ (زبُور ۸۱ : ۱۲) گنہگار کے لئے اس سے بڑھ کر اور
سنگین سزا کیا ہو سکتی ہے۔ متّی کی انجیل میں لفظ ویران بھی مرقُوم ہے لیکن اس سے مطلب
میں اضافہ نہیں ہوتا۔ جب خُدا شہر کو چھوڑ دیتا ہے تو یہ سب سے بڑی ویرانی ہے۔ (نیز

لفظ و یراں بہترین نسخوں میں نہیں پایا جاتا ۔

"جب تک نہ کہو گے الخ" اشارہ ربنا المسیح کے یروشلیم میں داخل ہونے کی طرف نہیں بلکہ یہودی قوم کے مسیحی ہونے کی طرف ہے۔ اگرچہ بہت سے یہودیوں نے مسیح کو قبول کیا تھا تاہم قوم نے انہیں قبول نہیں کیا تھا۔ پولوس کا خیال تھا کہ یہودی آخرکار مسیح کو مان لیں گے۔ (رومیوں ۱۱ : ۲۵) ۔

نوٹ:۔ مسیح کے چند مقولات اناجیل متفقہ میں ایک ہی قرینہ میں نہیں آتے اور ذیل کی باتیں قابل ذکر ہیں:۔ (۱) ہر ایک واعظ اور اُستاد بعض باتیں دُہراتا ہے۔ (۲) اناجیل لکھے ہوئے مضامین۔ مرقس کی انجیل اور مرکالمہ (Q) وغیرہ سے تیار کی گئی تھیں۔ اور ان کے بہت سے ماخذ حفظ شدہ تھے۔ یہ خاص کر لوقا کی انجیل کا حال ہے جیسا کہ لوقا نے خود اشارۃً بتایا (لوقا ۱ : ۳) ہے۔

ربنا المسیح کی جو باتیں معمولی ہیں اُن کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہے لیکن خاص خاص باتیں مثلاً "اُے یروشلیم اے یروشلیم الخ"۔ ایسی ہیں کہ ممکن ہے کہ ہمارے خداوند نے متفرق لوگوں کے سامنے اُن کو دُہرایا ہو۔ پس اس میں کوئی غیرممکن اور بعید القیاس بات نہیں کہ مذکورہ بالا مقولہ (لوقا ۱۳ : ۳۴ و ۳۵ و متی ۲۳ : ۳۷ سے ۳۹ تک) دوبارہ کہا گیا تھا۔ پہلے پیرایہ میں اور پھر یروشلیم ہی میں، یعنی یروشلیم کے فریسیوں۔ فقیہوں اور عوام کے سامنے ۔

باب چہاردہم

ربنا المسیح کا جلندر کے مریض کو سبت کے دن شفا دینا

آیات ۱ تا ۶

(۱) پھر ایسا ہُوا کہ وُہ سبت کے دن فریسیوں کے سرداروں میں سے کسی کے گھر کھانا کھانے کو گیا اور وُہ اُس کی تاک میں رہے۔ (۲) اور دیکھو ایک شخص اُس کے سامنے تھا

جسے جلندر تھا۔ (۳) یسُوع نے شرع کے عالموں اور فریسیوں سے کہا کہ سبت کے دن شِفا بخشنا روا ہے یا نہیں ؟ (۴) وُہ چُپ رہ گئے۔ اُس نے اُسے ہاتھ لگا کر شِفا بخشی۔ اور رُخصت کیا۔ (۵) اور اُن سے کہا تُم میں ایسا کون ہے جس کا گدھا یا بیل کُوئیں میں گر پڑے اور وُہ سبت کے دن اُس کو فوراً نہ نکال لے ؟ (۶) وُہ ان باتوں کا جواب نہ دے سکے ۔

آیت ۱ - اگرچہ فریسی ربّنا یسُوع سے دُشمنی رکھنے لگے تھے تو بھی آپ نے اُن کی دعوت کو منظور کر لیا تھا ۔

"تاک میں رہے۔" تاکہ اگر ہو سکے تو آپ کی کسی بات یا کام کی گرفت کر سکیں۔ مُمکن ہے کہ کسی فریسی نے انتظام کیا ہو کہ یہ مریض حاضر رہیں تاکہ الزام لگانے کا موقع ملے

آیت ۲ - شاید آدمی اپنی مرضی سے اندر اس غرض سے گھُس گیا تھا کہ شِفا پائے اور اس لئے ربّنا یسُوع کے سامنے کھڑا تھا یا رُوبرُو زمین پر بیٹھا تھا ۔

آیات ۳ و ۴ - سوال بہُت صاف تھا لیکن عالمانِ شرع نے جواب نہ دیا۔ "وُہ یہ کہنا نہیں چاہتے تھے کہ روا ہے اور اُنہیں جُرأت بھی نہ تھی کہ کہیں نا روا ہے۔" (پلمر)۔ پھر ربّنا یسُوع نے ہاتھ لگا کر (یُونانی پکڑ کے) اُسے شِفا بخشی اور رُخصت کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آدمی اُس گھر کا رہنے والا یا مہمان نہ تھا ۔

آیت ۵ - "گدھا۔" بہُت سے نسخوں میں بیٹا لکھا ہے۔ اور مُمکن ہے کہ یہ صحیح لفظ ہو۔ پلمر اور الاگرا آنثر دونوں لفظ بیٹا کو صحیح خیال کرتے ہیں بہر حال ہر صُورت میں دلیل ایک ہی ہے۔ جب سُننے والے جانوروں کے لئے یا (اگر بیٹا صحیح ہے) اپنے خاندان کے کسی شخص کو سبت کے روز بچانے کا بندوبست کریں گے تو کیونکر کسی شخص کو جسے خطرناک مرض تھی سبت کے روز شِفا پانے سے منع کر سکیں گے ۔

ضیافت کے وقت حلیمی اور خیرات کی بابت نصیحتیں

آیات ۷ تا ۱۴

(۷) جب اُس نے دیکھا کہ مہمان صدر جگہ کس طرح پسند کرتے ہیں تو اُن سے ایک تمثیل کہی کہ (۸) جب کوئی تجھے شادی میں بُلائے تو صدر جگہ پر نہ بیٹھ کہ شاید اُس نے

کسی تجھ سے بھی زیادہ عزّت دار کو بُلایا ہو۔ (۹) اور جس نے تجھے اور اُسے دونوں کو بلایا آکر تجھ سے کہے اس کو جگہ دے۔ پھر تجھے شرمندہ ہو کر سب سے نیچے بیٹھنا پڑے۔ (۱۰) بلکہ جب تُو بُلایا جائے تو سب سے نیچی جگہ جا بیٹھ تاکہ جب تیرا بُلانے والا آئے تو تجھ سے کہے کہ اے دوست آگے بڑھ کر بیٹھ! تب اُن سب کی نظر میں جو تیرے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے ہیں تیری عزّت ہوگی۔ (۱۱) کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وُہ چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وُہ بڑا کیا جائے گا۔ (۱۲) پھر اُس نے اپنے بُلانے والے سے بھی یہ کہا کہ جب تُو دن کا یا رات کا کھانا تیّار کرے تو اپنے دوستوں یا بھائیوں یا رشتہ داروں یا دولتمند پڑوسیوں کو نہ بُلا تاکہ ایسا نہ ہو کہ وُہ بھی تجھے بُلائیں اور تیرا بدلہ ہو جائے۔ (۱۳) بلکہ جب تُو ضیافت کرے تو غریبوں لُنجوں لنگڑوں اندھوں کو بُلا۔ (۱۴) اور تجھ پر برکت ہوگی کیونکہ اُن کے پاس تجھے بدلہ دینے کو کچھ نہیں اور تجھے راست بازوں کی قیامت میں بدلہ ملے گا۔

آیت ۷۔ مُمکن ہے کہ گفتگو کو جو اُن کے لئے مُشکل ہونے لگی تھی مُنقطع کرنے کی غرض سے قریبی لوگ اپنی اپنی جگہ چُننے لگے ہوں اور یسُوع نے دیکھا ہوگا کہ وُہ سب اچھی اچھی جگہیں چُنتے تھے اور اُن سے نصیحت کے طور پر بات کی ہو۔ لُوقا نے اس کو تمثیل کہا حالانکہ اس میں ایک شادی کی ضیافت کا ذکر ہے۔ تو بھی یہ کوئی کہانی نہیں تھی عبرانی زبان میں ایسی تشبیہات کو تمثیل یا مثل کہتے تھے۔

آیات ۸ و ۹۔ غالباً یسُوع نے شادی کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ زیادہ صفائی سے ظاہر نہ کیا جائے کہ درحقیقت وُہ آدمی کون تھا ایسا نہ ہو کہ کوئی بات خلاف تہذیب ہو۔ "صدر جگہ" معلوم نہیں کہ یہودیوں کے یہاں اُس زمانہ میں صدر جگہ کونسی تھی۔ یُونانی لوگ تین تین آدمیوں کے بنچ استعمال کرتے تھے۔ لوگ ایسے لیٹتے تھے کہ اُن کے پیر دسترخوان سے دُور رہتے تھے اور وُہ جسم کو بائیں کہنی پر ٹیک کر دہنے ہاتھ سے کھاتے تھے۔ اُن کے نزدیک صدر جگہ یا مقام بیچ ہی تھا۔ دُوسری جگہ بائیں طرف اور تیسری جگہ دہنی طرف ہوتی تھی۔ وُہ آدمی جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا صدر جگہ چُن کر بعد کو شرمندہ ہو سکتا تھا۔

"سب سے نیچے"۔ اس لئے کہ اتنی دیر میں بیچ والی جگہیں سب بھر جائیں گی۔

آیت ۱۰۔ ربنا یسوع کی نصیحت ہرگز یہ نہیں کہ آدمی اس غرض سے کہ پھر اُوپر بُلایا جائے ظاہری حلیمی کا مظاہرہ کرے بلکہ یہ ہے کہ انسان کو سچ مچ ایسی طبیعت پیدا کرنی چاہیئے۔ وُہ اپنے آپ کو نیچے ہی کی جگہ کے قابل جانے (امثال ۲۵: ۶ و ۷ ملاحظہ ہو)

آیت ۱۱۔ یہ بات یسوع نے کئی بار ارشاد فرمائی (متی ۲۳: ۱۲ و لوقا ۱۸: ۱۴) اور اسے ہر بار حسب موقع کہا۔ یعنی اس دُنیا میں جو اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے وُہ خُدا کی عدالت میں چھوٹا کیا جائے گا۔

آیات ۱۲ و ۱۳۔ پھر یسوع نے اپنے میزبان سے بات کی۔ آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ دوستوں کو جن کے بُلانے میں خُوشی ہے اور رشتہ داروں کو جن کا بُلانا تہذیب کے موافق ہے اور دولتمندوں کو جن کو دعوت دینے میں فائدہ ہو سکتا ہے بالکل ہی دعوت نہ دیں۔ یُونانی لفظ (FONEI) کا مطلب ہے "بُلایا کر"۔ بلکہ غریبوں کو بھی دعوت دیں۔ تاکہ وُہ فائدہ اُٹھائیں۔ وُہ اپنی غُربت یا کمزوری کے سبب سے پھر دعوت نہیں دے سکیں گے۔

"بدلہ"۔ گویا دُنیاوی بدلہ سماوی بدلہ روک دیگا۔ خُداوند یہ نہیں فرماتے لیکن قیامت میں اِس خیرات کا بدلہ ملنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔

بڑی ضیافت کی تمثیل

آیات ۱۵ تا ۲۴

(۱۵) جو اُس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے اُن میں سے ایک نے یہ باتیں سُنکر اُس سے کہا مُبارک ہے وُہ جو خُدا کی بادشاہی میں کھانا کھائے۔ (۱۶) اُس نے اُس سے کہا ایک شخص نے بڑی ضیافت کی اور بہت سے لوگوں کو بُلایا۔ (۱۷) اور کھانے کے وقت اپنے نوکر کو بھیجا کہ بُلائے ہوؤں سے کہے آؤ۔ اب کھانا تیار ہے۔ (۱۸) اس پر سب نے مل کر عُذر کرنا شروع کیا۔ پہلے نے اُس سے کہا مَیں نے کھیت خریدا ہے۔ مجھے ضرور ہے کہ جا کر اُسے دیکھوں۔ مَیں تیری منت کرتا ہُوں مجھے معذور رکھ۔ (۱۹) دُوسرے نے کہا مَیں نے پانچ جوڑی بیل خریدے ہیں اور اُنہیں آزمانے جاتا ہُوں مَیں تیری منت کرتا ہُوں مجھے معذور رکھ۔ (۲۰) ایک اور نے کہا مَیں نے بیاہ کیا ہے۔ اس سبب سے نہیں آ سکتا۔ (۲۱) پس اُس

نوکر نے آ کر اپنے مالک کو ان باتوں کی خبر دی۔ اِس پر گھر کے مالک نے غُصّے ہو کر اپنے
نوکر سے کہا جلد شہر کے بازاروں اور کُوچوں میں جا کر غریبوں لُنجوں اندھوں اور لنگڑوں
کو یہاں لے آ۔ (۲۲) نوکر نے کہا اَے خُداوند! جیسا تُو نے فرمایا تھا ویسا ہی ہُوا اور
اب بھی جگہ ہے۔ (۲۳) مالک نے اُس نوکر سے کہا کہ سڑکوں اور کھیت کی باڑوں کی طرف
جا اور لوگوں کو مجبور کر کے لا تاکہ میرا گھر بھر جائے۔ (۲۴) کیونکہ میں تُم سے کہتا ہُوں کہ
جو بُلائے گئے تھے اُن میں سے کوئی شخص میرا کھانا چکھنے نہ پائیگا۔

مُقدّس متی کی انجیل میں (۲۲: ۱ سے تا ۱۴) ایک تمثیل مذکورہ بالا تمثیل کی مانند مرقوم
ہے یعنی ایک شہزادے کی شادی کی تمثیل۔ دونوں کے موضوع کی ایک ہی تعلیم ہے یعنی
یہ کہ بہت سے لوگ خُدا کی دعوت کو نامنظور کرتے ہیں کیونکہ اس دُنیا کی باتوں میں پھنسے
ہُوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ لُوقا نے شہزادے کی شادی کی تمثیل کا صرف وُہ حِصّہ سُنا یا
کہیں لکھا پایا ہو جس میں دعوت کو رد کرنے کا بیان ہے تاہم ممکن ہے کہ یروشلیم میں
جانے سے پہلے جب کُل فریسی ربّنا یسُوع کے دُشمن نہیں بنے تھے تو آپ نے یہ تمثیل کہی
ہو اور یروشلیم میں پہنچنے کے بعد جب بزرگانِ قوم نے آپ کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔
(متی ۲۱: ۴۶) تو یروشلیم کے باشندوں اور وہاں کے بڑے آدمیوں کو آگاہ کرنے کے لئے
دوبارہ وُہی تعلیم زیادہ سختی اور زیادہ تفصیل کے ساتھ دی ہو۔ دونوں کی زبان میں بہت
فرق ہے۔ شہزادے کی تمثیل میں کسی شاگرد کا بیان نہیں۔ اُس میں ایک بادشاہ ایک بڑے
موقع پر لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ اُس کے پاس بہُت سے نوکر ہیں اور فوج بھی ہے۔ اس
کہانی میں ایک معمُولی آدمی کا ذکر ہے جس کے یہاں بُلانے کے لئے ایک ہی نوکر ہے اُس
میں انکار کرنے والے ایک شہر کے باغی باشندے نہیں بلکہ پڑوسی ہیں جو کسی نہ کسی طرح
سے نہ آنے کے اسباب بیان کرتے ہیں۔ اُس میں باغی لوگ شاہی نوکروں کو پیٹتے اور قتل
کرتے ہیں اس کہانی میں وُہ محض اِنکار کرتے ہیں۔ اُس میں باغی سخت سزا پاتے ہیں۔
اس میں وُہ لوگ صرف ضیافت سے محرُوم رہ جاتے ہیں ناظرین خود فیصلہ کریں (شادی
کی پوشاک۔ غالباً بادشاہ کے توشہ خانہ کی خلعت کی طرف اشارہ ہے یہ ایک قسم کا اضافہ
ہے جس کو موجودہ تمثیل سے کوئی سروکار نہیں)۔

آیت ۱۵۔ "ایک نے" شاید یہ شخص فریسی تھا۔ مہمانوں میں سے کم از کم ایک تھا

لاگرانٹر کیا خوب لکھتے ہیں۔" بات مذہبی تو ہے پر یسُوع کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُس آسان دینداری سے نکلی تھی جو بعض آدمیوں میں اچھّے کھانے کے بعد پیدا ہوتی ہے"۔ ایسے لوگ چُونکہ خُوش حال ہیں نہیں پہچانتے کہ یہ خُوش حالی بھی اُن کو خُدا کی دعوت کو سُننے سے روک سکتی ہے ۔

"کھانا کھائے"۔ یہ خیال تھا کہ جب مسیح آکر خُدا کی بادشاہی قائم کرے گا تو ایک بڑی ضیافت ہوگی جس میں تمام دیندار یہُودی شریک ہوں گے۔ (یُونانی کا لفظی ترجمہ ہے۔ "روٹی کھائے") ۔

آیت ۱۶ - یسُوع کے جواب کا یہ مطلب ہے کہ بتیسرے لوگ اپنے آپ کی بابت گمان کرتے ہیں کہ وُہ خُدا کے مقبُول مہمان ہیں لیکن وُہ نہیں پہچانتے کہ اُن کے دل دُنیاوی باتوں اور چیزوں میں پھنسے رہتے ہیں اور وُہ خُدا کو بھُول جاتے ہیں۔ (لُوقا ۱۴: ۲۴ سے ۳۰ تک و ۱۸: ۱۸ سے ۲۵ تک وغیرہ) نیز فریسیوں میں بعض ایسے اشخاص پائے جاتے تھے ۔

آیت ۱۷ - دستُور تھا کہ کھانے کے وقت سے تھوڑی دیر پہلے نوکر بھیج دیا جاتا تھا کہ بُلائے ہُوئے مہمانوں کو دوبارہ بُلالے یعنی اُن کو جنہوں نے پیشتر سے دعوت کو منظُور کیا ہوتا تھا۔

آیت ۱۸ - "سب نے مل کر عُذر کرنا شروع کیا۔ کوئی حقیقی وجہ نہیں بتاتے تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر واقعی وُہ باتیں جو بیان کی گئی تھیں صحیح ہوتیں تو اُن کو پیشتر سے خبر ہوگئی ہوتی ۔ "سب نے"۔ شاید وُہ سب جن کے پاس نوکر بھیجا گیا مہمان تھے ۔

"کھیت خریدا الخ" کوئی شخص ایسا نادان نہیں کہ بغیر دیکھے کوئی کھیت مول لے ۔

آیت ۱۹ - "پانچ جوڑی بیل الخ" ظاہر ہے کہ ہر ایک خریدار کوئی چیز خریدنے سے پہلے اُس کی کچھ نہ کچھ جانچ پڑتال کرتا ہے۔ ان دو اشخاص نے اگرچہ شروع میں دعوت منظُور کی تھی تو بھی آنا نہ چاہا جس کے لئے کوئی سبب ڈھونڈ نکالا ۔

آیت ۲۰ - کوئی معقُول سبب نہیں بلکہ محض حیلہ ہے ہم پُوچھتے ہیں کہ جب اُس شخص نے دعوت منظُور کی تھی تو کیا اُس کو شادی کی تاریخ معلوم نہ تھی؟ اُسی وقت اُسے مُعافی مانگنا جائز تھا لیکن جب کھانا تیار ہو چُکا تھا ایسی حرکت قابلِ تھیں نہ

تھی۔ پہلے دو نے تہذیب کا کچھ نہ کچھ لحاظ کیا لیکن اس نے محض اتنا کہا میں آ نہیں سکتا۔ یہ عُذر نمونے کے طور پر دئے گئے ہیں۔ اسی طرح سے اَوروں نے بھی حیلہ اور مکر سے کام لیا۔ مدعو اشخاص سے یہودی اور خصوصاً فریسی مُراد ہیں۔ اُنہوں نے گویا خُدا کی بُلاہٹ قبول کی کیونکہ دین یہود کو مانتے تھے پر دُنیا کے مُعاملوں میں پھنسنے کے باعث اب ربّنا المسیح کی تعلیم اور دعوات منظُور نہیں کرتے تھے۔

آیت ۲۱ - چُنانچہ وُہ لوگ جن کو فریسی ہیچ جانتے تھے بُلائے گئے تھے۔

آیت ۲۳ - معمُولی غُربا جو آس پاس رہتے تھے مہمان خانہ کو بھرنے کے لئے کافی نہ تھے۔ پس نہایت غریب لوگ جن کے پاس قیام و طعام کا کوئی بندوبست نہ تھا بُلائے گئے تھے۔ ان سے یقیناً غیر یہودی بُت پرست لوگ مُراد ہیں۔

آیت ۲۴ - "مَیں تُم سے کہتا ہُوں" لفظ "تُم" کا مطلب ہے وُہ غریب آدمی جو آ گئے تھے اور شاید وُہ نوکر اور خاندان کے لوگ جنہوں نے تیاری کی جب تک بُلانے والا نوکر نہ لَوٹا۔ لفظ "مَیں" سے گھر کا مالک مُراد ہے نہ کہ یسُوع حالانکہ عدالت کے روز یسُوع ہی ایسی بات فرمائے گا کیونکہ عدالت وہی کرے گا۔ (متّی ۲۵ : ۳۱ - یُوحنّا ۵ : ۲۲ اور ۲۷)۔

ایک حقیقی شاگرد کے اَوصافِ حمیدہ

آیات ۲۵ تا ۳۵

(۲۵) جب بہُت سے لوگ اُس کے ساتھ جا رہے تھے تو اُس نے پھر کر اُن سے کہا۔ (۲۶) اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچّوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دُشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔ (۲۷) جو کوئی اپنی صلیب نہ اُٹھائے اور میرے پیچھے نہ آئے وُہ میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔ (۲۸) کیونکہ تُم میں ایسا کون ہے کہ جب وُہ ایک بُرج بنانا چاہے تو پہلے بیٹھ کر لاگت کا حساب نہ کرلے کہ آیا میرے پاس اُس کے تیّار کرنے کا سامان ہے یا نہیں؟ (۲۹) ایسا نہ ہو کہ جب نیو ڈال کر تیّار نہ کرسکے تو سب دیکھنے والے یہ کہہ کر اُس پر ہنسنا شروع کریں کہ (۳۰) اس شخص نے عمارت شروع تو کی مگر تکمیل نہ کرسکا۔ (۳۱) یا کون ایسا

بادشاہ ہے جو دُوسرے بادشاہ سے لڑنے جاتا ہو اور پہلے بیٹھ کر مشورہ نہ کرلے کہ آیا مَیں دس ہزار سے اُس کا مقابلہ کرسکتا ہُوں یا نہیں جو بیس ہزار لے کر مجھ پر چڑھ آتا ہے؟ (۳۲) نہیں تو جب وُہ ہنوز دُور ہی ہے ایلچی بھیجکر شرائط صُلح کی درخواست کریگا۔ (۳۳) پس اسی طرح تُم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے وُہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔ (۳۴) نمک اچھا تو ہے لیکن اگر نمک کا مزہ جاتا رہے تو وُہ کس چیز سے مزہ دار کیا جائیگا؟ (۳۵) نہ وُہ زمین کے کام کا رہا نہ کھاد کے۔ لوگ اُسے باہر پھینک دیتے ہیں۔ جس کے کان سُننے کے ہوں وُہ سُن لے۔

آیت ۲۵ ۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ مذکورہ بالا کھانے کے بعد کتنا عرصہ گذرا تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ گلیل کو چھوڑنے کے بعد ربّنا یشوعؔ چند ہفتوں تک پیریہ اور یہودیہ میں گشت کرتے رہے اور اس دَوران میں بیسیوں ماجرے واقع ہوئے ہوں گے جن کا ذکر نہیں کیا گیا۔ یہاں صرف وُہ باتیں قلمبند کی گئی ہیں جو زیادہ اہم تھیں اور تعلیم کے اُس حصّے کا تذکرہ کیا گیا ہے جو خاص الخاص تھا۔ یہ بات قابلِ تسلیم ہے کہ ہمارے خُداوند متفرق مقامات میں لاتعداد گاؤں اور قصبوں میں بہتیرے لوگوں کے سامنے اپنی تعلیم کو پیش کرتے رہے اور اُنہیں بار بار سکھاتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب کی دفعہ وُہ کچھ اُتر کی طرف گئے تھے (۱۷: ۱۱) اور وہاں سے یا تو پیریہ سے ہوکر یا یردن کے نزدیک نزدیک یروشلیم کی طرف جانے کا قصد کیا تھا۔ اس مقام پر یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ربّنا یشوعؔ اُس وقت کس جگہ یا کس صُوبے میں تھے۔

"بہُت سے لوگ" اِن میں سے بعض نے خیال کیا ہوگا کہ تھوڑے دن کے بعد ربّنا یشوعؔ اپنی بادشاہی قائم کریں گے۔ اس لئے آپ اُن کو آگاہ کرنے لگے کہ آپ کی بادشاہی دُنیاوی شان و شوکت کی حکومت نہ ہوگی بلکہ اُسکے ماننے والوں کو تکلیف اور خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آیت ۲۶ ۔ "دُشمنی نہ کرے" مطلب یہ ہے کہ مسیح کے شاگردوں کو اپنے قرابتی رشتہ داروں کی مُخالفت کی برداشت کرنی پڑے گی۔ یہ نہیں کہ مُحبّت کے بدلے اُن سے نفرت رکھنی پڑے گی ——— بلکہ شاگرد اپنی اپنی جان بچا نہیں سکیں گے۔ پہلی انجیل میں اس موضوع پر جو عبارت ہے اُس کا مطلب اس سے ملتا

ہے اگرچہ طرزِ تحریر جُداگانہ ہے :۔ "جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے
وُہ میرے لائق نہیں "۔ یاد رکھیں کہ ربّنا یسُوع آرامی زبان میں سکھاتے تھے۔ پہلی اور
تیسری اناجیل کے مُصنّفین نے یُونانی میں مطلب ادا کیا یہاں ترجمہ میں فرق ہے اور
اُردو کی عبارت اُسی ترجمہ کا ترجمہ ہے ؛

آیت ۲۷ - لُوقا ۹ : ۲۳ ملاحظہ ہو...... اپنی جان کو عزیز رکھنا یا اپنی جان
کو مسیح کی پیروی پر ترجیح دینا مناسب نہیں ہے بلکہ چاہیئے کہ ہم موت کے لئے یعنی شہید
ہونے کے لئے تیار رہیں اور مجرم کی طرح شرمناک ماحول میں زندگی کی قربانی دینے کے
لئے ہمیشہ مستعد۔ کیونکہ وُہی مجرم اپنی صلیب اُٹھاتے تھے جو مقتل کو شہید ہونے لئے جاتے
تھے۔ یسُوع کو بھی اپنی صلیب اُٹھانی تھی۔ (یُوحنّا ۱۹ : ۱۷) حالانکہ بعد ازاں صلیب
یقیناً ربّنا یسُوع کی جسمانی کمزوری کے باعث شمعُون کرینی پر لادی گئی (مرقس ۱۵: ۲۱)۔
آپ کے شاگردوں کو ایسی ہی موت کے واسطے تیار ہونا چاہیئے تھا ؛

آیات ۲۸ .... ۳۲ - جلد باز عمارت بنانے والے کی تمثیل اور جلد باز بادشاہ
کی تمثیل :۔

آیت ۲۸ - اُس زمانہ میں بہت سے امیر گویا ہیرودیس کی تقلید کر کے بڑی بڑی
عمارتیں بنواتے تھے۔ "بُرج" سے نخلستان کا بُرج جو اکثر معمولی عمارت ہوتی تھی مُراد نہیں
بلکہ بڑا اور شاندار بُرج جو کسی دولتمند کے رہنے کے قابل ہو ؛

"حساب نہ کرلے" عقلمند آدمی تو حساب کتاب ضرور کرے گا لیکن بعض وقت
واقعی روپیہ کم پڑ جاتا ہے۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے ؛

آیت ۲۹ - جو آدمی ایسے کام میں روپیہ کی کمی کے باعث ناکامیاب ہوتا ہے وُہ
انگشت نُما اور ہنسی کا باعث ہوتا ہے ؛

آیات ۳۰ و ۳۱ - "لڑنے جاتا ہے" یُونانی زبان میں ان الفاظ کا مطلب یہ
نکلتا ہے کہ یہ بادشاہ ابھی جنگ شروع نہیں کرتا ہے۔ اعلانِ جنگ ہو گیا ہے، اور
دونوں افواج کا مقابلہ قریب ہے اور بادشاہ معلوم کرتا ہے کہ مدِ مقابل بادشاہ کی
فوج اُس کی فوج سے دُگنی ہے۔ بہرکیف ممکن ہے کہ اُسے اپنی فوج کی بہادری اور ہتھیاروں
کی فضیلت اور خُوبی کے باعث جیتنے کی اُمید ہو ؛

آیت ۳۲ - ورنہ وُہ جلد ہی صُلح کرنے کی شرائط پُوچھتا ہے۔ نُقصان تو ضرور ہوگا اور شرائط کی سختی ہوگی لیکن یہ قدم لینے سے وُہ اپنی جان اور اپنے مُلک کی بربادی کو بچا سکے گا۔

اِن دو تمثیلوں کا یہ مطلب نہیں کہ جو کوئی ربّنا یسُوع کی پَیروی کو زیادہ مُشکل سمجھے وُہ شاگرد نہ بنے کیونکہ ایسا کرنا تو نجات حاصل کرنے سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہوگا۔ اصل مطلب یہ ہے انسان اِس کو "خالہ جی کا گھر" نہ سمجھے بلکہ سنجیدگی کے ساتھ سوچ سمجھ کر شاگرد ہونے کا بیڑا اُٹھائے۔

آیت ۳۳ - سب کُچھ چھوڑنے کے لئے تیّار ہوں۔ ہزارہا آدمیوں نے ایسا ہی کر کے دکھایا ہے۔

آیات ۳۴ و ۳۵ - نمک کی تمثیل۔ نمک دو خاص الخاص کاموں میں کام آتا ہے۔ اوّل۔ نمک سے مزہ اچھّا کیا جاتا ہے اور دوّم۔ اس سے سڑاہٹ دُور ہوتی ہے۔ "اگر نمک کا مزہ جاتا رہے"۔ درحقیقت مادی عالم میں نمک کا مزہ برقرار رہتا ہے، لیکن بفرضِ محال اگر مزہ جاتا رہے تو نمک کبھی کام کا نہیں رہتا۔ اسے پھینک دیا جاتا ہے، اسی طرح سے نیک آدمی خصُوصاً مسیح کے شاگرد اس دُنیا کے نمک ہیں (متی ۵: ۱۳)۔ لیکن اگر نیک آدمی نیکی کو ترک کرے یا رفتہ رفتہ اُسے چھوڑ دے تو خُدا کی طرف سے ردّ کیا جائے گا۔ اور مُمکن ہے کہ ربّنا یسُوع کا شاگرد بھی تکلیفات وخطرات کے باعث آپ کی شاگردی کو چھوڑ دے تو پھر اُس کا بھی یہی حال ہوگا۔

باب پانزدہم

دربارِ الٰہی میں تائب انسان کے مقبولِ نظر ہونے کی تین تمثیلات

کھوئی ہُوئی بھیڑ کی تمثیل

آیات ۱ تا ۷

(۱) سب محصُول لینے والے اور گنہگار اُس کے پاس آتے تھے تاکہ اُس کی باتیں سُنیں۔ (۲) اور فریسی اور فقیہ بڑبڑا کر کہنے لگے کہ یہ آدمی گنہگاروں سے ملتا اور اُن کے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ (۳) اُس نے اُن سے یہ تمثیل کہی کہ (۴) تُم میں کون ایسا آدمی ہے جس کے پاس سَو بھیڑیں ہوں اور اُن میں سے ایک کھو جائے تو ننانوے کو بیابان میں چھوڑ کر اُس کھوئی ہُوئی کو جب تک مل نہ جائے ڈھُونڈھتا نہ رہے؟ (۵) پھر جب مل جاتی ہے تو وُہ خُوش ہو کر اُسے کندھے پر اُٹھا لیتا ہے۔ (۶) اور گھر پہُنچ کر دوستوں اور پڑوسیوں کو بُلاتا اور کہتا ہے میرے ساتھ خُوشی کرو کیونکہ میری کھوئی ہُوئی بھیڑ مل گئی۔ (۷) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ اِسی طرح ننانوے راستبازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گنہگار کے باعث آسمان پر زیادہ خُوشی ہوگی ٭

افسوس کی بات ہے کہ یہ تینوں تمثیلات اکثر اوقات پہلُو بہ پہلُو نہیں پڑھی جاتیں۔ تیسری تمثیل جو مُسرف بیٹے کی تمثیل کے نام سے مشہور ہے نہ صرف پہلی دو تمثیلات کے بغیر پڑھی جاتی ہے بلکہ بعض لوگ اُس کی تلاوت کرتے وقت اور اُس پر وعظ کرتے وقت اُن تمثیلات کو مدِّنظر نہیں رکھتے لیکن ان دونوں تمثیلات کی تعلیم نہایت ضروری ہے کیونکہ ان کے مطالعہ سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ نجات کے کام میں عظیم حصّہ خُدا ہی کا ہے اور گنہگار یا کھوئی ہُوئی بھیڑ اور کھوئے ہُوئے درہم کی طرح اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ مُسرف بیٹے کی تمثیل ہی پر غور و خوض کرنے کے بعد بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف ہمیں توبہ

کی ضرورت ہے اور وُہ اس چیز کو بھُول جاتے ہیں کہ نجات کا کام خُدا ہی کا ہے۔ وُہی ہم کو بچاتا ہے۔ ولیم ٹیمپل صاحب مرحُوم نے لکھا ہے "اپنی نجات کے کام میں ہمارا حصّہ وُہ گُناہ ہے جس سے ہم کو بچایا ہے"۔ ہماری تَوبہ ہم کو نہیں بچاتی۔ ہم خُدا کی تیار کی ہُوئی نجات کو قبُول کر سکتے یا نامنظُور کر سکتے ہیں اور بس :۔

آیات ۱ و ۲۔ یسُوع گنہگاروں کو بُلانے آیا تھا اور فی زمانہ اُن لوگوں کو جن کی ضرُوریات زیادہ ہیں بُلاتا ہے۔ ربّنا المسیح کے زمانہ کے یہُودی مُعلّم اور واعظ گنہگار انسانوں سے کنارہ کشی کرتے تھے اور اس بدعادت کی بنا پر اس بات سے ناخُوش تھے کہ ربّنا یسُوع ایسے ایسے لوگوں کو قبُول کرنے سے خُوش ہوتے تھے :۔

"محصُول لینے والے اور گنہگار"۔ یہ دونوں الفاظ اکثر ساتھ ساتھ استعمال ہوتے تھے کیونکہ درحقیقت محصُول کے ٹھیکیداروں کے ملازمین اکثر اوقات بے ایمانی اور ظُلم و تشدّد کیا کرتے تھے اور چونکہ وُہ یا تو اہل رُوما یا اُن کے ماتحت بادشاہوں کے مددگار تھے وُہ خُدا کے دُشمن اور قومی لحاظ سے گنہگار سمجھے جاتے تھے :۔

آیت ۴۔ بھیڑیں جب جنگلی جگہوں میں چرائی جاتی ہیں تو وقتاً فوقتاً گُم ہو جاتی ہیں۔ مالک ۹۹ بھیڑوں کو چھوڑ کر ایک کھوئی ہوئی بھیڑ کی تلاش میں چلا جاتا ہے :۔

آیت ۵ "کندھے پر اُٹھا لیتا ہے"۔ اسی طرح سے خُدا تائب لوگوں کو اپنے خدّام کی وساطت سے ڈھونڈ کر پھر رُوح القُدس کی مدد بخشتا ہے کہ وُہ پھر کھو نہ جائیں :۔

آیت ۷ "ننانوے راستبازوں کی نسبت الخ"۔ خُدا راستبازوں سے خُوش تو ہے لیکن وُہ تائب گنہگار کی تَوبہ سے بہُت زیادہ خُوش ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت کوئی انسان ایسا راست نہیں کہ بالکل تَوبہ کی حاجت نہ رکھے۔ بہرحال بہُت سے آدمی جو گُناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتے یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں تَوبہ کی حاجت نہیں۔ خاص کر ایسے ایسے لوگ جو ربّنا یسُوع کے گنہگاروں کے مابین کام کرنے سے ناراض ہوتے تھے :۔

"آسمان پر"۔ یعنی خُدا کے ہاں یا خُدا کے دل میں :۔

کھوئے ہُوئے درہم کی تمثیل

آیات ۸ تا ۱۰

(۸) یا کون ایسی عورت ہے جس کے پاس دس درہم ہوں اور ایک کھو جائے تو وُہ چراغ جلا کر گھر میں جھاڑو نہ دے اور جب تک مِل نہ جائے کوشش سے ڈھونڈھتی نہ رہے۔ (۹) اور جب مِل جائے تو اپنی دوستوں اور پڑوسنوں کو بُلا کر نہ کہے کہ میرے ساتھ خُوشی کرو کیونکہ میرا کھویا ہُوا درہم مِل گیا۔ (۱۰) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ اِسی طرح ایک تَوبہ کرنے والے گنہگار کے باعث خُدا کے فرشتوں کے سامنے خُوشی ہوتی ہے۔

اس تمثیل میں گنہگار کی لاچاری اَور بھی صفائی سے دکھائی گئی ہے۔ حالانکہ کھوئی ہُوئی بھیڑیں اکثر واپس نہیں آتیں کیونکہ گلّہ سے الگ ہو کر بھیڑ بہت بے وقُوف اور لاچار سی ہوتی ہے تو بھی اُس کی ٹانگیں موجُود ہیں اور اگر راہ سُوجھتی تو چل کر واپس آ سکتی تھی لیکن سِکّہ کُچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر عورت اُس کی تلاش نہ کرتی تو ہمیشہ تک جہاں تھا وہیں پڑا رہتا۔

آیت ۸ - ایک چھوٹا سا گھر ہے جس میں کوئی اچھی کھڑکی نہیں اور تاریکی کی وجہ سے مکان کے اندرُونی حصّہ میں چراغ جلانا پڑتا ہے۔ شاید یہ مکان ایک یا دو کمروں کا ہے۔ زمین صاف نہیں اور جھاڑو دینا پڑتا ہے تاکہ کوڑا کرکٹ ہٹایا جائے۔ گھر کی مالکہ کسی غریب آدمی کی بیوی ہوگی۔ نقدی میں سے روپے کا دسواں حصّہ بھی کھو جانا ایک آفت ہے۔

آیت ۱۰ - "فرشتوں کے سامنے" یعنی خُدا کے دل میں۔

دو بیٹوں کی تمثیل معرُوف بہ مُسرف بیٹے کی تمثیل

آیات ۱۱ تا ۳۲

(۱۱) پھر اُس نے کہا کہ کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ (۱۲) اُن میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا اَے باپ! مال کا جو حصّہ مجھ کو پہنچتا ہے مجھے دیدے۔ اُس نے اپنا مال متاع اُنہیں بانٹ دیا۔ (۱۳) اور بہت دن نہ گذرے کہ چھوٹا بیٹا اپنا سب کُچھ جمع کر کے دُور دراز مُلک کو روانہ ہُوا اور وہاں اپنا مال بدچلنی میں اُڑا دیا۔ (۱۴) اور جب سب خرچ کر چکا

تو اُس مُلک میں سخت کال پڑا اور وہ مُحتاج ہونے لگا۔ (۱۵) پھر اُس مُلک کے ایک باشندہ کے ہاں جا پڑا۔ اُس نے اُس کو اپنے کھیتوں میں سُؤر چرانے بھیجا۔ (۱۶) اور اُسے آرزُو تھی کہ جو پھلیاں سُؤر کھاتے تھے اُنہی سے اپنا پیٹ بھرے مگر کوئی اُسے نہ دیتا تھا۔ (۱۷) پھر اُس نے ہوش میں آکر کہا میرے باپ کے کتنے ہی مزدُوروں کو افراط سے روٹی ملتی ہے اور مَیں یہاں بھُوکا مر رہا ہُوں۔ (۱۸) مَیں اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا اور اُس سے کہُوں گا اے باپ! مَیں آسمان کا اور تیری نظر میں گُنہگار ہُوا۔ (۱۹) اب اِس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں۔ مُجھے اپنے مزدُوروں جیسا کرلے۔ (۲۰) پس وہ اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس چلا۔ وہ ابھی دُور ہی تھا کہ اُسے دیکھ کر اُس کے باپ کو ترس آیا اور دَوڑ کر اُس کو گلے لگا لیا اور بوسے لئے۔ (۲۱) بیٹے نے اُس سے کہا اے باپ! مَیں آسمان کا اور تیری نظر میں گُنہگار ہُوا۔ اب اِس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں۔ (۲۲) باپ نے اپنے نوکروں سے کہا اچھے سے اچھا جامہ جلد نکال کر اُسے پہناؤ اور اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جُوتی پہناؤ۔ (۲۳) اور پلے ہُوئے بچھڑے کو لاکر ذبح کرو تاکہ ہم کھا کر خُوشی منائیں۔ (۲۴) کیونکہ میرا یہ بیٹا مُردہ تھا، اب زندہ ہُوا۔ کھو گیا تھا، اب مِلا ہے۔ پس وہ خُوشی منانے لگے۔ (۲۵) لیکن اُس کا بڑا بیٹا کھیت میں تھا۔ جب وہ آکر گھر کے نزدیک پہنچا تو گانے بجانے اور ناچنے کی آواز سُنی۔ (۲۶) اور ایک نوکر کو بُلا کر دریافت کرنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ (۲۷) اُس نے اُس سے کہا تیرا بھائی آگیا ہے اور تیرے باپ نے پلا ہُوا بچھڑا ذبح کرایا ہے کیونکہ اُسے بھلا چنگا پایا۔ (۲۸) وہ غُصّے ہُوا اور اندر جانا نہ چاہا مگر اُس کا باپ باہر جا کر اُسے منانے لگا۔ (۲۹) اُس نے اپنے باپ سے جواب میں کہا دیکھ اتنے برسوں سے مَیں تیری خدمت کرتا ہُوں اور کبھی تیری حُکم عدُولی نہیں کی مگر مُجھے تُو نے کبھی ایک بکری کا بچّہ بھی نہ دیا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ خُوشی مناتا۔ (۳۰) لیکن جب تیرا یہ بیٹا آیا جس نے تیرا مال متاع کسبیوں میں اُڑا دیا تو اُس کے لئے تُو نے پلا ہُوا بچھڑا ذبح کرایا۔ (۳۱) اُس نے اُس سے کہا بیٹا! تُو تو ہمیشہ میرے پاس ہے اور جو کچھ میرا ہے وہ تیرا ہی ہے۔ (۳۲) لیکن خُوشی منانا اور شادمان ہونا مُناسب تھا کیونکہ تیرا یہ بھائی مُردہ تھا، اب زندہ ہُوا۔ کھویا ہُوا تھا اب مِلا ہے۔

آیت ۱۱۔ یہ تمثیل محض ایک ہی بیٹے کی نہیں ہے بلکہ دو کی۔ مصوّرِ حیات ربّنا المسیح

نے دونوں ہی کا ذکر کیا ہے۔ کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ اس شخص سے مراد خُدا واحد کی شخصی ہستی ہے اور بیٹوں سے طرح طرح کے آدمی مُراد ہیں۔

آیت ۱۲ - دستور تھا کہ یہودی باپ مرنے سے قبل اکثر اپنی ملکیت احکام شریعت کے مطابق اپنے وارثوں میں تقسیم کرتا تھا۔ پس چھوٹے بیٹے کا دعویٰ زیادہ گستاخی سے نہیں کیا گیا۔

"اپنا مال متاع بانٹ دیا"۔ خُدا نے انسان کو خُود مختاری بخشی ہے۔

آیت ۱۳ - نوجوان بھائی کی جلد بازی سے چھوٹا لڑکا اپنا حصّہ بیچ کر اور اُس کی قیمت اور جو کچھ نقد مال تھا جمع کر کے ایک دُور دراز مُلک میں چلا گیا تاکہ ہر نقطۂ نظر سے وُہ بالکل آزاد ہو جائے اور اُس نے اپنا تمام روپیہ فضُول اخراجات۔ لذیذ طعام و مشروبات اور ناچ رنگ پر خرچ کر کے ختم کر دیا۔

آیت ۱۴ - روپے ختم ہوئے، دسترخوان کے دوست رفوچکّر ہو گئے اور عین اُسی وقت ایک قحط پڑا۔

آیت ۱۵ - "سؤر چرانے"۔ یہودی شریعت کے مطابق سؤر حرام ہے لیکن حالات نے اُس سے چرانے کا کام لیا۔ سؤر چرانا ایک شرمناک اور بے عزّتی کا کام تھا۔

آیت ۱۶ - تنخواہ کے علاوہ جو بہت کم تھی اُس نے چاہا کہ سؤروں کے کھانے کا کچھ حصّہ خُود لے کر کھائے لیکن کسی نے یہ بھی نہ دیا۔

آیت ۱۷ - "ہوش میں آ کر کہا"۔ اُس نے بالآخر حقیقت کو پہچانا اور گھر کو لوٹنے کا قصد کیا۔ باپ کی مُحبّت کی خاطر نہیں مگر پیٹ بھرنے کے واسطے۔

آیت ۲۰ - لڑکا چل دیا۔ باپ اس کی راہ غالباً روز دیکھا کرتا تھا۔ باپ نے اُس کی رفتار اور چال دُور سے پہچانی۔ لڑکا باپ کو بھُول گیا تھا لیکن باپ لڑکے کو نہ بھُولا تھا۔ گنہگار اپنی پیٹھ خُدا کی طرف پھیرتا ہے لیکن خُدا اُس کو فراموش نہیں کرتا۔ باپ لڑکے کی طرف دوڑا ہُوا گیا اور اُس کو پیار کیا۔

آیت ۲۱ - یہ جُملہ جس کو کہنے کا لڑکے نے ارادہ کر لیا تھا اس کا آخری حصّہ بہترین نسخوں میں نہیں ملتا۔ قلمبند نہیں۔ معلُوم ہوتا ہے کہ باپ نے لڑکے کو اپنی تقریر ختم کرنے نہیں دی تھی۔

آیت ۲۲ - باپ امیر تھا اور اُس کے پاس خلعتیں اور اچھے پیراہن رکھے ہُوئے تھے - چُنانچہ اُس نے لڑکے کو سب سے اچھا لباس دلوا دیا ۔
"ہاتھ میں انگوٹھی" تاکہ واقعی مالک کا لڑکا نظر آئے ۔
"پاؤں میں جُوتی" کیونکہ اپنے سفر اور افلاس کے سبب سے ننگے پاؤں چلتا ہُوا آیا تھا غالباً کھانا حاصل کرنے کے لئے اُس نے اپنی جُوتی بھی بیچ ڈالی ہوگی ۔

آیت ۲۳ - "پلا ہُوا بچھڑا" اسرائیلی گوشت بلکہ گائے کا گوشت کھاتے تھے اور کھاتے ہیں - دُنیا میں صرف ہندُو لوگ ہی گائے کے گوشت کو کھانا حرام سمجھتے ہیں ۔

آیت ۲۵ تا ۲۷ - "بڑا بیٹا" نیک چلن تو تھا لیکن خود غرض تھا - جب اُسے معلُوم ہُوا کہ چھوٹا بھائی آگیا ہے اور باپ نے خُوشی منانے کا انتظام کر لیا ہے تو خفا ہو گیا ۔

آیت ۲۸ - باپ اُسے منانے لگا لیکن وُہ لڑکا نہ مانا ۔

آیت ۲۹ - بڑے لڑکے کی گُفتگُو سے ظاہر ہے کہ اگرچہ وُہ باپ کے پاس گھر میں رہا تھا لیکن اُسے باپ سے مُحبّت نہیں تھی ۔ اُس کی خدمت غُلامانہ تھی اور وُہ دِل میں ناراض تھا کہ اُسے باپ نے ایک بکری کا بچّہ بھی نہیں دیا تاکہ لڑکا اپنے دوستوں کے ساتھ باپ سے الگ خُوشی منائے ۔

آیت ۳۰ - "تیرا یہ بیٹا" نوکر نے کہا "تیرا بھائی" باپ کہتا ہے - "تیرا یہ بھائی" مگر لڑکا کہتا ہے - "تیرا یہ بیٹا" معلُوم ہوتا ہے کہ اگر مُسرف بیٹا پھر چلا جاتا تو اُس کا بھائی کہتا "خس کم جہاں پاک" ۔

لڑکے کی مفارقت باپ کے لئے اُس کی موت کے برابر تھی - جب وُہ واپس آیا تو گویا وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا ۔

بڑے لڑکے سے فریسی لوگ مُراد ہیں جنہوں نے شکایت کی کہ "یہ آدمی گنہگاروں سے ملتا اور اُن کے ساتھ کھانا کھاتا ہے" ۔ ان کے علاوہ بڑے لڑکے سے مُراد وُہ سب لوگ بھی ہیں جو گُنہگاروں کی مُعافی سے ناخُوش ہوتے ہیں ۔

باب شش دہم

بے ایمان مختار کی تمثیل

آیات ا تا ۱۳

(۱) پھر اُس نے شاگردوں سے بھی کہا کہ کسی دولتمند کا ایک مختار تھا۔ اُس کی لوگوں نے اُس سے شکایت کی کہ یہ تیرا مال اُڑاتا ہے۔ (۲) پس اُس نے اُس کو بُلا کر کہا کہ یہ کیا ہے جو مَیں تیرے حق میں سُنتا ہُوں؟ اپنی مختاری کا حساب دے کیونکہ آگے کو تُو مختار نہیں رہ سکتا۔ (۳) اس مختار نے اپنے جی میں کہا کہ کیا کروں؟ کیونکہ میرا مالک مجھ سے مختاری چھینے لیتا ہے۔ مٹی تو مجھ سے کھودی نہیں جاتی اور بھیک مانگنے سے شرم آتی ہے۔ (۴) مَیں سمجھ گیا کہ کیا کروں تاکہ جب مختاری سے موقوف ہو جاؤں تو لوگ مجھے اپنے گھروں میں جگہ دیں۔ (۵) پس اُس نے اپنے مالک کے ایک ایک قرضدار کو بُلا کر پہلے سے پُوچھا کہ تجھ پر میرے مالک کا کیا آتا ہے؟ (۶) اُس نے کہا سَو من تیل۔ اُس نے اُس سے کہا اپنی دستاویز لے اور جلد بیٹھ کر پچاس لکھ دے۔ (۷) پھر دُوسرے سے کہا تجھ پر کیا آتا ہے؟ اُس نے کہا سَو من گیہوں۔ اُس نے اُس سے کہا اپنی دستاویز لے کر اَسّی لکھ دے۔ (۸) اور مالک نے بے ایمان مختار کی تعریف کی اس لئے کہ اُس نے ہوشیاری کی تھی، کیونکہ اس جہان کے فرزند اپنے ہم جنسوں کے ساتھ معاملات میں نُور کے فرزندوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ (۹) اور مَیں تم سے کہتا ہُوں کہ ناراستی کی دولت سے اپنے لئے دوست پیدا کرو تاکہ جب وُہ جاتی رہے تو یہ تم کو ہمیشہ کے مسکنوں میں جگہ دیں۔ (۱۰) جو تھوڑے سے تھوڑے میں دیانتدار ہے وُہ بہت میں بھی دیانتدار ہے اور جو تھوڑے سے تھوڑے میں بد دیانت ہے وُہ بہت میں بھی بد دیانت ہے۔ (۱۱) پس جب تم ناراست دولت میں دیانتدار نہ ٹھہرے تو حقیقی دولت کون تمہارے سپُرد کرے گا؟ (۱۲) اور اگر تم بیگانہ مال میں دیانتدار نہ ٹھہرے تو جو تمہارا اپنا ہے اُسے کون تمہیں دیگا؟ (۱۳) کوئی نوکر دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دُوسرے سے محبت یا ایک سے

بیزار رہے گا اور دُوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تُم خُدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔

یہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ ربّنا یسُوع نے یہ باتیں کہاں فرمائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے خداوند اب تک گشت لگا رہے تھے۔ لُوقا ۱۷: ۱۱ سے ظاہر ہے کہ اس وقت آپ خاص طور پر یروشلیم کی طرف رُخ کئے ہُوئے تھے۔ لیکن اس سے پہلے اکثر اوقات ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ آپ کہاں تھے۔ لُوقا ۱۳: ۳۱ الخ سے ظاہر ہے کہ اس وقت آپ ہیرودیس کی عملداری میں تھے یقیناً پیریہ میں ہوں گے۔ مُصنّف نے جُغرافیہ کو زیادہ ملحوظ نہیں رکھا اور حالانکہ وقت کا سلسلہ حتیٰ المقدُور قائم رکھا ہے تاہم اوقات کی معیاد کا خیال اُس کے مدِّنظر نہیں۔ ۹: ۵۱ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

آیت ۱ - خُداوند اپنے شاگردوں سے مخاطب ہُوا لیکن چودھویں[۱۴] آیت سے ظاہر ہے کہ اور عوام بھی آپ کا کلام سُن رہے تھے۔

"مُختار" - شاید یہ دولت مند شہر میں رہتا تھا اور مختار دیہات کی زمین کا منتظم تھا یا مُختار کے پاس ایک سے زیادہ زمینداریاں تھیں یا ممکن ہے کہ مُختار تمام زمینداری کا مُنتظم تھا۔

"شکایت" جو لوگوں نے کی بالضرور صحیح تھی۔ مُختار کے سارے رنگ ڈھنگ سے ہر بات بدیہی طور پر ظاہر ہے۔ شکایت شاید دُشمنی سے کی گئی تھی۔ ہر کیف تُہمت نہ تھی۔ عداوت سے چُغلی کھانا بُری عادت ہے تاہم الزام سچّا ہو سکتا ہے اور سچّی شکایت کرنے میں آدمی دُشمن کو زیادہ آسانی سے نُقصان پہنچا سکتا ہے۔

آیت ۲ - اگر درحقیقت مُختار دیانتدار ہوتا تو کہتا کہ حساب جانچا جائے گا تو میری بے قصُوری ثابت ہوگی لیکن ظاہر ہے کہ یہ خبر پاتے ہی کہ اُس کے حساب کی جانچ پڑتال ہوگی وُہ بحال رہنے کی اُمید چھوڑ دیتا ہے اور مان لیتا ہے کہ وُہ آگے کو مختار نہیں رہ سکتا۔

آیت ۳ - اب تک مُختار بڑے مزے سے رہتا تھا۔ محنت نہیں کرنا پڑتی تھی۔ تنخواہ ملتی تھی اور یقیناً بالائی آمدنی بھی کافی ہوتی تھی کیونکہ وُہ اپنے مالک کے مال میں مداخلت بیجا کرتا تھا۔ اب آرام کی زندگی کا خاتمہ نظر آنے لگا۔

"مٹی مجھ سے کھودی نہیں جاتی"۔ غالباً عُمر کے سبب سے یا عیش و عشرت کی

زندگی کے اثر سے۔
"بھیک مانگنے سے شرم آتی ہے۔" لیکن غیر کا مال غبن کرنے سے شرم نہیں آتی۔
آیات ۴ و ۵۔ "قرضدار۔" ان کی صرف دو مثالیں پیش کی گئی ہیں لیکن نہیں یہ نقطہ سمجھنا چاہیئے کہ اسی طرح سے سب قرضداروں کے ساتھ برتاؤ ہُوا ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مُختار کے پاس مختار نامہ تھا اور اس لئے جب تک مُختار نامہ موقُوف نہیں کیا گیا تھا جو کچھ مُختار اُس کے ماتحت کرتا تھا اُسے مالک کو ماننا پڑتا تھا۔ مُختار نے قرضداروں کو اپنا حساب کم کرنے کی اجازت دی تاکہ وُہ خُوش ہو کر اُس کو اپنے گھر میں جگہ دیں۔
آیت ۶۔ تیل زیتُون کے باغ کا پھل ہے۔ غالباً قرضدار نے باغ کا ٹھیکہ لیا تھا۔
آیت ۷۔ گیہوں کے کھیت کا حساب اٹکل پچو لگانا کچھ آسان ہے لیکن زیتُون کے باغ کا حساب لگانا کُچھ مُشکل ہے۔ اس لئے پہلے قرضدار کا حساب بدلنا زیادہ آسان تھا۔ اسی لئے تیل والے قرضدار کا حساب ۵۰ فی صدی کم کر دیا گیا اور گیہوں والے کا صرف ۲۰ فی صدی۔
آیت ۸۔ "مالک" یعنی مُختار کا مالک۔ اُس نے تعریف کی کہ "واہ۔ بڑا چالاک آدمی ہے۔ آخرکار میرا نُقصان کر کے اپنے لئے بندوبست کر لیا ہے۔"
اب ہم اس تمثیل کی تشریح کرتے وقت ہر ایک بات کے مُستقل معنی ڈھونڈنا نہیں چاہتے ورنہ ہم بڑی مشکل میں پڑ جائینگے۔ مثلاً دولتمند کا کوئی خاص مطلب نہیں اور یہ اس بات سے ظاہر ہے کہ بعض مفسّرین کہتے ہیں کہ خُدا کی طرف اشارہ ہے بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کسی رُومی کی طرف ہے۔ بعض کے خیال میں یہ اشارہ شیطان کی طرف ہے۔ مُفصّلات کا مطلب تلاش کرنے کا یہ طریق غلط ہے۔
یسُوع کا فیصلہ۔ تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ دیندار لوگوں کو اپنے مذہبی معاملات میں وُہی عقلمندی اور چالاکی دکھانی چاہیئے جو دُنیا دار لوگ اپنے روزمرہ کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر ایماندار اتنی عقل سے رُوحانی خدمت کرتے تو بہت بہتر ہوتا۔ بے ایمان مُختار کو اچھی ترکیب سُوجھی جس کا اُس کے مالک نے خیال بھی نہ کیا تھا۔

ورنہ وُہ ایسا نہ ہونے دیتا کیونکہ اُس میں مالک کا نقصان تھا۔ ایماندار کو بھی چاہیئے کہ اسی طرح سے نئی نئی تجویزیں اور نئے نئے طریقے سوچکر خُدا کی خدمت کرے جب ربّنا یسُوع نے صرف یہی نتیجہ اس تمثیل سے نکالا تو تمثیل کی مفصلات کے الگ الگ مطالب سوچنے کی ضرورت نہیں بلکہ ایسا کرنا بالکل غلط ہے۔

آیت ۹ - یہ آیت کچھ مشکل سی ہے۔ "ناراستی کی دولت"۔ یسُوع کا یہ مطلب نہیں کہ تمام مال خراب ہے بلکہ کُل دولت کا تعلق اِس ناراست دُنیا سے ہے اور اگر ہم اس میں دِل لگائیں تو وُہ ہم کو دینداری اور راستی سے روکے گی لیکن ہم دولت کو جو رکاوٹ کا باعث ہوسکتی بلکہ اکثر ہوتی ہے ایسا استعمال کریں کہ آیندہ جہان میں کام آئے۔

"جب وُہ جاتی رہے"۔ بعض نسخوں میں "جب تُم جاتے رہو"۔ لیکن اُردو متن بہترین نسخوں کے موافق ہے۔

"دوست ... وُہ تُم کو ... جگہ دیں"۔ یہ دوست کون ہیں؟ بعض علما کے خیال کے مطابق دوست سے فرشتے مُراد ہیں۔ لیکن غالباً "وُہ تُم کو جگہ دیں" کا مطلب یہ ہے "تُم کو جگہ دی جائے" کیونکہ اس طرح سے فعل معروف فعل مجہول کے عوض کام آتا ہے لیکن مطلب سمجھ میں آتا ہے یعنی اپنے روپے کو ایسا استعمال کرنا کہ تمہارے لئے خُدا کے یہاں خزانہ ہو۔ اگر دولت اس طرح سے استعمال کی جائے گی تو تمہاری موت پر تمہالے ابدی مسکنوں میں یعنی خُدا کے گھر میں رہنے کے قابل بنائے گی۔

آیت ۱۰ تا ۱۲ - چونکہ خُداوند نے ایک بددیانت آدمی کی چالاکی سے رُوحانی سبق سکھایا تھا اس لئے ممکن تھا کہ اس کا مطلب غلط سمجھا جائے۔ چنانچہ یسُوع نے دکھایا کہ آپ نے اس مقام پر عقلمندی کی تعریف کی ہے نہ کہ بددیانتی کی۔

۱۰ - اوّل تو بہت سے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں اور چھوٹی موٹی رقموں کی پروا نہیں کرتے اور یُوں رفتہ رفتہ بددیانت بنتے جاتے ہیں۔ دوم۔ جب ہم کو ایسے شخص سے سابقہ پڑتا ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں میں بے ایمان ہے تو خبردار رہنا چاہیئے، کیونکہ وُہ بڑی باتوں میں بھی بے ایمان ثابت ہوگا۔

۱۱ - ہم اس دُنیا کی دولت کے سلسلہ میں دیانتدار نہیں ورنہ ہم رُوحانی دولت سے

محروم رہیں گے ۔

۱۲۔ اگر ہم دُوسرے اشخاص کی امانت میں خیانت پیدا کرتے ہیں تو خُدا ہم کو وُہ چیز نہ دے گا جو رُوحانی عالم میں ہمارے لئے تیار ہے ۔

یُوحنّا کی انجیل میں لکھا ہے کہ یہوداہ اسکریوتی جو ربّنا یسُوعؔ اور اُس کے شاگردوں کا خزانچی تھا چور تھا اور اُن کی تھیلی سے روپیہ چُرانا تھا (یُوحنّا ۱۲: ۶) یاد رکھیں کہ یہوداہ اِس وقت موجود تھا ۔ ربّنا یسُوعؔ اُس سے بھی ہم کلام ہو رہے ہیں " تو حقیقی دولت کھو بیٹھنے کے خطرہ میں ہے ۔ تُو اپنا حق کھو بیٹھے گا ۔ لوگ آئندہ کو تجھے مُقدس یہُوداہ نہ کہیں گے ۔ تیرے نام سے عبادت خانے نامزد نہ ہوں گے ۔ تُو باعث لعنت اور پھٹکار ہوگا "۔

آیت ۱۳ ۔ یہاں اُردو ترجمہ ناقص ہے ۔ یُونانی لفظ DOULEUEIN کا اصلی مطلب ہے ۔ " غلام کی طرح خدمت کرنا "۔ ممکن ہے کہ ایک شخص دو آدمیوں کا نوکر ہو پر دو آدمیوں کا غلام ہونا ممکن نہیں ۔ بہرکیف دو آدمیوں کا نوکر بھی ہونا آسان نہیں ۔ لیکن مطلب یہ ہے کہ اگر دُنیا و ما فیہا ہمارا نصب العین ہوں تو ہمارا دل خُدا سے دُور ہوگا ۔

فریسیوں کے لئے نصیحتیں

آیات ۱۴ تا ۱۸

(۱۴) فریسی جو زردوست تھے اِن سب باتوں کو سُن کر اُسے ٹھٹھے میں اُڑانے لگے ۔
(۱۵) اُس نے اُن سے کہا کہ تُم وُہ ہو کہ آدمیوں کے سامنے اپنے آپکو راستباز ٹھہراتے ہو لیکن خُدا تُمہارے دلوں کو جانتا ہے کیونکہ جو چیز آدمیوں کی نظر میں عالی قدر ہے وُہ خُدا کے نزدیک مکرُوہ ہے ۔ (۱۶) شریعت اور انبیا یُوحنّا تک رہے ۔ اُس وقت سے خُدا کی بادشاہی کی خُوشخبری دی جاتی ہے اور ہر ایک زور مار کر اُس میں داخل ہوتا ہے ۔
(۱۷) لیکن آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نقطہ کے مِٹ جانے سے آسان ہے ۔ (۱۸) جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ کر دُوسری سے بیاہ کرے وُہ زنا کرتا ہے اور جو شخص شوہر کی چھوڑی ہُوئی عورت سے بیاہ کرے وُہ بھی زنا کرتا ہے ۔

آیت ۱۴ - پُرانے عہد نامہ کے چند حصص سے مثلاً استثنا کے بعض ابواب سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ دُنیاوی دولت نیکی کا اجر ہے۔ پس فریسی سمجھتے تھے کہ روپیہ جمع کرنے سے وہ ایک خُداداد نعمت اور اجر حاصل کرتے تھے۔ پس جب ربّنا یسُوعؔ نے سکھایا کہ روپیہ۔ مال۔ دولت رُوحانی راہ میں روکاوٹ کا باعث ہو سکتا ہے تو آپ کو ٹھٹھوں میں اُڑایا گیا ۔

آیت ۱۵ ۔"آدمیوں کی نظر میں الخ"۔ دولت انسان کی نظر میں اچھی ہے لیکن خُدا کے نزدیک مکرُوہ ہے۔ اسی طرح سے مصنُوعی راستی خُدا کی نگاہ میں مکرُوہ ہے ۔

آیت ۱۶ - یُوحنّا آخری نبی تھا اُس کے بعد انجیل کی بشارت ہونے لگی —— "ہر ایک . . . . داخل ہوتا ہے"۔ اب سے نہ صرف اہل یہود بلکہ تمام ممالک و اقوام کے لوگ خُدا کی بادشاہت میں داخل ہو سکتے ہیں ۔

آیات ۱۷ و ۱۸ - شریعت قائم رہتی ہے بلکہ اس کے اخلاقی اور رُوحانی احکام اور بھی صاف ہو جاتے ہیں۔ شریعت میں طلاق کی اجازت ہے لیکن ربّنا یسُوعؔ نے سکھایا کہ اصلی شریعت یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو طلاق نہ دے۔ (متّی ۱۹ : ۳ تا ۹)۔ اِس کا انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ باقاعدہ طلاق کی اجازت شریعت میں ہے لیکن ربّنا یسُوعؔ نے سکھایا کہ یہ اجازت چندروزہ تھی اور اصل مطلب یہ ہے کہ طلاق نہ ہو۔ فریسی لوگ طلاق دینا روا سمجھتے تھے۔ اس کی بنا استثنا ۲۴ : ۱ تھی اور فریسیوں نے یہ الفاظ مروڑ کر طلاق کو آسان کر دیا تھا یہاں تک کہ ہلیل ربّی کی بابت روایت ہے کہ اُس نے یہ سکھایا تھا کہ اگر بیوی سے کھانا بگڑ جائے تو شوہر اُس کو طلاق دے سکتا ہے ۔

دَولتمند اَور لعزر کی تمثیل

آیات ۱۹ تا ۳۱

(۱۹) ایک دولتمند تھا جو ارغوانی اور مہین کپڑے پہنتا اور ہر روز خُوشی مناتا اور شان و شوکت سے رہتا تھا۔ (۲۰) اور لعزر نام ایک غریب ناسُوروں سے بھرا ہُوا اُس کے دروازہ پر ڈالا گیا تھا۔ (۲۱) اُسے آرزُو تھی کہ دولتمند کی میز سے گرے ہُوئے ٹکڑوں سے اپنا پیٹ بھرے بلکہ کُتّے بھی آکر اُس کے ناسُور چاٹتے تھے۔ (۲۲) اور ایسا

ہُوا کہ وُہ غریب مر گیا اور فرشتوں نے اُسے لے جا کر ابرہام کی گود میں پہنچا دیا اور دولتمند بھی مُؤا اور دفن ہُوا۔ (۲۳) اُس نے عالمِ ارواح کے درمیان عذاب میں مُبتلا ہو کر اپنی آنکھیں اُٹھائیں اور ابرہام کو دُور سے دیکھا اور اُس کی گود میں لعزر کو۔ (۲۴) اور اُس نے پُکار کر کہا اَے باپ ابرہام مجھ پر رحم کر کے لعزر کو بھیج کہ اپنی اُنگلی کا سرا پانی میں بھگو کر میری زبان تر کرے کیونکہ میں اس آگ میں تڑپتا ہُوں۔ (۲۵) ابرہام نے کہا بیٹا! یاد کر کہ تُو اپنی زندگی میں اپنی اچھی چیزیں لے چُکا اور اُسی طرح لعزر بُری چیزیں لیکن اب وُہ یہاں تسلی پاتا ہے اور تُو تڑپتا ہے۔ (۲۶) اور اِن سب باتوں کے سوا ہمارے تمہارے درمیان ایک بڑا گڑھا واقع ہے۔ ایسا کہ جو یہاں سے تمہاری طرف پار جانا چاہیں نہ جا سکیں اور نہ کوئی اُدھر سے ہماری طرف آ سکے۔ (۲۷) اُس نے کہا پس اَے باپ! مَیں تیری مِنّت کرتا ہُوں کہ تُو اُسے میرے باپ کے گھر بھیج۔ (۲۸) کیونکہ میرے پانچ بھائی ہیں تاکہ وُہ اُن کے سامنے اِن باتوں کی گواہی دے۔ ایسا نہ ہو کہ وُہ بھی اِس عذاب کی جگہ میں آئیں۔ (۲۹) ابرہام نے اُس سے کہا اُن کے پاس مُوسیٰ اور انبیا تو ہیں اُن کی سُنیں۔ (۳۰) اُس نے کہا نہیں اَے باپ ابرہام۔ ہاں اگر کوئی مُردوں میں سے اُن کے پاس جائے تو وُہ توبہ کریں گے۔ (۳۱) اُس نے اُس سے کہا کہ جب وُہ مُوسیٰ اور نبیوں ہی کی نہیں سُنتے تو اگر مُردوں میں سے کوئی جی اُٹھے تو اُس کی بھی نہ مانیں گے۔

اِس تمثیل میں ایسے شخص کا ذکر ہے جس نے ناراستی کی دولت سے دوست پیدا نہ کئے اور جب وُہ اِس دُنیا سے جاتا رہا تو ابدی مسکنوں میں اُسے کوئی قبول کرنے والا نہ تھا۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ ربّنا یسُوع ایک بیتی ہُوئی بات بیان کرتے تھے جس سے وُہ واقف تھے اس لئے کہ آپ عالم الغیب تھے۔

آیت ۱۹ - دولتمند کا نام معلوم نہیں لیکن وُہ ایسی زندگی بسر کرتا تھا جو فانی خوشیوں اور دُنیوی لذّتوں سے بھری پڑی تھی۔ اُس کی پوشاک بیش قیمت تھی اور ہر روز محفل گرم رہتی تھی اور ضیافتیں اُڑا کرتی تھیں۔ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ تھی لیکن بہت سے غُربا بُھلا دئے گئے تھے اور اُن کی پروا نہیں ہوتی تھی۔

آیت ۲۰ - بھیک مانگنے والے کا نام لعزر بتایا گیا ہے۔ لعزر کے معنی ہیں:- "خدا میرا مددگار ہے" (منصور اللہ)۔ اور چونکہ ربّنا یسُوع ہی نے یہ نام رکھا تھا اس

لئے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ غریب واقعی اسم بامسمّٰی تھا اور اُس کی خصلت ایسی ہی تھی اور وُہ خُدا پرست تھا ۔

دولتمند ہر روز خُوشی مناتا اور بڑی شان و شوکت سے ضیافتیں کرتا تھا اور ہر روز لعزر اُس کی ڈیوڑھی پر ڈال دیا جاتا تھا تاکہ مہمانوں سے بھیک مانگے اور شاید دولتمند کی میز کی چُور چار اور ٹُکڑے کھائے ۔ دولتمند کا گُناہ یا بُرائی اسی میں تھی مُقدّس آگستین نے لکھا ہے کہ یسُوع نے یہ نہیں کہا تھا کہ وُہ جُھوٹا الزام لگانے والا تھا غریبوں پر ظلم کرنے والا تھا ۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ دولتمند چور تھا یا چوری کے مال کا خریدار تھا ۔ اُس کو یتیموں کے مال کو غبن کرنے والا یا بیواؤں کو ستانے والا نہیں بتایا ۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ایک دولتمند تھا ، اور اُس کے پھاٹک پر ایک غریب ڈالا گیا جس کی مدد نہیں ہُوئی ۔ جب سب لوگ بخوشی تمام زندگی بسر کرتے ہیں تو شان و شوکت سے رہنا بُرا کام نہیں لیکن اُس وقت بُرا ہے جب بہت سے لوگ غریب ہیں اور اُن کے پیٹ نہیں بھرتے اور پھر اُن کو نظر انداز کیا جاتا ہے ۔

آیت ۲۱ ۔ "اُسے آرزو تھی" ۔ نتیجۃً ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ٹکڑے اُسے نہیں دئے جاتے تھے ۔ لعزر ناسُوروں سے بھرا ہُوا تھا اور ایسا کمزور تھا کہ کُتّوں کو بھی نہیں ہٹا سکتا تھا ۔ کُتّے بھی آکر اُس کے ناسُور چاٹتے تھے ۔

آیت ۲۲ ۔ لعزر مرگیا اور فرشتوں نے اُس کی رُوح کو اچھی جگہ پہنچا دیا ۔ دولتمند مرگیا اور دفن ہُوا ۔ اب اِن دونوں میں کیسا فرق پیدا ہُوا لعزر ابراہام کی گود میں ہے ، دولتمند عذاب اور دُکھ میں مُبتلا ہے ۔ ٹرینچ صاحب مرحُوم لکھتے ہیں "وُہ ڈرامہ جس میں اُسے امیر کا پارٹ ملا ختم ہوگیا" ۔

یاد رہے کہ لعزر اور دولتمند کے متعلّق یہ نہیں بتایا گیا کہ وُہ بہشت اور دوزخ میں گئے تھے کیونکہ وُہ دونوں عالم ارواح میں چلے گئے تھے ۔ یہُودی مانتے تھے کہ عالمِ ارواح میں نیکوں اور بدوں میں امتیاز کیا جاتا ہے یعنی روزِ عدالت سے پہلے اُن میں فرق کیا جاتا ہے ۔

آیات ۲۳ و ۲۴ ۔ واقعی اب دولتمند ہوش میں آگیا تھا ۔ وُہ درخواست کرتا ہے کہ لعزر جس کی اُس نے حینِ حیات میں مدد نہ کی تھی اب اُس کی مدد کے لئے

روانہ کیا جائے ۔

آیت ۲۵ - "بیٹا" - ابرہام انکار نہیں کرتا کہ دولتمند اُس کی نسل سے ہے ۔

"یاد کر" مکاشفہ ۲۰ : ۱۲ میں آخری عدالت کی تصویر ہے اور بتایا گیا ہے کتابیں کھولی گئیں - کتابیں انسان کے حافظے ہوں گے اور اُس وقت صرف اتنا کہنے کی ضرورت ہوگی - "یاد کر" ۔

"اپنی اچھی چیزیں - بُری چیزیں" مطلب یہ نہیں کہ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ اچھی اور کچھ نہ کچھ بُری چیزیں پانا ہے - دولتمند نے عیش و عشرت کو اپنی چیزیں ٹھہرایا تھا یہی اُس کا گناہ تھا کہ اُس نے دُنیاوی اور جسمانی خوشیوں کو اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین بنایا تھا اور خُدا کے مسکین کو فراموش کر دیا تھا ۔

آیت ۲۶ - "اِن سب باتوں کے سوا" بہترین نسخوں کا مطلب یہ ہے "ان سب جگہوں میں" لاطینی ترجمہ یہی ہے ۔ خیر - دونوں کا مطلب یہ ہے کہ عالمِ ارواح میں نیکوں اور بدوں میں ایسی مفارقت اور جُدائی ہے کہ وُہ ایک دُوسرے سے مل نہیں سکتے - نہ فقط دولتمند لعزر کی خدمت کا مُستحق بن سکتا ہے بلکہ وہاں ایسی خدمت ممکن بھی نہیں ۔

آیات ۲۷ و ۲۸ - دولتمند کو جراْت نہیں تھی کہ صاف طور پر عرض کرے کہ اُس کے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے اس لئے کہ اُسے کافی موقع یا کافی علم نہیں ملا لیکن وُہ اشارۃً یہی بات پیش کرتا ہے ۔

آیت ۲۹ - ابرہام بتاتا ہے کہ اُن کے پاس مُوسٰی اور انبیا کے صحیفے ہیں اُن سے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں ۔

آیت ۳۱ - اگر اُن پر مُوسٰی اور انبیا کی تعلیم کارگر نہیں ہُوئی تو ایک مُعجزانہ طریق سے بھی اپنا سُدھار نہیں کریں گے - ناظرین کو یاد رہے کہ قوم یہود نے مُوسٰی اور انبیا کی تعلیم کو جو ربّنا یسُوع المسیح کے متعلق تھی قبول نہیں کیا تھا اور جب وُہ "مُردوں سے .... جی اُٹھا" تو اُس کی قُدرت کو نہیں مانا تھا ۔

باب ہفت دہم

زندگی میں ٹھوکریں لگنا۔ مُعافی کا حُکم

آیات ا تا ۴

(۱) پھر اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ ٹھوکریں نہ لگیں لیکن اُس پر افسوس ہے جس کے باعث سے لگیں! (۲) اِن چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھلانے کی بہ نسبت اُس شخص کے لئے یہ مفید ہوتا کہ چکی کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جاتا اور وُہ سمندر میں پھینکا جاتا۔ (۳) خبردار رہو! اگر تیرا بھائی گُناہ کرے تو اُسے ملامت کر۔ اگر توبہ کرے تو اُسے مُعاف کر۔ (۴) اور اگر وُہ ایک دن میں سات دفعہ تیرا گُناہ کرے اور ساتوں دفعہ تیرے پاس پھر آکر کہے کہ توبہ کرتا ہُوں تو اُسے مُعاف کر۔

اِس باب کی پہلی دس آیات میں جو نصیحتیں ہیں مُترجمین نے دو جوڑیاں بنا کر ان کا مظاہرہ کیا ہے لیکن ہر جوڑی کے دو فردوں میں زیادہ گہرا تعلق نظر نہیں آتا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کن حالات میں آپ نے یہ کلام پیش کیا حالانکہ آپ خاص طور پر اپنے شاگردوں سے مخاطب ہُوئے تاہم غالباً دیگر لوگوں نے بھی آپ کا کلام سُنا ہوگا۔

آیات ۱ و ۲ "ٹھوکریں"۔ ایسی چیز یا ایسا قول جس کے سبب سے آدمی گُناہ میں پھنس سکے جیسے جسمانی طور پر جب پاؤں کو ٹھیس لگتی ہے تو آدمی آسانی سے گر جاتا ہے۔ ٹھوکر کا ہونا کبھی ضروری نہیں مگر اس گُناہ بھری دُنیا میں ٹھوکریں خواہ مخواہ لگیں گی لیکن کوئی شخص یہ نہ کہے کہ جب ٹھوکریں لگیں گی تو میری کوئی بات اہم نہیں۔ اگر ہمارے کسی کام یا گفتگو سے کوئی ناتجربہ کار مسیحی گُناہ میں پھنسے تو ہمارے لئے نہایت بُرا ہوگا۔ ربنا یسوع نے فرمایا ہے کہ اگر چکی کا پاٹ ٹھوکر کھلانے والے شخص کے گلے میں باندھا جائے اور اُسے سمندر کی تہ میں ڈالا جائے تو اُس کے لئے یہی بہتر سزا ہے۔

آیات ۳ و ۴ - لوگوں کو مُعاف نہ کرنا ٹھوکر کا باعث ہو سکتا ہے۔

"ملامت کر"۔ اِس حکم پر عمل کرنا مُشکل ہے۔ سختی کے ساتھ غُصّہ سے ملامت کرنا

آسان ہے پر مفید نہیں۔ محبّت کے ساتھ بغیر غُصّہ کے ملامت کرنا ضروری ہے لیکن اکثر اوقات ملامت کرنے سے ہم کو ڈر لگتا ہے کہ لوگ بُرا مانیں گے اور اُن کی ہم سے دشمنی پیدا ہوگی۔ درحقیقت ایسی باتوں کو دل میں چھپانا مُضر ثابت ہوتا ہے۔ اس سے اُس ملامت کرنے والے کا بھی نقصان ہوتا ہے اور گناہ کرنے والے کو بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بہت سی لڑائیاں نفاق اور نااتفاقی ربّنا المسیح کے اس حکم کو نہ ماننے سے پیدا ہوتی ہے۔

"سات دفعہ"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم گِنتے رہیں اور جب سات بار ہمارا دوست یا جان پہچان ہمارا نقصان کرے تو کہیں کہ آج تک کے لئے تو مُعاف ہے آگے کو مَیں کل سے مُعاف نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی بار بار گُناہ کر کے توبہ کرے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم مُعاف کریں۔ (متی ۱۸: ۲۲ میں ۹۰×۷ دفعہ مُعاف کرنے کا حکم ہے۔ اِن دونوں احکام میں صرف لکیر کا فقیر ہی اختلاف دیکھے گا۔)

ایمان اور خدمت کی بابت نصیحتیں

آیات ۵ تا ۱۰

(۵) اس پر رسُولوں نے خُداوند سے کہا ہمارے ایمان کو بڑھا۔ (۶) خُداوند نے کہا کہ اگر تُم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تُم اس تُوت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اُکھڑ کر سمندر میں جالگ تو تُمہاری مانتا۔ (۷) مگر تُم میں سے ایسا کون ہے جس کا نوکر ہل جوتتا یا گلہ بانی کرتا ہو اور جب وُہ کھیت سے آئے تو اُس سے کہے کہ جلد آ کر کھانا کھانے بیٹھ۔ (۸) اور یہ نہ کہے کہ میرا کھانا تیّار کر اور جب تک مَیں کھاؤں پیُوں کمر باندھ کر میری خدمت کر۔ اس کے بعد تُو خود کھا پی لینا؟ (۹) کیا وُہ اس لئے اُس نوکر کا احسان مانیگا کہ اُس نے اُن باتوں کی جن کا حُکم ہُوا تعمیل کی؟ (۱۰) اِسی طرح تُم بھی جب اُن سب باتوں کی جن کا تُمہیں حُکم ہُوا تعمیل کر چُکو تو کہو کہ ہم نکمّے نوکر ہیں جو ہم پر کرنا فرض تھا وُہی کیا ہے۔

اِن دو نصیحتوں میں کوئی خاص تعلق نہیں۔ پہلی کا تعلق مذکورہ بالا دو آیات سے ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ آیات ۷ تا ۱۰ رسُولوں سے کہی گئیں۔ مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم رسُولوں کے علاوہ اور لوگوں نے سُننے کی کوشش کی اور غالباً نزدیک آ گئے تھے۔

یہ اعتراض کہ رسُولوں میں کسی کے پاس نوکر نہ رہا ہوگا خام خیال ہے۔ بعض ماہی گیر مالدار ہو جاتے ہیں۔ زبدی کے پاس تنخواہ پانے والے نوکر تھے۔ نیز دراصل ہم کو صرف پطرس۔ اندریاس۔ یُوحنّا اور یعقُوب کی بابت علم ہے کہ ماہی گیر تھے ؛

آیت ۵ ۔ لُوقا دکھاتا ہے کہ ملامت اور مُعافی کے یہ دو مُشکل حُکم پانے کے سبب سے رسُولوں نے اپنے ایمان کی کمی محسُوس کی۔ اس پر رسُولوں نے الخ ؛

آیت ۶ ۔ پھر تشبیہ استعمال ہوتی ہے۔ "رائی کا دانہ" جو چھوٹا ہونے میں ضرب المثل تھا۔ "ایمان ہوتا" یُونانی میں اس شرطیہ جُملے کے افعال کسی قدر نحو کے دستُور کے خلاف ہیں۔ اس لئے ترجمہ کرنے میں کُچھ دِقّت ہے کہ آیا یُوں ہونا چاہیئے "اگر تُم میں ایمان ہے ......" یا جیسا اُردو متن میں ہے۔ بہر حال تعلیم ایک ہی ہے کہ اگر ذرا سا ایمان ہو تو بڑے بڑے کام ممکن ہو جائیں گے۔ رسُولوں نے درخواست کی کہ اُن کا ایمان بڑھا دیا جائے لیکن خُداوند اس بات پر شک کرتے ہیں کہ آیا اُن میں ذرا سا بھی ایمان ہے ؛

آیات ۷ و ۸ ۔ اتنا خفیف سا تعلّق ہے کہ رسُول مانتے تھے کہ اُن میں ایمان ہے اور ربّنا یسُوع نے اس کے بارہ میں شک ظاہر کیا اور اب لوگوں کو سکھانا چاہتے ہیں کہ اپنی اصلی خُوبیوں پر پھُولنا نہیں چاہیئے۔ خیالی یا فرضی خُوبیوں کا کیا ذکر!

مالک معمولی آدمی ہے۔ ایک ہی نوکر ہے باہر اور اندر کے کام کے لئے۔ نوکر کو ضرور گھر کا دستُور معلُوم ہے کہ جب کھیت سے آتا ہے اُسے میز پر برتن چُننا پڑتے ہیں (اشارہ پکانے کی طرف نہیں) ؛

آیت ۹ ۔ عمُوماً نوکر حُکم مانتے ہیں اور اُن کے مالک خاص طور پر شُکریہ ادا نہیں کرتے ؛

آیت ۱۰ ۔ "نکمے" لفظ زیادہ سخت معلُوم ہوتا ہے۔ یُونانی لفظ .... (AKHREIOI) کے معنی یہ ہیں۔ بیکار۔ بے سُود۔ یہاں پہلے معنی ٹھیک نہیں معلُوم ہوتے۔ کیونکہ اس مثال میں نوکر کم از کم یہاں تک کارآمد ہوتے ہیں کہ حُکموں کی تعمیل کرتے ہیں لیکن اُن کے مالک کو کوئی خاص نفع حاصل نہیں ہوتا۔ خُدا کو انسان کے کاموں سے خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ہماری محنت سے خُدا کو اُس کے حق سے

زائد کچھ نہیں بل سکتا۔ مسیحی تعلیم کے موافق کوئی کام مستحب نہیں ہوسکتا۔ یعنی ایسا فعل جس کے کرنے کا ثواب ہو لیکن نہ کرنے سے کوئی عذاب بھی نہیں ہوتا۔ (یعقوب ۴: ۱۷ ملاحظہ ہو)۔

ربنا المسیح کا دس کوڑھیوں کو شفا دینا

آیات ۱۱ تا ۱۹

(۱۱) اور ایسا ہوا کہ یروشلیم کو جاتے ہوئے وہ سامریہ اور گلیل کے بیچ سے ہو کر جا رہا تھا۔ (۱۲) اور ایک گاؤں میں داخل ہوتے وقت دس کوڑھی اُس کو ملے۔ (۱۳) اُنہوں نے دُور کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا اَے یسوع! اَے صاحب! ہم پر رحم کر۔ (۱۴) اُس نے اُنہیں دیکھ کر کہا جاؤ۔ اپنے تئیں کاہنوں کو دکھاؤ اور ایسا ہوا کہ وہ جاتے جاتے پاک صاف ہو گئے۔ (۱۵) پھر اُن میں سے ایک یہ دیکھ کر کہ میں شفا پا گیا بلند آواز سے خُدا کی تمجید کرتا ہوا لوٹا۔ (۱۶) اور مُنہ کے بل یسوع کے پاؤں پر گر کر اُس کا شکر کرنے لگا اور وہ سامری تھا۔ (۱۷) یسوع نے جواب میں کہا کیا دسوں پاک صاف نہ ہوئے؟ پھر وہ نو کہاں ہیں؟ (۱۸) کیا اِس پردیسی کے سوا اور نہ نکلے جو لوٹ کر خُدا کی تمجید کرتے؟ (۱۹) پھر اُس سے کہا اُٹھ کر چلا جا۔ تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے۔

آیت ۱۱۔ یروشلیم کو۔ یہ ربنا المسیح کے سفر کی منزلِ مقصود تھی۔ آپ سیدھے وہاں نہیں گئے۔ اب غالباً آپ کی گشتی خدمت ختم ہونے کو تھی اور آپ سامریہ اور گلیل کے بیچ سے یعنی دونوں کی سرحد پر تشریف لے جا رہے تھے۔ جہاں تک پتہ چلتا ہے سامریہ کی کوئی مقررہ سرحد نہ تھی کیونکہ وہ سرکاری طور پر یہودیہ میں شامل تھا۔ لیکن شمال کی طرف گلیل اور رُومی صوبہ یہودیہ کی سرحد تھی۔ شمال کی طرف ہیرودیس انتپاس کی عملداری تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ربنا یسوع پیریہ میں گشت لگانے کے بعد شمال اور مغرب کی طرف چلے گئے تھے اور اب پیریہ یا یردن کی وادی کی طرف لوٹ رہے تھے۔

آیت ۱۲۔ "دس کوڑھی"۔ بھیک مانگنے والے کوڑھی بعض وقت ساتھ ساتھ رہتے تھے جیسا آج کل کنکنا را میں ہے جو بارک پور کے نزدیک واقع ہے۔

آیت ۱۳- یہ لوگ دُور کھڑے ہُوئے کیونکہ شریعت کے موافق وُہ گاؤں کے اندر نہیں رہ سکتے تھے۔ یاد رہے کہ سامری لوگ بھی مُوسوی شریعت کو مانتے تھے ؛

اَے صاحب۔ یُونانی EPISTATA یعنی کوئی شخص جو انتظام کے لئے مقرر ہو مثلاً میلے میں یا سرکس میں ؛

آیت ۱۴- لیسُوع نے کاہن کے پاس جانے کا حُکم دیا حالانکہ اب تک اُنہوں نے شِفا نہیں پائی تھی۔ وُہ جاتے جاتے اچھے ہو گئے۔

"کاہنوں"۔ ہر ایک شخص اُس کاہن کے پاس جاتا تھا جو اُس کے گاؤں کے نزدیک رہتا تھا اور سامری گرزیم پہاڑ کی ہیکل کے کاہن کے پاس جانے کو تھا ؛

آیت ۱۵- ایک ہی نے خُدائی تمجید اور لیسُوع کا شکریہ ادا کرنا چاہا یہ سامری تھا لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ کیا باقی نَو آدمی سب یہُودی تھے ؟ اُن میں غیر یہُودی بھی ہو سکتے تھے ؛

آیات ۱۷ و ۱۸- یہ سوال استفہام کے لئے نہیں کئے گئے بلکہ تعجّب کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں ؛

آیت ۱۹ "تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے"۔ لفظی ترجمہ "تیرے ایمان نے تجھے بچایا" ؛

خُدا کی بادشاہی اور ابنِ آدم کی آمد

آیات ۲۰ تا ۳۷

(۲۰) جب فریسیوں نے اُس سے پُوچھا کہ خُدا کی بادشاہی کب آئے گی ؟ تو اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ خُدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہ آئے گی۔ (۲۱) اور لوگ یہ نہ کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے ! کیونکہ دیکھو خُدا کی بادشاہی تُمہارے درمیان ہے۔ (۲۲) اُس نے شاگردوں سے کہا وُہ دن آئیں گے کہ تُم کو ابنِ آدم کے دنوں میں سے ایک دن کو دیکھنے کی آرزُو ہوگی اور نہ دیکھو گے۔ (۲۳) اور لوگ تُم سے کہیں گے کہ دیکھو وہاں ہے ! یا دیکھو یہاں ہے ! مگر تُم چلے نہ جانا نہ اُن کے پیچھے ہو لینا۔ (۲۴) کیونکہ جیسے بجلی آسمان کی ایک طرف سے کوند کر دُوسری طرف چمکتی ہے ویسے ہی ابنِ آدم اپنے دن میں ظاہر ہوگا۔

(۲۵) لیکن پہلے ضرور ہے کہ وہ بہت دُکھ اُٹھائے اور اِس زمانہ کے لوگ اُسے رد کریں (۲۶) اور جیسا نُوح کے دنوں میں ہُوا تھا اُسی طرح ابنِ آدم کے دنوں میں بھی ہوگا۔ (۲۷) کہ لوگ کھاتے پیتے تھے اور اُن میں بیاہ شادی ہوتی تھی۔ اُس دِن تک جب نُوح کشتی میں داخل ہُوا اور طُوفان نے آکر سب کو ہلاک کیا۔ (۲۸) اور جیسا لُوط کے دنوں میں ہُوا تھا کہ لوگ کھاتے پیتے اور خرید و فروخت کرتے اور درخت لگاتے اور گھر بناتے تھے۔ (۲۹) لیکن جس دن لُوط سدُوم سے نِکلا آگ اور گندھک نے آسمان سے برس کر سب کو ہلاک کیا۔ (۳۰) ابنِ آدم کے ظاہر ہونے کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔ (۳۱) اُس دن جو کوٹھے پر ہو اور اُس کا اسباب گھر میں ہو وہ اُسے لینے کو نہ اُترے اور اِسی طرح جو کھیت میں ہو وہ پیچھے کو نہ لَوٹے۔ (۳۲) لُوط کی بیوی کو یاد رکھو۔ (۳۳) جو کوئی اپنی جان بچانے کی کوشش کرے وہ اُسے کھوئیگا اور جو کوئی اُسے کھوئے وہ اُس کو زندہ رکھے گا۔ (۳۴) مَیں تم سے کہتا ہُوں کہ اُس رات دو آدمی ایک چارپائی پر سوتے ہوں گے۔ ایک لے لیا جائے گا اور دُوسرا چھوڑ دیا جائے گا۔ (۳۵) دو عورتیں ایک ساتھ چکی پیستی ہوں گی۔ ایک لے لی جائے گی اور دُوسری چھوڑ دی جائے گی۔ (۳۶) دو آدمی کھیت میں ہوں گے۔ ایک لے لیا جائے گا اور دُوسرا چھوڑ دیا جائے گا۔ (۳۷) اُنہوں نے جواب میں اُس سے کہا کہ اَے خُداوند! یہ کہاں ہوگا؟ اُس نے اُن سے کہا جہاں مُردار ہے وہاں گدھ بھی جمع ہونگے

یہ دونوں سوالات کہ خُدا کی بادشاہی کب آئیگی اور ابنِ آدم کی دُوسری آمد کب ہوگی جُداگانہ باتیں ہیں۔ درحقیقت ربّنا یسُوع فریسیوں کو بتاتے ہیں کہ خُدا کی بادشاہی شروع ہوگئی ہے اور شاگردوں کو کہ آپ کی آمدِ ثانی کا وقت معلُوم نہیں ہو سکتا۔

آیت ۲۰۔ فریسیوں کا سوال غیر معقول نہ تھا حالانکہ وہ ربّنا یسُوع کے جواب کا اس غرض سے انتظار کرتے تھے کہ دیکھیں آپ کیا کہتے ہیں اور اگرچہ اُن کے خیالات کے فریسیوں کو گمان تھا کہ خُدا کی بادشاہی کی آمد بڑی دُھوم دھام کے ساتھ ہوگی، کیونکہ وہ دُنیاوی اور فوجی بادشاہی کے مُنتظر تھے۔

آیت ۲۱۔ "تمہارے درمیان ہے"۔ دُوسرا ترجمہ یُوں کیا جا سکتا ہے یعنی تم میں (تمہارے اندر) ہے"۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ خُدا کی بادشاہی فریسیوں کے اندر جو عموماً ربّنا یسُوع کے مُخالف ہوتے تھے نہ تھی۔ خُدا کی بادشاہی شخصی طور پر گویا ربّنا یسُوع میں مجسّم

ہو کر موجود تھی لیکن فریسیوں نے اُسے نہ پہچانا تھا۔

آیت ۲۲ - "شاگردوں سے کہا" شائد اُسی موقع پر یا کسی دُوسرے موقع پر جیسے طور سے معلوم نہیں لیکن غالباً شاگردوں نے فریسیوں کو جو جواب دیا ربّنا المسیح نے سُنا اور اُن کو اس موضوع پر زیادہ تعلیم دینی چاہی تاکہ وُہ غلط فہمی سے بچیں۔

"ابنِ آدم کے دنوں میں سے ایک دن" جب تکلیفات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور لوگ مخالفت کریں گے اور سچی تعلیم نہ سُنیں گے تو شاگرد اس بات کی خواہش کریں گے کہ ربّنا یسُوع کی آمد ثانی ہو لیکن اُن کی خواہشات کے مطابق دُوسری آمد کا دن اور نزدیک نہ آئے گا۔

آیت ۲۳ - یہاں جھوٹے مسیحوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے مثلاً برککبا (بن کوکب) جس نے دُوسری صدی عیسوی میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے رُومیوں کے خلاف یہودیوں کو اُبھارا اور بڑی خونریز جنگ کے بعد شکست کھائی۔

آیت ۲۴ - جب واقعی مسیح آئے گا تو یہ بات نہیں چھپے گی۔ پس یہ دعویٰ کرنا (جیسے بعض مسیحیت کے بدعتی فرقے کرتے ہیں) کہ یسُوع آچکا ہے غلط خیال ہے کیونکہ یہ بات ربّنا یسُوع کے کلام کے عین خلاف ہے جیسے ایک گیت میں لکھا ہے۔

ہر ایک آنکھ اُسے دیکھے گی
آتے بادشاہانہ شان

آیت ۲۵ - یسُوع کی اذیّت کی ایک اور پیشین گوئی۔

آیت ۲۶ - اب ربّنا یسُوع بتا چکے ہیں کہ (۱) شاگردوں کی خواہش کے موافق ابن آدم جلد نہ آئے گا۔ (۲) کس طرح سے ابن آدم نہ آئے گا۔ (۳) کس طرح سے ابنِ آدم آئیگا (۴) پہلے کیا واقع ہوگا۔ اور اب بتاتے ہیں کہ آپ کی آمد کے وقت بنی آدم کا کیا حال ہوگا۔ (پلمر)

آیات ۲۷ تا ۳۰ - عہدِ عتیق کی مثالیں پیش کرنے سے ربّنا یسُوع دکھاتے ہیں کہ آپ کی آمد اچانک ہوگی۔ لوگ اپنے روزمرّہ کے کاموں میں مشغول ہوں گے یعنی کھانا پینا اور آیندہ کے لئے انتظام کریں گے یعنی بیاہ شادی کریں گے۔ مکانات تعمیر کریں گے اور درخت وغیرہ لگوائیں گے (حالانکہ آپ نے کبھی نہیں فرمایا کہ ایسا کرنا بُرا ہے) لیکن تمام کاموں کے

ہونے ہوتے ابن آدم آئے گا اور دُنیا کی عدالت شروع ہوگی۔

آیت ۳۱ - اُس وقت وُہ کام بھی نہ ہونے پائیں گے جن پر ذرا سا وقت لگتا ہے۔

آیت ۳۲ - شاگردوں کے دل دُنیا کی فانی چیزوں میں نہ لگے رہیں جیسے کلام پاک میں لُوط کی بیوی کا ذکر ہے۔

آیت ۳۳ - "جان بچانے کی کوشش الخ" ربّنا یسُوع نے کئی بار یہی فرمایا - جو لوگ دُنیاوی اور جسمانی زندگی ہی کی فکر میں رہتے ہیں وُہ آپ کی آمدِ ثانی کے لئے تیار نہ ہوں گے اور ہلاک ہوں گے۔

آیت ۳۴ تا ۳۶ - [۳۶ ویں آیت بہترین نسخوں میں نہیں ملتی حالانکہ ربّنا المسیح نے ضرور ارشاد فرمائی ہوگی۔ ممکن ہے نقل نویس سے کسی طرح نظر انداز ہو گئی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ متّی ۲۴: ۴۰ سے نقل کی گئی ہے۔]

آیت ۳۴ و ۳۵ - اُس روز یعنی عدالت کے دن پل بھر میں خُدا ایک جوڑے میں سے ایک کو چُننے گا، اور دُوسرے کو جو خُدا کے کام کا نہیں چھوڑ دے گا۔ انسان ظاہرہ طور سے دو اشخاص میں کوئی فرق نہیں پاتا لیکن خُدا یہ فرق دیکھتا ہے۔

آیت ۳۷ - یسُوع نے سچ مُچ اپنے شاگردوں کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا "کہاں ہوگا؟" "جہاں ضرورت پڑے گی۔ وہاں ہوگا" جب ابن آدم کی آمد کی شرائط پُوری ہوں گی تو ابن آدم آئے گا۔

باب ہشت دہم
بے انصاف قاضی کی تمثیل
آیات ۱ تا ۸

(۱) پھر اُس نے اِس غرض سے کہ ہر وقت دُعا کرتے رہنا اور ہمّت نہ ہارنا چاہیئے اُن سے یہ تمثیل کہی۔ (۲) کسی شہر میں ایک قاضی تھا۔ نہ وُہ خُدا سے ڈرتا نہ آدمی کی کچھ پرواہ کرتا تھا۔ (۳) اور اُسی شہر میں ایک بیوہ تھی جو اُس کے پاس آکر یہ کہا کرتی تھی کہ میرا انصاف کرکے مجھے مُدّعی سے بچا۔ (۴) اُس نے کچھ عرصہ تک تو نہ چاہا لیکن آخر اُس نے اپنے جی میں کہا

کہ گو مَیں نہ خُدا سے ڈرتا اور نہ آدمیوں کی کُچھ پروا کرتا ہُوں۔ (۵) تو بھی اس لئے کہ یہ بیوہ مجُھے ستاتی ہے مَیں اِس کا انصاف کرُوں گا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بار بار آکر آخر کو میرا ناک میں دم کرے۔ (۶) خُداوند نے کہا سُنو یہ بے انصاف قاضی کیا کہتا ہے۔ (۷) پس کیا خُدا اپنے برگزیدوں کا انصاف نہ کرے گا جو رات دن اُس سے فریاد کرتے ہیں؟ اور کیا وُہ اُن کے بارے میں دیر کرے گا؟ (۸) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ وُہ جلد اُن کا انصاف کرے گا۔ تو بھی جب ابنِ آدم آئے گا تو کیا زمین پر ایمان پائے گا؟

یہ تمثیل بے حیا دوست کی تمثیل کی طرح موافقت کے ذریعہ سے تعلیم نہیں دیتی بلکہ تضاد کے ذریعہ سے سکھاتی ہے کہ اگر بے انصاف قاضی ایک نا آشنا بیوہ کے اصرار سے انصاف کرنے پر راضی ہو سکتا ہے ـــــــــــــــــــــــ

ـــــــــــــــــــ تو انصاف کرنے والا خُدا اپنے چُنے ہُوئے لوگوں کا انصاف کیوں نہ جلد کرے گا جو رات دن اُس سے درخواست کرتے رہتے ہیں۔

آیت ۱ ۔ "اُن سے" وُہی سامعین ہیں۔ غالباً اُسی موقع پر یہ تمثیل کہی گئی تھی۔ "ہر وقت دُعا کرتے رہنا ... چاہیئے" یہ ترجمہ اتنا زوردار نہیں جتنا ہونا چاہیئے "دُعا کرتے رہنا اور ہمت نہ ہارنا ضروری ہے" یہ بہتر الفاظ ہیں۔

آیت ۲ ۔ "قاضی" نہایت بدشخص تھا۔ بہُت سے لوگ خُدا کو فراموش کرتے ہیں لیکن انسان کی کُچھ نہ کُچھ پروا ضرور کرتے ہیں۔ نیز یہ قاضی اپنے دل میں بھی اقرار کرتا ہے کہ "مَیں نہ تو خُدا کو مانتا ہُوں اور نہ انسان کو"۔

آیت ۳ ۔ "بیوہ" بے بس۔ بغیر یار و مددگار کے ایک غریب عورت۔ شاید بیوہ کا مخالف مُدعی کوئی بڑا شخص تھا۔ ممکن ہے کہ اُس نے قاضی کو رشوت دی ہو کہ وُہ مقدمہ کی سماعت میں تاخیر کرے یہ بھی ظاہر ہے کہ مقدمہ کے حق و حقُوق بیوہ کی طرف تھے نہ کہ مُدعی کی طرف۔

آیت ۴ و ۵ ۔ آخر کار قاضی تھک کر انصاف کرنے پر راضی ہو جاتا ہے۔

آیت ۶ ۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ یسُوع نے رُک کر یہ ارشاد فرمایا ورنہ یہ الفاظ نہ بڑھائے جاتے۔ "خُداوند نے کہا"۔ ربنا یسُوع نے سامعین کو غور کرنے کا موقع دیا۔

آیت ۷ ۔ "کیا وُہ اُن کے بارہ میں دیر کریگا؟" بہتر ترجمہ یہ ہے۔ "اور وُہ اُن

کے بارہ میں دیر کرتا ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ خُدا انسان کے نزدیک دیر کرتا ہے تو بھی دراصل اُن کی دُعا سُنتا ہے اور جب اُن کا انصاف کرے گا تو فوراً ایسا کرے گا۔ اس لئے آدمی ہمّت نہ ہاریں بلکہ دُعا کرتے رہیں۔ بے انصاف قاضی بیوہ کی چیخ وپُکار سے بیزار ہُوا لیکن خُدا نے ہم کو دُعا کرنے کا حُکم فرمایا ہے۔

آیت ۸ - افسوسناک سوال۔ یہ سوال استفہام کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ یہ دکھانے کے لئے کہ ربّنا المسیح کو کم اُمید تھی کہ آپ کی دُوسری آمد پر دُنیا میں ایمان پایا جائیگا۔

فریسی اور محصُول لینے والے کی تمثیل

آیات ۹ تا ۱۴

(۹) پھر اُس نے بعض لوگوں سے جو اپنے پر بھروسا رکھتے تھے کہ ہم راستباز ہیں اور باقی آدمیوں کو ناچیز جانتے تھے یہ تمثیل کہی۔ (۱۰) کہ دو شخص ہیکل میں دُعا کرنے گئے۔ ایک فریسی۔ دُوسرا محصُول لینے والا۔ (۱۱) فریسی کھڑا ہو کر اپنے جی میں یُوں دُعا کرنے لگا کہ اَے خُدا! مَیں تیرا شکر کرتا ہُوں کہ باقی آدمیوں کی طرح ظالم بے انصاف زِنا کار یا اس محصُول لینے والے کی مانند نہیں ہُوں۔ (۱۲) مَیں ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتا اور اپنی ساری آمدنی پر دہ یکی دیتا ہُوں۔ (۱۳) لیکن محصُول لینے والے نے دُور کھڑے ہو کر اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائے بلکہ چھاتی پیٹ پیٹ کر کہا کہ اَے خُدا! مُجھ گُنہگار پر رحم کر۔ (۱۴) مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ یہ شخص دُوسرے کی نسبت راستباز ٹھہر کر اپنے گھر گیا کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وُہ چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وُہ بڑا کیا جائیگا۔

یہ مشہور تمثیل عیدِ تثلیث کے بعد گیارھویں اتوار کے لئے انجیل کے واسطے مقرر ہے اور اُسی اتوار کا خط ۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۱ سے ۱۱ تک ہے اور اس میں آیات ۹ اور ۱۰ مسیحی کے صحیح مزاج کو دکھاتی ہیں۔

آیت ۹ - وُہ لوگ جو اپنے اُوپر بھروسا رکھتے تھے اور دیگر آدمیوں کو ناچیز جانتے تھے غالباً فریسی نہ تھے بلکہ ربّنا یسُوع کے ایسے شاگرد تھے جن میں یہ عیب پیدا ہونے لگا تھا۔

آیت ۱۰ - فریسی اپنے آپ کو عموماً راستباز جانتے تھے اور عام لوگوں کی تحقیر کرتے

تھے جیسا کہ یُوحنّا کی انجیل میں ذکر ہے۔ (۷: ۴۹) محصُول لینے والے جیسا اُوپر بیان ہو چُکا اکثر آدمیوں کی نظر میں بُرے اور گُنہگار ٹھہرائے گئے تھے۔ پس تعجب نہیں کہ اس فریسی نے اس محصُول لینے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا تھا۔

آیت ۱۱۔ "اپنے جی میں دُعا کی"۔ درحقیقت اُس کے الفاظ کی صورت بھی دُعائیہ نہ تھی۔

"مَیں تیرا شُکر کرتا ہُوں"۔ شرُوع میں دُعا کی صُورت ہے کیونکہ فریسی خُدا کا شُکر کرتا ہے پر یہ شُکر محض اپنی تعریف کی بُنیاد ہے۔ خُدا کی حمد کا بہانہ ہے لیکن حقیقت ہے کہ فریسی کی اپنی ہی حمد ہے۔ وُہ اپنے آپ کو دیگر آدمیوں سے بہتر جانتا ہے گویا روحانی دوڑ میں فریسی ہی بہُت بڑھ چڑھ کر ہے اور عوام النّاس گُنہگار ہیں۔ خاص طور پر فریسی محصُول لینے والے کی تحقیر کرتا ہے اور اُس کو گُنہگار ٹھہراتا ہے۔

آیت ۱۲۔ مذکورہ بالا بیان میں فریسی نے اُن گناہوں کا ذکر کیا ہے جن سے وُہ بَری ہے۔ اب وُہ اپنی خُوبیاں بیان کرنے لگتا ہے۔

"ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتا ہُوں"۔ صرف ایک روز سال بھر میں شریعت کے موافق روزہ ضروری تھا۔

"اپنی ساری آمدنی الخ"۔ اس کا حُکم نہیں تھا بلکہ صرف کھیت کی پیداوار کے متعلق حُکم ہے۔ (استثنا ۱۴: ۲۲) یہ فریسی مُستحب کاموں پر فخر کرتا ہے کہ گویا خُدا تعالیٰ کو اُس کا شُکر گزار ہونا چاہیئے۔

آیت ۱۳۔ "دُور"۔ محصُول لینے والے کو اتنی جرأت نہ تھی کہ ہیکل کے اندر آگے بڑھے۔ داخل تو ہُوا پر دروازہ کے نزدیک رہا۔ پھر آنکھیں اُوپر نہ اُٹھائیں۔ اُسے اِس بات کا احساس تھا کہ مَیں بڑا گنہگار ہُوں اور وُہ اپنے گُناہوں پر اتنا افسوس کرتا رہا کہ اپنی چھاتی بار بار پیٹتا تھا اور خُدا سے محض رحم کی درخواست کرتا تھا۔

آیت ۱۴۔ فریسی اپنے آپ کو راستباز سمجھتا تھا لیکن وُہ راستباز نہ ٹھہرایا گیا بلکہ توبہ کرنے والا گُنہگار راستباز ٹھہرایا گیا۔

"جو کوئی اپنے آپ کو بڑا الخ" یہ الفاظ ہمارے خُداوند نے اپنی زبان معجز بیان سے بار بار فرمائے تھے۔

ربّنا المسیح کا بچّوں کو برکت دینا

آیات ۱۵ تا ۱۷

(۱۵) پھر لوگ اپنے چھوٹے بچّوں کو بھی اُس کے پاس لانے لگے تاکہ وُہ اُن کو چھوئے اور شاگردوں نے دیکھ کر اُن کو جھڑکا۔ (۱۶) مگر یسُوع نے بچّوں کو اپنے پاس بُلایا اور کہا کہ بچّوں کو میرے پاس آنے دو اور اُنہیں منع نہ کرو کیونکہ خُدا کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے۔ (۱۷) مَیں تُم سے سچ کہتا ہُوں کہ جو کوئی خُدا کی بادشاہی کو بچّے کی طرح قبُول نہ کرے وُہ اُس میں ہرگز داخل نہ ہوگا ۔

آیت ۱۵ - لوگ سمجھتے تھے کہ اگر ربّنا یسُوع بچّوں کو چھوئیں گے تو اُن کو فائدہ حاصل ہوگا۔ "چھوٹے بچّے" لیکن وُہ بچّے بہت زیادہ چھوٹے نہ تھے کیونکہ ربّنا یسُوع نے اُن کو بُلایا تھا یعنی وُہ آپ کے پاس جانے کے قابل تھے۔

"جھڑکا" شاگردوں نے شائد یہ سمجھا ہوگا کہ بچّے اُن کے آقا کا وقت ضائع کرینگے اور اُنہیں چھوٹے بچّوں کی طرف متوجّہ ہونا اُن کی شان کے شایاں نہ تھا ۔

"لوگ" ایک انگریزی اور ایک اُردو گیت میں "مائیں" (MOTHERS) لکھا ہے لیکن انجیل مُقدّس میں فقط "لوگ" ہی لکھا ہے یعنی ماں باپ ۔

آیت ۱۶ - "بچّوں کو میرے پاس آنے دو الخ" - یہ الفاظ اکثر اوقات عبادتخانوں میں بپتسمہ کے حوض پر کندہ کئے جاتے ہیں۔ یہ غیر موزوں تو نہیں لیکن اس قول کا بپتسمہ سے کوئی حقیقی تعلق نہیں ہے ۔

آیات ۱۶ و ۱۷ - "ایسوں ہی کی ہے الخ" جو لوگ بچّوں کی سی طبیعت نہیں رکھتے وُہ خُدا کی بادشاہی میں داخل نہ ہوں گے۔ بچّے نکتہ چین نہیں ہوتے۔ شک نہیں کرتے تو مبیّت کی فکر میں نہیں رہتے۔ لاتعداد سوال کرتے ہیں۔ سادہ لوح دل رکھتے ہیں اور خُدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے ایسا ہی ہونا امر ضرُوری ہے ۔

دَولت میں خطرہ ہے

آیات ۱۸ تا ۳۰

(۱۸) پھر کسی سردار نے اُس سے یہ سوال کیا کہ اَے نیک اُستاد! مَیں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ (۱۹) یسُوع نے اُس سے کہا تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خُدا۔ (۲۰) تُو حُکموں کو تو جانتا ہے۔ زِنا نہ کر۔ خُون نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھُوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے باپ کی اور ماں کی عزّت کر۔ (۲۱) اُس نے کہا مَیں نے لڑکپن سے اِن سب پر عمل کیا ہے۔ (۲۲) یسُوع نے یہ سُن کر اُس سے کہا ابھی تک تجھ میں ایک بات کی کمی ہے۔ اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو بانٹ دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملیگا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے۔ (۲۳) یہ سُن کر وہ بہت غمگین ہُوا کیونکہ بڑا دولتمند تھا۔ (۲۴) یسُوع نے اُس کو دیکھ کر کہا کہ دولتمندوں کا خُدا کی بادشاہی میں داخل ہونا کیسا مُشکل ہے! (۲۵) کیونکہ اُونٹ کا سُوئی کے ناکے میں سے نِکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خُدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔ (۲۶) سُننے والوں نے کہا تو پھر کون نجات پا سکتا ہے؟ (۲۷) اُس نے کہا جو اِنسان سے نہیں ہو سکتا وُہ خُدا سے ہو سکتا ہے۔ (۲۸) پطرس نے کہا دیکھ ہم تو اپنا گھر بار چھوڑ کر تیرے پیچھے ہو لئے ہیں۔ (۲۹) اُس نے اُن سے کہا مَیں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ ایسا کوئی نہیں جس نے گھر یا بیوی یا بھائیوں یا ماں باپ یا بچّوں کو خُدا کی بادشاہی کی خاطر چھوڑ دیا ہو۔ (۳۰) اور اس زمانہ میں کئی گُنا زیادہ نہ پائے اور آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی۔

آیت ۱۸ - غالباً کسی عبادت خانے کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ متّی کی انجیل میں دو بار ذکر ہے کہ یہ شخص جوان تھا (۱۹: ۲۰ و ۲۲) مرقس میں عُمر کا ذکر نہیں اور متّی کا بیان ایسا صاف نہیں جیسا مرقس اور لوقا کا ہے۔ بہر حال ممکن ہے کہ یہ شخص کسی قدر جوان تھا۔ شاید تیس ۳۰ اکتیس ۳۱ برس کے لگ بھگ کا تھا کیونکہ جو دولتمند نیک ہوتے ہیں اُن کو بعض اوقات مذہبی عُہدے آسانی سے دئے جاتے ہیں۔

"مَیں کیا کروں"؟ اس شخص نے خیال کیا کہ کوئی بڑا کام ہوگا جس کے کرنے سے ابدی زندگی ضرور ملے گی جیسا بعض غیر مسیحی خیال کرتے ہیں کہ دُعا کرنے کا ایسا طریقہ ہوگا جس سے مانگی ہُوئی چیز یا برکت ضرور ہی حاصل ہوگی۔ لیکن در حقیقت یسُوع نے دکھایا کہ یہ اجر اچھے کام کرنے ہی سے نہیں ملتا بلکہ اچھا شخص ہونے سے ملتا ہے۔

"اَے نیک اُستاد" مخاطب ہونے کا یہ طریقہ نہایت غیر معمُولی تھا۔ پلمر صاحب

بتاتے ہیں کہ تمام تالمود میں اس کی کوئی مثال ہی نہیں ؛

آیت ۱۹۔ "تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے الخ" ہندوستانی بولنے والے یاد رکھیں کہ یہ محاورہ جس سے انکار سوال کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاتا ہے خاص اُردو اور ہندی کا ہے۔ یُونانی۔ لاطینی اور انگریزی میں ایسا محاورہ نہیں ملتا حالانکہ بعض اوقات شاذ و نادر کوئی ایسا فقرہ نظر آجاتا ہے۔ اس میں سوال سے انکار کا اشارہ کیا جاتا ہے۔ یہاں سوال اوّل تو تعجب ظاہر کرتا ہے کہ ایسے غیر معمولی الفاظ استعمال ہُوئے ہیں۔ دوم استفہامیہ ہے کہ سردار کس سبب سے یا کیا سمجھ کر یہ سوال کرتا ہے تاکہ سردار غور کرے کہ کیا کہتا ہے۔ کیا وُہ یُونہی یہ الفاظ کہہ رہا ہے یا اُستاد کی چاپلُوسی کے ایماء سے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں نیکی کا ایک ہی سرچشمہ ہے یعنی خُدا۔ سردار کا خیال تھا کہ اگر بڑا کام بتایا جائے گا تو وُہ ضرور انجام دے گا لیکن خُداوند نے جب بتایا تو وُہ اُس کا بوجھ نہ اُٹھا سکا ؛

آیت ۲۰۔ اُس کو شریعت کے ماننے کا حُکم بلاخاص کر بڑے بڑے مشہور احکام پر عمل کرنے کے لئے ؛

آیت ۲۱۔ سردار موصُوف دعوٰی کرتا ہے کہ وُہ ان احکام کو بچپن سے مانتا چلا آیا ہے اور ربّنا یسُوع اس کا انکار نہیں کرتے ؛

آیت ۲۲۔ اب یسُوع "وُہ کام" بتاتے ہیں جسے سردار کو انجام دینا چاہیئے آپ نے پہچانا کہ اس شخص کا دِل اِس کی دولت میں لگا ہے۔ یہ نیک اور خُدا ترس ہونا چاہتا ہے لیکن اپنی دولت کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لئے ربّنا یسُوع اُس آدمی کو سب کُچھ بیچنے کا حُکم دیتے ہیں۔ جہاں تک علم ہے ربّنا یسُوع نے کسی اَور شخص کو یہ حُکم نہیں دیا کہ نہ صرف وُہ اپنا مال متاع بیچے بلکہ ربّنا یسُوع کے ساتھ کُلّی خدمت میں لگ جائے ؛

آیت ۲۳۔ یہ کام سردار مذکور سے نہ ہوسکا اور وُہ نہایت غمگین ہوکر وہاں سے چلا گیا ؛

آیات ۲۴ و ۲۵۔ آدمی سر جُھکائے ہُوئے چلا جاتا ہے اور ربّنا یسُوع افسوس کے ساتھ اُس کو دیکھ کر فرماتے ہیں کیسا مُشکل ہے کہ دولتمند خُدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔ بلکہ وُہ اصل میں اُس کو ناممکن ٹھہراتے ہیں کیونکہ اُونٹ کا سُوئی کے ناکے میں سے نکل

جانا ممکن نہیں ﴿ آیت ۲۶ "کون نجات پاسکتا ہے"؟ اکثر آدمی یا تو دولت رکھتے ہیں یا اُسکی تلاش میں ہیں۔ نیز زبور اور امثال کی کتابوں کے بلکہ استثنا کی کتاب کے بعض حصّوں میں دُنیاوی کامیابی اور دولت نیکی کا اجر بتایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب ہی ہلاک ہو گئے۔

آیت ۲۷- ربّنا یسوع بتاتے ہیں کہ واقعی امیر بمشکل تمام بچ سکتے ہیں کیونکہ اُنکا دِل اُنکی دولت میں زیادہ محو رہتا ہے۔ اُس کے بچنے کا امکان صرف خُدا ہی کے فضل پر منحصر ہے (زبور ۴۹: ۷ اور ۸ ملاحظہ ہو) دُعائے عام کی کتاب کے دو ایک مقامات میں بھی یہی مُشکل بیان کی جاتی ہے یا اُسکی طرف اشارہ ہوتا ہے مثلاً جہاں خادمانِ دین اور جماعتوں کیلئے دُعا ہے وُہ یُوں شروع کی گئی ہے۔ "اے قادرِ مُطلق اور ابدی خُدا۔ تو ہی بڑے عجیب کام کرتا ہے۔" درحقیقت خادمانِ دین اور اُن کی جماعتوں کا نجات پانا بڑا عجیب کام ہے ﴿

آیت ۲۸- پطرس اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو دولت کی کشش سے مُستثنےٰ قرار دیتا ہے ﴿

آیات ۲۹ و ۳۰- ربّنا یسوع بتاتے ہیں کہ اسی زندگی میں بھی مُعاوضہ کچھ مِل جایا کرتا ہے۔ بُہتیرے ایماندار جنہوں نے خُدا کی خدمت کے لئے گھر بار چھوڑے ہیں گواہی دیتے ہیں کہ غیر ممالک میں خُدا کی مہربانی سے عموماً نئے دوست اور دیگر سہولتیں خدمت کی انجام دہی کے لئے اُنہیں مِل جایا کرتی ہیں ﴿

ربّنا المسیح کی اذیّت کی چوتھی پیشینگوئی

آیات ۳۱ تا ۳۴

(۳۱) پھر اُس نے اُن بارہ کو ساتھ لے کر اُن سے کہا کہ دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور جتنی باتیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں ابنِ آدم کے حق میں پُوری ہوں گی۔ (۳۲) کیونکہ وُہ غیر قوموں کے حوالہ کیا جائے گا اور لوگ اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑائیں گے اور بےعزّت کریں گے اور اُس پر تھُوکیں گے۔ (۳۳) اور اُس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور وُہ تیسرے دن جی اُٹھیگا۔ (۳۴) لیکن اُنہوں نے اِن میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول اُن پر پوشیدہ رہا اور اِن باتوں کا مطلب اُن کی سمجھ میں نہ آیا ﴿

باب ۱۷- آیت ۲۵ کے بیان میں تیسری پیشینگوئی ہے۔ پہلی دو حسب ذیل ہیں:- (۹: ۲۲ و ۹: ۴۴)

آیت ۳۱۔ "ساتھ لے کر" یعنی ایک طرف الگ لے جاکر تاکہ خلوت میں شاگردوں سے بات کرے۔ اپنی آنے والی موت کی پیشین گوئی یسوع نے بھیڑ کے سامنے نہیں کی، بلکہ صرف شاگردوں کے سامنے حالانکہ تاکستان کے ٹھیکیداروں کی تمثیل میں آپ کی موت کی طرف صاف اشارہ ہے۔ (باب ۲۰۔ آیت ۱۵)

"جتنی باتیں الخ"۔ یا یہ ترجمہ بھی ممکن ہے۔ "جتنی باتیں نبیوں کی معرفت ابن آدم کے حق میں لکھی گئی ہیں وہ پوری ہوں گی"۔ ان میں چنداں فرق نہیں۔

آیت ۳۲۔ "غیر قوم والوں کے حوالے کیا جائیگا"۔ یہ ظاہر ہے کہ یہودیوں کے بزرگ اور سردار اسے حوالہ کریں گے۔ ۹: ۲۲ میں یہودیوں کے سرداروں کا حصہ زیادہ صفائی سے بتایا جاتا ہے مگر ۹: ۴۴ اور ۱۷: ۲۵ میں نہیں۔

آیات ۳۲ و ۳۳۔ اذیت میں جو بے عزتی شامل ہونے والی تھی اُس کا مفصل بیان پیشینگوئی کے طور پر ہے پر قتل ہونے کا طریقہ نہیں بتایا۔

"تیسرے دن جی اٹھیگا"۔ یہ متی کے الفاظ "تین دن کے بعد" حالانکہ شک نہیں کہ دونوں محاوروں کا ایک ہی مطلب ہے جیسا اردو میں "ایک ہفتہ کے بعد" اور "آٹھ روز کے بعد" دونوں فقروں کا ایک ہی مطلب ہے جیسے ہندی اٹھوارا اور اردو ہفتہ کے ایک ہی معنی ہیں۔

آیت ۳۴۔ یہاں یہ صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ رسول ربنا یسوع کی موت وغیرہ کی پیشینگوئی کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ (دیکھو مرقس ۹: ۹ اور ۱۰+ یوحنا ۱۶: ۱۷ و لوقا ۹: ۴۵)۔

یہ اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ یوحنا اور یعقوب نے ربنا یسوع سے تجارت کا عہدہ مانگا تھا۔ (مرقس ۱۰: ۳۵ تا ۴۰)

ربنا المسیح کا ایک اندھے کو بینائی بخشنا

آیات ۳۵ تا ۴۳

(۳۵) جب وہ چلتے چلتے یریحو کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ ایک اندھا راہ کے کنارے بیٹھا ہوا بھیک مانگ رہا تھا۔ (۳۶) وہ بھیڑ کے جانے کی آواز سن کر پوچھنے لگا کہ یہ

کیا ہو رہا ہے؟ (۳۷) اُنہوں نے اُسے خبر دی کہ یسوع ناصری جا رہا ہے۔ (۳۸) اُس نے چلّا کر کہا اَے یسوع ابن داؤد مجھ پر رحم کر۔ (۳۹) جو آگے جاتے تھے وہ اُس کو ڈانٹنے لگے کہ چپ رہے مگر وہ اور بھی چلایا کہ اَے ابنِ داؤد مجھ پر رحم کر۔ (۴۰) یسوع نے کھڑے ہو کر حکم دیا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ نزدیک آیا تو اُس نے اُس سے یہ پوچھا (۴۱) تُو کیا چاہتا ہے کہ میں تیرے لئے کروں؟ اُس نے کہا اَے خداوند یہ کہ میں بینا ہو جاؤں۔ (۴۲) یسوع نے اُس سے کہا بینا ہو جا۔ تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا۔ (۴۳) وہ اُسی دم بینا ہو گیا اور خدا کی تمجید کرتا ہُوا اُس کے پیچھے ہو لیا اور سب لوگوں نے دیکھ کر خدا کی حمد کی ؛

یریحو۔ یہ نہایت قدیم شہر تھا۔ اس کا ذکر یشوع کی کتاب میں ہے۔ کچھ عرصہ ہُوا لوگوں نے پُرانے کھنڈرات سے کھود کر معلوم کیا تھا کہ پُرانے زمانے میں اُس کی شہر پناہ گر پڑی تھی۔ یہ یشوع کی کتاب کے بیان کی تصدیق ہے۔ شہر بہت برسوں تک ویران رہا تھا لیکن اخی اَب شاہِ اسرائیل کے زمانہ میں دوبارہ تعمیر ہُوا۔ (دیکھو یشوع ۶: ۲۶ و ۱سلاطین ۱۶: ۳۴) اس کے نزدیک کھجوروں کے بڑے بڑے باغ تھے اور بڑی تجارت ہوتی تھی ؛

اناجیل متفقہ میں اکثر جب دو یا تین نے کسی واقعہ کو بیان کیا ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دُوسرے سے اقتباس کر کے لکھا ہے۔ اور پھر دراصل صرف ایک ہی گواہ ہے کیونکہ نقل کرنے سے گواہی نہیں بڑھتی۔ لیکن یہاں دُوسری بات ہے کیونکہ بیانات یُوں ہیں

متی	مرقس	لوقا
دو اندھے	ایک اندھا	ایک اندھا
معجزہ یریحو کو چھوڑتے وقت کیا گیا۔	معجزہ یریحو کو چھوڑتے وقت ہُوا	معجزہ اُس وقت ہُوا جب یسوع یریحو کے نزدیک آیا

تینوں انجیلوں میں بیان کا خلاصہ یُوں ہے :۔

یریحو کے قریب اندھے نے ربّنا یسوع کو پکار کر مدد مانگی۔ اُس نے آپ کو ابنِ داؤد کہہ کر پکارا۔ بھیڑ نے اُسے روکنا چاہا لیکن وہ نہ رُکا کیونکہ ربّنا یسوع نے اُسے بُلایا تھا۔ اُس کو بینائی بخشی گئی تھی۔ بیانوں کا فرق اہم نہیں ہم اس مقام پر یہ بات سیکھتے ہیں کہ پاک

کلام کے مفصلات پر زور دینا اصُولی طور سے غلط نظریہ ہے ::
"ابن داؤد" یہ خطاب یا لقب خطرناک تھا کیونکہ یہودیوں کی بادشاہی کا دعویدار داؤد کی نسل سے ہونا لازمی تھا اور اس کا دعوٰے اسی لقب پر مبنی تھا ::
لُوقا کا بیان بہُت مختصر ہے۔ اگر اس کا مقابلہ مرقس کے بیان سے کیا جائے گا تو یہ بات فوراً ظاہر ہوگی۔ (مرقس ۱۰: ۴۶ سے ۵۲ تک) شاید اسی اختصار کے سبب سے مُعجزے کے مقام میں فرق آگیا ہے۔ کسی شخص کا خیال ہے کہ لُوقا نے بیان ماقوق کو ارامی زبان میں سُنا اور چُونکہ شہر کے پھاٹک کے لئے کوئی ارامی لفظ استعمال ہُوا تھا جس کا مطلب اندر جانے کی جگہ ہو سکتا تھا۔ (مثلاً عربی میں مدخل کے لفظی معنی اندر جانے کی جگہ ہے پر پھاٹک کا بھی مطلب ہے۔ غالباً لُوقا ارامی زبان سے خُوب واقف نہ تھا۔)

باب نوازدہم
زکّائی کی توبہ
آیات ۱ تا ۱۰

(۱) وُہ یریحُو میں داخل ہو کر جا رہا تھا۔ (۲) اور دیکھو زکّائی نام ایک آدمی تھا جو محصُول لینے والوں کا سردار اور دولتمند تھا۔ (۳) وُہ یسُوع کو دیکھنے کی کوشش کرتا تھا کہ کون سا ہے لیکن بھیڑ کے سبب سے دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے کہ اُس کا قد چھوٹا تھا۔ (۴) پس اُسے دیکھنے کے لئے آگے دَوڑ کر ایک گُولر کے پیڑ پر چڑھ گیا کیونکہ وُہ اُسی راہ سے جانے کو تھا۔ (۵) جب یسُوع اُس جگہ پہُنچا تو اُوپر نگاہ کر کے اُس سے کہا اے زکّائی جلد اُتر آ کیونکہ آج مجھے تیرے گھر رہنا ضرور ہے۔ (۶) وُہ جلد اُتر کر اُس کو خُوشی سے اپنے گھر لے گیا۔ (۷) جب لوگوں نے یہ دیکھا تو سب بڑبڑا کر کہنے لگے کہ وُہ تو ایک گنہگار شخص کے ہاں جا اُترا۔ (۸) اور زکّائی نے کھڑے ہو کر خُداوند سے کہا اے خُداوند دیکھ میں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہُوں اور اگر کسی کا کُچھ ناحق لے لیا ہے تو اُس کو چوگنا ادا کرتا ہُوں۔ (۹) یسُوع نے

اُس سے کہا آج اس گھر میں نجات آئی ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی ابرہام کا بیٹا ہے۔ (۱۰) کیونکہ ابنِ آدم کھوئے ہُوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے ؛

آیت ۱- ربّنا یسُوع مع اپنے شاگردوں کے شہر یریحُو میں سے جا رہے تھے اور ایک بہت بڑی بھیڑ بھی آپ کے ساتھ تھی ؛

آیت ۲- زکّائی - یہ ایک یہُودی نام ہے اور اس کے معنی از رُوئے لغت "پاک" کے ہیں (عربی میں زکی کے یہی معنی ہیں اور دونوں الفاظ یقیناً ایک ہی ہیں) ؛

"محصُول لینے والوں کا سردار" یریحو بڑی تجارت کا مقام تھا۔ نیز وُہ ہیرودیس انتیپاس کی زمین پیریہ اور رُومی صوبۂ یہُودیہ کی سرحد کے قریب واقع تھا۔ اس لئے وہاں بہت زیادہ محصُول لیا جاتا تھا خصُوصاً چونگی۔ جیسے اُوپر بیان کیا جا چکا ہے، محصُول عموماً نیلام ہوتا تھا۔ زکّائی یا تو محصُول لینے والوں کے اُوپر ٹھیکہ دار کی طرف سے کوئی افسر مقرر تھا یا شاید اُس نے خود یریحو کے محصُول کا ٹھیکہ لیا ہُوا تھا۔ اُس کے نام سے اور نیز نویں آیت سے ظاہر ہے کہ زکّائی یہُودی تھا ؛

آیات ۳ و ۴- زکّائی کا مُصمّم ارادہ تھا کہ یسُوع کو دیکھے تاکہ معلوم کرے کہ یہ مشہُور مُعلّم اور مُعجزات کرنے والا شکل صُورت میں کیسا آدمی ہے اور اس غرض سے اپنی دولت اور عُہدے کا لحاظ نہ کر کے ایک لڑکے کی طرح گُولر کے پیڑ پر چڑھ گیا ؛

آیت ۵- شاید ربّنا یسُوع نے زکّائی کو دُور سے دیکھ کر پُوچھا ہو گا کہ یہ کون شخص ہے یا شاید علم الغیب کے ذریعہ سے معلوم کر لیا کہ وُہ کون ہے ؛

"رہنا ضرُور ہے" یُونانی لفظ (DEI) وُہ ہے جو لُوقا اس وقت استعمال کرتا ہے۔ جب الٰہی انتظام کا ذکر ہوتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ میرا تیرے یہاں اُترنا الٰہی انتظام ہے ؛

آیت ۶- معلُوم ہوتا ہے کہ گُولر کا درخت زکّائی کے گھر سے دُور نہ تھا کیونکہ بھیڑ پیچھے پیچھے وہاں چلی آئی ہے ؛

آیت ۷- جیسے اُوپر بیان ہو چکا ہے تمام یہُودی لوگ محصُول لینے والوں کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ نبی کو کسی مذہبی شخص کے ہاں ٹھہرنا چاہیئے نہ کہ ایسے آدمی کے یہاں جو سب لوگوں کے نزدیک گنہگار تھا۔ اُنہوں نے اپنے جذبات کو بلند آواز سے ظاہر کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ زکّائی نے یہ الفاظ سُنے جو اُسے

بہت شاق گزرے ۔

آیت ۸ - زکائی نے توبہ کی اور توبہ کے لائق پھل لانے کا ارادہ کر کے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ "غریبوں کو دیتا ہوں" یہ نہیں کہ زکائی اپنی عادت ظاہر کرتا ہے یعنی "دیتا ہوں" کا مطلب "دیا کرتا ہوں" نہیں بلکہ دے دیتا ہوں یعنی میں اس وقت اپنا آدھا مال۔ یعنی آمدنی ۔غریبوں کے لئے وقف کرتا ہوں ۔

"اگر کسی کا کچھ ناحق الخ" یونانی زبان دانوں میں اختلاف رائے ہے کہ گرامر کی رو سے جو فعل زکائی نے استعمال کیا ہے وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسے معلوم تھا کہ اس نے دوسروں کا کچھ حق لے لیا ہوا تھا غالباً ناحق لے لیا ہوگا۔ بہت کم محصول کے ٹھیکے دار ایسے تھے جو ناجائز آمدنی نہیں پیدا کرتے تھے۔ زکائی نے شریعت کے تقاضے سے بہت زیادہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ جب بے ایمان آدمی اقرار کر کے اپنی مرضی سے نقصان پھر دیتا تھا تو حکم تھا کہ جو چرالیا گیا ہو وہ واپس کرے اور پانچویں حصہ کا اضافہ کرے یعنی بیس فی صدی جرمانہ کے طور پر بڑھائے (احبار ۶: ۵ و گنتی ۵: ۷) زکائی نے وعدہ کیا کہ جو سب سے سخت سزا چور کو ہو میں تقریباً وہی سہنے پر راضی ہوں حالانکہ یہ میرے اقرار اور میری مرضی کے مطابق ہے۔ (خروج ۲۲: ۱ و ۲ سموئیل ۱۲: ۶) ۔

آیت ۹ - یہ توبہ کے الفاظ سن کر ربنا یسوع نے اس سے نجات کا وعدہ کیا بلکہ تمام گھرانے کو نجات دینے کا وعدہ کیا۔ زکائی نے سچ مچ اپنے آپ کو ابرہام کا فرزند ثابت کیا۔ (دیکھو گلتیوں ۳: ۷)

اشرفیوں کی تمثیل

آیات ۱۱ تا ۲۸

(۱۱) جب وہ ان باتوں کو سن رہے تھے تو اس نے ایک تمثیل بھی کہی۔ اس لئے کہ یروشلیم کے نزدیک تھا اور وہ گمان کرتے تھے کہ خدا کی بادشاہی ابھی ظاہر ہوا چاہتی ہے۔ (۱۲) پس اس نے کہا کہ ایک امیر دور دراز ملک کو چلا تاکہ بادشاہی حاصل کر کے پھر آئے۔ (۱۳) اس نے اپنے نوکروں میں سے دس کو بلا کر انہیں دس اشرفیاں دیں اور ان سے کہا کہ میرے

واپس آنے تک لین دین کرنا۔ (۱۴) لیکن اُس کے شہر کے آدمی اُس سے عداوت رکھتے تھے اور اُس کے پیچھے ایلچیوں کی زبانی کہلا بھیجا کہ ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہم پر بادشاہی کرے (۱۵) جب وُہ بادشاہی حاصل کر کے پھر آیا تو ایسا ہُوا کہ اُن نوکروں کو بُلا بھیجا جنکو روپیہ دیا تھا۔ تاکہ معلوم کرے کہ اُنھوں نے لین دین سے کیا کیا کمایا۔ (۱۶) پہلے نے حاضر ہو کر کہا اَے خُداوند تیری اشرفی سے دس اشرفیاں پیدا ہُوئیں۔ (۱۷) اُس نے اُس سے کہا اَے اچھے نوکر شاباش! اس لئے کہ تُو نہایت تھوڑے میں دیانتدار نکلا۔ اب تُو دس شہروں پر اختیار رکھ۔ (۱۸) دُوسرے نے آکر کہا اَے خُداوند تیری اشرفی سے پانچ اشرفیاں پیدا ہُوئیں۔ (۱۹) اُس نے اُس سے کہا کہ تُو بھی پانچ شہروں کا حاکم ہو۔ (۲۰) تیسرے نے آکر کہا اَے خُداوند دیکھ تیری اشرفی یہ ہے جس کو مَیں نے رُومال میں باندھ رکھا۔ (۲۱) کیونکہ مَیں تجھ سے ڈرتا تھا اس لئے کہ تُو سخت آدمی ہے۔ جو تُو نے نہیں رکھا اُسے اُٹھا لیتا ہے اور جو تُو نے نہیں بویا اُسے کاٹتا ہے۔ (۲۲) اُس نے اُس سے کہا اَے شریر نوکر مَیں تجھ کو تیرے ہی مُنہ سے مُلزم ٹھہراتا ہُوں۔ تُو مجھے جانتا تھا کہ سخت آدمی ہُوں اور جو مَیں نے نہیں رکھا اُسے اُٹھا لیتا اور جو نہیں بویا اُسے کاٹتا ہُوں۔ (۲۳) پھر تُو نے میرا روپیہ ساہوکار کے ہاں کیوں نہ رکھ دیا کہ مَیں آکر اُسے سُود سمیت لے لیتا؟ (۲۴) اور اُس نے اُن سے کہا جو پاس کھڑے تھے کہ وُہ اشرفی اُس سے لے لو اور دس اشرفی والے کو دے دو۔ (۲۵) اُنھوں نے اُس سے کہا اَے خُداوند اُس کے پاس دس اشرفیاں تو ہیں۔ (۲۶) مَیں تم سے کہتا ہُوں کہ جس کے پاس ہے اُس کو دیا جائے گا اور جس کے پاس نہیں اُس سے وُہ بھی لے لیا جائے گا جو اُس کے پاس ہے۔ (۲۷) مگر میرے اُن دشمنوں کو جنھوں نے نہ چاہا تھا کہ مَیں اُن پر بادشاہی کروں یہاں لا کر میرے سامنے قتل کرو۔ (۲۸) یہ باتیں کہہ کر وُہ یروشلیم کی طرف اُن کے آگے آگے چلا ؎

پہلا سوال جس کا جواب دینا لازمی ہے یہ ہے کہ کیا یہ تمثیل اور توڑوں کی تمثیل ایک ہی ہیں؟ (متّی ۲۵ : ۱۴ سے ۳۰ تک)

آیت ا۔ ہر مُعاملہ فہم شخص جانتا ہے کہ ہر ایک واعظ اور اُستاد بار بار ایک ہی قسم کی تعلیم سکھاتا اور بار بار وُہی مثالیں پیش کرتا ہے۔ اگر ہم اِس خیال کو دُور کریں جس کی درحقیقت کوئی بُنیاد نہیں کہ لُوقا نے اپنی انجیل میں صرف وُہ باتیں درج کیں جو اُسے کسی

رسالہ یا مکتوب میں ملیں تو اس کو ماننے میں دقّت نہ ہوگی کہ یہ تمثیلیں دو جُداگانہ تماثل ہیں۔

آیت ۲ - اس تمثیل میں اور توڑوں کی تمثیل میں فرق ہے۔ اوّل تو زبان میں فرق ہے۔ متّی نے اس کو ۳۰۲- الفاظ میں بیان کیا ہے۔ لُوقا نے ۲۸۶- الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اِن میں سے صرف ۶۶- الفاظ یا الفاظ کے حصّے یکساں ہیں۔ پس یہ تمثیلیں مُکالمہ (۵) میں سے نہیں لی گئیں ؛

آیت ۳ - حالانکہ عام تعلیم دونوں تمثیلوں کی مساوی ہے یعنی یہ کہ جو کچھ خُدا ہم کو دیتا ہے وُہ ہماری ملکیّت نہیں بلکہ امانت ہے اور صحیح استعمال کا اجر ملے گا اور کاہل شخص کو سزا دی جائے گی بہرحال ذیل کے فرق ہیں :-

(۱) توڑوں کی تمثیل میں مالک جو سفر پر جاتا ہے معمُولی طور سے دولت مند ہے۔ اشرفیوں کی تمثیل میں مالک ایک اعلیٰ خاندان کا آدمی ہے جو بادشاہی حاصل کرنے جاتا ہے ؛

(۲) اُس تمثیل میں مالک بہت زیادہ روپیہ نوکروں کو سونپتا ہے ؛

(۳) اس میں نوکروں کو ایک رقم سپُرد نہیں ہُوئی - اس میں سب برابر ہیں ؛

(۴) اُس میں کامیاب نوکروں کو ایک ہی اجر ملتا ہے یہاں اجر جُداگانہ ہیں ؛

آیت ۴ - پھر یہ تمثیل زیادہ لمبی ہے اور اس میں مالک اور نوکروں کے علاوہ جس مُلک کی بادشاہی ملنے کی اُمید ہے اُس کے باشندوں میں سے بعض مالک کے دُشمن ہیں اور اُس کے خلاف ایلچی روانہ کرتے ہیں اور بعد کو سزا کے مستحق ہوتے ہیں ؛

اگر دونوں تماثل ایک ہی ہیں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے - یا تو لُوقا نے ربّنا یسُوع کی ایک تمثیل میں اضافہ اپنی طرف سے کیا ہے جس کا ماننا مُشکل ہے یا یسُوع کی دو تمثیلوں کو ... ایک سمجھ کر ایک بنا دیا گیا ہے یا متّی نے تمثیل کا آخری حصّہ نظر انداز کیا ہے۔

ہمیں یہ ماننا بہتر معلُوم ہوتا ہے کہ یہ دو جُداگانہ تماثل ہیں معلُوم ہوتا ہے کہ ربّنا یسُوع نے کئی باتیں جو پیشتر سکھا چُکے تھے یہُودیہ اور یروشلیم کے باشندوں کی خاطر دُہرائیں ؛

آیت ۱۱ - لُوقا پھر اس بات پر زور دیتا ہے کہ مسیح کی آمد میں تاخیر ہوگی حالانکہ لوگوں نے گمان کیا کہ خُدا کی بادشاہی فوراً قائم ہونے والی ہے۔ (دیکھو ۲۵ سے ۲۸ تک اور ۱۷: ۲۲ سے ۳۷ تک) ؛

آیت ۱۲ - "ایک امیر ..... پھر آئے"۔ رُومیوں کا دستور تھا کہ اپنی عملداری کی سرحد کے قریب اُس زمانہ میں اکثر ماتحت بادشاہوں اور حاکموں کو مقرر کرتے تھے۔ یہ بادشاہ خود مختار نہیں ہوتے تھے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے راجگانِ ہند کی جو حالت تھی وُہی اِن بادشاہوں کی تھی۔ ہیرودیس اعظم ۴۷ قبل از مسیح گلیل کا حاکم مقرر ہوا اور ۷ برس کے بعد روم کو گیا اور یہودیہ کا بادشاہ بنایا گیا تھا۔ جب اُس کا انتقال ہوا تو اُس کا ایک بیٹا ارخلاؤس روم کو گیا تاکہ اگر ممکن ہو تو اپنے باپ کی وصیت کے مطابق خود بادشاہ بنے۔ یروشلیم سے ایلچی بھی بھیجے گئے لیکن یہودیہ کی بادشاہی ملی۔ پس مثال عام فہم تھی۔

امیر - یعنی بڑے بڑے خاندان کے افراد ؛

آیت ۱۳ - امیر نے انتظام کیا کہ وُہ اپنے غلاموں کی لیاقت جانچے تاکہ اگر بادشاہ بنایا جائے تو اُسے پتہ چلے کہ کون کون سے آدمی سرکاری ملازمت کے قابل ہیں۔ پس اُس نے دس غلاموں کو ایک ایک اشرفی سونپی جس سے وُہ تجارت کرکے اپنی قابلیت ظاہر کریں۔ اِن غلاموں سے یسُوع کے شاگرد اور پیرو مُراد ہیں ؛

آیت ۱۴ - شہر کے باشندوں سے یہودی لوگ مُراد ہیں جنہوں نے یسُوع کی بادشاہی قبول نہ کی ؛

آیت ۱۵ - امیر کامیاب ہو کر لَوٹا اور سب سے پہلے اپنے نوکروں کو بُلا کر دریافت کرتا ہے کہ کیسی کامیابی ہُوئی۔ صرف تین مثالیں دی گئیں ہیں ؛

آیت ۱۶ - پہلا نوکر حلیمی ظاہر کرتا ہے۔ وُہ یہ نہیں کہتا کہ "مَیں نے دس اشرفیاں کمائیں" بلکہ اصرار سے کہتا ہے لیکن "تیری اشرفی نے پیدا کیں"۔

آیت ۱۷ - نیا بادشاہ خوش ہوتا ہے اور انعام دیتا ہے۔ اجر یہ ہے کہ اِس کامیاب نوکر کو بڑی ذمّہ داری اور محنت کی عُہدہ داری دی جاتی ہے۔ بعض اوقات مسیحی لوگ گُزرے ہُوئے مسیحیوں کی بابت کہتے ہیں کہ وُہ "اعلیٰ خدمت کے لئے بُلائے گئے تھے"۔ اِس محاورہ کی سند یہ آیت وغیرہ ہیں ؛

آیات ۱۸ و ۱۹ - دُوسرے نوکر نے بھی اسی قسم کا جواب دیا اور اپنی کامیابی کے مطابق عُہدہ پایا۔ توڑوں کی تمثیل میں دونوں قابل نوکروں نے اُس رقم کے موافق جو انہیں

سونپی گئی سو فی صدی اور کمایا اور دونوں کا اجر یکساں ہے۔ اشرفیوں کی تمثیل میں اجر کامیابی کے مطابق ہے۔ دونوں تمثیلوں کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا ہم کو دیتا ہے یعنی مال۔ تعلیم۔ لیاقت سب امانتیں ہیں جنہیں خدا کی خدمت میں استعمال کرنا امر ضروری ہے۔

آیت ۲۰ - کاہل غلام نے تمام سُست آدمیوں کی مانند بہانہ کیا۔

آیت ۲۱ - سخت آدمی - سخت گیر یا تند خُو۔ فارسی ترجمہ میں ہے "تند خوئی" (تُو غصہ ور ہے) کسی مشہور شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ "اُس کا غصہ ایسا تھا جس سے سارے دِل سے ڈرنا چاہیئے"۔ یہاں ایسے ہی آدمی کی طرف اشارہ ہے۔

"جو تُو نے نہیں رکھا الخ" مطلب یہ ہے کہ جہاں سے کسی نفع یا فائدہ کی اُمید نہ ہوتی تو بھی موقع پاکر وہاں سے اپنا مقصد حل کر لیتا۔

آیت ۲۲ - یہ آیت سوال کی صورت میں ہونی چاہیئے یعنی اس کے آخر میں سوالیہ نشان ؟ ہونا لازمی ہے۔

آیت ۲۳ - تُو سمجھتا ہے کہ تُو نے اچھا کیا جو میری اشرفی واپس کر دی؟ تُو نے بے وقوفی کی ہے کیونکہ اگر ساہوکار ہی کے سپرد کر دیتا تو بھی مجھے اس کا سود مل جاتا۔

اکثر تمثیلات سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ سُستی خُدا کو ناپسند ہے۔

دولتمند نے جس کے دروازے پر لعزر پڑا رہتا تھا کوئی خاص بُرائی نہیں کی تھی وہ حقیقت میں نیکی نہیں کرتا تھا۔ اسی طرح پانچ بے وقوف کنواریوں نے کوئی بُرا کام نہیں کیا تھا محض تیار نہیں تھیں۔ (متی ۲۵: ۱ سے ۱۳ تک) چند اور تمثیلات سے بھی یہی تعلیم ملتی ہے۔

آیت ۲۴ - "جو پاس کھڑے تھے" یعنی دیگر نوکر چاکر وغیرہ۔ اشارہ تمثیل سُننے والوں کی طرف نہیں ہے۔

آیت ۲۵ - "اُنہوں نے اُس سے کہا" یعنی امیر کے نوکروں اور دوستوں نے اُس سے کہا۔

آیت ۲۶ - یہ مسیح کی تعلیم ہے لیکن تمثیل میں یہ مالک کا کلام ہے۔ باب ۱۲ - آیت ۲۸ پر کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

آیت ۲۷۔ تئے بادشاہ کے دُشمنوں سے یہُودی لوگ مُراد ہیں اور خُداوند اُن کو آگاہ کرتا ہے کہ اُسے رد کرنے کا نتیجہ ہلاکت ہوگا۔ یہ نہیں کہ ربّنا یسُوع اُس امیر کی طرح ناراض ہوکر حُکم دینے پر تُلے ہُوئے تھے کہ یروشلیم برباد ہو اور اُس کے باشندے قتل کئے جائیں۔۔۔ آپ کو معلوم تھا کہ اگر یہُودی رُوحانی بادشاہی کو قبول نہ کریں گے تو دنیوی بادشاہی کی تلاش میں رُومیوں سے جنگ کرکے ہلاک ہوں گے ۔۔

حاصل کلام :۔

تمثیل کے کہنے کی غرض یہ تھی کہ لوگ معلوم کریں کہ خُدا کی بادشاہی فوراً ظاہر نہ ہوگی۔ بلکہ ضرور تھا کہ پہلے مسیح خُداوند آسمان پر جائیں اور کچھ عرصہ بعد واپس آکر خُدا کی بادشاہی کو قائم کریں۔ یہ تعلیم کہ ربّنا المسیح کی دُوسری آمد میں تاخیر ہوگی لُوقا کی انجیل کے خاص مضامین میں سے ایک ہے۔ (دیکھو مرقس ۱۰ : ۳۲)



حصّہ پنجم

اپنے نصب العین یعنی یروشلیم میں پہنچکر ربّنا المسیح کا مصلوب ہونا۔

صُلح و امن کے شہزادے کا یروشلیم میں داخل ہونا

آیات ۲۹ تا ۴۰

(۲۹) جب وُہ پہاڑ پر جو زیتون کا کہلاتا ہے بیت فگے اور بیت عنیاہ کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہُوا کہ اُس نے شاگردوں میں سے دو کو یہ کہہ کر بھیجا۔ (۳۰) کہ سامنے کے گاؤں میں جاؤ اور اُس میں داخل ہوتے ہی ایک گدھی کا بچہ بندھا ہُوا ملیگا جس پر کبھی کوئی آدمی سوار نہیں ہُوا۔ اُسے کھول لاؤ۔ (۳۱) اور اگر کوئی تم سے پُوچھے کہ کیوں کھولتے ہو؟ تو یُوں کہہ دینا کہ خُداوند کو اس کی ضرورت ہے۔ (۳۲) پس جو بھیجے گئے تھے اُنھوں نے جاکر جیسا اُس نے اُن سے کہا تھا ویسا ہی پایا۔ (۳۳) جب گدھی کے بچّہ کو کھول رہے تھے تو اُس کے مالکوں نے اُن سے کہا کہ اس بچّہ کو کیوں کھولتے ہو؟ (۳۴) اُنھوں نے کہا کہ خُداوند کو اس کی ضرورت ہے۔ (۳۵) وُہ اُس کو یسوع کے پاس لے آئے اور اپنے کپڑے اُس بچّہ پر ڈال کر یسوع کو سوار کیا۔ (۳۶) جب جارہا تھا تو وُہ اپنے کپڑے راہ میں بچھاتے جاتے تھے۔ (۳۷) اور جب وُہ شہر کے نزدیک زیتون کے پہاڑ کے اُتار پر پہنچا تو شاگردوں کی ساری جماعت اُن سب معجزوں کے سبب سے جو اُنہوں نے دیکھے تھے خُوش ہوکر بلند آواز سے خُدا کی حمد کرنے لگی۔ (۳۸) کہ مُبارک ہے وُہ بادشاہ جو خُداوند کے نام سے آتا ہے۔ آسمان پر صُلح اور عالم بالا پر جلال! (۳۹) بھیڑ میں سے بعض فریسیوں نے اُس سے کہا اے اُستاد! اپنے شاگردوں کو ڈانٹ دے۔ (۴۰) اُس نے جواب میں کہا میں تم سے کہتا ہُوں کہ اگر یہ چُپ رہیں تو پتھر چلا اُٹھیں گے۔

اگر آپ زکریاہ ۹:۹ اور ۱۰ ملاحظہ فرمائیں تو وہاں "بادشاہ" کی یعنی مسیح کی آمد کی پیشینگوئی کا بیان مرقوم ہے۔ "وہ صادق ہے اور نجات اُس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حلیم ہے اور گدھے پر بلکہ جوان گدھے پر سوار ہے"۔ اس پیشینگوئی کا ربّنا یسوؔع نے ارادۃً اپنی زندگی میں پورا ہونا ظاہر کیا۔

آیت ۲۹ - لاگرنژ جو شہر یروشلیم میں برسوں تک رہے ہیں بتاتے ہیں کہ یریحو سے آتے وقت بیت فگے پہلے آتا ہے۔ دیگر علما کا خیال ہے کہ بیت فگے اُس زمانہ میں زیادہ مشہور تھا اور اسی لئے اُس کا نام پہلے لکھا گیا ہے۔ یسوؔع نے دو شاگردوں کو بھیجا۔

آیت ۳۰ "سامنے کے گاؤں میں"۔ ہمیں پتہ نہیں کہ یہ کونسا گاؤں تھا۔ زیتون کا پہاڑ بیت فگے اور بیت عنیاہ دونوں کے قریب ہے اور ممکن ہے کہ "سامنے کا گاؤں" اُن میں سے ایک ہو۔ یہ خیال کرنا کہ ربّنا یسوؔع اپنے غیبی علم کی بنا پر اس بات سے واقف تھے کہ فلاں گاؤں میں اُسے گدھے کا بچہ بندھا ملے گا غیر ضروری ہے۔ غالباً آپ نے یہ انتظام پہلے سے کیا ہوا تھا کہ گدھے کا بچہ وہاں باندھ دیا جائے تاکہ شاگرد اُسے لیجا سکیں۔

آیت ۳۱ - یقیناً یہ الفاظ بطور نشان کے تھے جو ربّنا یسوؔع اور گدھے کے مالک کے مابین اُس جگہ کی پہچان کے لئے طے ہوئے تھے۔

آیت ۳۵ - "اپنے کپڑے اُس بچہ پر ڈالے اور یسوؔع کو سوار کیا"۔

آیت ۳۶ - لوگ ربّنا یسوؔع کا استقبال کرتے جاتے تھے۔

آیت ۳۷ - شاگردوں نے خوشی منائی اور چوتھی انجیل میں بتایا گیا ہے کہ لوگ شہر سے بھی آئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ (یوحنا ۱۲، ۳) یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا اہلِ یروشلیم بھی اس استقبال میں شریک ہوئے تھے؟

آیت ۳۸ - یسوؔع نے بے شک ارادۃً زکریاہ نبی کی پیشین گوئی کو اپنی زندگی میں پورا کیا تاکہ:- اوّل آپ مسیح ہونے کا دعویٰ کریں۔ دوم - اس بات کا مظاہرہ کیا جائے کہ آپ جنگ و جدل کے بادشاہ ہونے کے لئے تشریف نہیں لائے۔ یہ بات لوگوں کو معلوم نہیں تھی۔ مقدس یوحنا کی انجیل میں ذکر ہے کہ شاگرد بھی یہ بھید نہیں سمجھتے تھے۔

آیت ۳۹ و ۴۰ - فریسی لوگ حسبِ دستور اپنی دشمنی کو ظاہر کرنے لگے

تھے خداوند کا جواب بہت سخت تھا۔ اگر انسان اُن تمام فوائد کو جو معجزات کے وسیلے اُن کو ملے تھے فراموش کرتے تو پتھر چلاّ اُٹھتے (یہ محاورہ ایک مثل معلوم ہوتا ہے)۔

ربنّا المسیح کا شہر یروشلیم پر اظہارِ تاسّف

آیات ۴۱ تا ۴۴

(۴۱) جب نزدیک آکر شہر کو دیکھا تو اُس پر رویا اور کہا۔ (۴۲) کاش کہ تُو اسی دن میں سلامتی کی باتیں جانتا! مگر اب وُہ تیری آنکھوں سے چھپ گئی ہیں۔ (۴۳) کیونکہ وُہ دن تجھ پر آئیں گے کہ تیرے دُشمن تیرے گرد مورچہ باندھ کر تجھے گھیر لینگے اور ہر طرف سے تنگ کریں گے۔ (۴۴) اور تجھ کو اور تیرے بچّوں کو جو تجھ میں ہیں زمین پر دے پٹکیں گے اور تجھ میں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ چھوڑیں گے اس لئے کہ تُو نے اُس وقت کو نہ پہچانا جب تجھ پر نگاہ کی گئی۔

آیت ۴۱۔ یریحو سے آتے ہُوئے مسافر زیتون کے پہاڑ کے اُوپر آکر ایسی جگہ پہنچتے ہیں جہاں سے شہر یروشلیم نظر آتا ہے۔ آج کل بھی یہ منظر حسین نظر آتا ہے اور ربنّا یسوع کے وقت اس مقام سے ہیکل نظر آتی تھی جو سفید سنگِ مرمر سے جس پر سونا منڈھا ہُوا تھا تعمیر کی گئی تھی۔ یہ منظر بے حد دلکش تھا۔ اپنے وطن کے دارالسلطنت کو جو در اصل دینِ یہود کا دارالسلطنت تھا دیکھ کر اور رفتگان کا ماجرہ یاد کر کے کہ آپ نے کئی بار وہاں خدا کی بادشاہی کی بشارت دی ربنّا یسوع پر رنج کا عالم طاری ہوگیا اور رنج و الم سے رونے لگے۔ یُونانی لفظ سے جو یہاں مستعمل ہُوا ہے نہ فقط آنسو بہانا ہی مُراد ہے جیسا کہ یُوحنّا ۱۱: ۳۴ میں مرقوم ہے بلکہ زور سے رونا بھی مطلب ہے۔

آیت ۴۲۔ "کاش کہ"۔ یُونانی لفظ EI کے معنی "اگر" کے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ "کاش کے معنی" میں آیا ہے۔ "اسی دن"۔ لیکن خاص اوقات کو پہچاننے کی لیاقت بیشتر کے چال چلن اور انسانی خیالات کے سلسلہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یروشلیم کے بُزرگ اور وہاں کے باشندے جو ان بزرگوں کے مُقلد تھے ہمیشہ ربنّا یسوع المسیح کی تعلیم سے لاپرواہ رہتے تھے اور یُوں وُہ نہ آپ کی تعلیم کو اور نہ آپ کو قبول کرتے تھے۔ (لُوقا ۴: ۲۴ [صحیح متن] ۱۳: ۳۴ اور یُوحنّا کے بہت سے مقامات)۔

پس اب وُہ نہ اُس دن کو اور نہ اپنی سلامتی کو پہچان سکے۔ وُہ دُنیاوی اختیار اور حکومت اور آزادی کی دُھن میں محو تھے اور رُوحانی باتیں نہیں پہچانتے تھے اس لئے الٰہی انتظام کے ماتحت وُہ سب باتیں اُن کی آنکھوں سے چھپ گئی تھیں۔ یہ رُوحانی اندھاپن خُدا کی طرف پیٹھ پھیرنے کا لازمی نتیجہ تھا۔

آیت ۴۳۔ بعض لوگ اس آیت کے مفصلات ثابت کرتے ہیں اور سکتے ہیں کہ مُقدس لُوقا نے اپنی انجیل یروشلیم کے محاصرہ کے بعد لکھی تھی لیکن اس میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی گئی تھی جو اُس زمانہ میں ہر محاصرہ میں نہیں ہوتی تھی۔ جیسے کہ کسی نے لکھا ہے کہ "ایسی باتیں لکھنے یا کہنے کے لئے نبی ہونے کی ضرورت نہ تھی"۔ برعکس اس کے پلمر اور نیز برکت اللہ صاحبان نے ثابت کیا ہے کہ یہاں لُوقا یہ نہیں بتاتا کہ یہ پیشین گوئی پُوری ہُوئی۔ حالانکہ اگبس کی پیشین گوئی کے پُورا ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ (دیکھئے اعمال ۱۱: ۲۸)۔ لہٰذا وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یروشلیم کی بربادی اس انجیل کے قلمبند ہونے کے بعد ہُوئی تھی۔ یہ نتیجہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

آیت ۴۴۔ "تجھ کو اور تیرے بچوں کو۔۔۔۔ دے پٹکیں گے"۔ شہر مسمار ہوگا۔ اور اس کے باشندے قتل کئے جائیں گے۔ تیرے بچوں سے نہ صرف نابالغ بچے مُراد ہیں بلکہ ہر عُمر کے یروشلیمی لوگ۔

"تُو نے اس وقت کو الخ"۔ نگاہ۔ بائبل میں خُدا کی نگاہ سے اُس کی توجہ کرنا مُراد ہے۔ عموماً خُدا کی نگاہ فائدہ پہنچانے کے لئے ہوتی ہے لیکن بعض وقت سزا کے لئے بھی وُہ نگاہ کرتا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ خُدا نے یروشلیم بلکہ تمام قوم یہود کو یاد فرما کر پہلے یُوحنا اصطباغی کو اور پھر اپنے اکلوتے بیٹے "ہمارے خُداوند یسُوع المسیح" کو بھیجا کہ انہیں نجات کی راہ سکھائے۔ بہرحال اُنہوں نے اس بات کو نہیں پہچانا اور توبہ کے موقع کو ہاتھ سے جانے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہونے کو تھا کہ قوم رُومیوں سے بغاوت کر کے سلطنتِ رُوم کے ساتھ جنگ کرے جس کا انجام قوم اور شہر کی ہلاکت ہو۔

ربنا المسیح کا ہیکل کو پاک و صاف کرنا بزرگانِ قوم کی سازش

آیات ۴۵ تا ۴۸

(۵) پھر وُہ ہیکل میں جا کر بیچنے والوں کو نکالنے لگا۔ (۴۶) اور اُن سے کہا لکھا ہے کہ میرا گھر دُعا کا گھر ہوگا مگر تُم نے اُس کو ڈاکوؤں کی کھوہ بنا دیا۔ (۴۷) اور وُہ ہر روز ہیکل میں تعلیم دیتا تھا مگر سردار کاہن اور فقیہ اور قوم کے رئیس اُس کے ہلاک کرنے کی کوشش میں تھے۔ (۴۸) لیکن کوئی تدبیر نہ نکال سکے کہ یہ کس طرح کریں کیونکہ سب لوگ بڑے شوق سے اُس کی سُنتے تھے۔

اس موضُوع پر ایک مشہُور سوال یہ ہے کہ آیا ربّنا یسُوع نے ہیکل سے ایک ہی بار تجارت کرنے والوں کو نکالا تھا اور اگر یہ دُرست ہے تو کیوں یہ واقعہ چوتھی انجیل کے شروع میں مرقوم ہے اور دیگر اناجیل میں اس کا احوال یسُوع کی اذیّت کے ہفتہ میں درج ہے۔ بہتر ہے کہ ہم ذیل کی باتوں پر غور و خوض کریں۔

(۱) مُمکن ہے کہ ربّنا یسُوع نے دو مرتبہ ہیکل کو لین دین کی غلاظت سے پاک کیا ہو۔ اب نظریہ غیر ممکن نہیں ہو سکتا۔

(۲) مُقدّس یُوحنّا کی انجیل اور اناجیل مُتفقہ میں کُچھ فرق ہے۔ یُوحنّا ۲: ۱۶ میں لکھا ہے "میرے باپ کے گھر کو تجارت کا گھر نہ بناؤ۔" لُوقا میں لکھا ہے "میرا گھر دُعا کا گھر ہوگا پر تُم نے ڈاکوؤں کی کھوہ بنا دیا۔" بہرحال یُوحنّا ۲: ۱۶ میں ربّنا المسیح کبُوتر فروشوں سے ہی مخاطب ہوتے ہیں اور اناجیل مُتفقہ میں سب لوگوں سے۔

(۳) اپنی خدمت کے آخر میں جب اکثر لوگوں پر ربّنا المسیح کا رُعب و دبدبہ چھا گیا تو سماج کے سُدھار کے لئے ایسا وقت واقعی موزُوں تھا۔

(۴) یُوحنّا کی انجیل تاریخی سلسلہ کے مطابق نہیں لکھی گئی بلکہ یہ مضامین کے سلسلہ کے مطابق قلمبند کی گئی ہے۔ آخری ابواب میں یعنی ۱۱ سے آخر تک کُچھ تاریخ وار باتیں پتہ چلتی ہیں۔ مثلاً ممکن ہے کہ نیکُدیمس ربّنا یسُوع کے پاس آپ کی صلیبی موت کے تھوڑے ہی دن قبل آیا ہو اس لئے غالباً ربّنا یسُوع نے فقط ایک ہی بار تجاروں کو ہیکل سے نکالا تھا۔

آیت ۴۵ ۔ ہیکل کے بڑے صحن میں وُہ جانور جو قُربانی کے لئے درکار ہوتے تھے مثلاً بچھڑے، مینڈھے، بّرے، کبُوتر وغیرہ اور دیگر اشیاء مثلاً آٹا یا تیل وغیرہ بکتے تھے (احبار ۲) نیز ہیکل میں کوئی غیر یہُودی سکّہ نذر نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ ایسے سکّوں پر یا تو بُت پرستی کے

کے نشان ہوتے تھے یا کسی بادشاہ کی صورت ہوتی تھی اور بنی اسرائیل سمجھتے تھے کہ دوسرا حکم (خروج ۲۰: ۴)، نہ فقط بتوں اور مورتوں کے سامنے سرنگوں ہونے اور سجدہ کرنے کی مخالفت کرتا ہے، بلکہ اس حکمِ خداوندی کے مطابق ہر قسم کی تصویر یا مورت بنانا بھی ممنوع ہے۔ پس ہیکل کے باہر صرافوں کے اڈے تھے جو غیر یہودی سکوں کو یہودی سکوں سے بدل دیتے تھے۔ ان تمام تجارتی کاموں میں بے ایمانی اور بددیانتی کا بیحد امکان تھا جس کے باعث وہاں کے دوکانداروں نے ربنا المسیح کی اطلاع کے مطابق بے ایمانی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

آیات ۴۷ و ۴۸۔ ربنا یسوع روحانی تعلیم سکھایا کرتے تھے اور بزرگانِ یہود آپ کی ذات پاک کو ہلاک کرنے کا موقع ڈھونڈتے رہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ربنا یسوع کے مذکورۂ بالا کام یعنی ہیکل سے دوکانداروں کو نکالنا ایسا فعل تھا جس سے کاہن لوگ بہت ناراض ہوئے کیونکہ اس تجارت سے ان کو بہت نفع ملتا تھا تاہم اس وقت وہ عام لوگوں سے ڈرتے تھے۔

باب بست

ربنا المسیح کے اختیار کے متعلق بزرگان یہود کا سوال

آیات ۱ تا ۸

(۱) اُن دنوں میں ایک روز ایسا ہوا کہ جب وہ ہیکل میں لوگوں کو تعلیم اور خوشخبری دے رہا تھا تو سردار کاہن اور فقیہ بزرگوں کے ساتھ اُس کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ (۲) اور کہنے لگے کہ ہمیں بتا، تو اِن کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہے یا کون ہے جس نے تجھ کو یہ اختیار دیا ہے؟ (۳) اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ مَیں بھی تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ مجھے بتاؤ۔ (۴) یوحنا کا بپتسمہ آسمان کی طرف سے تھا یا انسان کی طرف سے؟ (۵) اُنہوں نے آپس میں صلاح کی کہ اگر ہم کہیں آسمان کی طرف سے تو وہ کہیگا تم نے کیوں اُس کا یقین نہ کیا؟ (۶) اور اگر کہیں کہ انسان کی طرف سے تو سب لوگ ہم کو سنگسار کریں گے کیونکہ اُنہیں یقین ہے کہ یوحنا نبی تھا۔ (۷) پس اُنہوں نے جواب دیا ہم نہیں جانتے کہ کس کی طرف سے تھا۔ (۸) یسوع نے اُن سے کہا مَیں بھی تمہیں نہیں بتاتا کہ ان کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہوں۔

آیت ۱- غالباً ربّنا یسوعؔ کا زبردستی سے دوکانداروں کو ہیکل سے نکالنا سردار کاہنوں کی شدید ناراضگی اور مخالفت کی وجہ بن گیا۔ حالانکہ شریعت کے مطابق کسی زمانہ میں ایک سے زیادہ سردار کاہن نہیں ہونے چاہیئے تھے تاہم ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ شریعت کا یہ حکم کبھی واقعی عمل میں بھی آیا تھا۔ اتنا جانتے ہیں کہ پُرانے عہدنامے میں کئی مقامات پر سردار کاہنوں کے مُعطّل ہونے کا ذکر پایا جاتا ہے اور رُومی حکّام اکثر سردار کاہن کو بدل دیتے تھے (لُوقا ۳: ۲)۔ عموماً جتنے کاہن سردار کاہن رہ چُکے تھے عوام اُن کو سردار کاہن ہی کہا کرتے تھے۔ یہ لوگ صدوقی تھے۔ مُمکن ہے کہ فریسی لوگ ربّنا یسوعؔ کے اُس کام سے خُوش ہوں تاہم وُہ آپ کی تعلیم سے بیزار تھے۔ ان حالات میں اِن بزرگوں کا فرضِ منصبی تھا کہ کسی نئے ربّی یا معلّم اور خصوصاً اُنہی کی تعلیم اور کردار پر غور وخوض کرکے اُسکی قبولیت کا قطعی فیصلہ دیں۔ **آیت ۲-** "اُن کاموں کو" یعنی ہیکل میں لین دین کے سلسلہ کو روکنا۔ اور عوام کو تعلیم دینا۔ سبت کے دن مریضوں کو شفا دینا جائز ہے۔ وُہ ربّنا یسوعؔ کے اختیارِ کلّی اور آپ کے اختیار کے مخرج کے متعلق استفسار کرتے ہیں۔

آیات ۳ و ۴- ربّنا یسوعؔ معلوم کرتے ہیں کہ یہ بزرگ لوگ اپنے فرائضِ منصبی ادا کرتے وقت بھی خلوصِ نیّت سے اپنے کاموں کو نہیں کرتے تھے۔ اُن کو جانچنے کے لئے یہ سوال کرتے ہیں۔ دراصل اُن کا فرض تھا کہ یُوحنّا اصطباغی کی بابت فیصلہ کرتے۔ نیز یُوحنّا اصطباغی ربّنا یسوعؔ المسیح کا پیشرو تھا اور عہدِ عتیق میں اُس کی بابت پیشین گوئی بھی ملتی ہے ربّنا یسوعؔ کی بابت جو فیصلہ اُن کی طرف سے ہوتا اُس کی بُنیاد یہ ہونی چاہیئے تھی کہ آیا یُوحنّا اصطباغی خُدا کی طرف سے نبی ہوکر آیا ہے یا نہیں؟

آیات ۵ و ۷- پھر جیسے اکثر اُن لوگوں کا حال ہوتا ہے جو مکّاری سے ایسے سوالات کرتے ہیں یہ بزرگ صاحبان بھی ایک گورکھ دھندے میں پھنس گئے۔ اُنہوں نے یُوحنّا اصطباغی کی نبوّت کے وقت نہ تو اُس کی تعلیم مانی تھی اور نہ ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ یُوحنّا اصطباغی ایک سچا نبی ہے۔ اب تین برس کے بعد ایک مُشکل کا سامنا کرنا پڑا!

آیت ۸- ربّنا یسوعؔ نے صاف طور پر دکھایا کہ آپ اُن کی مکّاری اور مُشکل کو خوب اچھی طرح پہچانتے تھے۔ "میں بھی تمہیں نہیں بتاتا" یعنی تم کو معلوم ہے کہ یُوحنّا کی بابت تمہاری رائے کیا ہے لیکن تم بتاتے نہیں بعینہٖ میں بھی نہیں بتانا چاہتا کہ کس اختیار سے

یہ کام کرتا ہوں ۔

تاکستان کے ٹھیکہ داروں کی تمثیل

آیات ۹ تا ۱۸

(۹) پھر اُس نے لوگوں سے یہ تمثیل کہنی شروع کی کہ ایک شخص نے تاکستان لگا کر باغبانوں کو ٹھیکے پر دیا اور ایک بڑی مدّت کے لئے پردیس چلا گیا۔ (۱۰) اور پھل کے موسم پر اُس نے ایک نوکر باغبانوں کے پاس بھیجا تاکہ وُہ تاکستان کے پھل کا حصّہ اُسے دیں لیکن باغبانوں نے اُس کو پیٹ کر خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ (۱۱) پھر اُس نے ایک اور نوکر بھیجا۔ اُنہوں نے اُس کو بھی پیٹ کر اور بے عزّت کر کے خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ (۱۲) پھر اُس نے تیسرا بھیجا۔ اُنہوں نے اُس کو بھی زخمی کر کے نکال دیا۔ (۱۳) اس پر تاکستان کے مالک نے کہا کہ کیا کروں؟ مَیں اپنے پیارے بیٹے کو بھیجوں گا۔ شاید اُس کا لحاظ کریں۔ (۱۴) جب باغبانوں نے اُسے دیکھا تو آپس میں صلاح کر کے کہا یہی وارث ہے۔ اسے قتل کریں کہ میراث ہماری ہو جائے۔ (۱۵) پس اُس کو تاکستان سے باہر نکال کر قتل کیا۔ اب تاکستان کا مالک اُن کے ساتھ کیا کرے گا؟ (۱۶) وُہ آ کر اُن باغبانوں کو ہلاک کرے گا اور تاکستان اَوروں کو دے دے گا۔ اُنہوں نے یہ سُن کر کہا خُدا نہ کرے۔ (۱۷) اُس نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر یہ کیا لکھا ہے کہ جس پتّھر کو معماروں نے ردّ کیا وُہی کونے کے سِرے کا پتّھر ہو گیا؟ (۱۸) جو کوئی اُس پتّھر پر گرے گا اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے لیکن جس پر وُہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔

یہ تمثیل دیگر تمثیلات سے جُدا گانہ ہے کیونکہ یہ تمثیل رُوحانی زندگی اور خُدا کی حکومت کے اصُول اور طریق کی بابت نہیں کہی گئی حالانکہ بے پھل انجیر کی تمثیل اور دو بیٹوں کی تمثیل کسی قدر یہودیوں کی بابت کہی گئی ہیں۔ یہ تمثیل۔ ماضی۔ حال اور مستقبل زمانوں کے واقعات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ربّنا یسوعؔ اپنے دُشمنوں کے رنگ ڈھنگ سے اپنا انجام اور اُن کا انجام بتاتے ہیں۔

تمثیل کی تشبیہات کو ربّنا یسوعؔ المسیح نے عہدِ عتیق سے لیا تھا جسے سامعین بآسانی سمجھ سکتے تھے۔ ذیل کے مضامین ملاحظہ فرمائیں۔ (یسعیاہ ۵: ۱ سے ۷ تک یرمیاہ ۲: ۲۱ + حزقی ایل ۱۵: ۶ و ۱۰ سے ۱۴ تک ہوسیع ۱۰: ۱ و استثنا ۳۲: ۳۲ و ۳۳ اور زبور ۸۰: ۸ سے آخر تک)۔

آیت ۹ - اس تمثیل میں وُہ شخص جس نے تاکستان لگایا تھا خُدا مُراد ہے اور مندرجہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ تاکستان سے مُراد بنی اسرائیل ہے۔ ٹھیکہ داروں کا مطلب مذہبی پیشوا یعنی کاہن اور فقیہ مُراد ہیں۔

"پردیس چلا گیا"۔ خُدا ایک غائب ہے۔ "خُدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا" (یُوحنا ۱: ۱۸)

آیات ۱۰ تا ۱۲ - نوکروں سے مُراد انبیا ہیں۔ خُدا نے موقع بموقع اُن کو بھیجا لیکن صد حیف! کہ عموماً اسرائیلی بزرگوں، کاہنوں اور بادشاہوں نے اُن کو قبُول نہیں کیا۔ بلکہ ستایا اور بعضوں کو قتل بھی کیا۔

آیت ۱۳ - "بیٹا" یعنی خُداوند یسُوع المسیح۔ اِس قول سے ربّنا یسُوع نے المسیح بلکہ ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

آیت ۱۴ - غالباً مطلب یہ ہے کہ انگوری باغ کا مالک ایک رُومی تھا۔ اس لئے جب وُہ چلا گیا تو باغبانوں نے سمجھا کہ ہم تاکستان پر قبضہ کر سکتے ہیں اس پر اُس کو زبردستی کرنے کا اختیار پیدا ہو گیا یہاں تک کہ وُہ باغبانوں کو قتل کر سکتا تھا۔

آیت ۱۵ - ربّنا یسُوع کو شہر کے باہر قتل کرانے کو تھے۔ لیکن خُدا اُس کا ضرور انتقام لے گا۔ اصل میں تقریباً ۴۰ سال کے بعد جب ہیکل کو شہر سمیت جلا دیا گیا تو کاہنوں کا عہدہ اور وُہ خدمت جسے انجام دیتے تھے ختم ہو گئی۔ بنی اسرائیل (تاکستان) تو رہے لیکن کاہنوں کا خاتمہ ہو گیا۔

لوگوں نے معلوم کیا کہ اس تمثیل کا اطلاق اُن پر اُن کے شہر پر اور دین پر ہے لہٰذا اُنہوں نے رنجیدہ ہو کر پکارا "خُدا نہ کرے"۔

آیت ۱۷ - زبُور ۱۱۸: ۲۲ —— ربّنا یسُوع لوگوں کو جواب دیتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ "خُدا نہ کرے"۔ ربّنا یسُوع کہتے ہیں۔ "پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟" تمثیل میں یہودی لوگ اور خاص کر اُن کے پیشوا باغبان کی مانند بتائے گئے ہیں۔ اب اُن کو بیوقوف معماروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یاد ہو گا کہ جس وقت سلیمان نے ہیکل بنوائی تھی تو تمام پتھر تیار ہو کر آئے تھے۔ (۱۔سلاطین ۶: ۷) یہ تشبیہ یُوں ہے کہ بنے ہُوئے پتھروں میں سے ایک پتھر عجیب شکل کا تھا جو کہیں نہیں لگتا تھا۔ آخرکار یہ معلوم ہُوا کہ یہ کونے کے سرے کے اُوپر لگایا جائے گا۔ ایسا پتھر اپنے وزن کے سبب سے لنگر کا کام دیتا ہے اور کونے کو

مضبوط بنا دیتا ہے ؛

آیت ۱۸ - کیا یہ الفاظ ربّنا یسُوع کے ہیں ؟ یہ الفاظ نہ تو متّی میں ہیں اور نہ مرقس میں - بہرحال مُمکن ہے کہ کسی شخص نے آپ کی زبان مُبارک سے سُنا تھا اور پھر لُوقا کو جب وُہ پولُوس کے ساتھ یروشلیم میں تھا بتا دیا تھا - لیکن مُمکن ہے کہ لُوقا نے یہ الفاظ بطور تفسیر یا تشریح کے لکھے تھے حالانکہ ان کا سمجھنا آسان نہیں - الفاظ مُشکل ہیں اور اسی لئے مُمکن ہے کہ کسی نے اُن کو یاد رکھا تھا - کیونکہ بڑے شخص کے مُختصر الفاظ جب پُر معنی معلُوم ہوتے تو وُہ اکثر اوقات یاد رہتے ہیں چاہے وُہ سمجھ میں بھی نہ آئیں ؛ بلاشک و شُبہ یہاں اشارہ یسعیاہ ۸ : ۱۴ کی طرف ہے جہاں لکھا ہے " وُہ ایک مقدِس ہوگا لیکن اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے صدمہ اور ٹھوکر کا پتھّر " (۱ - پطرس ۲ : ۸ + رومیوں ۹ : ۳۳ ملاحظہ ہوں) - لیکن یہ معلُوم کرنا کہ کسی کے پتھّر پر گرنے اور پتھّر کے کسی پر گرنے میں کیا فرق ہے ؟ شاید مطلب یہ ہے کہ جو کوئی ربّنا المسیح کو قبول نہ کرے گا اور اپنے گُناہ کی اہمیّت سے واقف ہو جائے گا اُس کی توبہ کے زور سے اُس کا دل ٹُوٹ جائے گا لیکن اگر وُہ دل شکستہ نہ ہو تو ربّنا المسیح کے صدمہ سے چکنا چُور اور ہلاک ہوگا ؛ (زبور ۵۱ : ۱۷)

سرداروں کی سازش اور خراج کا سوال

آیات ۱۹ تا ۲۶

(۱۹) اُسی گھڑی فقیہوں اور سردار کاہنوں نے اُسے پکڑنے کی کوشش کی مگر لوگوں سے ڈرے کیونکہ وُہ سمجھ گئے تھے کہ اُس نے یہ تمثیل ہم پر کہی - (۲۰) اور وُہ اُس کی تاک میں لگے اور جاسُوس بھیجے کہ راستباز بن کر اُس کی کوئی بات پکڑیں تاکہ اُس کو حاکم کے قبضہ اور اختیار میں دے دیں - (۲۱) اُنہوں نے اُس سے یہ سوال کیا کہ اے اُستاد ہم جانتے ہیں کہ تیرا کلام اور تعلیم دُرست ہے اور تُو کسی کی طرفداری نہیں کرتا بلکہ سچائی سے خُدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے (۲۲) ہمیں قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں ؟ (۲۳) اُس نے اُن کی مکّاری معلُوم کرکے اُن سے کہا (۲۴) ایک دینار مُجھے دکھاؤ - اُس پر کس کی صُورت اور نام ہے ؟ اُنہوں نے کہا قیصر کا - (۲۵) اُس نے اُن سے کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خُدا کا ہے خُدا کو ادا کرو - (۲۶) وُہ لوگوں کے سامنے اُس قول کو پکڑ نہ سکے بلکہ اُس کے جواب سے تعجّب کرکے چُپ ہو رہے ؛

آیت ۱۹- مُلک کے سردار تاڑ گئے تھے کہ ربّنا یسوؔع نے مذکورہ بالا تمثیل اُن ہی کی بابت کہی تھی اور وُہ آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ یاد رہے کہ رُومی انتظام کے مُطابق رُومیوں نے سنہیدرم (یہودیوں کی صدر مجلس) کو بُہت اختیارات دے رکھے تھے۔ یہ لوگ نہ فقط مذہبی پیشوا تھے بلکہ مجسٹریٹ بھی تھے۔ اُن کو ناراض کرنے کا نتیجہ بہت بُرا ہو سکتا تھا۔ بہرحال سزائے موت نہیں دے سکتے تھے۔ فتویٰ دینے کے بعد اُن کو رُومی حاکم کے پاس جانا پڑتا تھا تاکہ وُہ قتل کرنے کی اجازت دے یا خود اپنے مُلازموں اور سپاہیوں کے ہاتھ سے قتل کرائے اِس لئے یسوع کا مُعاملہ مُشکل تھا کیونکہ اُس کو گرفتار کرنے کا کوئی ایسا حیلہ چاہیئے تھا جو معقُول سبب نظر آئے ؞

آیت ۲۰- "تاک میں لگے"۔ ربّنا یسوؔع ہر روز ہیکل میں سِکھاتے تھے (۱۹: ۴۷) اور آپ کے دُشمن اِس تاک میں رہتے تھے کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں جو قابلِ گرفت ہو تاکہ یا تو عوام کو ربّنا یسوؔع کے خلاف کریں یا حاکم کے ہاں الزام لگائیں یا دونوں طرح کی چال چلیں ؞

آیت ۲۱- جاسُوس شرُوع میں چاپلوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں ؞

آیت ۲۲- "خراج"۔ ایسا محصُول جو کوئی ماتحت بادشاہ یا حاکم اپنے اُوپر کے حاکم یا بادشاہ کو دے۔ وُہ مُلک کے باہر جا کر خرچ ہوتا تھا۔ اِس لئے لوگ اُس کو دینا نہیں چاہتے تھے۔ اگر وُہ اپنی نجی سرکار کو محصُول دیتے تاکہ یہ روپیہ مُلک کے اندر مُلک کے مُفاد کے لئے خرچ ہو تو اتنا شاق نہ گُزرتا ؞

پھر یہ سوال تھا کہ چُونکہ خُدا اسرائیل کا بادشاہ مانا جاتا تھا تو کیا کسی باہر کے بادشاہ کو خراج دینا بُت پرستی کے برابر نہ تھا؟ مطلب یہ تھا کہ اگر ربّنا یسوؔع ہاں کہتے تو لوگوں کو ناراض کرتے اور اگر انکار کرتے تو آپ پر الزام لگتا کہ آپ لوگوں کو قیصر کے انتظام اور حکومت سے بہکاتے ہیں ؞

آیات ۲۴ و ۲۵- لُوقا نے بیان کو بہت مختصر کر دیا ہے۔ ربّنا یسوؔع نے اپنے جواب کو ایک بڑے اصُول پر مبنی رکھا۔ آپ یہودیوں سے یُوں گویا ہوئے:۔ قیصر کی حکومت سے تُم فائدہ اُٹھاتے ہو لیکن رُومی حکومت تم کو پسند نہیں لیکن قیصر کسی دُوسرے کو تُم پر ظُلم کرنے نہیں دیتا اور تُم حفاظت سے رہتے ہو۔ سِکّہ پر قیصر کی صُورت کے کندہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ تُم اُس کو اُس کا حق ادا کرو۔ نیز خُدا کو بھی اُس کا حق ادا کرو ؞

آیت ۲۶۔ سردست کاہن اس بات کی گرفت بالفعل نہ کر سکے لیکن جتنے لوگ رُومیوں کے کٹر دُشمن تھے وُہ اس جواب کو سُن کر تاڑ گئے ہوں گے کہ ربّنا یسُوع ناصری ابنِ داؤد تو کہلاتا ہے لیکن وُہ رُومیوں کے خلاف جنگی سردار نہ ہوگا۔

مرقس نے اپنی انجیل میں بتایا ہے کہ فریسیوں کے ساتھ ہیرودوسی بھی تھے۔ یہ لوگ کسی مذہبی فرقہ سے وابستہ نہ تھے مگر ہیرودیس کے خاندان کے نوابوں اور شہزادوں کے حمایتی یہودی تھے۔ ربّنا یسُوع کے جواب کا پہلا حصّہ زیادہ تر فریسیوں سے تعلق رکھتا تھا دُوسرا حصّہ ہیرودیوں سے جو اکثر اپنے مالک کی مانند دُنیادار ہوتے تھے۔ پولوس اور پطرس دونوں نے سکھایا کہ مُلکی مُعاملات میں قیصر خُدا کا نمایندہ تھا (رُومیوں ۱:۱۳ سے ۷ تک و ۱۔پطرس ۲:۱۳ سے ۷ تک)۔

ربّنا المسیح کا صدوقیوں کو مسئلہ قیامت کی بابت جواب دینا

آیات ۲۷ تا ۴۰

(۲۷) پھر صدوقی جو کہتے ہیں کہ قیامت ہے ہی نہیں اُن میں سے بعض نے اُس کے پاس آکر یہ سوال کیا کہ۔ (۲۸) اَے اُستاد مُوسیٰ نے ہمارے لئے لکھا ہے کہ اگر کسی کا بیاہا ہُوا بھائی بے اولاد مر جائے تو اُس کا بھائی اُس کی بیوی کو کرلے اور اپنے بھائی کے لئے نسل پیدا کرے۔ (۲۹) چُنانچہ سات بھائی تھے۔ پہلے نے بیوی کی اور بے اولاد مر گیا۔ (۳۰) پھر دُوسرے نے اُسے لیا اور تیسرے نے بھی۔ (۳۱) اِسی طرح ساتوں بے اولاد مر گئے۔ (۳۲) آخر کو وُہ عورت بھی مر گئی۔ (۳۳) پس قیامت میں وُہ عورت اُن میں سے کس کی بیوی ہوگی؟ کیونکہ وُہ ساتوں کی بیوی بنی تھی۔ (۳۴) یسُوع نے اُن سے کہا کہ اس جہان کے فرزندوں میں تو بیاہ شادی ہوتی ہے۔ (۳۵) لیکن جو لوگ اِس لائق ٹھہریں گے کہ اُس جہان کو حاصل کریں اور مُردوں میں سے جی اُٹھیں اُن میں بیاہ شادی نہ ہوگی۔ (۳۶) کیونکہ وُہ پھر مرنے کے بھی نہیں اس لئے کہ وُہ فرشتوں کے برابر ہوں گے اور قیامت کے فرزند ہو کر خُدا کے بھی فرزند ہوں گے۔ (۳۷) لیکن اس بات کو کہ مُردے جی اُٹھتے ہیں مُوسیٰ نے بھی جھاڑی کے ذکر میں ظاہر کیا ہے۔ چُنانچہ وُہ خُداوند کو ابرہام کا خُدا اور اضحاق کا خُدا اور یعقوب کا خُدا کہتا ہے۔ (۳۸) لیکن خُدا مُردوں کا خُدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے کیونکہ اُس کے نزدیک سب زندہ ہیں۔ (۳۹) تب بعض

فقیہوں نے جواب میں اُس سے کہا کہ اے اُستاد تُو نے خُوب فرمایا۔(۴۰) کیونکہ اُن کو اُس سے پھر کوئی سوال کرنے کی جُرأت نہ ہُوئی ۔

آیت ۲۷۔ "صدُوقی" یہ فرقہ اُس وقت شروع ہُوا تھا جب سکندر اعظم کی فتوحات کے بعد یُونانی تمدن مغربی ایشیا میں اور خاص کر ملک شام اور فلسطین میں مُروّج ہُوا۔ یہُودی کاہنوں کے اعلیٰ خاندان کے لوگ یُونانی دستُورات کو پسند کرتے تھے۔ جب سُوریا کا بادشاہ دین یہُود کو مٹانے کی کوشش کرنے لگا اور متتیاہ کاہن اور اُس کے بیٹے یہُوداہ مقابی۔ یونتن اور شمعُون بغاوت کرنے لگے تو یہ لوگ یُونانی دستُورات کی حمایت چھوڑنے لگے تھے۔ شمعُون کے بعد جو یہُودی بادشاہ تخت نشین ہُوئے اُن میں اکثر صدُوقی فرقے کے حامی تھے۔ صدُوقیوں کا نام کسی صدوق کے نام سے پڑ گیا تھا لیکن کسی کو معلُوم نہیں کہ کون سا صدُوق تھا۔ ممکن ہے کہ صدُوقیوں نے اُس صدُوق کا نام اپنے ساتھ چسپاں کیا ہو جس نے سُلیمان کو بادشاہ ہونے کے لئے مسح کیا تھا۔ ہمیں یہ بھی معلُوم نہیں کہ ابھی تک صدُوقی پُرانے دستُوروں پر قائم تھے یا نہیں۔ وُہ سمجھتے تھے کہ کسی دینی مسئلہ کو شریعت کی پانچ کتابوں کے سوا عہد عتیق کی کسی اور کتاب کی تعلیم پر مبنی نہیں ہونا چاہیے۔ فریسیوں کے دستُورات جو غیر تحریری روایت کی صُورت میں مذہب کا حصّہ تھے اُنہیں صدُوقی بالکل نہیں مانتے تھے وُہ انبیا کے صحیفوں کو مانتے تھے لیکن دینی مسائل کو قائم کرنے کی غرض سے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وُہ قیامت اور حیات بعد الممات کو نہیں مانتے تھے کیونکہ یہ تعلیم عہد عتیق میں بہُت کم ملتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم صاف اور صریح طور پر صرف دانی ایل کی کتاب میں پائی جاتی ہے (دانی ایل ۱۲: ۲)۔ یاد رہے کہ یہُودی لوگ دانی ایل کی کتاب کو ایک نبی کا صحیفہ نہیں مانتے تھے بلکہ اُسے "مکتُوبات" میں شامل کرتے تھے۔

"صدُوقی جو کہتے ہیں"۔ اگر یُونانی قواعد کی پُوری پابندی کی جائے تو ترجمہ یُوں ہوگا۔ "صدُوقیوں میں سے بعض نے جو کہتے تھے کہ قیامت نہیں اُس کے پاس آکر ۔۔۔" لیکن لُوقا کے زمانہ میں قواعد کی ایسی پابندی ہر وقت نہیں ہوتی تھی اِس لئے متن کا ترجمہ قبُول کرنے کے قابل ہے۔ صدُوقی لوگ بڑے بڑے خاندانوں کے تھے اور اکثر مرفع حال اور متموّل ہوتے تھے۔ ایسے ویسے لوگ اکثر رُوحانیت کو بھُول جاتے ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اُن کے بارے میں مرقُوم ہے کہ وُہ کہتے تھے کہ "نہ قیامت ہوگی نہ کوئی فرشتہ ہے نہ رُوح"۔ حالانکہ شریعت

میں فرشتگان اور ارواح کا ذکر ہے۔ جب یروشلیم بمعہ ہیکل برباد ہُوا تو صدوقی فرقہ بھی اس دُنیا سے ختم ہو گیا لیکن فریسی فرقہ بہت برسوں تک موجود رہا ؎

آیات ۲۸ تا ۳۳ - یہ قصہ من گھڑت معلوم ہوتا ہے۔ غالباً یہ ایک سوال تھا جو صدوقی فریسیوں سے کیا کرتے تھے۔ موسیٰ کے اس حکم پر شاید ربنا یسوع کے وقت میں عمل کم کیا جاتا تھا۔ بہرحال شریعت میں یہ مرقوم ہے۔ (استثنا ۲۵: ۵ سے ۱۰ تک + رُوت باب ۴ ملاحظہ ہو) ؎

آیت ۳۴ - یسوع کا جواب ایسا ہے کہ جیسے کوئی کسی اندھیرے کمرہ کے جھلمل کھولے اور آفتاب کی روشنی کو اندر جانے دے۔ لوقا نے کچھ الفاظ جو مرقس میں ہیں نظر انداز کئے ہیں۔ ان میں تنبیہ کی گئی ہے "کیا تم اس سبب سے گمراہ نہیں ہو کہ نہ کتابِ مقدس کو جانتے ہو نہ خدا کی قدرت کو" ؎

آیات ۳۴ تا ۳۶ - جہاں موت نہیں ہاں بیاہ شادی کی حاجت نہیں کیونکہ مرے ہُوؤں کی جگہ بھرنے کے لئے اولاد کی ضرورت نہیں ؎

فرزند۔ اس جہان کے فرزند۔ قیامت کے فرزند۔ خُدا کے فرزند۔ عبرانی محاورے میں پہلے دو فقروں میں لفظ لوگ قریب قریب وُہی فائدہ دیتا ہے لیکن تیسرے لفظ میں مطلب زیادہ وسیع اور عمیق ہے جیسا یوحنا ۱: ۱۲ میں لکھا ہے ؎

آیت ۳۷ - یسوع نے شریعت سے اقتباس کیا کیونکہ صدوقی شریعت کی کتابوں کو دیگر کتابوں پر ترجیح دیتے تھے جیسا اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔ موسیٰ کی کتابوں میں یعنی خروج میں یُوں لکھا ہے۔ یسوع کے ان الفاظ سے ہم بائبل کی پہلی ۵ کتابوں کی تصنیف کی بابت کوئی فیصلہ نہیں قائم کر سکتے کیونکہ خُداوند نے کتابوں کا عام نام استعمال کیا ہے۔ (بہرحال جھاڑی کا ذکر موسیٰ کے سوا اور کسی سے معلوم نہ ہو سکا) خروج ۳: ۹ میں لکھا ہے کہ خُدا نے موسیٰ سے فرمایا "مَیں ابرہام کا خُدا۔ اضحاق کا خُدا اور یعقوب کا خُدا ہُوں"۔ یعنی اُن بزرگوں کی موت کے بہت عرصہ کے بعد خُدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا، "مَیں ابرہام کا خُدا تھا" بلکہ یہ کہا کہ "مَیں ابرہام کا خُدا ہُوں"۔ یہ بزرگ زندہ ہی رہے اور خُدا کے نزدیک وُہ زندہ ہیں یعنی درحقیقت وُہ زندہ ہیں ؎

آیت ۳۹ - دیگر فقیہ یقیناً فریسی تھے جو اپنے مخالفوں کی شکست اور اپنے عقیدہ

کی تصدیق سے خوش ہوئے۔

عظمتِ مسیح اور فقیہوں کی ریاکاری

آیات ۴۱ تا ۴۷

(۴۱) پھر اُس نے اُن سے کہا مسیح کو کس طرح داؤد کا بیٹا کہتے ہیں؟ (۴۲) داؤد تو زبور میں آپ کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری دہنی طرف بیٹھ۔ (۴۳) جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ کر دوں۔ (۴۴) پس داؤد تو اُسے خداوند کہتا ہے پھر وہ اُس کا بیٹا کیوں کر ٹھہرا؟ (۴۵) جب سب لوگ سُن رہے تھے تو اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ (۴۶) کہ فقیہوں سے خبردار رہنا جو لمبے لمبے جامے پہن کر پھرنے کا شوق رکھتے ہیں اور بازاروں میں سلام اور عبادت خانوں میں اعلےٰ درجہ کی کرسیاں اور ضیافتوں میں صدر نشینی پسند کرتے ہیں۔ (۴۷) وُہ بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں اور دکھاوے کے لئے نماز کو طول دیتے ہیں۔ انہیں زیادہ سزا ہوگی۔

اس مضمون کو پڑھتے وقت یہ بات مدِّنظر رکھنی چاہیئے کہ ربّنا یسوع خود کوئی دعوےٰ نہیں کرتے بلکہ فقیہوں کے ایک قول کو غلط ثابت کرتے ہیں کیونکہ اس کا نتیجہ بُرا تھا۔ یہ مذکورہ بالا سطور سے ظاہر ہے کہ ابنِ داؤد کا لقب آپ کے لئے خطرناک تھا اس لئے کہ یہودیوں کا بادشاہ ہونے کے مدعی کو لازم تھا کہ داؤد کی نسل کا ہو نیز اس لقب سے یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ وُہ دنیاوی اور جنگی بادشاہ ہوگا۔

یہ اقتباس ۱۱۰ زبور سے کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر بارنز صاحب (BARNES) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ زبور داؤد کے متعلق ہے۔

(PSALMS: WESTMINSTER COMM:) - زبور کی کتاب کا عنوان ہے "داؤد کا مزمور" لیکن ربّنا یسوع فرماتے ہیں "داؤد زبور میں آپ کہتا ہے" درحقیقت آپ زبور کے مصنف کی بابت کچھ گواہی نہیں دیتے اس لئے کہ آپ فقیہوں کے خیالات کو رد کرتے ہیں اور اُن ہی کے خیالات کے مُوافق بحث کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا زبور ربّنا المسیح کی آمد کی پیشینگوئی مانا جاتا ہے اور عبرانیوں کے خط میں بھی بطور دلیل کے استعمال ہوا ہے۔

(عبرانیوں ۱: ۱۳)

آیت ۴۲ "خداوند" یہ لفظ شاید زبور کے قلمبند ہوتے وقت داؤد کی طرف اشارہ کرتا تھا لیکن داؤد وقت سے پیشتر گویا ربنا المسیح کا نمایندہ تھا اور یہ آیت مسیح کے متعلق پیشینگوئی سمجھی گئی ہے۔

آیت ۴۴ "وہ اُس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا" ربنا یسوع کھلے الفاظ میں نہیں کہتے کہ "میں داؤد سے بڑا ہوں" لیکن اِس بات کی طرف بڑی صفائی سے اشارہ کرتے ہیں کہ ربنا المسیح داؤد سے کہیں بڑے ہیں حالانکہ آپ یہ نہیں کہتے کہ "میں مسیح ہوں" ہر ایک عقلمند جس نے انگوری باغ کے ٹھیکہ داروں کی تمثیل اور وہ الفاظ سنے ہیں وہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ خود ربنا یسوع المسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بے شک یہی آپ پر موت کی سزا کا فتوےٰ دینے کا سبب تھا۔ آپ یہ خیال کہ "مسیح جنگی بادشاہ" ہوگا رد کرتے ہیں۔

آیت ۴۵ تا ۴۷ "سب لوگ" یسوع نے فقیہوں پر علانیہ الزام لگایا۔

"بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں" یوسیفس مورخ فریسیوں پر اسی قسم کا الزام لگاتا ہے۔ غالباً مطلب یہ ہے کہ وہ دولتمند بیواؤں کو مرید کر کے اُن سے روپیہ حاصل کرتے تھے۔

"نماز کو طول دیتے ہیں" یہ تو بُرا کام نہیں بُرائی اس میں تھی کہ وہ نماز کو طول دینے محض دکھاوے کی غرض سے۔

باب بست و یکم

بیوہ کی دو دمڑیاں

آیات ۱ تا ۴

(۱) پھر اُس نے آنکھ اُٹھا کر اُن دولتمندوں کو دیکھا جو اپنی نذروں کے روپے ہیکل کے خزانہ میں ڈال رہے تھے۔ (۲) اور ایک کنگال بیوہ کو بھی اُس میں دو دمڑیاں ڈالتے دیکھا۔ (۳) اس پر اُس نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس کنگال بیوہ نے سب سے زیادہ ڈالا۔ (۴) کیونکہ اُن سب نے تو اپنے مال کی بہتات سے نذر کا چندہ ڈالا مگر اس نے اپنی ناداری کی حالت

میں جتنی روزی اُس کے پاس تھی سب ڈال دی ؞

آیت ۱۔ حسب دستور ربنا یسوع تعلیم دینے کے لئے بیٹھ گئے۔ پھر اپنی آنکھیں اُٹھا کر ہیکل کے خزانہ کی طرف دیکھا۔ ہمیں علم نہیں کہ کونسی عمارت خزانہ کہلاتی تھی لیکن "عورتوں کے صحن" میں تیرہ ۱۳ صندوق پڑے رہتے تھے۔ ہر ایک ڈھکنے میں ایک چھید تھا جس کے اوپر ترھی کی شکل کا منہ بنا ہوا تھا۔ اس پر اُس خیراتی کام کا نام لکھا ہوا تھا جس کے لئے ہر ایک صندوق کا روپیہ وقف کیا جاتا تھا۔ لوگ اپنی نذریں اُن چھیدوں میں ڈالتے تھے ؞

آیت ۲۔ غالباً ربنا یسوع نے علم الغیب سے معلوم کیا کہ عورت بیوہ تھی اور دو دمڑیاں ڈال رہی تھی ؞

آیت ۳ و ۴۔ ربنا یسوع یہ روحانی تعلیم دے رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ خیرات کو کس بنا پر جانچتا ہے یعنی خدا اس بات کا لحاظ کرتا ہے کہ خیرات دینے والے کے پاس کتنا روپیہ ہے نہ صرف اس بات کا کہ کتنا دیتا ہے ؞

یروشلیم کی بربادی اور آخری روز

آیات ۵ تا ۳۶

اس مضمون کے تحت ذیل کی تقسیم مناسب معلوم ہوتی ہے :-

(۱) ۵ - ۷ :- بربادی کی پیشینگوئی۔ وقت اور نشان کی بابت سوال۔

(۲) ۸ - ۱۱ :- مُصیبت کے ایام۔

(۳) ۱۲ - ۱۹ :- شاگردوں کی اذیت۔

(۴) ۲۰ - ۲۴ :- یروشلیم کی بربادی۔

(۵) ۲۵ - ۲۷ :- ابنِ آدم کی آمد۔

(۶) ۲۸ - ۳۳ :- خدا کی بادشاہی کی قربت کے نشان۔

(۷) ۳۴ - ۳۶ :- آخری روز کی بابت نصیحت۔

(۵) اور جب بعض لوگ ہیکل کی بابت کہہ رہے تھے کہ وہ نفیس پتھروں اور نذر کی ہوئی چیزوں سے آراستہ ہے تو اُس نے کہا۔ (۶) وہ دن آئیں گے کہ اِن چیزوں میں سے جو تم دیکھتے

ہو یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے۔ (۷) اُنہوں نے اُس سے پُوچھا کہ
اَے اُستاد! پھر یہ باتیں کب ہوں گی؟ اور جب وُہ ہونے کو ہوں اُس وقت کا کیا نشان
ہے؟ (۸) اُس نے کہا خبردار! گمراہ نہ ہونا کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے
کہ وُہ مَیں ہی ہُوں اور یہ بھی کہ وقت نزدیک آ پہنچا ہے۔ تُم اُن کے پیچھے نہ چلے جانا۔ (۹) اور
جب لڑائیوں اور فسادوں کی افواہیں سُنو تو گھبرا نہ جانا کیونکہ اُن کا پہلے واقع ہونا ضرور ہے۔
لیکن اُس وقت فوراً خاتمہ نہ ہوگا۔ (۱۰) پھر اُس نے اُن سے کہا کہ قوم پر قوم اور سلطنت پر
سلطنت چڑھائی کرے گی۔ (۱۱) اور بڑے بڑے بھونچال آئیں گے اور جابجا کال اور مری
پڑے گی اور آسمان پر بڑی بڑی دہشت ناک باتیں اور نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ (۱۲) لیکن اِن
سب باتوں سے پہلے وُہ میرے نام کے سبب سے تمہیں پکڑیں گے اور ستائیں گے۔ اور
عبادت خانوں کی عدالت کے حوالہ کریں گے اور قیدخانوں میں ڈلوائیں گے اور بادشاہوں اور
حاکموں کے سامنے حاضر کریں گے۔ (۱۳) اور یہ تمہارا گواہی دینے کا موقع ہوگا۔ (۱۴) پس اپنے
دل میں ٹھان رکھو کہ ہم پہلے سے فکر نہ کریں گے کہ کیا جواب دیں۔ (۱۵) کیونکہ مَیں تمہیں ایسی زبان
اور حکمت دُوں گا کہ تمہارے کسی مخالف کو سامنا کرنے یا خلاف کہنے کا مقدُور نہ ہوگا۔ (۱۶)
اور تمہیں ماں باپ اور بھائی اور رشتہ دار اور دوست بھی پکڑوائیں گے بلکہ وُہ تُم میں سے بعض
کو مروا ڈالیں گے۔ (۱۷) اور میرے نام کے سبب سے سب لوگ تُم سے عداوت رکھیں گے۔
(۱۸) لیکن تمہارے سر کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ (۱۹) اپنے صبر سے تُم اپنی جانیں بچائے
رکھو گے۔ (۲۰) پھر جب تُم یروشلیم کو فوجوں سے گھرا ہُوا دیکھو تو جان لینا کہ اُس کا اُجڑ
جانا نزدیک ہے۔ (۲۱) اُس وقت جو یہُودیہ میں ہوں پہاڑوں پر بھاگ جائیں اور جو یروشلیم
کے اندر ہوں باہر نکل جائیں اور جو دیہات میں ہوں شہر میں نہ جائیں۔ (۲۲) کیونکہ یہ انتقام
کے دن ہوں گے جن میں سب باتیں جو لکھی ہیں پُوری ہو جائیں گی۔ (۲۳) اُن پر افسوس ہے جو
اُن دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دُودھ پلاتی ہوں! کیونکہ مُلک میں بڑی مُصیبت اور اِس قوم
پر غضب ہوگا۔ (۲۴) اور وُہ تلوار کا لُقمہ ہو جائیں گے اور اسیر ہو کر سب قوموں میں پہنچائے
جائیں گے اور جب تک غیر قوموں کی میعاد پُوری نہ ہو یروشلیم غیر قوموں سے پامال ہوتی
رہے گی۔ (۲۵) اور سُورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے اور زمین پر قوموں
کو تکلیف ہوگی کیونکہ وُہ سمندر اور اُس کی لہروں کے شور سے گھبرا جائیں گی۔ (۲۶) اور ڈر

کے مارے اور زمین پر آنے والی بلاؤں کی راہ دیکھتے دیکھتے لوگوں کی جان میں جان نہ رہیگی۔ اس لئے کہ آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ (۲۷) اُس وقت لوگ ابنِ آدم کو قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ بادل میں آتے دیکھیں گے۔ (۲۸) اور جب یہ باتیں ہونے لگیں تو سیدھے ہو کر سر اُوپر اُٹھانا اس لئے کہ تمہاری مخلصی نزدیک ہوگی۔ (۲۹) اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل کہی کہ انجیر کے درخت اور سب درختوں کو دیکھو۔ (۳۰) جُونہی اُن میں کونپلیں نکلتی ہیں تُم دیکھ کر آپ ہی جان لیتے ہو کہ اب گرمی نزدیک ہے۔ (۳۱) اسی طرح جب تُم اِن باتوں کو ہوتے دیکھو تو جان لو کہ خُدا کی بادشاہی نزدیک ہے۔ (۳۲) مَیں تُم سے سچ کہتا ہُوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔ (۳۳) آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ (۳۴) پس خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل خُمار اور نشہ بازی اور اس زندگی کے فکروں سے سُست ہو جائیں اور وُہ دن تُم پر پھندے کی طرح ناگہاں آپڑے۔ (۳۵) کیونکہ جتنے لوگ تمام رُوئے زمین پر موجُود ہوں گے اُن سب پر وُہ اسی طرح آپڑے گا۔ (۳۶) پس ہر وقت جاگتے اور دُعا کرتے رہو تاکہ تُم کو اِن سب ہونے والی باتوں سے بچنے اور ابنِ آدم کے حضُور کھڑے ہونے کا مقدُور ہو ۔

آیات ۵ تا ۷ ۔ بربادی کی پیشینگوئی اور سوال۔

۵۔ مرقس نے بتایا ہے کہ شاگردوں میں سے ایک نے ربّنا یسُوع کو ہیکل کی خُوبی اور نفاست کی طرف مُتوجّہ کیا۔ (مرقس ۱:۱۳) ۔

۶۔ ربّنا یسُوع جواب میں بتاتے ہیں کہ ہیکل بالکل مسمار کی جائیگی ۔

۷۔ اس پر شاگرد دو سوال کرتے ہیں۔ اوّل۔ یہ کب ہوگا؟ دوم۔ اُس کا کیا نشان ہوگا؟

آیات ۸ تا ۱۱ ۔ مُصیبت کے ایّام۔

۸۔ جُھوٹے مسیح اور جھُوٹے نبی ہوں گے۔ یہ پیشینگوئی بار بار پُوری ہُوئی۔ مسیح موعُود کے مُدعیان مثلاً "بار کُکبا" اور پنجاب (ہندوستان) میں مرزا غلام احمد قادیانی۔ "وقت کے نزدیک ہونے" کی پیشین گوئیاں اپنے فرسُودہ دعووُں سے پُوری کرتے آرہے ہیں ۔

۹۔ کتنی بار لوگوں نے کہا کہ چُونکہ لڑائیاں اور ہنگامے ہوتے ہیں اس لئے مسیح کی آمد اور دُنیا کا آخر نزدیک آگیا ہے لیکن پاک کلام بتاتا ہے "گھبرا نہ جانا ..... اُس وقت خاتمہ فوراً نہ ہوگا۔" درحقیقت یہ خیال کرنا کہ لڑائیاں وغیرہ اس بات کا نشان ہیں کہ خاتمہ ابھی نہ ہوگا غلط نہیں۔

۱۰ تا ۱۱ - یہ مُصیبتیں یعنی کئی بار جنگ ہو چُکے ہیں اور بار بار زلزلے آ چُکے ہیں ؛

آیات ۱۲ تا ۱۹ - شاگردوں کی اذیّت -

۱۲ - شاگرد یہ خیال نہ کریں کہ دُنیا کا خاتمہ پہلے آئے گا بلکہ یروشلیم کی بربادی بھی ایذا رسانی کے بعد ہوگی - یہ باتیں جلد ہی شروع ہو گئیں غالباً ربّنا المسیح کی قیامت کے تین برس بعد جب کہ مُقدّس ستفنُس شہید ہُوا ؛

۱۳ - اس کا مرقس ۱۳ : ۹ سے مقابلہ کیا جائے "تاکہ اُن کے لئے گواہی ہو" یہاں یہ لکھا ہے " یہ تمہارا گواہی دینے کا موقع ہوگا " ہندو مت کے مطابق یہ مُصیبت کسی پہلے زندگی کے گُناہ کی سزا ہے لیکن ہمارے خُداوند بتاتے ہیں کہ یہ گواہی یقیناً انجیل کی صداقت کے لئے ہوگی ؛

۱۴ و ۱۵ - یہاں رُوح القُدس کی مدد کا وعدہ کیا جاتا ہے اور نصیحت کی جاتی ہے ، کہ ایذا رسانی کے وقت مُتفکّر نہ ہوں ؛

۱۶ تا ۱۸ - یہاں کُچھ اختلاف معلُوم ہوتا ہے :-

۱۶ - تُم میں سے بعض کو مروا ڈالیں گے -

۱۸ - تمہارے سر کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوگا -

مطلب یہ ہے اگرچہ تُم میں سے چند اشخاص قتل بھی ہوں تو یہ اس موت سے دائمی یا ابدی نُقصان نہ ہوگا - رُومیوں ۸ : ۳۵ مُلاحظہ ہو - "کون ہم کو مسیح کی مُحبّت سے جُدا کریگا مُصیبت . . . . یا خطرہ یا تلوار ؟ " یہاں یوُنس کا بھی خیال ہے جس کی طرف لُوقا کی انجیل ۲۱ : ۲۰ - ۲۴ اور ۲۸ میں اشارہ ہے ؛

۱۷ - کلیسیا یا مسیحی شخص کی ہر دلعزیزی اُس کی سچّائی کا نشان نہیں - (دیکھو متّی ۵ : ۱۱ و لُوقا ۶ : ۲۶) ؛

آیت ۱۹ - جو کوئی ایذا اور دُکھ کو صبر سے سہتا رہے گا اُس کو ابدی نجات حاصل ہوگی - غالباً ترجمہ کے الفاظ " اپنی جانیں " کی بجائے " اپنی رُوحیں " لکھنا مطلب کو زیادہ صفائی سے ظاہر کرتا ہے ؛

آیات ۲۰ تا ۲۴ - یروشلیم کی بربادی - معلُوم ہوتا ہے کہ اُردو متن میں جو تقسیم اٹھائیسویں ۲۸ آیت کے بعد کی گئی ہے ---- چوبیسویں ۲۴ آیت کے بعد کوئی تقسیم نہیں

غلط ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵ تا ۲۷ کا بیان ربّنا المسیح کی دُوسری آمد کے بارے میں ہے اور یہ ۴ آیتیں یروشلیم کی بربادی کی پیشینگوئیاں ہیں ۔

۲۰ ۔ "گھرا ہُوا" مطلب یہ نہیں کہ محاصرہ شروع ہوگیا تھا مگر صرف یہ کہ فوجیں چاروں طرف سے آتی ہیں ورنہ نکلنا مُمکن نہ ہوتا ۔ یُونانی لفظ KUKLOMENEN سے یہی ظاہر ہوتا ہے ۔ لاطینی ترجمہ بھی یہی ہے ۔ جب یہ حال ہوگا تو مسیحی معلوم کرینگے کہ شہر نہیں بچے گا جیسا سنحریب کے حملہ کے وقت بچ گیا تھا یعنی برباد ہوکر اُجاڑی ہُوئی حالت میں پڑا رہیگا ۔

۲۱ ۔ یہاں جان بچانے کے لئے بھاگنے کا حُکم ہے ۔ عموماً جنگ کے وقت دیہاتی لوگ مُحکم قلعوں میں بھاگ جاتے ہیں اور گھر اور اسباب کا نُقصان اُٹھانا پڑتا ہے تاکہ جانیں بچ جائیں لیکن یہاں حُکم ہے کہ وُہ شہر میں نہ جائیں ۔ یُوسیبیئس بتاتا ہے کہ اس پیشین گوئی کے سبب سے مسیحی لوگ پیریہ کے ایک شہر پیلا نام میں بھاگ گئے تھے ۔

۲۲ ۔ "جو لکھی ہیں" ۔ پُرانے عہدنامہ کے چند ایک مقامات میں ایسی ایسی باتیں مرقُوم ہیں ۔ مثلاً احبار ۲۶ : ۳۱ سے ۳۳ تک ، واستثنا ۲۸ : ۴۹ سے ۵۷ تک و ۱ ۔ سلاطین ۹ : ۶ سے ۹ تک و میکاہ ۳ : ۱۲ و زکریاہ ۱۱ : ۶ و دانی ایل ۹ : ۲۶ و ۲۷ ۔ دانی ایل کی ان دو آیتوں کی طرف مرقس ۱۳ : ۱۴ میں اور متّی ۲۴ : ۱۵ میں صاف اشارہ ہے ۔ غالباً لُوقا نے دانی ایل اور "مکروہ اُجاڑنے والی چیز" کا ذکر اس لئے نظرانداز کیا ہے کہ وُہ غیر یہودیوں کو مدِّنظر رکھ کر اپنی انجیل قلمبند کر رہا تھا ۔ وُہ صرف اتنا لکھتا ہے "سب باتیں جو لکھی ہیں" ۔

انتقام ۔ یروشلیمیوں کی سزا ۔ اس لئے کہ اُنہوں نے مسیح موعُود کو رَد کرکے مروا ڈالا تھا ۔

۲۴ ۔ "تلوار کا لُقمہ ہوجائیں گے" ۔ یُونانی "تلوار کے مُنہ سے وُہ گریں گے" ۔ اُردو ترجمہ فصیح اور درُست ہے ۔

"غیر قوموں کی میعاد" ۔ چند مطالب بتائے گئے ہیں جن میں بہترین یہ ہیں :-

(۱) الٰہی سزا پہنچانے کی میعاد ۔ (۲) جو حقُوق یہودیوں نے کھو دئے تھے اُن کے فوائد حاصل کرنے کی میعاد ۔ یہ دونوں مطالب ایک دُوسرے کے متضاد نہیں ہیں ۔

آیات ۲۵ تا ۲۸ ۔ ابنِ آدم کی دُوسری آمد کے نشان :-

۲۵ و ۲۶ - ان نشانات کا ذکر انبیاء کے صحیفوں میں مذکور ہے۔ ان محاورات سے وہ حیرانی بیان کی جاتی ہے جو قوموں میں ہوگی اس لئے کہ سب جگہ اندھیرا نظر آئے گا اور ہدایت کا کوئی نور کہیں دکھائی نہ دے گا۔ اقوامِ عالم ان سیلابوں اور تباہ کُن لہروں سے جو زلزلوں کے سبب سے پیدا ہوں گی سراسیمگی کی حالت میں ہوں گی۔ یہ بھی تکلیف اور گڑبڑی بیان کرنے کا محاورہ ہے ؛

۲۷ - ابنِ آدم جلال کے ساتھ آتا نظر آئے گا۔ (دانی ایل ۷: ۱۳) عہد جدید سے ربّنا المسیح کی آمدِ ثانی کو نکال دینا گویا ایک جراحی عمل ہے جس کو کرنا ایک ناممکن بات ہے۔ دُنیا کی تاریخ کا خاتمہ ہوگا۔ اس راز کا سمجھنا ایک مشکل مسئلہ ہے تاہم ایماندار کو یہ باتیں قبول کرنا لازم ہیں ؛

۲۸ - "مخلصی" - ایذا اور دُنیا کی مشکلوں سے رہا ہونا ؛

نوٹ :- ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ زمانہ جیسا ہم اس کا تجربہ کرتے ہیں، تخلیق عالم سے تعلق رکھتا ہے بلکہ ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ یہ خود مخلوق ہے۔ غالباً دیگر موجودات کے ساتھ اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ خُدا قادر اس کا خالق اور مالک ہے۔ ابعاد ثلاثہ کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ ہم انسان زمان و مکان کے اندر اور اُن کے ماتحت ہیں، خُدا اِن کی حدود سے محدود نہیں ہو تاپس ہم تصوّر بھی نہیں کر سکتے کہ تواریخ کے ختم ہونے سے کیا مُراد ہے۔ تو بھی ہمیں احکامِ الٰہی کو ماننا پڑے گا۔ دیکھو ا۔کرنتھیوں ۱۵: ۲۴ سے ۲۸ جہاں دُنیا کے خاتمہ کا ذکر ہے اور ۲ پطرس ۳: ۸۔ نیز زبُور ۹۰: ۴ جہاں خُدا کے زمانہ سے آزاد ہونے کی طرف اشارہ ہے ؛

ہم کو لازم ہے کہ ہم میعادوں کی بابت دریافت نہ کریں۔ ربّنا یسُوع المسیح نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ اِن باتوں کو خُدا نے "اپنے اختیار میں رکھا ہے" نیز خُداوند نے اپنی موت اور قیامت سے پہلے فرمایا کہ آپ کو بھی خاتمہ کی تاریخ معلوم نہیں۔ (مرقس ۱۳: ۳۲)۔ پس اِسے معلوم کرنے کی کوشش کرنا بیہودہ بلکہ کُفر ہے ؛

آیات ۲۹ تا ۳۳ - بادشاہی کی آمد کے نشان ؛

۲۹ و ۳۰ - انجیر اور دیگر درختوں کی تمثیل ؛

۳۱ - یروشلیم کی بربادی جس کے متعلق ربّنا یسُوع نے پیشین گوئی کی خُدا کی بادشاہی

یعنی آسمانی حکومت کی آمد کا ایک نشان تھی۔

آیت ۳۲۔ نسل۔ جب لوگوں نے یہ سمجھا کہ اس تمام باب کی تعلیم فقط دُنیا کے خاتمہ اور آخری روز کی بابت تھی تو یہ آیت بہت مُشکل نظر آنے لگی۔ نسل۔ یُونانی GENEA کے معنی یہ ہو سکتے ہیں مگر انجیلوں میں عام طور پر اس کے معنی پُشت کے ہیں۔ لُوقا ۷: ۳۱۔ (اُردو ترجمہ اس زمانہ ۱۱: ۲۹ سے ۳۲ تک ایضاً ۱۷۔ ۲۵۔ ایضاً۔ متّی ۱۱: ۱۶۔ ایضاً۔ چنانچہ یہاں بھی یہی مطلب ہوگا۔ معنی یہ نہیں کہ یہُودی نسل دُنیا کے خاتمہ تک موجود رہیگی حالانکہ یہ سچ ہو سکتا ہے بلکہ یہ کہ یروشلیم کی بربادی کے وقت تک اُس زمانہ کے لوگ (وُہ پُشت) سب کے سب نہ مریں گے۔

آیت ۳۳۔ خُداوند بڑی سنجیدگی کے ساتھ اپنی ان پیشین گوئیوں کی تصدیق فرماتے ہیں۔

آیات ۳۴ تا ۳۶۔ ہر وقت خبردار رہنے کی نصیحت۔

آیت ۳۴۔ دُنیا کی عیش و عشرت اور اس کے کام دھندوں میں نہیں پھنسنا چاہئے۔ "پھندے کی طرح" جس طرح چڑی مار کا پھندا بے خبر چڑیا کے اُوپر پڑتا ہے یہی ویسا ہی ہو سکتا ہے۔

آیت ۳۵۔ اس آیت کا اشارہ روزِ حشر کی طرف ہے۔

آیت ۳۶۔ حاصلِ کلام

ربّنا یسُوع المسیح کی خدمت کے آخری ایّام کا حال

آیات ۳۷ و ۳۸

(۳۷) اور وُہ ہر روز ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور رات کو باہر جا کر اُس پہاڑ پر رہا کرتا تھا جو زیتُون کا کہلاتا ہے۔ (۳۸) اور صُبح سویرے سب لوگ اُس کی باتیں سُننے کو ہیکل میں اُس کے پاس آیا کرتے تھے۔

آیت ۳۷۔ معلُوم نہیں کہ ربّنا یسُوع اور آپکے شاگرد کسی مکان میں رات کو رہتے تھے شاید کسی ڈیرے یا جھونپڑی میں رہتے تھے یا باہر ہی پڑے رہتے تھے۔

آیت ۳۸۔ آپ ہر روز ہیکل میں سکھاتے تھے۔

باب بست و دوم

سازش

آیات ۱ تا ۶

(۱) اور عیدِ فطیر جس کو عیدِ فسح کہتے ہیں نزدیک تھی۔ (۲) اور سردار کاہن اور فقیہ موقع ڈھونڈ رہے تھے کہ اُسے کس طرح مار ڈالیں کیونکہ لوگوں سے ڈرتے تھے۔ (۳) اور شیطان یہوداہ میں سمایا جو اِسکریوتی کہلاتا اور اُن بارہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ (۴) اُس نے جا کر سردار کاہنوں اور سپاہیوں کے سرداروں سے مشورہ کیا کہ اُس کو کس طرح اُن کے حوالہ کرے۔ (۵) وہ خوش ہوئے اور اُسے روپے دینے کا اقرار کیا۔ (۶) اُس نے مان لیا اور موقع ڈھونڈنے لگا کہ اُسے بغیر ہنگامہ اُن کے حوالہ کر دے ۔

آیت ۱۔ "عیدِ فطیر... فسح" پہلے محاورہ کے ترجمہ کی ضرورت نہیں کیونکہ "فطیری روٹی" عام محاورہ ہے۔ "فسح" عبرانی لفظ پیسح کا معرب ہے۔ پہلی فسح جس کا پاک کلام میں ذکر ہے، ملک مصر میں منائی گئی تھی (خروج باب ۱۲) اور شریعت میں ہمیشہ اسے ماننے کا حکم ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عیدِ فطیر شروع میں دوسری عید تھی اور یہ عیدِ فسح کے بعد ہی منائی جاتی تھی۔ فسح کے لئے بھی یہ حکم تھا کہ کسی گھر میں ذرا بھی خمیر یا خمیری روٹی نہ رہنے پائے یہاں تک کہ صاحبِ خانہ بتی جلا کر خانہ تلاشی لیتا تھا اور جو خمیری چیز ملتی تھی اُسے جلاتا یا پھینک دیتا تھا۔ پس مرورِ زمانہ کی وجہ سے یہ نتیجہ ہوا کہ دونوں عیدیں ایک ہی عید خیال کی جانے لگیں۔ یوسیفس مورخ بھی دونوں ناموں کو اسی طرح سے ملا دیتا ہے جس طرح اس آیت میں ملائے گئے ہیں۔ فسح ابیب مہینے میں منائی جاتی تھی۔ (خروج ۱۳: ۴) جو بعد کو نیسان کہلایا (نحمیاہ ۲: ۱)۔ ربنا المسیح کے زمانہ میں یہودی پندرہ[۱۵] بیس[۲۰] آدمیوں کے ٹولے بناتے تھے ہر ٹولے کا ایک شخص اُس برہ کو جو کھایا جاتا تھا تیرھویں[۱۳] نیسان کو ہیکل میں ذبح کرتا تھا اور اس کا کچھ خون کاہن کٹورے میں لے کر مذبح کے نیچے کی کرسی پر ڈالتا تھا۔ ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ کیا واقعی ربنا یسوع اور آپ کے شاگردوں نے اس بار فسح کھائی یا نہیں۔ مبحث مذکور کو ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ (ہیکل میں برہ ذبح کرنا یروشلیم کے یہودیوں کا دستور تھا) ؛

عیدِ فسح کے وقت لاتعداد یہودی حاجی یروشلیم میں آتے تھے اور اُن میں سے بہتیرے ڈیروں یا جھونپڑیوں میں شہر کے باہر رہتے تھے۔ ان میں بہت سے گلیلی بھی ہُوا کرتے تھے۔

آیت ۲ - ربنا یسُوع کے دُشمن جو بڑے بااقتدار لوگ تھے اس بات پر تُلے ہُوئے تھے کہ آپ کو قتل کریں لیکن آپ عوام میں ہر دلعزیز تھے اور بڑے آدمی عوام سے خوف کھاتے تھے۔

آیت ۳ - "شیطان .... سمایا" مقدس یُوحنّا نے بتایا ہے کہ عید سے بہت پہلے یسُوع کو معلوم ہو گیا کہ یہوداہ اِسکریوتی دل میں آپ کا مخالف ہونے لگا ہے (یُوحنّا ۶: ۷۰ اور ۷۱) اُسی انجیل میں ذکر ہے کہ یہوداہ شاگردوں کا خزانچی تھا اور روپیہ غبن بھی کرتا تھا انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ربنا یسُوع نے یہوداہ کو بچانے کی کوشش کی اور آپ کی بہت سی نصیحتیں یہوداہ کو شاق گزری ہوں گی اور آخر کار اُس نے ربنا یسُوع کو پکڑوا دیا۔ "ان بارہ میں شمار کیا جاتا تھا" وہ اُن میں گنا جاتا تھا پر دل سے اُن کے ساتھ خداوند کی پیروی نہیں کرتا تھا۔

آیت ۴ - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاہنوں نے یہوداہ کو اس بدکام کے لئے نہیں ڈھونڈھا تھا وہ خود اپنی مرضی سے اُن کے پاس گیا تھا۔ چارلس ڈکنز کسی ناول میں بتاتا ہے کہ قاتل اکثر ضد اور مُصمّم ارادہ کے ساتھ قتل کی طرف سبقت لے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے یہوداہ تاریخ عالم کا سب سے بڑا جرم کرنے کا انتظام کر رہا تھا۔

"سپاہیوں" - ہیکل کی حفاظت اور امن کا انتظام پولیس کے ہاتھ میں تھا - یہ لاویوں میں سے چُنے جاتے تھے - ان کا سردار ہیکل کا سردار یا صُوبہ دار کہلاتا تھا - (یُوحنّا ۱۸: ۳ و اعمال ۵: ۲۶)۔

"مشورہ کیا" یہوداہ کو معلوم تھا کہ یسُوع رات کو کن کن جگہوں میں اپنے شاگردوں کے ساتھ رہتا تھا۔ (یُوحنّا ۱۸: ۲)

آیت ۵ - "خوش ہُوئے" کیونکہ وہ ربنا یسُوع کی قدرت اور عام لوگوں کے غصّہ سے ڈرتے تھے۔

"روپے دینے کا اقرار کیا" پہلی انجیل میں بتایا گیا کہ یہوداہ نے یہ کام سرانجام دینے کیلئے دُشمنوں سے روپے مانگے تھے اور اُنکے مابین اس کام کی فیس ۳۰ روپے طے ہُوئی۔

آیت ۶۔ "موقع ڈھونڈنے لگا" ہم آگے دیکھیں گے کہ ربّنا یسُوع نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ دُشمن کو پکڑنے کا موقع اُس وقت تک نہ ملے جب تک آخری عشا اور ضروری تعلیم ختم نہ ہو جائے۔

آخری عشا کی تیّاری

آیات ۷ تا ۱۳

(۷) اور عیدِ فطیر کا دن آیا جس میں فسح ذبح کرنا فرض تھا۔ (۸) اور یسُوع نے پطرس اور یُوحنّا کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جا کر ہمارے کھانے کے لئے فسح تیّار کرو۔ (۹) اُنہوں نے اُس سے کہا تُو کہاں چاہتا ہے کہ ہم تیّار کریں؟ (۱۰) اُس نے اُن سے کہا دیکھو شہر میں داخل ہوتے ہی تمہیں ایک آدمی پانی کا گھڑا لئے ہُوئے ملیگا۔ جس گھر میں وُہ جائے اُس کے پیچھے چلے جانا۔ (۱۱) اور گھر کے مالک سے کہنا کہ اُستاد تجھ سے کہتا ہے وُہ مہمان خانہ کہاں ہے جس میں مَیں اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھاؤں؟ (۱۲) وُہ تمہیں ایک بڑا بالاخانہ آراستہ کیا ہُوا دکھائے گا۔ وہیں تیّاری کرنا۔ (۱۳) اُنہوں نے جا کر جیسا اُس نے اُن سے کہا تھا ویسا ہی پایا اور فسح تیّار کیا۔

آیت ۷۔ "عیدِ فطیر کا دن آیا" یعنی یہُودیوں کے حساب کے مطابق تیرھویں[۱۳] نیسان کا آفتاب غروب ہُوا یا غروب ہونے کو تھا۔ یاد ہوگا کہ یہُودیوں کے حساب کے موافق دِن اُس وقت شرُوع ہوتا تھا جب اُس سے پہلے دن کا سُورج ڈُوب جاتا تھا نہ کہ آدھی رات کو جیسا آج کل اکثر وقت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ معلُوم ہوتا ہے کہ دو شاگرد فوراً چلے تاکہ تیّاری کریں، اُنہوں نے تیّاری اُس وقت شرُوع کی جب ہیکل میں برّے ذبح نہ ہُوئے تھے۔ اگر آخری عشا واقعی فسح تھا تو معلُوم ہوتا ہے کہ شاگردوں نے ہیکل کے باہر اپنی طرف سے ایک برّہ ذبح کیا تھا۔ ممکن ہے کہ گلیل میں یہ دستُور رائج ہو لیکن ہمیں پُورے طور سے معلُوم نہیں۔ یُوحنّا کی انجیل سے ظاہر ہے کہ کم از کم اہلِ یروشلیم میں سے بعض نے ربّنا یسُوع کی پیشی کے وقت جو پیلاطُس کے سامنے ہُوئی تھی فسح نہ کھائی تھی۔ (یُوحنّا ۱۸: ۲۸) آخری عشا کے بیانات میں کہیں برّہ کا ذکر نہیں اور نہ صاف طور پر بتایا گیا کہ یسُوع اور شاگردوں نے فسح کھائی تھی۔ مسیحی کلیسیا کے شرُوع میں یہ مانا جاتا تھا کہ ربّنا یسُوع اور شاگردوں نے

فسح نہیں کھائی تھی۔ (ٹرنر۔ TURNER)

آیت ۸۔ "یہ کہہ کر بھیجا"۔ مرقس نے بتایا کہ دو شاگرد بھیجے گئے تھے۔ متی صرف یہ بتاتا ہے کہ شاگرد بھیجے گئے تھے۔ یوحنا کھانے کے انتظام کا ذکر نہیں کرتا۔ لوقا کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ دو شاگرد پطرس اور یوحنا تھے۔ یاد رہے کہ یقیناً چوتھی انجیل اناجیل متفقہ سے کافی وقت بعد لکھی گئی تھی اور ایک دوسرے نقطۂ نگاہ سے تصنیف کی گئی تھی۔ لہٰذا یوحنا کی انجیل کے مصنف کو ان باتوں کے دہرانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی جو اناجیل متفقہ میں مرقوم ہیں۔ پتہ نہیں چلتا کہ آیا مصنف نے تینوں پہلی انجیلوں کو دیکھا یا نہیں۔

آیت ۱۰۔ معلوم ہوتا ہے کہ ربنا یسوع نے ایک گھر کے مالک سے پہلے بندوبست کیا تھا کہ اُس کے یہاں کمرہ مل جائے اور قاصدوں کو کمرہ دکھانے کا طریقہ بھی بتایا۔ غالباً یہ اس لئے کیا گیا کہ یہوداہ وقت سے پہلے خداوند کو پکڑوانے نہ پائے تاکہ ربنا یسوع عشائے ربانی کو مقرر کر سکیں اور شاگردوں کو ضروری نصیحت دے سکیں۔ وُہ آدمی جو پانی کا گھڑا اُٹھائے ہُوئے تھا مالکِ مکان کا غلام یا نوکر ہوگا۔

آیت ۱۱۔ "اُستاد"۔ مالکِ مکان ربنا یسوع کے جان پہچانوں یا دوستوں میں سے ایک تھا۔ ممکن ہے کہ وُہ شاگرد بھی ہو تاہم وُہ رسُول نہ تھا۔

آیت ۱۲۔ یہ انتظام ہو چکا تھا کہ اُوپر کی منزل پر ایک بڑا کمرہ تیار کیا جائے۔

آیت ۱۳۔ "فسح تیار کیا"۔ پرانے عہد نامہ میں لفظ فسح مؤنث ہے۔ یہ غیر زبان کا لفظ ہے۔ عبرانی میں لفظ فسح مذکر ہے۔ (متی ۲۶: ۱۹ و مرقس ۱۴: ۱۶)

جیسے سطورِ بالا میں بیان ہو چکا ہے یہودی سرداروں نے ابھی فسح نہیں کھائی تھی جبکہ ربنا یسوع کو پلاطوس کی عدالت میں پیش کیا گیا تھا لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ گلیلیوں نے بھی رات کو فسح نہیں کھائی تھی۔ یہ قرینِ قیاس ہے کہ ربنا المسیح اور رسُولوں نے چودھویں تاریخ کو بوقتِ شب فسح کھائی ہو۔

آخری عشا

آیات ۱۴ تا ۲۳

(۱۴) جب وقت ہو گیا تو وُہ کھانا کھانے بیٹھا اور رسُول اُس کے ساتھ بیٹھے۔ (۱۵)

اُس نے اُن سے کہا مجھے بڑی آرزو تھی کہ دُکھ سہنے سے پہلے یہ فسح تمہارے ساتھ کھاؤں۔ (۱۶) کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اسے کبھی نہ کھاؤں گا جب تک وُہ خدا کی بادشاہی میں پورا نہ ہو۔ (۱۷) پھر اُس نے پیالہ لے کر شکر کیا اور کہا کہ اس کو لے کر آپس میں بانٹ لو۔ (۱۸) کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ انگور کا شیرہ اب سے کبھی نہ پیوں گا جب تک خدا کی بادشاہی نہ آلے (۱۹) پھر اُس نے روٹی لی اور شکر کر کے توڑی اور یہ کہہ کر اُن کو دی کہ یہ میرا بدن ہے جو تمہارے واسطے دیا جاتا ہے۔ میری یادگاری کے لئے یہی کیا کرو۔ (۲۰) اور اسی طرح کھانے کے بعد پیالہ یہ کہہ کر دیا کہ یہ پیالہ میرے اُس خون میں نیا عہد ہے جو تمہارے واسطے بہایا جاتا ہے۔ (۲۱) مگر دیکھو میرے پکڑوانے والے کا ہاتھ میرے ساتھ میز پر ہے۔ (۲۲) کیونکہ ابنِ آدم تو جیسا اُس کے واسطے مقرر ہے جاتا ہی ہے مگر اُس شخص پر افسوس ہے جس کے وسیلہ سے وُہ پکڑوایا جاتا ہے! (۲۳) اس پر وُہ آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم میں سے کون ہے جو یہ کام کرے گا؟

آیت ۱۴ - ربّنا یسُوع جو صدرِ مجلس تھے پہلے بیٹھے اور مشرقی رواج کے مطابق پھر شاگرد بھی بیٹھے۔

آیات ۱۵ و ۱۶ - یہ ربّنا یسُوع کے لئے فسح کھانے کا آخری موقع تھا۔ یہودی فسح ختم ہونے کو تھی۔ اعمال میں اشارہ ہے کہ مُقدّس پولوسؔ چند عیدوں کو مانتا تھا۔ (اعمال ۲۰: ۱۶) لیکن کہیں یہ ذکر نہیں پایا جاتا کہ مسیحی لوگ بھی فسح کھاتے تھے اور پولوسؔ اس کا سبب اشارۃً بیان کرتا ہے (دیکھئے ۱۔کرنتھیوں ۵: ۷) یہودیوں کے حساب کے مطابق ربّنا یسُوع چودھویں[۱۴] نیسان کو مصلوب ہوئے تھے۔

آیات ۱۷ و ۱۸ - "پیالہ"۔ متّی اور مرقس کی اناجیل میں اور کرنتھیوں کے پہلے خط میں (۱۔کرنتھیوں ۱۱: ۲۳ سے ۲۵ تک) صرف دو پیالوں کا ذکر ہے۔ بعض بہترین نسخوں میں یہ آیت موجود ہے لیکن بعض نسخوں میں یہ ندارد ہے۔ غالباً بعض نقل نویسوں نے اس کو غلط سمجھا اور نظرانداز کر دیا۔ فسح کے وقت عموماً چار پیالے ہوتے تھے جن میں انگور کی لال مے ہوتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس پیالے کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس کے دیتے وقت یسُوع نے ایسے الفاظ فرمائے جن میں سولھویں[۱۶] آیت کی تصدیق ہوتی ہے۔

آیات ۱۹ تا ۲۱ - پاک شراکت کا مقرر ہونا۔ یوحنّا اس کا ذکر نہیں کرتا کیونکہ اُس نے پاؤں دھونے کا ذکر کرنا چاہا اور چھٹے باب میں عشائے ربّانی کی تشریح کی تھی۔

آیت ۱۹ - "روٹی" - فطیری روٹی جو فسح کے وقت استعمال ہوتی تھی۔

"شکر کر کے" - یسوع کا دستور تھا کہ کھانے سے پہلے شکر بجا لاتا تھا لیکن اس موقع پر خاص طور پر شکر یہ ادا کیا کیونکہ یہ روٹی ایک خاص نئی رسم کے قائم کرنے کے کام میں آ رہی تھی "یہ میرا بدن ہے" - ان الفاظ کے معنی اس بات سے ظاہر ہیں کہ ربنا یسوع کا حقیقی بدن موجود تھا - پس ان الفاظ کے فرمائے جانے سے روٹی مسیح کا بدن نہ بنی اور نہ بن سکتی تھی - اس کی مثال یوں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کی فوٹو گراف دکھا کر کہتا ہے "یہ میرا بھائی ہے" یعنی اُس کی تصویر - روٹی مسیح کے بدن کا نشان تھا - جو روٹی توڑی گئی اور دانتو سے چبا کر پاش پاش کر دی گئی جیسا کہ چند گھنٹوں کے اندر یسوع کا بدن مارے جانے کو تھا "آپس میں بانٹ لو" یہ سب کے واسطے تھی - کیا اس حکم میں یہوداہ اسکریوتی شریک ہوا تھا؟ سلسلۂ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی شریک ہوا تھا کیونکہ روٹی اور مے کے بانٹنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ پکڑوانے والا موجود ہے - (آیت ۲۱) اور چوتھی انجیل سے ظاہر ہے کہ بعد ازاں یہوداہ اپنے مکروہ کام کو سر انجام دینے کے لئے وہاں سے نکلا - (یوحنا ۱۳: ۲۱ و ۳۰) یہوداہ کو بچانے کے لئے ربنا یسوع نے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا لیکن جو بدی کرنے پر تُل جاتا ہے وہ کسی کے روکنے سے نہیں رُکتا وہ اور بھی ضدی ہو جاتا ہے "جو تمہارے واسطے دیا جاتا ہے" یہوداہ کے لئے بھی دیا گیا اور اُس نے یہ الفاظ سُنے لیکن نذر گا - (مرقس ۱۰: ۴۵)

آیت ۲۰ - "کھانے کے بعد" پولوس بھی بتاتا ہے کہ یہ پیالہ کھانے کے بعد دیا گیا تھا - (۱ - کرنتھیوں ۱۱: ۲۵) یہ باریک بات پہلی اناجیل میں مرقوم نہیں ہے۔

"میرے خون میں نیا عہد ہے" نئے عہد کا ذکر یرمیاہ ۳۱: ۳۱ سے ۳۴ تک کی عبارت میں پایا جاتا ہے پر نہیں بتاتا کہ کس طرح سے کیا جائے گا - پرانے زمانہ میں عہد کے وقت قربانی ہوتی تھی - (خروج باب ۲۴ و پیدائش باب ۱۵ اور یرمیاہ ۳۴: ۱۸ و ۱۹) یہ اس بات کا نشان تھا کہ نیا عہد یسوع کے قربان ہونے سے قائم کیا جائے گا۔

آیت ۲۱ - اس کے سُننے سے رسولوں کو بڑا افسوس ہوا مگر اُن کو معلوم نہ تھا کہ اُن میں سے کون کم بخت یہ بُرائی کرے گا - (چاروں انجیلوں میں اس کا ذکر ہے) (متی ۲۶: ۲۱ و مرقس ۱۴: ۱۸ و ۱۹ اور یوحنا ۱۳: ۲۱) اب تک یہوداہ توبہ کر کے اپنا ارادہ بدل سکتا تھا

لیکن وُہ نہ بدلا۔

آیت ۲۲ - دُنیائے قوم یہود کا یہ حال تھا کہ ابنِ آدم کو ہر مُمکن طور سے مصلُوب کیے تاہم کوئی شخص آپ کو جبراً نہ پکڑوا سکتا تھا نہ مار سکتا تھا۔ ذکر ہے کہ سینکڑوں برس قبل سقراط حکیم نے کہا تھا کہ اگر دُنیا میں کوئی کامل راست باز مرد پیدا ہو گیا تو لوگ اُسے قتل کر دیں گے۔

چھوٹے بڑے کے موضُوع پر رسُولوں کی تکرار

آیندہ زندگی میں اُن کے حقُوق

ربنا المسیح کا اُنہیں آگاہی دینا

آیات ۲۴ تا ۳۴

(۲۴) اور اُن میں یہ تکرار بھی ہُوئی کہ ہم میں سے کون بڑا سمجھا جاتا ہے؟ (۲۵) اُس نے اُن سے کہا کہ غیر قوموں کے بادشاہ اُن پر حکُومت چلاتے ہیں، اور جو اُن پر اختیار رکھتے ہیں خُداوندِ نعمت کہلاتے ہیں۔ (۲۶) مگر تُم ایسے نہ ہونا بلکہ جو تُم میں بڑا ہے وُہ چھوٹے کی مانند اور جو سردار ہے وُہ خدمت کرنے والے کی مانند ہے۔ (۲۷) کیونکہ بڑا کون ہے؟ وُہ جو کھانا کھانے بیٹھا یا وُہ جو خدمت کرتا ہے؟ کیا وُہ نہیں جو کھانا کھانے بیٹھا ہے؟ لیکن مَیں تُمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہُوں۔ (۲۸) مگر تُم وُہ ہو جو میری آزمائشوں میں برابر میرے ساتھ رہے۔ (۲۹) اور جیسے میرے باپ نے میرے لئے ایک بادشاہی مُقرر کی ہے مَیں بھی تُمہارے لئے مُقرر کرتا ہُوں۔ (۳۰) تاکہ میری بادشاہی میں میری میز پر کھاؤ پیئو بلکہ تُم تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے۔

(۳۱) شمعُون! شمعُون! دیکھ شیطان نے تُم لوگوں کو مانگ لیا تاکہ گیہوں کی طرح پھٹکے۔ (۳۲) لیکن مَیں نے تیرے لئے دُعا کی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے اور جب تُو رجُوع کرے تو اپنے بھائیوں کو مضبُوط کرنا۔ (۳۳) اُس نے اُس سے کہا اے خُداوند! تیرے ساتھ مَیں قید ہونے بلکہ مرنے کو بھی تیار ہُوں۔ (۳۴) اُس نے کہا اے پطرس مَیں تُجھ سے کہتا ہُوں کہ آج مُرغ بانگ نہ دیگا جب تک تُو تین بار میرا انکار نہ کرے کہ مُجھے نہیں جانتا۔

آیت ۲۴ - متّی اور مرقس کی اناجیل میں اس کا قرینہ اور ہے یعنی یُوحنّا اور یعقُوب کی درخواست کا ذکر ہے۔ اُن کو ربنا المسیح کی بادشاہت میں اُس کی دہنی اور بائیں طرف بیٹھنے

کا حق حاصل ہو۔ ممکن ہے کہ پاک عشا کے وقت بھی یہی جھگڑا پیدا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا یسوع کی بائیں طرف بیٹھا تھا (یہ عزت کی جگہ تھی)۔ پھر ربنا یسوع نے روٹی کو شوربے میں بھگو کر یہوداہ کو دی اور جب یہوداہ نے بڑی ریاکاری اور بیباکی سے پکڑوانے والے کی بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ "تو نے خود کہہ دیا ہے" لیکن پھر بھی شاگردوں کو معلوم نہ ہوا کہ یہی وہ یہوداہ ہے۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہوداہ ربنا یسوع کی دہنی طرف جا بیٹھا۔ یہ بھی عزت کی جگہ تھی۔ (متی ۲۶ : ۲۵ و یوحنا ۱۳ : ۲۳ تا ۲۶ تا ۲۸ اور ۲۹) ممکن ہے کہ یہ رویہ باقی شاگردوں کو شاق گزرا ہو۔ یہاں اتفاق سے ظاہر ہے کہ شاگرد ابھی تک بالکل نہ سمجھے تھے کہ ربنا یسوع واقعی دکھ اٹھائیں گے اور قتل کئے جائیں گے۔

آیت ۲۵۔ مصر اور سوریہ کے کئی بادشاہ خداوند نعمت کہلاتے۔

آیت ۲۷۔ "خدمت کرنے والوں کی مانند ہوں"۔ یوحنا کی انجیل میں مرقوم ہے کہ ربنا یسوع نے اسی کھانے کے دوران میں شاگردوں کے پاؤں دھوئے تھے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی آپ کی تمام زندگی خدمتِ خلق ہی میں صرف ہوئی تھی۔

آیت ۲۸۔ "میری آزمائشوں میں"۔ خاص آزمائش کے علاوہ جن کا ذکر چوتھے باب میں ہے۔ ابلیس لعین صرف "کچھ عرصہ کے لئے یسوع سے جدا ہوا" (۴ : ۱۳) شاہِ دوجہان کی ساری زندگی تکلیفات سے بھری ہوئی تھی۔

آیت ۲۹ و ۳۰۔ رسل ربنا یسوع کی بادشاہی میں شریک ہوں گے۔

"میری میز پر کھاؤ پیو"۔ یہودی اکثر مسیح کی بادشاہی کو ضیافت سے تشبیہ دیتے تھے۔ بلکہ ان کا خیال تھا کہ واقعی ایک ضیافت منعقد ہوگی (لوقا ۱۴ : ۱۵)۔

"اسرائیل"۔ یعنی بنی اسرائیل جو مسیحی کلیسیا ہے۔ آخری عدالت کی طرف اشارہ معلوم نہیں ہوتا مگر حکومت کی طرف۔

آیت ۳۱۔ "شمعون! شمعون!" غورطلب بات ہے کہ جب خداوند المسیح نے پطرس سے مخاطب ہو کر اتنی سنجیدگی سے اس کو خطرہ سے آگاہ کیا تو وہ لقب جو آپ نے اسے دیا تھا، استعمال نہیں کیا۔ شمعون چٹان کی طرح مستقل مزاج نہ تھا بلکہ اپنی کمزوری دکھانے والا تھا۔ بہرحال وہ رسولوں کا پیشوا تھا اور یسوع نے اسی سے فرمایا کہ شیطان کا کیا منصوبہ تھا۔

"گیہوں کی طرح پھٹکے"۔ خوف سے، خطرات سے اور تصلیب سے۔ تاکہ اگر ہو سکے تو اُن میں سے ایک بھی دانہ ثابت نہ ہو مگر بھوسا نظر آئے۔

آیت ۳۲۔ "تیرے لئے دُعا کی"۔ ڈر تھا کہ ربّنا یسُوع کا انکار کرنے کے بعد پطرس کا ایمان جاتا رہیگا۔ آپ نے معلوم کیا کہ یہ شخص ثابت قدم نہیں رہ سکے گا اور دُعا کی کہ جب اُس پہ اُس کی بُزدلی اور کمزوری ظاہر ہو جائے تو وُہ اپنا ایمان نہ کھو بیٹھے کیونکہ اُسے یہ کام سپُرد کیا گیا تھا کہ اپنے بھائیوں کو مضبُوط کرے لیکن پہلے اُسے خُود رجُوع لانا اور تبدیل ہونا امر ضروری تھا۔

آیت ۳۳۔ پطرس اپنی کمزوری سے واقف نہ تھا اور لن ترانیاں ہانکنے لگا کہ وُہ قید بلکہ موت کے خطرے کے باوجود ثابت قدم رہے گا۔

آیت ۳۴۔ ربّنا یسُوع اس شاگرد کی بات کو جھٹلاتے ہُوئے اُس کے انکار کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ بہرحال پطرس انکار کرنے پر مجبُور تو نہ تھا لیکن بقول پولُس "جو کوئی اپنے آپ کو قائم سمجھتا ہے وُہ خبردار رہے کہ گر نہ پڑے"۔ (۱۔ کرنتھیوں ۱۰: ۱۲) اگر شمعُون اپنے آپ پر اتنا بھروسا نہ رکھتا تو شاید یہ پیشین گوئی نہ کی جاتی اور وُہ ربّنا المسیح کا انکار بھی نہ کرتا۔

ربّنا المسیح کے خطرات اور تکلیفات کی طرف اشارات

آیات ۳۵ تا ۳۸

(۳۵) پھر اُس نے اُن سے کہا کہ جب مَیں نے تمہیں بٹوے اور جھولی اور جُوتی بغیر بھیجا تھا کیا تُم کسی چیز کے مُحتاج رہے تھے؟ اُنھوں نے کہا کسی چیز کے نہیں۔ (۳۶) اُس نے اُن سے کہا مگر اب جس کے پاس بٹوا ہو وُہ اُسے لے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس کے پاس نہ ہو وُہ اپنی پوشاک بیچکر تلوار خریدے۔ (۳۷) کیونکہ مَیں تُم سے کہتا ہُوں کہ یہ جو لکھا ہے کہ وُہ بدکاروں میں گِنا گیا اُس کا میرے حق میں پُورا ہونا ضرُور ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ مُجھ سے نسبت رکھتا ہے وُہ پُورا ہونا ہے۔ (۳۸) اُنھوں نے کہا اے خُداوند دیکھ یہاں دو تلواریں ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا بہت ہیں۔

ربّنا یسُوع رسُولوں کو اشارۃً بتاتے ہیں کہ امن کے دن ختم ہو گئے ہیں اور اُنہیں آیندہ زندگی میں خطرات اور تکلیفات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

آیت ۳۵- آپ شاگردوں کو یاد دلاتے ہیں کہ جب آپ نے اُن کو بغیر کسی ساز و سامان کے منادی کرنے اور شفا دینے کے لئے بھیجا تھا تو اُن کو کسی قسم کی کمی نہ ہُوئی تھی ۔

آیت ۳۶- "جس کے پاس بٹوا ہو......" اب لوگ اُن کے خلاف ہوں گے، اور اُن کو کھانے کو نہیں دیں گے اور نہ ہی اُنہیں گھر میں اُتاریں گے اس لئے اُنہیں روپیہ کی ضرورت ہوگی ۔

"جس کے پاس نہ ہو" یعنی بٹوا نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس روپیہ ہوتا ہے وُہ "اپنی پوشاک" (بہتر ترجمہ "اپنا کُرتہ" ہے) نہیں بیچتا تاکہ کوئی چیز خریدے ۔

"تلوار خریدے" کیونکہ آنے والے وقت میں خطرہ ہوگا حالانکہ آپ نے تلوار سے مارنے کا حکم یا اجازت نہیں دی تھی۔ (متی ۲۶ : ۵۲ و لُوقا ۲۲ : ۴۹ - ۵۱ و یُوحنا ۱۸ : ۱۱) ۔

آیت ۳۷- "وُہ بدکاروں میں گِنا گیا" شروع میں ربنّا یسُوع کا ختنہ ہُوا تھا حالانکہ آپ بے گناہ اور ابن اللہ تھے۔ پھر جب یُوحنا اصطباغی گنہگاروں کو بپتسمہ دیتا تھا تو آپ بھی گنہگاروں کے ساتھ بپتسمہ لینے گئے۔ آپ کے دُشمنوں نے آپ کی نسبت یہ کہا کہ آپ "کھاؤ اور شرابی آدمی محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار" ہیں۔ (لُوقا ۷ : ۳۴) اب آپ گرفتار ہونے اور مُجرم کی طرح عدالت میں پیش ہونے اور مجرموں کے ساتھ مصلُوب ہونے کو تھے ۔

"وُہ پُورا ہوتا ہے" یعنی وقت آ گیا اور یسعیاہ نبی کی پیشین گوئیاں پُوری ہونے والی تھیں ۔

آیت ۳۸- شاگردوں کے اقوال ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ خُداوند کی بات نہ سمجھے تھے "بہُت ہیں" یا بس۔ اصل میں مطلب یہ ہے کہ یہ گفتگو ختم ہو ۔

گتسمنی باغ میں ربّنا یسُوع المسیح کی جانکنی

آیات ۳۹ تا ۴۶

(۳۹) پھر وُہ نکل کر اپنے دستُور کے موافق زیتُون کے پہاڑ کو گیا اور شاگرد اُس کے پیچھے ہو لئے۔ (۴۰) اور اُس جگہ پہُنچکر اُس نے اُن سے کہا دُعا کرو کہ آزمائش میں نہ پڑو۔ (۴۱) اور وُہ اُن سے بمُشکل الگ ہو کر کوئی پتھر کا ٹپّہ آگے بڑھا اور گھٹنے ٹیک کر یُوں دُعا

کرنے لگا کہ (۴۲) اَے باپ اگر تُو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹالے تو بھی میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پُوری ہو۔ (۴۳) اور آسمان سے ایک فرشتہ اُس کو دکھائی دیا وُہ اُسے تقویت دیتا تھا۔ (۴۴) پھر وُہ سخت پریشانی میں مُبتلا ہو کر اور بھی دلسوزی سے دُعا کرنے لگا اور اُس کا پسینہ گویا خُون کی بڑی بڑی بُوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ (۴۵) جب دُعا سے اُٹھ کر شاگردوں کے پاس آیا تو اُنہیں غم کے مارے سوتے پایا۔ (۴۶) اور اُن سے کہا تم سوتے کیوں ہو؟ اُٹھ کر دُعا کرو تا کہ آزمائش میں نہ پڑو۔

مُقدّس لُوقا جگہ کا نام نہیں بتاتا۔ یہ مرقس اور متّی کی اناجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ یُوحنّا محض "باغ" لکھتا ہے۔ (متّی ۲۶: ۳۶ و مرقس ۱۴: ۳۲ و یُوحنّا ۱۸: ۱) لُوقا نے بیان کو بہُت مختصر کر دیا ہے لیکن کچھ ایسی باتیں بھی قلمبند کی ہیں جن کو دیگر انجیل نویسوں نے چھوڑ دیا تھا۔ (آیات ۴۳ اور ۴۴) یُوحنّا نے گرفتاری کا حال لکھا ہے لیکن جان کنی کا حال نظر انداز کیا ہے۔ آپ کی اذیّت اور قیامت کے بیانات میں ایک اہم بات نظر آتی ہے۔ اس مقام تک واقعات کے بیانات جو تینوں اناجیل مُتفقہ میں مرقُوم ہیں ایک دوسرے سے بہُت کچھ ملتے جُلتے ہیں۔ (دیباچہ ملاحظہ ہو) لیکن اذیّت کے بیان میں تینوں ایک دُوسری سے بہُت کچھ مُختلف ہیں حالانکہ ان بیانات کو ملانا آسان بات نہیں تاہم بجائے ایک گواہی کے یہاں ہم کو تین گواہیاں ملتی ہیں۔ چوتھی انجیل کی گواہی جیسا کہ اُس کے مُصنّف کا دستُور رہا ہے الگ ہے۔ جب قیامت کا ذکر آتا ہے تو ہمارے پاس ایک پانچویں گواہی ہے یعنی پولُوس کی گواہی ہے جو کُرنتھیوں کے پہلے خط کے پندرھویں باب میں قلمبند ہے (آیات ۳ سے ۸ تک) یقیناً قدیم تواریخ کے کسی واقعہ کی اتنی پُختہ گواہی نہیں ملتی۔

آیت ۳۹۔ "زیتُون کے پہاڑ کو"۔ متّی کی طرح لُوقا نے بھی باغ کا نام نہیں بتایا۔ اب تک وہاں ایک باغ دامنِ کوہ پر دکھایا جاتا ہے جو گتسمنی (زیتُون کا کولھو) کہلاتا ہے۔ معلُوم نہیں کہ واقعی یہ وُہی مقام ہے یا نہیں۔

"اپنے دستُور کے موافق"۔ یہ بات یہوداہ اِسکریُوتی کو معلوم تھی۔ اب اُس سے باتیں پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہ رہی تھی کیونکہ آخری عشا، آخری نصیحتیں اور پاک شراکت کی رسم قائم ہو چکی تھی۔

آیت ۴۰۔ "اُن سے کہا"۔ لُوقا اُن تین شاگردوں کے نام پطرس۔ یعقوب اور یُوحنّا

بتاتا ہے جن کو ربنا یسوع اوروں سے الگ کرکے اپنے ساتھ لے گئے (دیکھو ۸ : ۵۱ و ۹ : ۲۸)

"دُعا کرو" متی اور مرقس میں اس پہلے حکم کا ذکر نہیں ۔

آیت ۴۱ "بمشکل الگ ہو کر" دوسرا ترجمہ "کھنچ گیا" یعنی یسوع کے دل کی اُمنگ ایسی تھی کہ آپ اُن شاگردوں کی صحبت کی بھی برداشت نہ کر سکے ۔

"پتھر کا ٹپہ" یعنی ۲۵-۳۰ گز۔ جب آپ دُعا کرنے لگے تو سو جانے سے پہلے شاگرد سُن سکتے تھے کہ آپ کیا کہتے ہیں ۔

"گھٹنے ٹیک کر" اکثر لوگ کھڑے ہو کر دُعا کرتے تھے۔ (لوقا ۱۸ : ۱۱ اور ۱۳) گھٹنے کے بل ہو کر دُعا کرنے کا دستور جو مسیحیوں میں رائج ہے غالباً اِسی واقعہ کے باعث شروع ہُوا ہو گا ۔

آیت ۴۲ "پیالہ" یہ لفظ اکثر کسی آدمی کی قسمت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ایک مشہور مقام زبور ۲۳ : ۵ ہے۔ وہاں مطلب صاف ہے پر اکثر یہ لفظ بُرے معنی میں آتا ہے۔ (یسعیاہ ۵۱ : ۱۷ ویرمیاہ ۲۵ : ۱۵ وحزقی ایل ۲۳ : ۳۱ اور ۳۲ و مکاشفہ ۱۸ : ۶) یہاں پیالہ سے مُصیبت مُراد ہے۔ حالانکہ چوتھی انجیل میں مسیح کی جان کنی کا ذکر نہیں تو بھی ان الفاظ کی طرف صاف اشارہ ہے۔ (یوحنا ۱۸ : ۱۱)

"میری مرضی نہیں الخ" ربنا یسوع نے اپنی موت سے اپنی فرماں برداری پُوری کی۔ یہ آپ کی تمام مُصیبتوں اور خاصکر آپ کی بے عزتی اور موت میں ظاہر ہے۔ آپ نے پُوری فرماں برداری کی قُربانی گذرانی ۔

آیات ۴۳ و ۴۴۔ یہ دو آیتیں سب نسخوں میں نہیں ملتیں تاہم اُن کی صحت کی کافی شہادت ہے جو بدعتی خُداوند یسوع کی اُلوہیت میں شک کرتے تھے وہ ان آیتوں کو پسند کرتے تھے۔ اس وجہ سے کسی نسخے میں نظر انداز نہ ہُوئی ہوں گی ۔

"دکھائی دیا" (یسوع کو) شاگردوں کو نہیں۔ قیامت کے بعد اُس نے اُنکو بتایا ہو گا ۔

۴۴ - "پریشانی" فکر اور قلبی دُکھ کے سبب سے نیند کافور ہو جاتی ہے لیکن بعض اوقات ایک طرح کی غشی غالب آجاتی ہے۔ شاگرد پہلے تو کچھ متفکر اور پریشان ہو گئے تھے مگر اب ربنا یسوع کی دُعا کے الفاظ سُن کر اُنہوں نے معلوم کیا کہ کوئی بڑا خراب ماجرا واقع ہونے کو ہے اور غم میں مُبتلا ہُوئے ۔

لُوقا نے یہاں بھی بیان کو بہت مختصر کر دیا ہے۔ خُدا کا شُکر ہے کہ اُس نے ۴۳ ، ۴۴ ویں آیات قلمبند کی ہیں :-

ربّنا المسیح کی گرفتاری

آیات ۴۷ تا ۵۳

(۴۷) وُہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ دیکھو ایک بھیڑ آئی اور اُن بارہ میں سے وُہ جس کا نام یہُوداہ تھا اُن کے آگے آگے تھا۔ وُہ یسُوع کے پاس آیا کہ اُس کا بوسہ لے۔ (۴۸) یسُوع نے اُس سے کہا اَے یہُوداہ کیا تُو بوسہ لے کر ابنِ آدم کو پکڑواتا ہے؟ (۴۹) جب اُس کے ساتھیوں نے معلُوم کیا کہ کیا ہونے والا ہے تو کہا اَے خُداوند کیا ہم تلوار چلائیں؟ (۵۰) اور اُن میں سے ایک نے سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اُس کا داہنا کان اُڑا دیا۔ (۵۱) یسُوع نے جواب میں کہا اتنے پر کفایت کرو اور اُس کے کان کو چھُو کر اُس کو اچھّا کیا۔ (۵۲) پھر یسُوع نے سردار کاہنوں اور ہیکل کے سرداروں اور بزرگوں سے جو اُس پر چڑھ آئے تھے کہا کیا تُم مجھے ڈاکُو جان کر تلواریں اور لاٹھیاں لے کر نکلے ہو؟ (۵۳) جب مَیں ہر روز ہیکل میں تُمہارے ساتھ تھا تو تُم نے مجھ پر ہاتھ نہ ڈالا لیکن یہ تُمہاری گھڑی اور تاریکی کا اختیار ہے :-

لُوقا نے اس کا پہلا حصّہ مختصر کر دیا اور ذیل کے بیانات نظر انداز کئے گئے :-
(متّی ۲۶ : ۴۵-۴۶ و ۵۰-۵۲ و ۵۳ اور ۵۴ + مرقس ۱۴ : ۴۱-۴۲ و ۵۰ + یُوحنّا ۱۸ : ۴-۶ و ۷ سے ۹ تک و ۱۱ + نیز لُوقا ربّنا یسُوع کے اس حُکم کا ذکر نہیں کرتا کہ پطرس اپنی تلوار میان میں کرے اور شاگردوں کے بھاگ جانے کا بھی ذکر نہیں کرتا :-

آیت ۴۷ - یہُوداہ آگے آگے چلا تاکہ ربّنا یسُوع کی شناخت کرے کیونکہ رات کا وقت تھا اور ممکن تھا کہ جو لوگ آپ کی گرفتاری کے لئے آئے تھے آپ کو اندھیرے میں نہ پہچان سکیں۔ "اُس کا بوسہ لیا"۔ پہلی انجیل میں ذکر ہے کہ یہُوداہ نے یہ نشان گرفتاری کے لئے مقرر کیا تھا۔ (متّی ۲۶ : ۴۸) یہ بے حد ذلیل حرکت تھی۔ یہُوداہ نے دوستی و اُلفت کے نشان کو غدّاری و عیّاری کے کام کے لئے استعمال کیا :-

آیت ۴۸ - "ابنِ آدم"۔ ربّنا یسُوع نے یہ تنبیہ دیتے وقت ایسا محاورہ استعمال

کیا جس سے آپ کا مسیح ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

آیات ۴۹ و ۵۰۔ شاگردوں نے تلوار چلانے کی اجازت مانگی لیکن معلوم ہوتا ہے آپ کو جواب دینے کی مہلت نہیں دی اور اُن میں سے ایک نے فوراً تلوار چلا ہی دی یُوحنّا کی انجیل میں مرقوم ہے کہ یہ تلوار بازشمعُون پطرس تھا اور زخمی نوکر کا نام ملخس تھا۔ (یُوحنّا ۱۸: ۱۰) غالباً سردار کاہن کے اس نوکر نے رَبّنا المسیح کی گرفتاری میں شریک ہونا چاہا اور آگے بڑھا۔ شاید یہوداہ وہاں سے کھسک گیا تھا ورنہ شمعُون اُسی پر تلوار چلاتا۔

آیت ۵۱۔ "اسی پر کفایت کرو"۔ یہ الفاظ خُداوند نے شاگردوں سے فرمائے تھے۔ "کان کو چُھوا"۔ معلوم ہوتا ہے کہ کان پُورے طور پر اُڑایا نہ گیا تھا اور آپ نے اُس کو ٹھیک جگہ لگا کر اچھّا کر دیا یعنی نہ فقط گھاؤ کو سُکھا دیا بلکہ خُداوند نے ایسا کرنے سے اپنی نصیحت "اپنے دشمنوں سے محبّت رکھو" پُوری کی۔ (متّی ۵: ۴۴)

آیت ۵۲۔ "سردار کاہنوں وغیرہ"۔ یہ نہیں کہ تمام سردار کاہن آموجود ہُوئے ہر چند اس لئے آئے ہوں گے کہ دیکھیں کہ واقعی گرفتاری ہوتی ہے یا نہیں۔ اُن کو یاد تھا کہ ایک اور بار اُنہوں نے خُداوند المسیح کو گرفتار کرنے کا حُکم دیا تھا مگر وُہ گرفتار نہیں کیا جا سکا (یُوحنّا ۷: ۳۲ اور ۴۵ و ۴۶)۔

"ہیکل کے سرداروں"۔ یہ ہیکل کی پولیس کے عُہدہ دار تھے۔ گرفتاری اُن ہی کے سپُرد ہُوئی ہوگی۔

"بزرگوں سے"۔ یہ صدر عدالت کے چند مُمبر کاہن ہوں گے۔

"ڈاکو جان کر"۔ اُن کو معلوم تھا کہ رَبّنا یسُوع نے کبھی کوئی سختی کا کام نہیں کیا تھا اور نہ ہی ایسا حُکم دیا تھا۔ شاید وُہ شاگردوں کے کردار پر شک کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وُہ رَبّنا یسُوع سے خوف بھی کھاتے تھے۔ (یُوحنّا ۱۸: ۶)

آیت ۵۳۔ "تُمہاری گھڑی"۔ وُہ گھڑی آگئی جب خُدا نے اُن کو اختیار دیا تھا کہ رَبّنا یسُوع کو پکڑیں۔

"تاریکی کا اختیار"۔ شیطان کا اختیار ہے۔ خُدا نے شیطان کو اختیار حاصل کرنے دیا جو حضرتِ انسان کے گُناہوں کی وجہ سے اُس نے لے رکھا ہے۔

نوٹ:- عبرانیوں کے خط میں یہ مندرج ہے۔ اُس نے (یسُوع نے) اپنی بشریّت کے

دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اُسی سے دُعائیں اور التجائیں کیں جو اُس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خُدا ترسی کے سبب سے اُس کی سُنی گئی (۵ : ۷)۔ یہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ مُصنّفِ خط ہذا باغ گتسمنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یسُوع نے دُعا کی کہ یہ پیالہ ہٹا لیا جائے۔ بلا شک وشبہ اس مقام پر ربّنا یسُوع اپنی صلیبی موت کا ذکر کر رہے ہیں۔ خط لکھنے والا یہ نہیں لکھتا کہ "موت سے محفوظ کر سکتا تھا۔" بلکہ یہ کہ "موت سے بچا سکتا تھا۔" آسمانی باپ نے ربّنا المسیح کو موت سے محفوظ تو نہیں رکھا لیکن موت سے بچا لیا یعنی بقول پطرس (اعمال ۲ : ۲۴) "خُدا نے موت کے بند کھول کر اسے جِلایا کیونکہ ممکن نہ تھا کہ وُہ اُس کے قبضہ میں رہتا۔" چُونکہ ابن اللہ یعنی ابنِ آدم حقیقی انسان بن گیا، اور اپنے آپکو انسانی حدود وحدُود اور جسمانیت میں مقید کر دیا اس لئے آپ کی ہر ایک دُعا کا جواب انسانی خواہش کے مطابق نہ مِل سکا۔ ربّنا المسیح نے بار بار اپنی قوم کے لئے دُعا کی کہ وُہ اُس کو اور اُس کی دی ہُوئی خُوش خبری کو قبُول کرے اور یہوداہ اسکریُوتی کے لئے دُعا کی کہ وُہ اُسے پکڑوانے والا نہ بنے لیکن یہ درخواستیں پُوری نہ ہو سکیں۔ یُوحنّا کے سترھویں باب میں یہ دُعا مذکور ہے کہ تمام ایماندار ایک ہوں لیکن اب تک یہ دُعا پُوری نہیں ہُوئی۔

ربّنا المسیح کا شاگرد شمعُون پطرس آپ کا اِنکار کرتا ہے۔

آیات ۵۴ تا ۶۲

(۵۴) پھر وُہ اُسے پکڑ کر لے چلے اور سردار کاہن کے گھر میں لے گئے اور پطرس فاصلہ پر اُس کے پیچھے پیچھے جاتا تھا۔ (۵۵) اور جب اُنہوں نے صحن کے بیچ میں آگ جلائی اور مِل کر بیٹھے تو پطرس اُن کے بیچ میں بیٹھ گیا۔ (۵۶) ایک لونڈی نے اُسے آگ کی روشنی میں بیٹھا ہُوا دیکھ کر اُس پر خُوب نگاہ کی اور کہا یہ بھی اُس کے ساتھ تھا۔ (۵۷) مگر اُس نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ اے عورت میں اُسے نہیں جانتا۔ (۵۸) تھوڑی دیر کے بعد کوئی اور اُسے دیکھ کر کہنے لگا کہ تُو بھی اُنہی میں سے ہے۔ پطرس نے کہا میاں میں نہیں ہُوں۔ (۵۹) کوئی گھنٹے بھر کے بعد ایک اور شخص یقینی طور سے کہنے لگا کہ یہ آدمی بے شک اُس کے ساتھ تھا کیونکہ گلیلی ہے۔ (۶۰) پطرس نے کہا میاں میں نہیں جانتا تُو کیا کہتا ہے۔ وُہ کہہ ہی رہا تھا کہ

اُسی دم مُرغ نے بانگ دی۔ (۶۱) اور خُداوند نے پھر کر پطرس کی طرف دیکھا اور پطرس کو خُداوند کی وُہ بات یاد آئی جو اُس سے کہی تھی کہ آج مُرغ کے بانگ دینے سے پہلے تُو تین بار میرا انکار کریگا۔ (۶۲) اور وُہ باہر جا کر زار زار رویا۔

لُوقا نے شاید اختصار کی غرض سے حنّا اور کائفا کے سامنے رات کی پیشیوں کا ذکر نہیں کیا اور صرف اُس پیشی کو بیان کیا ہے جو صدرِ عدالت کے سامنے علی الصّبح ہُوئی تھی۔ یہی تو باضابطہ پیشی تھی۔ سردار کاہنوں نے اُس سے پہلے جیسا دیگر اناجیل بتاتی ہیں کہ ربّنا یسُوع سے سوالات کئے تھے اور سب کچھ تیار کر کے باضابطہ پیشی کو ہونے دیا تھا بلکہ اُس کا حکم دیا ہوگا۔

"سردار کاہن"۔ حنّا تو سردار کاہن بن چُکا تھا لیکن رُومیوں نے اُسے مُعطّل کیا ہُوا تھا اور فی زمانہ کائفا جو حنّا کا داماد تھا سردار کاہن تھا دونوں سردار کاہن کہلاتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حنّا اور کائفا ایک ہی محل کے دو حصّوں میں رہتے تھے۔ اُس وقت مقدّمہ کو فیصل ہوتے دیکھنے کے لئے پطرس پیچھے پیچھے چلا گیا۔

آیت ۵۵ ۔ "آگ جلائی"۔ چونکہ یروشلیم سمندر کی سطح سے ۲۰۰۰ فُٹ سے زیادہ اُونچائی پر ہے اس لئے اپریل کے مہینہ میں وہاں رات کو ٹھنڈ لگتی ہے۔ آگ تاپنے کے لئے جلائی گئی تھی۔

آیت ۵۶ ۔ "ایک لونڈی"۔ یُوحنّا کی انجیل میں ذکر ہے کہ یہ دربان تھی اور دُوسرے شاگرد جو سردار کاہن کی جان پہچان میں سے تھے اُس کے دروازہ پر کچھ عرصہ تک ٹھہرنے کے بعد وُہ اندر چلے گئے۔ چنانچہ لونڈی کو اُسے اچھی طرح سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ پس اُس نے پطرس کو آگ کی روشنی میں غور سے دیکھ کر پہچانا کہ یہ وُہی شخص ہے جو دیر تک دروازہ پر کھڑا رہا تھا اور اٹکل سے بتا دیا تھا کہ یہ بھی ربّنا یسُوع کے شاگردوں میں سے ایک ہے

آیت ۵۷ ۔ پطرس اپنے آپ کو بچانے کے خیال سے جُھوٹ بولتا ہے۔ بہت سے لوگ جب اپنے آپ کو خطرہ میں سمجھتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں۔ اُس نے یہ خیال نہ کیا ہوگا کہ یہ یسُوع کا انکار ہے۔

آیت ۵۸ ۔ "تھوڑی دیر کے بعد"۔ دُوسرے انجیل نویس بتاتے ہیں کہ پطرس باہر ڈیوڑھی میں چلا گیا۔ غالباً اس پُوچھ گچھ سے بچنے کی غرض سے۔ لُوقا اس کا ذکر نہیں

کرنا۔ اگر مرقس کی انجیل جیسا روایت ہے پطرس کی منادی کی بنیاد پر لکھی گئی تو غالباً یہ درست ہے۔ (مرقس ۱۴: ۶۸) لوقا نے نہیں بتایا کہ یہ دوسرا سوال کہاں کیا گیا یا کس نے کیا۔ پطرس پھر انکار کرتا ہے۔

آیت ۵۹۔ "ایک اور شخص"۔ چوتھی انجیل میں بتایا گیا کہ یہ آدمی ملخس کا جس کا پطرس نے کان اڑایا تھا ایک رشتہ دار تھا۔

"گلیلی ہے"۔ بتایا جاتا ہے کہ گلیلیوں کا تلفظ اور لہجہ یہودیہ کے رہنے والوں سے جدا گانہ تھا جیسا کہ آجکل ہندی اور پنجابی لوگ آسانی سے اپنے لہجہ کے سبب سے فوراً پہچانے جاتے ہیں۔

آیت ۶۰۔ پطرس پھر دوسرے الفاظ میں انکار کرتا ہے۔

"اور مرغ نے بانگ دی"۔ جیسا خداوند نے بتایا تھا۔

آیت ۶۱۔ "خداوند نے پھر کر ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھا"۔ یہ نہیں معلوم کہ صحن کہاں تھا۔ ممکن ہے کہ جس کمرے میں یسوع بندھا ہوا اپنے دشمنوں کے سامنے کھڑا تھا اس کا دروازہ کھلا ہو یا وہ کسی برآمدہ میں ہو۔ ایک مشہور تصویر ہے جو میجک لالٹین سے بھی دکھائی جاتی ہے جس میں آگے پطرس آگ کے پاس بیٹھا ہے اور دو سپاہی پیچھے یسوع کو لئے جاتے ہیں یقیناً حنا کے پاس سے کائفا کے پاس۔ خداوند پطرس کی طرف دیکھتے ہیں، کہ اور لوگوں کے ہمراہ آگ تاپ رہا ہے۔

آیت ۶۲۔ اب پطرس کو خداوند کی بات یاد آتی ہے اور وہ فوراً توبہ کر کے باہر جاتا ہے اور زار زار روتا ہے۔

ربنا یسوع المسیح کا ٹھٹھوں میں اڑایا جانا

آیات ۶۳ تا ۶۵

(۶۳) اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھوں میں اڑاتے اور مارتے تھے۔ (۶۴) اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے کہ نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا؟ (۶۵) اور انہوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کہیں۔

ان وحشی اور قابلِ نفرت انسانوں کو معلوم تھا کہ وہ محض سپاہی ہیں اور ان کو مجاز نہیں

کہ اس قیدی کو قتل کریں کیونکہ وہ نسلاً یہودی ہیں اور سزائے موت دینا رومیوں ہی کے ہاتھ میں ہے لہٰذا وہ اپنی دشمنی کا مظاہرہ جہاں تک ممکن تھا سیدنا یسوع المسیح کو ٹھٹھوں میں اُڑانے سے کرنے لگے۔ وہ آپ کو مار کر پوچھتے تھے کہ آپ نبوت سے بتائیں کہ آپ کو کس نے مارا ہے۔ اُن کے نزدیک نبی محض غیب بین ہوتا ہے۔

صدرِ عدالت کے سامنے ربنا یسوع المسیح کی پیشی

آیات ۶۶ تا ۷۱

(۶۶) جب دن ہوا تو سردار کاہن اور فقیہ یعنی قوم کے بزرگوں کی مجلس جمع ہوئی اور اُنہوں نے اُسے اپنی صدرِ عدالت میں لے جا کر کہا۔ (۶۷) اگر تو مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے۔ اُس نے اُن سے کہا اگر میں تم سے کہوں تو یقین نہ کرو گے۔ (۶۸) اور اگر پوچھوں تو جواب نہ دو گے۔ (۶۹) لیکن اب سے ابنِ آدم قادرِ مطلق خدا کی دہنی طرف بیٹھا رہے گا۔ (۷۰) اس پر اُن سب نے کہا پس کیا تو خدا کا بیٹا ہے؟ اُس نے اُن سے کہا تم خود کہتے ہو کیونکہ میں ہوں۔ (۷۱) اُنہوں نے کہا اب ہمیں گواہی کی کیا حاجت رہی؟ کیونکہ ہم نے خود اُسی کے منہ سے سُن لیا ہے۔

آیت ۶۶ "جب دن ہوا" (متی ۲۷: ۱؛ مرقس ۱۵: ۱ ملاحظہ ہو) ہم کو دیگر انجیل نویسوں سے معلوم ہوا ہے کہ رات کو حنا اور کائفا کے ہاں ایک ایک پیشی ہوئی تھی لیکن وہ پیشیاں باضابطہ نہ تھیں۔ ضرورت تھی کہ صدرِ عدالت مکمل طور سے جمع ہو کر دن کے وقت فیصلہ دے کیونکہ یہودی قوانین کی رُو سے کسی پر موت کی سزا کا فتویٰ دن ہی کو دیا جا سکتا تھا۔ درحقیقت فیصلہ تو ہو چکا تھا لیکن قانون کو پورا کرنا امرِ ضروری تھا خصوصاً اس وجہ سے کہ رومی گورنر کے سامنے پیشی ہونے والی تھی۔

"سردار کاہن اور فقیہ یعنی قوم کے بزرگوں کی مجلس"۔ یہ باقاعدہ صدرِ عدالت تھی۔

آیت ۶۷۔ لوقا نے اس کو بہت مختصر کیا ہے۔ اُس نے ذیل کی باتیں نظر انداز کی ہیں۔ حنا اور کائفا کی تفتیش جو رات کو ہوئی۔ گواہوں کو ڈھونڈھنا اور اُن کی گواہی کا اختلاف۔ ربنا یسوع کے اُس قول کا ذکر جس میں ہیکل کو ڈھا دینا اور تین دن میں کھڑا کرنے کا دعویٰ ہے۔ پھر یہ سوال جس کا ذکر اس آیت میں ہے سردار کاہن نے قیدی سے قسم

کھلا کر کیا۔ پر مُقدس لُوقا نے محض ضروری باتوں کو بیان کیا ہے ؛

"اگر تُو مسیح ہے تو ہم سے کہدے۔" قانوناً قیدی سے ایسا سوال کرنا جس کا جواب اُس کے مُجرم ٹھہرنے کا باعث ہو سکتا تھا غلط اور غیر منصفانہ تھا ؛

آیات ۶۷ و ۶۸ - ربّنا یسُوع کے جواب کا یہ مطلب ہے۔ "اگر میں کہوں کہ مسیح ہُوں تو یقین نہ کرو گے اور اگر اس پر بحث مباحثہ کروں پھر بھی یقین نہ کرو گے"۔ ربّنا یسُوع المسیح اُن سے پُوچھ چکے تھے کہ مسیح کون ہے ؟ (لُوقا ۲۰: ۴۱ سے ۴۴ تک و متّی ۲۲: ۴۱ سے ۴۵ تک و مرقس ۱۲: ۳۵ سے ۳۷ تک) مگر اُن کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا ؛

آیت ۶۹ - یسُوع صاف طور پر المسیح بلکہ خُدا کے برابر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ؛

آیت ۷۰ - "تم خُود کہتے ہو الخ"۔ دُوسرا ممکن ترجمہ یہ ہے۔ "تم خُود کہتے ہو کیونکہ میں ہُوں"۔ چنداں فرق نہیں ؛

آیت ۷۱ - چُونکہ اُن لوگوں کو یقین تھا کہ ربّنا یسُوع محض انسان ہے اس لئے آپکے الفاظ اُن کے نزدیک کریہہ کُفر کے سوا اور کُچھ نہ تھے ؛

"گواہی کی کیا حاجت رہی؟"۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ لُوقا نے گواہوں کا ذکر اُوپر نہیں کیا تو بھی اس بات سے واقف تھا کہ "بُلائے ضرور گئے تھے" ؛

وُہ موت کی سزا کے حکم کا بھی ذکر نہیں کرتا کیونکہ درحقیقت ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی ؛



باب بست و سوم

ربنا المسیح کی پیلاطوس کے سامنے پہلی پیشی

آیات ۱ تا ۷

(۱) پھر اُن کی ساری جماعت اُٹھ کر اُسے پیلاطُس کے پاس لے گئی۔ (۲) اور اُنہوں نے اُس پر الزام لگانا شروع کیا کہ اُسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا۔ (۳) پیلاطُس نے اُس سے پُوچھا کیا تُو یہُودیوں کا بادشاہ ہے؟ اُس نے اُس کے جواب میں کہا تُو خُود کہتا ہے۔ (۴) پیلاطُس نے سردار کاہنوں اور عام لوگوں سے کہا مَیں اس شخص میں کچھ قصُور نہیں پاتا۔ (۵) مگر وُہ اور بھی زور دے کر کہنے لگے کہ یہ تمام یہُودیہ میں بلکہ گلیل سے لے کر یہاں تک لوگوں کو سکھا سکھا کر اُبھارتا ہے (۶) یہ سُن کر پیلاطُس نے پُوچھا کیا یہ آدمی گلیلی ہے؟ (۷) اور یہ معلُوم کر کے کہ ہیرودیس کی عملداری کا ہے اُسے ہیرودیس کے پاس بھیجا، کیونکہ وُہ بھی اُن دنوں یروشلیم میں تھا۔

لُوقا کا بیان دیگر اناجیل سے بعض باتوں کے لحاظ سے جُداگانہ ہے۔ مثلاً لُوقا بتاتا ہے کہ ربنا یسُوع ہیرودیس انتپاس کے پاس بھیجا گیا۔ لُوقا کی انجیل اور اعمال کی کتاب دونوں سے ظاہر ہے کہ لُوقا کو ہیرودیس کے دربار اور خاندان کا خاص علم تھا۔

آیت ۱۔ "پیلاطُس"۔ پنطُس پیلاطُس یہ ۲۶ء میں یہُودیہ صُوبہ کا حاکم مُقرر ہُوا تھا۔ یہ سُوریہ کے گورنر کے کسی قدر ماتحت تھا لیکن وُہ اس کی عملداری میں کم دخل دیتا تھا۔ پیلاطُس نے کئی بار یہُودیوں پر ظلم کیا تھا لیکن عام طور پر اُس کا انتظام بہت بُرا نہ تھا کیونکہ تبرئیس قیصر نے اُس کو دس سال تک اُس کے عہدہ پر سرفراز رکھا تھا۔ (لُوقا ۱۳: ۱ ملاحظہ ہو) اس بات کی ضرورت تھی کہ ربنا یسُوع رُومی حاکم کے سامنے پیش کیا جائے کیونکہ جہاں تک بھی علم ہے یہُودیوں کو اجازت نہ تھی کہ کسی کو موت کی سزا دیں حالانکہ بعض اوقات اس کے خلاف بھی عمل کیا گیا تھا (اعمال ۷: ۵۷ سے ۶۰ تک) لیکن مُمکن ہے کہ ستفنُس کی شہادت کے وقت اگرپا بادشاہ کی حکومت شروع ہُوئی تھی۔

پادری گلینول صاحب[x] اپنی کتاب "یسوع اور اُس کی اذیت" میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ربنا یسوع نے جان بُوجھ کر اپنے آپ کو قتل سے بچایا جب تک آپ کا مُعیّن وقت نہ آیا (لُوقا ۴: ۲۹ و یُوحنا ۸: ۵۹)۔ ربنا یسوع المسیح کو جی اُٹھنے کا یقین تھا۔ (مرقس ۹: ۳۱ و ۸: ۳۱ اور یُوحنا ۱۰: ۱۷) آپ نے ضروری سمجھا کہ یُوں ہی نہ مارا جائے تاکہ قیامت کے بعد کوئی نہ کہہ سکے کہ درحقیقت نہ مرا تھا مگر صرف غشی کی حالت میں تھا اور پھر قیامت کی حقیقت میں شک کا امکان ہو (دیکھو اعمال ۱۴: ۲۰)۔

آیت ۲۔ تین الزامات۔ (۱) عوام کو رُومی حکومت سے بھڑکانا۔ (۲) قیصر کو خراج دینے سے منع کرنا۔ جو سراسر جھُوٹا الزام تھا (۲۰: ۲۰ سے ۲۶ تک)۔ (۳) اپنے آپ کو بادشاہ بتانا۔ اس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابنِ داؤد کا لقب جس کو لوگ بار بار استعمال کرتے تھے بہت خطرناک تھا۔ یہودیوں کی صدرِ عدالت میں ربنا یسوع مذہبی خیالات کے باعث اسی لئے موت کے لائق ٹھہرائے گئے کیونکہ آپ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اب یہ مُعاملہ مُلکی اور سیاسی معاملات کے لحاظ سے پیش کیا گیا تھا تاکہ پیلاطُوس آپ کا جُرم ایک سنگین جُرم سمجھے۔

آیت ۳۔ لُوقا نے پھر اختصار سے اس اقتباس سے کام لیا ہے۔ یُوحنا ۱۸: ۳۳-۳۷ سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ چوتھی انجیل کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ پیلاطُوس کس طرح معلُوم کرسکیگا کہ یہ آدمی واقعی نہ تو خُود باغی ہے اور نہ باغیوں کو اُکسانے والا ہے۔ ورنہ لُوقا کے مختصر بیان سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔

آیت ۴۔ پیلاطُوس نے قانُونی طور پر فیصلہ نہیں کیا تھا کہ ربنا یسوع بے قصُور ہیں لیکن محض اپنی شخصی رائے پیش کی تھی۔

آیت ۵۔ "تمام یہُودیہ" یہ غالباً مبالغہ تھا حالانکہ یسوع نے ضرور دکھنی فلسطین میں کافی کام کیا تھا جیسا لُوقا نے اِس انجیل کے دوسرے حصّہ میں یعنی ۹: ۵۱ سے ۱۹: ۲۸ تک کی عبارت میں دکھایا ہے۔ (نیز ۴: ۴۴ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں) یہ الفاظ یُوحنا کی انجیل کی تصدیق کرتے ہیں۔ چوتھی انجیل میں یروشلیم کا زیادہ ذکر ہے۔ یاد رہے کہ رُومیوں کے انتظام کے مُوافق سامریہ کا علاقہ یہُودیہ میں مُشتمل تھا اور یہاں لفظ یہُودیہ سے سامریہ بھی

[x] R. GLANVILLE: JESUS AND HIS PASSION (EPWORTH PRESS)

مُراد ہے کیونکہ یہ باضابطہ پیشی تھی۔

آیات ۶ و ۷ - پیلاطُوس قانُونی فیصلہ کرنے سے بچنا چاہتا ہے اور ربّنا یسُوع کو ہیرودیس کے پاس بھیجتا ہے۔

نوٹ - یہ سوال لازم آتا ہے کہ پیلاطُوس نے کچہری کو چُھٹی کے دن علے الصُّبح کیوں کھولا۔ غالباً رات کو کائفا اُس سے ملنے گیا ہوگا اور اپنے نقطۂ نگاہ سے معاملہ پیش کیا ہوگا۔ یُوحنّا کی انجیل سے ظاہر ہے کہ جب پیلاطُوس فوراً موت کا فتویٰ دینے میں ہچکچایا تو کاہن گھبرا گئے۔ (یُوحنّا ۱۸: ۳۰) اور ایسے الفاظ کہے جن سے معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ گمان کرتے تھے حاکم یُوں ہی اُن کے فتویٰ پر حُکم صادر کرے گا۔

ربّنا المسیح کا ہیرودیس کے سامنے حاضر کیا جانا

آیات ۸ تا ۱۲

(۸) ہیرودیس یسُوع کو دیکھ کر بہت خُوش ہُوا کیونکہ وُہ مدّت سے اُسے دیکھنے کا مُشتاق تھا۔ اس لئے کہ اُس نے اُس کا حال سُنا تھا اور اُس کا کوئی مُعجزہ دیکھنے کا اُمیدوار تھا۔ (۹) اور وُہ اُس سے بُہتیری باتیں پُوچھتا رہا مگر اُس نے اُسے کُچھ جواب نہ دیا۔ (۱۰) اور سردار کاہن اور فقیہ کھڑے ہُوئے زور شور سے اُس پر الزام لگاتے رہے۔ (۱۱) پھر ہیرودیس نے اپنے سپاہیوں سمیت اُسے ذلیل کیا اور ٹھٹھوں میں اُڑایا اور چمکدار پوشاک پہنا کر اُس کو پیلاطُوس کے پاس واپس بھیجا۔ (۱۲) اور اُسی دن ہیرودیس اور پیلاطُوس آپس میں دوست ہو گئے کیونکہ پہلے اُن میں دُشمنی تھی۔

آیت ۸ - ہیرودیس اگرچہ مخلُوط نسل کا تھا تو بھی مذہب کے لحاظ سے یہُودی تھا۔ اور یقیناً عید کے لئے یرُوشلیم میں حاضر ہُوا تھا۔

"دیکھنے کا مشتاق تھا" یسُوع ہیرودیس کے لئے محض تماشا تھا۔ مُمکن ہے کہ جب فریسیوں نے آپ کو بتایا تھا کہ ہیرودیس آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو محض اُن کی دھمکی تھی۔ (باب ۱۳ آیت ۳۱) لیکن یاد رہے کہ ہیرودیس انتپاس ایک مُستقل مزاج شخص نہ تھا بلکہ اُس کے ارادے بدلتے رہتے تھے۔

آیت ۱۰ - "کُچھ جواب نہ دیا" - ہیرودیس کے سوالات غالباً بے تُکے تھے اور کبھی

صورت میں بھی ہیرودیس جیسے شخص کو ان کا جواب دینا فضول تھا۔

آیت ۱۱- "ذلیل کیا" - دوبارہ یسوع ٹھٹھوں میں اُڑایا گیا۔

"چمکدار پوشاک" - شاید کوئی خلعت جو طنزاً یہی کو پہنائی جاتی تھی۔

"واپس بھیجا" - ہیرودیس نے قانونی عدالت یا فیصلہ کرنے کا بہانہ بھی نہ کیا۔

پیلاطوس کا برابّا کو رہا کرنا اور ربّنا یسوع المسیح کو صلیب دِئے جانیکے لئے سپاہیوں کے حوالے کرنا
آیات ۱۳ تا ۲۵

(۱۳) پھر پیلاطوس نے سردار کاہنوں اور سرداروں اور عام لوگوں کو جمع کر کے - (۱۴) اُن سے کہا کہ تم اس شخص کو لوگوں کا بہکانے والا ٹھہرا کر میرے پاس لائے ہو اور دیکھو مَیں نے تمہارے سامنے ہی اُس کی تحقیقات کی مگر جن باتوں کا الزام تم اُس پر لگاتے ہو اُن کی نسبت نہ مَیں نے اُس میں کچھ قصور پایا - (۱۵) نہ ہیرودیس نے کیونکہ اُس نے اُسے ہمارے پاس واپس بھیجا ہے اور دیکھو اُس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہُوا جس سے وُہ قتل کے لائق ٹھہرتا - (۱۶) پس مَیں اُس کو پٹوا کر چھوڑے دیتا ہُوں - (۱۷) (اُسے ہر عید میں ضرور تھا کہ کسی کو اُن کی خاطر چھوڑ دے)۔ (۱۸) وُہ سب مِل کر چلّا اُٹھے کہ اسے لے جا اور ہماری خاطر برابّا کو چھوڑ دے - (۱۹) (یہ کسی بغاوت کے باعث جو شہر میں ہُوئی تھی اور خُون کرنے کے سبب سے قید میں ڈالا گیا تھا)۔ (۲۰) مگر پیلاطوس نے یسوع کو چھوڑنے کے ارادہ سے پھر اُن سے کہا - (۲۱) لیکن وُہ چلّا کر کہنے لگے کہ اس کو مصلوب کر مصلوب! (۲۲) اُس نے تیسری بار اُن سے کہا کیوں؟ اس نے کیا بُرائی کی ہے؟ مَیں نے اس میں قتل کی کوئی وجہ نہیں پائی - پس میں اسے پٹوا کر چھوڑ دیتا ہُوں - (۲۳) مگر وُہ چلّا چلّا کر سر ہوتے رہے کہ وُہ مصلوب کیا جائے اور اُن کا چلّانا کارگر ہُوا - (۲۴) پس پیلاطوس نے حُکم دیا کہ اُن کی درخواست کے مُوافق ہو - (۲۵) اور جو شخص بغاوت اور خُون کرنے کے سبب سے قید میں پڑا تھا اور جسے انہوں نے مانگا تھا اُسے چھوڑ دیا مگر یسوع کو اُن کی مرضی کے مُوافق سپاہیوں کے حوالہ کیا۔

آیت ۱۳- اب کی دفعہ پیلاطوس لوگوں کو بھی بُلاتا ہے غالباً اس سبب سے کہ اُس

کو خیال تھا کہ جب قیدی چھوڑنے کا وقت آ جائے گا تو وُہ درخواست کریں گے کہ ربّنا یشوع کو چھوڑ دیا جائے ؛

آیات ۱۴ و ۱۵ - پیلاطوس پھر محض اپنی شخصی رائے بیان کرتا ہے کہ ربّنا یشوع نے واقعی وُہ جرائم نہیں کئے جن کا آپ پر الزام لگایا گیا تھا اور ثابت کرتا ہے کہ ہیرودیس نے بھی اُسے مجرم نہ ٹھہرایا تھا ؛

"اُس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہُوا جس سے ... ٹھہرتا" - تو بھی پیلاطوس آپ کے لئے موت کی سزا کا حکم دیتا ہے ؛

آیت ۱۶ - "پٹوا کر چھوڑے دیتا ہوں" لُوقا نے پیٹنے کا معاملہ بیان تو نہیں کیا پر دکھاتا ہے کہ وُہ اس سے واقف تھا۔ رُومیوں کے یہاں پیٹنا نہایت ہی سخت سزا تھی۔ کوڑے کی رسیوں کی گانٹھوں میں لوہے یا ہڈیوں کے ٹکڑے باندھے جاتے تھے جس سے سزا پانے والے کی پیٹھ سے خُون بہتا تھا اور بعض اوقات وُہ مر بھی جاتا تھا۔ جب پیلاطوس نے رائے دی کہ یہ بے قصُور ہے تو پٹوانے کا حکم دینا سخت بے انصافی تھی یہاں حاکم کی اخلاقی کمزوری ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وُہ سردار کاہنوں کو خُوش کرنے کے لئے بے انصافی کرنے پر تُلا ہُوا تھا۔ اُن کے دلوں میں اُمید پیدا ہُوئی ہوگی کہ اگر ہم اَور زور دیں گے تو یہ حاکم ضرور ہی موت کا فتویٰ دے دیگا ؛

آیت ۱۷ - یہ آیت بہترین نسخوں میں ندارد ہے۔ نقل نویسوں نے اس کو متی ۲۷ : ۱۵ - اور مرقس ۱۵ : ۶ سمجھ کر نقل کیا ہوگا تاکہ نقل کرتے وقت یہ آیت جو کسی نسخے سے رہ گئی ہے اُس کی تصحیح ہو جائے ؛

آیات ۱۸ و ۱۹ - لوگوں نے برابّا کو مانگا۔ عوام نے خیال کیا ہوگا کہ یہ جعلی مسیح جو رُومیوں سے جنگ نہیں کرتا ایک بے سُود شخص ہے ہم کم از کم ایسا قیدی مانگیں جس سے سچ مچ بغاوت کی جا سکے ؛

"اسے لے جا" مطلب یہ ہے اس کو قتل کرو ؛

آیات ۲۰ تا ۲۳ - اب عوام صاف طور پر صلیب کی سزا کے لئے چلاتے ہیں۔ بزرگانِ قوم نے جس مسیح کے لئے موت کی سزا تجویز کی، اب اہلِ یروشلیم بھی یشوع کے لئے صلیب کی سزا مانگتے ہیں۔ پیلاطوس پھر کوشش کرتا ہے لیکن بھیڑ سے خوف کھاتا ہے

کہ کہیں بلوا نہ ہو جائے ؛

آیات ۲۴ و ۲۵ - آخرکار یہ کمزور حاکم بے انصافی کا حکم دیتا ہے، اور خونی برابّا کو توریا کرتا ہے اور سپاہی لوگ ربنا یشوع کو مصلوب کرنے کے لئے لے جاتے ہیں ؛

شمعون کرینی کا بیگار میں لیا جانا

آیت ۲۶

(۲۶) اور جب اُس کو لئے جاتے تھے تو اُنہوں نے شمعون نام ایک کرینی کو جو دیہات سے آتا تھا پکڑ کر صلیب اُس پر رکھ دی کہ یسوع کے پیچھے پیچھے لے چلے ؛

یوحنا کی انجیل میں مرقوم ہے کہ ربنا یسوع "اپنی صلیب آپ اُٹھائے ... باہر گیا" (یوحنا ۱۹: ۱۷)۔ اکثر یہ خیال کیا گیا ہے کہ یسوع رات بھر کی تکلیفات اور پٹنے کے سبب سے کمزور ہو گیا تھا اور صرف تھوڑی دُور تک صلیب کو لے جانے پایا تھا کہ وہ گر پڑا۔ ایسی حالت میں شمعون کرینی کو بیگار میں پکڑا گیا تاکہ آپ کی صلیب اُٹھا کر چلے۔ غالباً یہی واقعہ ہے لیکن چوتھی انجیل کے مصنف نے یہ دکھانا چاہا ہے کہ شمعون کرینی فوراً نہیں پکڑا گیا تھا۔ مرقس نے بتایا ہے کہ شمعون کرینی سکندر اور رُوفس کا باپ تھا۔ غالباً یہ وُہی رُوفس ہے جس کا ذکر رومیوں کے خط میں ہے (۱۶: ۱۳) کیونکہ مرقس نے لکھتے وقت خاص کر رُومی مسیحیوں کو مدِّ نظر رکھا ہے ؛

ربنا المسیح کا یروشلیم کی عورتوں کو سمجھانا

آیات ۲۷ تا ۳۱

(۲۷) اور لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ اور بہت سی عورتیں جو اُس کے واسطے روتی پیٹتی تھیں اُس کے پیچھے پیچھے چلیں۔ (۲۸) یسوع نے اُن کی طرف پھر کر کہا اے یروشلیم کی بیٹیو! میرے لئے نہ روؤ بلکہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے روؤ۔ (۲۹) کیونکہ دیکھو وہ دن آتے ہیں جن میں کہینگے مبارک ہیں بانجھیں اور وہ پیٹ جو نہ جنے اور وہ چھاتیاں جنہوں نے دودھ نہ پلایا۔ (۳۰) اُس وقت وہ پہاڑوں سے کہنا شروع کریں گے کہ ہم پر گر پڑو اور ٹیلوں سے کہ ہمیں چھپا لو۔ (۳۱) کیونکہ جب ہرے درخت کے ساتھ ایسا کرتے ہیں تو سوکھے کے ساتھ کیا کچھ نہ کیا

جائے گا؟

آیت ۲۷ - ایسے ایسے موقعوں پر بہت بھیڑ لگ جاتی ہے اور پیلاطوس نے بہت سے عام لوگوں کو کچہری میں بلوایا تھا (آیت ۱۳) - پس لکھا ہے کہ شروع ہی سے بھیڑ موجود تھی - عورتوں نے بہت واویلا کیا - کہیں ذکر نہیں کہ کسی عورت نے کبھی ربنا یسوع کی مخالفت کی تھی - تالمود سے معلوم ہوتا ہے کہ یروشلیم کی بعض عورتیں مصلوب ہونے والے لوگوں کے لئے نیک قتل گاہ کو جاتی تھیں - اُس میں منشی دوا ملائی جاتی تھی اور وہ پلائی جاتی تھی ۔

آیت ۲۸ "بیٹیو" - یعنی یروشلیم میں رہنے والی عورتو !

"میرے لئے نہ روؤ الخ" مطلب یہ نہیں کہ آپ کے لئے رونا غلط تھا بلکہ آپ کہنا چاہتے ہیں کہ ان عورتوں کا حال اور خاص کر اُن کے بچوں کا حال آپ سے زیادہ خراب ہے - یسوع کی موت اور اذیت جلد ختم ہونے والی تھی لیکن یروشلیم کے محاصرہ کے وقت مہینوں تک سخت مصیبت جاری رہنے کو تھی - آپ کی موت کا نتیجہ جلال تھا لیکن اُن کی تکلیفات کا نتیجہ شرم اور ضلالت تھا ۔

آیت ۲۹ "کہیں گے" - یعنی یروشلیم کے لوگ کہیں گے ۔

"بانجھیں" بے اولاد ہونا عورتوں کے لئے افسوس کی بات ہے لیکن مصیبت کے وقت بچوں کا ساتھ رہنا مصیبت کو بڑھاتا ہے ۔

آیت ۳۰ "وہ پہاڑوں سے کہیں گے الخ" - یا تو مصیبت سے چھپنے کے لئے یا موت کو حاصل کرنے کے لئے ۔

آیت ۳۱ "کیونکہ جب ہرے درخت الخ" یہ ایک مثل ہے مطلب یہ ہے اگر رومی ایک بے قصور کے ساتھ یہ برتاؤ کرتے ہیں تو باغیوں کے ساتھ کیا کچھ نہ کریں گے ۔

منجئ دو عالم ربنا یسوع المسیح کا مصلوب ہونا

آیات ۳۲ تا ۳۸

(۳۲) اور وہ دو اور آدمیوں کو بھی جو بدکار تھے لئے جاتے تھے کہ اُس کے ساتھ قتل کئے جائیں - (۳۳) جب وہ اُس جگہ پر پہنچے جسے کھوپڑی کہتے ہیں تو وہاں اُسے مصلوب کیا اور بدکاروں کو بھی ایک کو دہنی اور دوسرے کو بائیں طرف - (۳۴) یسوع نے کہا اے باپ!

ان کو مُعاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔ اور اُنہوں نے اُس کے کپڑوں کے حِصّے کئے اور اُن پر قُرعہ ڈالا۔ (۳۵) اور لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے اور سردار بھی ٹھٹھے مار مار کر کہتے تھے کہ اس نے اَوروں کو بچایا۔ اگر یہ خُدا کا مسیح اور اُس کا برگزیدہ ہے تو اپنے آپ کو بچائے۔ (۳۶) سپاہیوں نے بھی پاس آکر اور سرکہ پیش کر کے اُس پر ٹھٹھا مارا اور کہا کہ۔ (۳۷) اگر تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ (۳۸) اور ایک نوشتہ بھی اُس کے اُوپر لگایا گیا تھا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔

آیت ۳۲ ۔ پھر ہمارا خُداوند بدکاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

آیت ۳۳ "کھوپڑی"۔ آرامی زبان میں گلگتا (مرقس ۱۵: ۲۲)۔ لاطینی زبان میں لفظ گلوریا استعمال ہوا ہے۔ اُردو میں لفظ گلوری اسی سے نکلا ہے جس کا استعمال عام طور پر کیا گیا ہے خاص کر گیتوں میں۔ غالباً اُس ٹیلے کی شکل کھوپڑی کی سی تھی۔ اس کا ٹھیک مقام معلوم نہیں حالانکہ مُقدّس قبر کا گرجا اُس جگہ تعمیر ہوا ہے، اور آج تک موجود ہے جسے گلگتا خیال کیا گیا ہے مُقدّس قبر مقتل کے قریب واقع تھی (یُوحنّا ۱۹: ۴۱)

آیت ۳۴ "اَے باپ ان کو مُعاف کر"۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ بعض نسخوں میں یہ آیت موجود نہیں۔ سٹریٹر صاحب لکھتے ہیں کہ غالباً دُوسری صدی میں کسی نقل نویس نے اس آیت کو اس خیال سے نکال دیا کہ یہ آیت غلط ہے کیونکہ ناممکن اور نامناسب تھا کہ خُدا یہودیوں کو مُعاف کرے۔ نیز اُس نے یہ بھی سمجھا ہو گا کہ درحقیقت خُدا نے اُن کو مُعاف نہ کیا تھا۔ ستر برس کے اندر یروشلیم دوبارہ مسمار کر دیا گیا، اور لاکھوں یہودی قتل ہُوئے یا غلام بنائے گئے تھے۔ یہ الفاظ پُورے طور پر ہمارے خُداوند کی طبیعت اور طرزِ زندگی کے مطابق ہیں۔ (نوٹ:- جو آیت ۴۹ کے بعد مندرج ہے ملاحظہ ہو)

"کپڑوں کے حِصّے کئے"۔ چوتھی انجیل میں زیادہ تفصیل ہے بلکہ عدالت اور موت کا ماجرہ اس انجیل میں زیادہ تفصیل وار بیان کیا گیا ہے کہ سزائے موت کے قیدیوں کے کپڑے اُن سپاہیوں کو دئے جاتے تھے جو مصلُوب کرتے تھے۔

آیت ۳۵ "سردار" غالباً بڑے کاہن اور ہیکل کی پولیس کے عہدہ دار لیکن صدرِ عدالت کے شُرکاء بھی شاید موجود تھے۔ اُن کی باتیں ثابت کرتی ہیں کہ اُن کے خیالات معمولی دُنیاوی خیال تھے۔ رُوحانی طور پر جیسا مرقس کی انجیل میں مرقُوم ہے یہ قول صادق تھا

کہ جس نے اوروں کو بچایا۔ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا؟ کیونکہ اوروں کو بچانے کے لئے ربنا یسوع کی موت ضروری تھی۔

آیات ۳۶ و ۳۷ - جب اس یہودی کی اپنی قوم کے لوگ اُسے ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے تو رومی سپاہیوں کے لئے یہ ایک عظیم الشان غداری اور تعجب خیز بات تھی اس کے برعکس اُن کا آپ کو سرکہ پیش کرنا درحقیقت ایک قسم کی مہربانی تھی۔

آیت ۳۸ - "نوشتہ" یوحنا بتاتا ہے کہ یہ عبرانی۔ لاطینی اور یونانی تینوں زبانوں میں تحریر کیا گیا تھا۔ اناجیل میں جو خفیف سا فرق الفاظ میں موجود ہے شاید اسی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔

تائب ڈاکو

آیات ۳۹ تا ۴۳

(۳۹) پھر جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے اُن میں سے ایک اُسے یوں طعنہ دینے لگا کہ کیا تو مسیح نہیں؟ تو اپنے آپ کو اور ہم کو بچا۔ (۴۰) مگر دوسرے نے اُسے جھڑک کر جواب دیا کہ کیا تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا حالانکہ اُسی سزا میں گرفتار ہے؟ (۴۱) اور ہماری سزا تو واجبی ہے کیونکہ اپنے کاموں کا بدلہ پا رہے ہیں لیکن اس نے کوئی بیجا کام نہیں کیا۔ (۴۲) پھر اُس نے کہا اے یسوع جب تو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد کرنا۔ (۴۳) اُس نے اُس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔

آیت ۳۹ - "اُن میں سے ایک" متی اور مرقس کی انجیلوں میں بیان ہے کہ وہ لوگ جو ربنا یسوع کے ساتھ مصلوب ہو رہے تھے اُنہوں نے بُرا بھلا کہا اور دوسرے ڈاکو کا ذکر نہیں۔ مقدس اگسٹین نے لکھا ہے کہ جو ایک نے کہا وہ دونوں کا قول سمجھا گیا ہے۔ اوروں کا خیال ہے کہ ڈاکوؤں میں سے ایک نے پہلے لعن طعن کی لیکن بعد ازاں اُس کا دل پھر گیا۔

آیت ۴۰ - "خدا سے بھی نہیں ڈرتا . . . . گرفتار ہے؟" یہ خیال کہ دوسرے ڈاکو نے ربنا یسوع کی الوہیت کو پہچانا غالباً ایک مبالغہ ہے۔ تو بھی اُس نے آپ کو بے قصور پایا۔ اِس قول کا مطلب یہ ہے کہ تو تھوڑی دیر میں خدا کے سامنے جائے گا۔ کیا تو اس بے قصور شخص پر لعن طعن کرتا ہے؟ خدا سے دل میں کانپ۔

آیت ۴۱ - یہ آدمی اپنی سزا کو واجبی سزا مانتا ہے اور یہ توبہ کا پہلا درجہ ہے۔

آیت ۴۲ "اپنی بادشاہی میں آئے"۔ مطلب یہ نہیں "جب تُو اپنی بادشاہی میں داخل ہو" بلکہ جب تُو مسیح کی حیثیت میں اپنی بادشاہی قائم کرنے آئے"۔ ڈاکو پہچانتا ہے کہ ربنا یسُوع تو میری بغل میں ایک اور صلیب پر لٹکا ہُوا ہے پھر بھی وُہ مسیح ہے اور ایک دن راج کرے گا۔

آیت ۴۳ - ربنا یسُوع نے جواب میں فرمایا کہ اُس کو ایک وقت تک ٹھہرنا نہیں پڑیگا، بلکہ آج ہی مرنے کے بعد تُو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔

"فردوس"۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے بہشت مُراد ہے۔ (۲۔کرنتھیوں ۱۲ : ۴ ملاحظہ ہو) بعض کا یہ خیال ہے کہ اس سے عالم ارواح کا وُہ اچھا حصّہ مُراد ہے جس کو یہودی ابرہام کی گود کہتے تھے۔ فردوس کی صُورت کچھ بھی ہو دراصل ڈاکو کو اس بات کا پتہ چلا ہوگا کہ ربنا یسُوع اُس سے بہت جلد دُوسرے جہان کے آرام اور خوشی میں داخل ہو جانے کا وعدہ فرماتے ہیں۔

ربنا یسُوع المسیح کی صلیبی موت

آیات ۴۴ تا ۴۹

(۴۴) پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر تک تمام مُلک میں اندھیرا چھایا رہا۔ (۴۵) اور سُورج کی روشنی جاتی رہی اور مَقدِس کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا۔ (۴۶) پھر یسُوع نے بڑی آواز سے پُکار کر کہا اَے باپ! مَیں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہُوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا۔ (۴۷) یہ ماجرہ دیکھ کر صُوبہ دار نے خُدا کی تمجید کی اور کہا بیشک یہ آدمی راستباز تھا۔ (۴۸) اور جتنے لوگ اُس نظّارہ کو آئے تھے یہ ماجرہ دیکھ کر چھاتی پیٹتے ہُوئے لَوٹ گئے۔ (۴۹) اور اُس کے سب جان پہچان اور وُہ عورتیں جو گلیل سے اُس کے ساتھ آئی تھیں دُور کھڑی یہ باتیں دیکھ رہی تھیں۔

آیت ۴۴ - "دوپہر کے قریب"۔ ہم مرقس کی انجیل کے اُردو ترجمہ میں پڑھتے ہیں کہ "پہر دن چڑھا تھا جب... اُس کو مصلوب کیا"۔ لیکن چوتھی انجیل میں یہ لکھا ہے، کہ جب سپاہی یسُوع کو لے گئے تو "چھٹے گھنٹے کے قریب تھا"۔ افسوس کا مقام ہے کہ مرقس

کی عبارت کا ایسا ہی لفظی ترجمہ نہ کیا گیا یعنی "تیسرا گھنٹہ"۔ غالباً یُوحنّا اور مرقس کی انجیلوں میں دن کے گھنٹے گننے کے دو جُدا گانہ طریقے استعمال ہُوئے تھے۔ مترجمین نے اُردو کی فصاحت کا خیال کیا ہوگا۔ "کے قریب"۔ جس زمانہ میں گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں لوگ اٹکل سے وقت معلوم کرتے تھے ؛

آیت ۴۵۔ "سُورج کی روشنی جاتی رہی"۔ یقیناً کالا بادل دُور تک چھایا رہا۔ یہ سُورج گرہن تو نہ تھا۔ ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ پُورے چاند کے وقت یہ نہیں ہوتا اور فسح پُورے چاند کے قریب ہوتی تھی ؛

"مُقدِس کا پردہ الخ"۔ یہ پردہ پاک ترین مقام کو پاک مقام سے جُدا کرتا تھا۔ اس بات سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اُس وقت سے لے کر عام آدمیوں کو یسُوع مسیح کے وسیلہ سے خُدا تک رسائی ہوتی ہے اور پُرانے عہد کی میعاد ختم ہوگئی تھی اور نئے عہد کی میعاد شرُوع ہوگئی ؛

آیت ۴۶۔ "بڑی آواز سے کہا"۔ لفظی ترجمہ یہ ہے۔ "بڑی آواز سے پُکار کر کہا" اور یُونانی کا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے۔ "بڑی آواز سے پُکارا اور کہا"۔ یہ ضروری نہیں کہ جو بات ربّنا یسُوع نے فرمائی وُہ بڑی آواز سے سُنائی۔ راقم کا خیال ہے کہ غالباً خُداوند نے یہ پُکارا کہ "تمام ہُوا"۔ اور پھر کہا "اَے باپ مَیں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہُوں"۔

٭ (مذکورہ ذیل نوٹ ملاحظہ ہو)

آیت ۴۷۔ "یہ راست باز آدمی تھا"۔ مرقس کی انجیل میں ہے۔ "یہ آدمی خُدا کا بیٹا تھا"۔ یاد رہے کہ صُوبہ دار مذکور یقیناً غیر یہُودی اور بُت پرست تھا۔ لُوقا نے مرقس کے فقرہ کا وُہ مطلب بتایا جو اُس آدمی کے ان الفاظ سے مُراد تھا ؛

آیت ۴۸۔ بھیڑ میں سے بہتوں نے "مصلُوب۔ مصلُوب"۔ نہیں پُکارا ہوگا اور جنہوں نے پُکارا تھا اُن کے دلوں پر بڑا اثر ہُوا ہوگا ؛

آیت ۴۹۔ "دُور کھڑی"۔ چوتھی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مُقدس کنواری مریم اور محبُوب یُوحنّا شاگرد کسی قدر نزدیک رہے۔ (یُوحنّا ۱۹ : ۲۵ سے ۲۷ تک) ؛

نوٹ:۔ صلیب پر سے ربّنا یسُوع کے سات کلمات۔

راقم کو ان کلمات کی مندرجہ ذیل ترتیب درست معلوم ہوتی ہے :۔

۱- اَے باپ ان کو مُعاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں ۔ لُوقا ۲۳: ۳۴

۲- میں تجھ سے سچ کہتا ہُوں کہ آج ہی تُو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا ۔ لُوقا ۲۳: ۴۳

۳- اَے عورت- دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے - تیری ماں یہ ہے ۔ یُوحنّا ۱۹: ۲۶ و ۲۷

۴- اَے میرے خُدا - اَے میرے خُدا- تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ۔ متّی ۲۷: ۴۶ و مرقس ۱۵: ۳۴

۵- میں پیاسا ہُوں ۔ یُوحنّا ۱۹: ۲۸

۶- تمام ہُوا ۔ یُوحنّا ۱۹: ۳۰

۷- اَے باپ- میں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہُوں ۔ لُوقا ۲۳: ۴۶

ربّنا یسُوع المسیح کا دفن ہونا

آیات ۵۰ تا ۵۶

(۵۰) اور دیکھو یُوسف نام ایک شخص مُشیر تھا جو نیک اور راستباز آدمی تھا- (۵۱) اور اُن کی صلاح اور کام سے رضامند نہ تھا- یہ یہودیوں کے شہر اَرِمَتیہ کا باشندہ اور خُدا کی بادشاہی کا مُنتظر تھا- (۵۲) اُس نے پیلاطُوس کے پاس جا کر یسُوع کی لاش مانگی- (۵۳) اور اُس کو اُتار کر مہین چادر میں لپیٹا- پھر ایک قبر کے اندر رکھ دیا جو چٹان میں کھدی ہُوئی تھی اور اُس میں کوئی کبھی رکھا نہ گیا تھا- (۵۴) وُہ تیاری کا دن تھا اور سبت کا دن شروع ہونے کو تھا- (۵۵) اور اُن عورتوں نے جو اُس کے ساتھ گلیل سے آئی تھیں پیچھے پیچھے جا کر اُس قبر کو دیکھا اور یہ بھی کہ اُس کی لاش کس طرح رکھی گئی- (۵۶) اور لَوٹ کر خُوشبُودار چیزیں اور عطر تیار کیا ۔

آیت ۵۰- یُوسف- یہ شخص ایک مُشیر یعنی صدرِ عدالت کا ایک شریک تھا- اُس کا چال چلن اچھا تھا وُہ نہ فقط شریعت کا پابند تھا بلکہ بھلائی کے کام کیا کرتا تھا- ہر ایک جانتا ہے کہ جو لوگ شریعت کے پابند ہوتے ہیں یا محض رسُوم پر زور دیتے ہیں وُہ بعض وقت رسُوم ہی کی پابندی پر اکتفا کرتے ہیں- ایسے لوگ شاید راستباز کہلا سکیں لیکن وُہ نیک نہیں ہوتے ۔

آیت ۵۱- "رضامند نہ تھا"- غالباً صُبح کے اجلاس میں حاضر نہ رہا کیونکہ مرقس بتاتا ہے کہ صدرِ عدالت نے ربّنا یسُوع کو بہ اتّفاق رائے موت کے لائق ٹھہرایا- (مرقس ۱۴: ۶۴)

اَرِمَتیہ- ٹھیک معلوم نہیں کہ یہ شہر کہاں واقع تھا تاہم وُہ یہودیہ میں تھا- غالباً یہ

وہی راماتیم صوفیم تھا جہاں سموئیل پیدا ہوا تھا۔ (۱ سموئیل ۱:۱)۔ ۱۴۵ قبل از مسیح یہ افرئیمی شہر یہودیہ میں شامل کر دیا گیا تھا۔ کثرتِ استعمال سے اُس کا نام مخفف ہوگیا۔ اگرچہ یہ خیال صحیح ہے تو بھی ہم یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے ۔

"خدا کی بادشاہی کا منتظر" چوتھی انجیل میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ خفیہ طور پر ربنّا یسوع کا شاگرد تھا اور یہ بھی کہ نیکدیمس بھی آیا تھا۔ غالباً وہ یہ سُن کر آیا ہوگا کہ یوسف کیا کر رہا ہے۔ پس یہ دونوں خفیہ شاگرد اُس وقت جب اُن کا اُستاد کاہل قتل کر دیا گیا تھا تو اپنا خوف بالائے طاق رکھ کر ایسا کام کرنے لگے جس سے یہ ظاہر ہُوا کہ وہ بھی شاگرد تھے۔

آیت ۵۲ "پیلاطس سے ..... لاش مانگی" چونکہ یوسف ایک بڑا آدمی تھا وہ یہ کام کر سکتا تھا۔ بہرحال اس کے لئے ہمت کی ضرورت تھی۔ مرقس نے لکھا "جرأت سے"۔ (مرقس ۱۵: ۴۳)۔

آیت ۵۳ "مہین چادر میں لپیٹا" مرقس بتاتا ہے کہ اُس کو خریدا۔ یہ دکھاتا ہے کہ غالباً چودھواں[۱۴] نیسان نہیں ختم ہُوا تھا۔ تاہم ممکن ہے کہ پندرھویں[۱۵] نیسان کو بھی تجہیز و تکفین کے لئے لوگ کپڑا خرید سکتے ہوں۔

"قبر" یہ چٹان میں کمرے کی صورت پر کھودی گئی تھی اور نئی بھی تھی (دیکھو یوحنا ۱۹: ۴۱)۔ لُوقا یہاں اُس گول پتھر کا ذکر نہیں کرتا جسے ایسی ایسی قبروں کے دروازوں پر لڑھکاتے تھے مگر ۲۴: ۲ میں ذکر کرتا ہے۔

آیت ۵۴ "تیاری کا دن" جمعہ۔ یہودیوں کے حساب کے مطابق سبت یعنی سنیچر سُورج کے غروب ہونے پر شروع ہونے والا تھا۔

آیات ۵۵ و ۵۶ ۔ یوحنا بتاتا ہے کہ یوسف نے ربنّا المسیح کے جسم مبارک پر کافی خوشبودار چیزیں لگائیں تھیں اور خدمت کی یہ عزت اُن عورتوں کو حاصل نہ ہوئی جنہوں نے ربنّا المسیح کے جسم مبارک کو ہر قسم کی خوشبو اور عطر سے معطر کرنا چاہا تھا تاکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ خدمت کریں۔

حصہ ششم

قیامت اور صعود

باب بست و چہارم

خالی قبر

آیات ۱ تا ۱۲

(۱) سبت کے دن تو اُنہوں نے حکم کے مطابق آرام کیا۔ (۲) لیکن ہفتہ کے پہلے دن وُہ صبح سویرے ہی اُن خوشبودار چیزوں کو جو تیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں۔ (۳) اور پتھر کو قبر پر سے لُڑھکا ہُوا پایا۔ مگر اندر جا کر خُداوند یسُوعؔ کی لاش نہ پائی۔ (۴) اور ایسا ہُوا کہ جب وُہ اس بات سے حیران تھیں تو دیکھو دو شخص بُراق پوشاک پہنے اُن کے پاس آ کھڑے ہُوئے (۵) جب وُہ ڈر گئیں اور اپنے سر زمین پر جھکائے تو اُنہوں نے اُن سے کہا کہ زندہ کو مُردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو؟ (۶) وُہ یہاں نہیں بلکہ جی اُٹھا ہے۔ یاد کرو کہ جب وُہ گلیلؔ میں تھا تو اُس نے تم سے کہا تھا۔ (۷) ضرور ہے کہ ابنِ آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اُٹھے۔ (۸) اُس کی باتیں اُنہیں یاد آئیں۔ (۹) اور قبر سے لَوٹ کر اُنہوں نے اُن گیارہ اور باقی سب لوگوں کو ان سب باتوں کی خبر دی۔ (۱۰) جنہوں نے رسُولوں سے یہ باتیں کہیں وُہ مریمؔ مگدلینی اور یوأنہؔ اور یعقُوبؔ کی ماں مریمؔ اور اُن کے ساتھ کی باقی عورتیں تھیں۔ (۱۱) مگر یہ باتیں اُنہیں کہانی سے معلُوم ہُوئیں اور اُنہوں نے اُن کا یقین نہ کیا۔ (۱۲) اس پر پطرسؔ اُٹھ کر قبر تک دوڑا گیا اور جُھک کر نظر کی اور دیکھا کہ صرف کفن ہی کفن ہے اور اس ماجرے سے تعجب کرتا ہُوا اپنے گھر چلا گیا۔

(ابواب کی تقسیم ناقص ہے اور راقم نے تیسویں[۲۳] باب کے آخری الفاظ کو اس باب میں ملایا ہے یاد رہے کہ ابواب کی تقسیم لُوقاؔ کا نتیجۂ فکر نہ تھا بلکہ بہت برسوں کے بعد یہ کام دیگر اشخاص نے کیا)۔

۲۳: ۵۶۔ لُوقاؔ دکھاتا ہے کہ کیوں اتنی تاخیر ہُوئی۔ سینچر کو عورتیں مُوسوی شریعت کے

مطابق کچھ نہ کر سکیں ٭

آیت ۱- یہودیوں کے حساب کے مطابق سنیچر کا روز غروبِ آفتاب کے وقت شروع ہُوا اور اندھیرے میں کچھ نہ ہو سکا ٭

"سویرے ہی" غالباً آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے جب کچھ روشنی ہو گئی تھی ٭

آیت ۲- "پتھر" لُوقا نے سطور بالا میں اس کا ذکر نہیں کیا لیکن جو قبریں چٹان میں کھودی جاتی تھیں اُن کے دروازوں پر گول پتھر چکی کے پاٹ کی شکل کے لڑھکا دئے جاتے تھے تاکہ گیدڑ اور دیگر جنگلی جانور نہ گھس سکیں۔ اس قبر کا پتھر لڑھکا دیا گیا تھا۔ (متی ۲۸: ۲+ مرقس ۱۶: ۴+ یوحنا ۲۰: ۱) ٭

آیت ۳- "لاش نہ پائی" قبر خالی تھی۔ (مرقس ۱۶: ۵ و ۶+ یوحنا ۲۰: ۲ اور ۶: ۷) ٭

آیت ۴- "دو شخص الخ" مصنف کا خیال ہے کہ ہم ان کو آسمانی فرشتے سمجھیں۔ متی اور مرقس کی اناجیل میں صرف ایک فرشتے کا ذکر ہے۔ لُوقا اور یوحنا کی اناجیل میں دو کا ذکر ہے۔ اس مشکل کو حل کرنا دشوار ہے۔ پلمر صاحب کے الفاظ قابلِ ذکر ہیں "ہم کو فرشتوں کے ظاہر ہونے کے طریق کی بابت اتنا کم علم ہے کہ یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ کیا لُوقا اور یوحنا دو فرشتوں کا ذکر کرتے ہیں یا نہیں نیز ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیا واقعی متی اور مرقس ایک ہی فرشتے کا ذکر کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی عورت نے دو فرشتے دیکھے ہوں اور کسی نے ایک۔ ہماری کم علمی صحیح فیصلہ کرنے میں مانع ہے" ٭

آیات ۵ و ۶- "زندہ کو مُردوں میں ... جی اٹھا ہے" نسلِ انسانی کے لئے یہ ایک اہم سوال اور مژدہ ہے۔ دنیا میں اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا ٭

"یاد کرو" تمام شاگرد جیسا کہ ربنا یسوع کی اذیت کی پیشین گوئیاں خاطر میں نہ لائے تھے ویسا ہی قیامت کی بھی پیشین گوئیاں بھول گئے ٭

آیات ۷ و ۸- پیشین گوئیوں کا خلاصہ یاد دلایا جاتا ہے ٭

آیت ۹- "انہوں نے ... خبر دی" یوحنا صرف مریم مگدلینی کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن مریم کے الفاظ "ہمیں معلوم نہیں کہ اُسے کہاں رکھ دیا" (یوحنا ۲۰: ۲) دکھاتے ہیں کہ چوتھی انجیل کے مصنف کو معلوم تھا کہ مریم مگدلینی کے ساتھ اور عورتیں بھی تھیں ٭

آیت ۱۰- "یعقوب کی ماں مریم" یونانی کا لفظی ترجمہ یوں ہے "یعقوب کی مریم"

پس ممکن ہے کہ وُہ یعقوب کی بیوی - بہن - خالہ یا اور رشتہ دار ہو - لیکن قدیم سے وُہ اُس کی ماں سمجھی جاتی ہے ؛

آیت ۱۱ - یہ گمان کہ رسولوں کو ربنا یسوع کے جی اُٹھنے کی پکی اُمید تھی بالکل غلط ہے برعکس اس کے اُنہوں نے مشکل سے اس بات کا یقین کیا تھا - اُنہیں یہ بات کہانی سی معلوم ہوئی " جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ رام کہانی ہے - یونانی لفظ سے عموماً بے معنی باتیں یا بکواس مراد ہے ؛

آیت ۱۲ - بعض علما کا خیال ہے کہ اس آیت کو لوقا نے نہیں لکھا بلکہ کسی نقل نویس نے اس اقتباس کو چوتھی انجیل سے لیا ہے (یوحنا ۲۰ : ۲ سے ۸ تک) لیکن اگر یہی حقیقت ہے تو نقل نویس نے کیوں یوحنا کی انجیل کے بیان سے ایک جداگانہ بیان لکھا - دونوں عبارتوں کا مقابلہ کرنا مفید ہے - نیز یہ چیز اکثر نسخوں میں موجود ہے اور ان میں چند بہترین نسخے مشتمل ہیں ؛

لوقا نے دُوسرے شاگرد (یقیناً یوحنا) کا ذکر نہیں کیا حسبِ دستور یوحنا نے اس بات کو بہت مختصر طور پر لکھا ہے ؛

" کفن ہی کفن " - یوحنا ۲۰ : ۷ ملاحظہ ہو ؛

" اپنے گھر چلا گیا " - یعنی اُس گھر کو جہاں وُہ یروشلیم میں یا اُس کے نزدیک ٹھہرا ہُوا تھا - پطرس نے دیکھا اور تعجب کیا کہ قبر سے لاش غائب ہو گئی ہے اور کفن باقی رہ گیا ہے ؛

اماؤس کے رستے میں ربنا المسیح کا ظہور

آیات ۱۳ تا ۳۵

(۱۳) اور دیکھو اُسی دن اُن میں سے دو آدمی اُس گاؤں کی طرف جا رہے تھے جس کا نام اماؤس ہے - وُہ یروشلیم سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر ہے - (۱۴) اور وُہ ان سب باتوں کی بابت جو واقع ہوئی تھیں آپس میں بات چیت کرتے جاتے تھے - (۱۵) جب وُہ بات چیت اور پُوچھ پاچھ کر رہے تھے تو ایسا ہُوا کہ یسوع آپ نزدیک آکر اُن کے ساتھ ہو لیا - (۱۶) لیکن اُن کی آنکھیں بند کی گئی تھیں کہ اُس کو نہ پہچانیں - (۱۷) اُس نے اُن سے کہا یہ کیا باتیں ہیں جو تم چلتے چلتے آپس میں کرتے ہو ؟ وُہ غمگین سے کھڑے ہو گئے - (۱۸) پھر ایک نے جس کا

نام کلیپاس تھا جواب میں اُس سے کہا کیا تُو یروشلیم میں اکیلا مسافر ہے جو نہیں جانتا کہ ان
دنوں اُس میں کیا ہُوا ہے؟ (۱۹) اُس نے اُن سے کہا کیا ہُوا ہے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا یسوع
ناصری کا ماجرا جو خُدا اور ساری اُمت کے نزدیک کام اور کلام میں قدرت والا نبی تھا۔ (۲۰)
اور سردار کاہنوں اور ہمارے حاکموں نے اُس کو پکڑوا دیا تاکہ اُس پر قتل کا حکم دیا جائے
اور اُسے مصلوب کیا۔ (۲۱) لیکن ہم کو اُمید تھی کہ اسرائیل کو مخلصی یہی دیگا اور علاوہ ان
سب باتوں کے اس ماجرے کو آج تیسرا دن ہو گیا۔ (۲۲) اور ہم میں سے چند عورتوں نے بھی
ہم کو حیران کر دیا ہے جو سویرے ہی قبر پر گئی تھیں۔ (۲۳) اور جب اُس کی لاش نہ پائی تو یہ کہتی
ہُوئی آئیں کہ ہم نے رویا میں فرشتوں کو بھی دیکھا۔ اُنہوں نے کہا وہ زندہ ہے۔ (۲۴) اور بعض
ہمارے ساتھیوں میں سے قبر پر گئے اور جیسا عورتوں نے کہا تھا ویسا ہی پایا مگر اُس کو نہ دیکھا۔
(۲۵) اُس نے اُن سے کہا اے نادانو اور نبیوں کی سب باتوں کے ماننے میں سُست اعتقادو! (۲۶)
کیا مسیح کو یہ دُکھ اُٹھا کر اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا؟ (۲۷) پھر مُوسیٰ سے اور سب
نبیوں سے شروع کر کے سب نوشتوں میں جتنی باتیں اُس کے حق میں لکھی ہُوئی ہیں وہ اُن کو سمجھا
دیں۔ (۲۸) اتنے میں وہ اُس گاؤں کے نزدیک پہنچ گئے جہاں جاتے تھے اور اُس کے ڈھنگ
سے ایسا معلوم ہُوا کہ وہ آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ (۲۹) اُنہوں نے اُسے یہ کہہ کر مجبور کیا کہ
ہمارے ساتھ رہ کیونکہ شام ہُوا چاہتی ہے اور دن اب بہت ڈھل گیا۔ پس وہ اندر گیا
تاکہ اُن کے ساتھ رہے۔ (۳۰) جب وہ اُن کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تو ایسا ہُوا کہ اُس
نے روٹی لے کر برکت دی اور توڑ کر اُن کو دینے لگا۔ (۳۱) اس پر اُن کی آنکھیں کُھل گئیں
اور اُنہوں نے اُس کو پہچان لیا اور وہ اُن کی نظر سے غائب ہو گیا۔ (۳۲) اُنہوں نے آپس
میں کہا کہ جب وہ راہ میں ہم سے باتیں کرتا اور ہم پر نوشتوں کا بھید کھولتا تھا تو کیا ہمارے
دل جوش سے نہ بھر گئے تھے؟ (۳۳) پس وہ اُسی گھڑی اُٹھ کر یروشلیم کو لوٹ گئے اور اُن گیارہ
اور اُن کے ساتھیوں کو اکٹھا پایا۔ (۳۴) وہ کہہ رہے تھے کہ خداوند بیشک جی اُٹھا اور شمعون کو
دکھائی دیا ہے۔ (۳۵) اور اُنہوں نے راہ کا حال بیان کیا اور یہ بھی کہ اُسے روٹی توڑتے
وقت کس طرح پہچانا۔

یہ بیان صرف لُوقا کی انجیل میں ہے۔ شاید مصنف نے اسے تب معلوم کیا تھا جب
وہ پولُوس کے ساتھ یروشلیم میں آیا تھا (اعمال ۲۱: ۱۷)۔ ممکن ہے کہ اُس نے کلیپاس ہی سے

اس واقعہ کا بیان سُنا ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ اُس کا گھر اماؤس میں یروشلیم کے نزدیک تھا۔

آیت ۱۳ - اماؤس - بہت کوشش کی گئی ہے کہ مذکورہ گاؤں کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں کہ یہ گاؤں کہاں واقع تھا۔ ایک جگہ اسی نام کی تھی جہاں یہوداہ مکابی نے سُریانی فوج کو شکست دی تھی مگر یہ مقام بجائے ساٹھ میل (ساٹھ فرلانگ) کے ۲۱ میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں سے پیدل آنا مشکل کام تھا کیونکہ شاگرد یروشلیم سے وہاں پیدل گئے تھے اور اگر فوراً ہی واپس جاتے تو ۴۲ میل کا سفر ہوتا۔

آیت ۱۴ - وُہ تصلیب اور دفن کا ذکر کرتے جاتے تھے۔

آیت ۱۵ - "یسُوع اُن کے ساتھ ہو لیا" - یہ بتایا نہیں گیا کہ پیچھے سے چل کر ہو لیا یا دُوسرے راستہ سے آیا۔ جب لوگ اہم باتوں کی بابت گفتگو کرتے ہیں تو بعض اوقات دھیرے دھیرے چلتے ہیں لیکن ہم کو پُورا علم نہیں کہ دراصل کیا ہُوا۔

آیت ۱۶ - "اُن کی آنکھیں بند کی گئیں الخ" - جس نامعلوم شخص نے مرقس کی انجیل کی آخری ۱۲ آئیتیں لکھی ہیں، اُس نے یُوں لکھا ہے کہ "وُہ دُوسری صُورت میں . . . دکھائی دیا۔" مشہور بات ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے مرقس کی انجیل کا اختتام نامتام رہا اور کسی شخص نے یہ آیتیں اس کو پُورا کرنے کی غرض سے لکھیں۔ روایت ہے کہ اُس کا نام ارسٹین (ARISTION) تھا۔ ہم کو علم نہیں کہ آیا خُدا کے انتظام سے ان دو آدمیوں کی آنکھیں بند کی گئیں یا ربّنا یسُوع کی صُورت میں کچھ نہ کچھ فرق پیدا ہُوا تھا۔ ظاہر ہے کہ وُہ اپنے جی اُٹھنے کے بعد ہر دفعہ فوراً نہیں پہچانا جاتا تھا (لُوقا ۲۴: ۳۸ + متّی ۲۸: ۱۷ + یُوحنّا ۲۰: ۱۵ + ۲۱: ۴)۔

آیت ۱۷ - جب ربّنا یسُوع نے اُن سے پُوچھا کہ تُم کیا گفتگو کر رہے ہو تو اُن پر غم کا بادل چھا گیا۔

آیت ۱۸ - کلیپاس - یہ یُونانی نام کلیپٹرس (KLEOPATROS) کا مُخفف ہے۔ یُوحنّا ۱۹: ۲۵ میں ایک شخص کلوپاس نام کا ذکر ہے لیکن یہ آرامی زبان کا نام ہے اور اس نام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اس آدمی کی بابت اور کُچھ معلوم نہیں اور اُس کے ساتھی کا نام بھی نامعلُوم ہے حالانکہ ایک روایت تھی کہ اُس کا نام شمعُون تھا۔

کلیپاس کا جواب جو سوال کی صورت میں ہے عجیب ہے۔ خُداوند یسُوع سے پُوچھنا کہ کیا وُہ نہیں جانتا تھا کہ کیا ہُوا نہایت عجیب اور مضحکہ خیز ہے۔

آیت ۱۹ - "قُدرت والا نبی"۔ ان دو شاگردوں کے نزدیک اب تک ربّنا یسوؔع محض نبی معلوم ہوتا تھا - دراصل یہ لوگ رسُول نہ تھے اور غالباً ربّنا یسُوؔع سے اُن کی زیادہ واقفیت نہ تھی۔ اُنہوں نے آپ کے دہنِ مُبارک سے آپ کی تعلیم کثرت سے نہیں سُنی ہوگی بہرحال وُہ آپ کو اور آپ کی تعلیم کو جانتے تھے اور آپ کی تعلیم پر کسی قدر ایمان بھی لائے تھے۔ اُنہوں نے کلام اور کام دونوں میں ربّنا یسُوؔع کی قُدرت پہچانی تھی ؛

آیت ۲۰ - وُہ اپنے حاکموں اور سرداروں پر الزام لگاتے ہیں کہ وُہ ربّنا المسیح کی صلیبی موت کے ذمہ دار ہیں اور یہ صحیح نظریہ ہے ؛

آیت ۲۱ - "اسرائیل کو مخلصی" یقیناً کلیپاس اور اُس کے ساتھی کی اُمید یہی تھی کہ ربّنا یسُوؔع فوج کشی کرکے بزورِ شمشیر رُومیوں کو شکست دے گا ؛

"آج تیسرا دن ہو گیا"۔ شاید اُنہوں نے تیسرے دن کی پیشینگوئی کا ذکر رسُولوں میں سے کسی سے سُنا ہو ؛

آیات ۲۲ و ۲۳ - عورتوں کا یہ بیان کہ قبر خالی ہے اور اُنہوں نے رویا میں فرشتوں کو دیکھا ہے جن کا پیغام یہ ہے کہ ربّنا یسُوؔع المسیح زندہ ہے، عوام میں گھبراہٹ پیدا کرنے کا مُوجب ہُوا۔ چُنانچہ اس بیان سے وُہ کوئی خاص نتیجہ اخذ نہ کر سکے ؛

آیت ۲۴ - اس کا بارھویں آیت سے مقابلہ کریں تو ہم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ عوام پطرس سے یہ بیان سُن کر کہ قبر خالی ہے اور قبر کو دیکھنے بھی گئے ہوں گے ؛

آیت ۲۵ - "نبیوں کی سب باتوں الخ" ترجمہ مُشتبہ ہے۔ مطلب یہ نہیں کہ ان شاگردوں نے نبیوں کی ہر ایک بات کو ماننے سے انکار کیا تھا بلکہ یہ کہ بہُت کُچھ ماننے کے باوجُود بھی سب باتوں کو نہیں مانا تھا۔ اپنی قوم کے شُرکا کی طرح اُنہوں نے بھی انبیائے سابقہ کی اُن پیشینگوئیوں کو نظر انداز کیا تھا جن میں ربّنا المسیح کی اذیت کا تذکرہ ہے۔ پس وُہ نہ ہی آپ کی موت کے لئے تیار تھے اور نہ ہی آپ کی قیامت کی اُمید رکھتے تھے ؛

آیت ۲۶ - بہُت عرصہ سے ربّنا یسُوؔع اپنے رسُولوں کو سکھاتے رہے تھے کہ آپ کی زندگی میں دُکھ سہنا، مر جانا اور جی اُٹھنا لازمی امُور تھے ؛

آیت ۲۷ - ڈاڈ صاحب نے ایک کتاب "کتاب مُقدّس کے مطابق" (ACCORDING TO THE SCRIPTURES) تصنیف کی ہے جس میں آپ نے

دکھایا کہ نئے عہد نامے کے لکھنے والوں نے خاص خاص عبارتوں کا اقتباس پیش کیا ہے اور اگرچہ بعض کتابوں میں عہد نامہ عتیق کی کچھ آیتوں کا اقتباس ہے جو دیگر کتب میں نہیں تو بھی عموماً اُن کے اقتباسات ایک دُوسرے کے موافق ہیں۔ آخری صفحات پر مُصنّف کی یہ رائے پیش کی جاتی ہے کہ ان آیات اور عبارتوں کو ہمارے خُداوند ہی نے چُنا تھا۔ غالباً ربّنا یسُوع المسیح نے قیامت اور صعُود کے درمیان کے عرصہ میں شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی۔

آیت ۲۸۔ ربّنا یسُوع ضرور کلیپاس کے یہاں داخل ہونا چاہتے تھے تاہم آپ دعوت کے مُنتظر تھے۔

آیت ۲۹۔ جب ربّنا یسُوع کو دعوت دی جاتی ہے تو آپ ہمیشہ منظور کرتے ہیں۔

آیت ۳۰۔ یہ خیال درُست نہیں معلُوم ہوتا کہ یہ پاک شراکت کی رسم ادا کرنا تھا۔ "برکت دی"۔ خُداوند کھانے کے وقت دُعا کیا کرتے تھے۔

آیت ۳۱۔ خُدا نے اب اُن کی آنکھیں کھولیں اور اُنہوں نے ربّنا یسُوع المسیح کو پہچان لیا۔

"غائب ہو گیا" مندرجہ ذیل نوٹ ملاحظہ ہو۔

آیت ۳۳۔ یہ معلُوم کر کے کہ ربّنا یسُوع فی الحقیقت زندہ ہیں دونوں شاگرد حالانکہ سات میل کا سفر پیدل طے کر چُکے تھے تو بھی فوراً اس عجیب اور ہمّت افزا امر کی خبر دینے کے لئے شہر کو واپس لوٹ گئے۔

آیت ۳۴۔ "شمعُون کو دکھائی دیا"۔ مُقدّس پولُس نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ (۱۔کرنتھیوں ۱۵ : ۵) اپنے دستُور کے موافق مُقدّس پولُس نے کیفا لکھا ہے۔ یہ لفظ پطرس یعنی چٹان کا آرامی ترجمہ ہے۔ یقیناً جب ہمارے خُداوند نے شمعُون کو یہ لقب بخشا تو آرامی زبان استعمال کر کے کیفا کہا۔ پطرس کو جس نے تین بار ربّنا المسیح کا انکار کیا تھا اشد ضرورت تھی کہ خُداوند خاص طور پر اُسے دکھائی دیتے۔

رسُولوں اور شاگردوں پر ربّنا یسُوع المسیح کا ظاہر ہونا

آیات ۳۶ تا ۴۳

(۳۶) وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسُوعؔ آپ اُن کے بیچ میں آ کھڑا ہُوا اور اُن سے کہا تمہاری سلامتی ہو۔ (۳۷) مگر اُنہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی رُوح کو دیکھتے ہیں۔ (۳۸) اُس نے اُن سے کہا تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ (۳۹) میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہُوں۔ مجھے چھُو کر دیکھو کیونکہ رُوح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ (۴۰) اور یہ کہہ کر اُس نے اُنہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ (۴۱) جب مارے خُوشی کے اُن کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اُس نے اُن سے کہا کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ (۴۲) اُنہوں نے اُسے بھُنی ہُوئی مچھلی کا قتلہ دیا۔ (۴۳) اُس نے لیکر اُن کے رُوبرُو کھایا۔

آیت ۳۶ ۔ یہ ماجرہ وُہی معلوم ہوتا ہے جو یُوحنّا کے بیسویں باب میں (آیات ۱۹ سے ۲۲ تک) بیان کیا گیا ہے تاہم دُوسرے نقطۂ نگاہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ لُوقا نے اس کے ساتھ یُوحنّا کے اسی باب کی ۲۶ سے ۲۹ آیات تک کے بیان کو ملا کر ایک کر دیا ہے۔

"بیچ میں آ کھڑا ہُوا"۔ یُوحنّا ۲۰ : ۱۹ ملاحظہ ہو۔

"تمہاری سلامتی ہو"۔ بعض علما خیال کرتے ہیں کہ یہ الفاظ لُوقا کے لکھے ہُوئے نہیں لیکن کسی نقل نویس نے ان کو یُوحنّا کی انجیل سے (۲۰ : ۱۹) لے کر ملا دیا ہے۔ لیکن یہ الفاظ بہترین نسخوں میں موجُود ہیں اور شک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آیت ۳۷ ۔ "کسی رُوح کو دیکھتے ہیں"۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاگردوں نے ربّنا یسُوعؔ کو تو پہچانا مگر گمان کیا کہ یہ محض اُس کی رُوح ہے۔ اُنہوں نے گھبراہٹ کی حالت میں اس پر کوئی رائے قائم نہ کی کہ جی اُٹھا تو تھا مگر جی اُٹھا ہُوا شخص کیسا ہوتا ہے۔

آیات ۳۸ تا ۴۳ ۔ یسُوعؔ اُن کو دلاسا دیتا ہے اور اوّل اُن کو اپنے زخم دکھاتا ہے۔ "ہاتھ اور پیر"۔ الفاظ سے ظاہر ہے کہ ربّنا یسُوعؔ کے پاؤں میں بھی میخیں ٹھونکی گئی تھیں۔ بعض وقت مصلُوب مجرم کے پیر صلیب پر رسّیوں سے باندھے جاتے تھے۔ دوم ربّنا یسُوعؔ اُن کو ٹٹولنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ وُہ دیکھیں کہ واقعی آپ کے جسم میں گوشت اور ہڈیاں موجُود ہیں۔ سوم۔ آپ کھانا مانگ کر اُن کے سامنے کھاتے ہیں۔ (اعمال ۱۰ : ۴۱ +

یُوحنّا ۲۱ (۱۲:۲۱)۔ مندرجہ ذیل نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ :- قیامت کے بعد ربّنا المسیح کا بدن

ہمیں چاہیئے کہ ہم پہلے ہی اس بات کا فیصلہ نہ کریں کہ قیامت کے بعد ربّنا یسُوع کا بدن کیسا ہونا چاہیئے۔ یہ ایک عام غلطی ہے۔ لوگ دل میں فیصلہ کرکے کہ خُدا کیسا ہے اپنے خیال کو مسیحی دین کی سچّائی کی کسوٹی بناتے ہیں لیکن درحقیقت بائبل سے اور خصُوصاً خُداوند یسُوع المسیح کی پاک سیرت اور تعلیم سے سیکھنا چاہیئے کہ خُدا کیسا ہے۔ اس کی جانچ کرنی چاہیئے لیکن اپنے خیالات کو کسوٹی بنانا غلط ہے۔ علےٰ ہٰذا القیاس بعض لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ بائبل خود کیا بتاتی ہے بلکہ پیشتر ہی فیصلہ کر بیٹھتے ہیں کہ الہامی کتاب کیسی ہونی چاہیئے۔ ہم ایسی غلطی میں نہ پھنسیں بلکہ دیکھیں کہ پاک کلام میں کیا بیان کیا گیا ہے۔

۱ - ربّنا یسُوع اپنی قیامت کے بعد فوراً نہیں پہچانے جاتے تھے۔ (لُوقا ۲۴: ۱۶ و متّی ۲۸: ۱۷۔ اور یُوحنّا ۲۰: ۱۴ و ۲۱: ۴)۔

۲ - ربّنا یسُوع اپنی قیامت کے بعد غائب بھی ہو سکتے تھے (لُوقا ۲۴: ۳۱) اور بند کمرے میں دفعتاً موجُود ہو سکتے تھے۔ (یُوحنّا ۲۰: ۱۹ و لُوقا ۲۴: ۳۶) یعنی آپ زمان و مکان کی حدُود و قیُود سے آزاد تھے۔

۳ - ۱- کرنتھیوں ۱۵: ۴۴- اس عبارت میں یُوں مرقُوم ہے۔ "نفسانی جسم بویا جاتا ہے۔ رُوحانی جسم جی اُٹھتا ہے۔" باب مذکورہ میں پولُوس ربّنا یسُوع المسیح کے جی اُٹھنے کو ایماندار کے جی اُٹھنے کی مانند ٹھہراتا ہے۔ آیت ۱۳ اور ۲۰۔ پس یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کتابِ مُقدّس کے مطابق ربّنا یسُوع المسیح کا جی اُٹھا ہُوا بدن ایمانداروں کے رُوحانی جسم کی مانند ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رُوحانی جسم کیا چیز ہے؟ جو لوگ فقرہ پر غور نہیں کرتے وُہ خیال کرتے ہیں کہ وُہ رُوح سے بنا ہُوا جسم ہے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں نفسانی جسم کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن نفسانی جسم نفس سے بنا ہُوا نہیں ہوتا۔ نفسانی جسم ایسا جسم ہے جو نفس یعنی جبلّی قوّت کے مطابق زندہ رہتا ہے ——— پس رُوحانی جسم وُہ ہے جو رُوح کے مطابق زندہ رہتا اور رُوح کا ذریعہ یا واسطہ ہے۔ ہم کو معلوم نہیں کہ یہ کس چیز کا بنا ہُوا ہے غالباً کسی قسم کے لطیف مادّے کا ہوتا ہے۔

۴ - یقیناً یسوع کا بدن قیامت کے بعد رُوحانی جسم تھا۔ وُہ مادہ کے قواعد سے مُبّرا تھا۔

۵ - ہم خیال کر سکتے ہیں کہ ربّنا یسوع کو جی اُٹھنے کے بعد معمُولی غذا کی بھی ضرورت نہ تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کھا نہیں سکتے تھے۔ بیان یہ ہے کہ شاگردوں کو یقین دلانے کی خاطر آپ نے اُن کے سامنے کھانا کھایا یعنی "بھُنی ہُوئی مچھلی کا قتلہ" (۲۴: ۴۳) (شہد کے چھتّے کے ٹکڑے کا غیر مُستند نُسخوں ہی میں ذکر ہے)۔

۶ - یہ ایسا بھید ہے جس کو ہم اس زندگی میں سمجھ نہیں سکتے لیکن اس کا بیان ایسا ہی ہے جیسا اُوپر مذکور ہے۔

ربّنا المسیح شاگردوں کو اپنی تعلیم کا خلاصہ دیتے ہیں

آیات ۴۴ تا ۴۹

(۴۴) پھر اُس نے اُن سے کہا یہ میری وُہ باتیں ہیں جو مَیں نے تُم سے اُس وقت کہی تھیں، جب تُمہارے ساتھ تھا کہ ضرُور ہے کہ جتنی باتیں مُوسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبُور میں میری بابت لکھی ہیں پُوری ہوں۔ (۴۵) پھر اُس نے اُن کا ذہن کھولا تاکہ کتابِ مُقدّس کو سمجھیں۔ (۴۶) اور اُن سے کہا یُوں لکھا ہے کہ مسیح دُکھ اُٹھائے گا اور تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھیگا۔ (۴۷) اور یرو شلیم سے شرُوع کر کے سب قوموں میں توبہ اور گُناہوں کی مُعافی کی مُنادی اُس کے نام سے کی جائے گی۔ (۴۸) تُم ان باتوں کے گواہ ہو۔ (۴۹) اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے مَیں اُس کو تُم پر نازل کرُوں گا لیکن جب تک عالمِ بالا سے تُم کو قُوّت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو۔

انجیل کے آخری جُملوں میں لُوقا نے بہُت اختصار استعمال کیا ہے۔ معلُوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ چالیس[۳] دن کی تعلیم کا خُلاصہ ہیں۔ (اعمال ۱: ۳) یہ ظاہر ہے کہ اس باب کی آخری دس آیتوں کے بیان کا تعلق ربّنا یسُوع کے جی اُٹھنے کے دن ہی سے نہیں۔ اعمال کی کتاب کا پہلا باب دکھاتا ہے کہ لُوقا کو معلُوم تھا کہ خُداوند عرصہ تک شاگردوں پر ظاہر ہوتے رہے۔ یہ مُمکن نہیں کہ لُوقا اس بات سے ناواقف ہو کہ ربّنا یسُوع شاگردوں سے گلیل میں بھی ملے تھے۔ (متّی ۲۸: ۱۶؛ مرقس ۱۶: ۷ اور یُوحنّا ۲۱: ۱) پر اُس نے اسے

نظر انداز کیا۔

آیت ۴۴ ۔"جب تمہارے ساتھ تھا"۔جب ربنا یسوع یہ تعلیم سکھاتے تھے تو رسولوں کے ساتھ تھے لیکن آپ اُن کے ساتھ اُس طور پر نہ تھے جس طور پر آپ اپنی موت سے پہلے ہر وقت اُن کے ساتھ تھے۔"گشت کرتا رہا"۔اب خداوند اُن کو نظر آتا رہا (اعمال ۱: ۳) یعنی وقتاً فوقتاً ۔یہ متی اور یوحنا کی اناجیل سے بھی ظاہر ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ گلیل کے اُن واقعات کے بعد جن کا ذکر پہلی اور چوتھی اناجیل میں ہے رسول یروشلیم کو لوٹے یقیناً ربنا یسوع کے حکم سے لوٹے ہوں گے۔

"ضرور ہے الخ"۔یہ ایک ہی عبارت ہے جہاں نئے عہد نامے میں توریت اور انبیا کے صحیفوں کے ساتھ زبور کا ذکر ہے۔زبور میں المسیح اور اُس کی بادشاہی کی بابت بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

آیت ۴۵ و ۴۶ ۔جیسا سطور بالا میں ذکر ہو چکا ہے غالباً ربنا یسوع المسیح نے شاگردوں کو اُن عبارتوں کا مطلب سمجھا دیا تھا جن میں آپ کے کام۔موت اور قیامت کا ذکر ہے۔اور اسی تعلیم کے مطابق عہدِ جدید کے مصنفین نے عہدِ عتیق سے اقتباس کیا ہے۔

آیت ۴۷ ۔"اُس کے نام سے"۔یعنی اس لئے کہ وُہ المسیح اور خدا کا بیٹا ہے۔

"سب قوموں سے"۔یہ اُن پیشینگوئیوں کا مطلب ہے جن میں ذکر ہے کہ سب قومیں اسرائیل اور اُس کے بادشاہ کے ماتحت ہوں گی۔(مثلاً زبور ۷۲: ۱۱ و ۸۶: ۹ + یسعیاہ ۶۶: ۱۸ + یرمیاہ ۲۷: ۷ + نیز پیدائش ۱۸: ۱۸ + زبور ۲۲: ۲۷ و ۸۲: ۸)۔

آیت ۴۸ ۔اعمال ۱: ۸ اور یوحنا ۸: ۲۱ ملاحظہ ہوں۔

آیت ۴۹ ۔رُوح القدس کے نازل ہونے کا وعدہ۔یروشلیم میں رہنے کا حکم پھر اعمال ۱: ۴ میں بیان کیا جاتا ہے۔

ربنا یسوع المسیح کا صعودِ مبارک

آیات ۵۰ تا ۵۳

(۵۰) پھر وُہ اُنہیں بیت عنیاہ کے سامنے تک باہر لے گیا اور اپنے ہاتھ اُٹھا کر اُنہیں برکت دی۔(۵۱) جب وُہ اُنہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ اُن سے جدا ہو گیا اور

آسمان پر اُٹھایا گیا۔ (۵۲) اور وُہ اُس کو سجدہ کر کے بڑی خوشی سے یروشلیم کو لوٹ گئے۔ (۵۳) اور ہر وقت ہیکل میں حاضر ہو کر خُدا کی حمد کیا کرتے تھے ۔۔

اگر لُوقا دُوسری جلد یعنی رسُولوں کے اعمال کی کتاب نہ لکھتا تو انجیل کی ان آیات سے یہ معلوم ہوتا کہ لُوقا کے خیال کے مطابق ربّنا یسُوعؔ جس روز جی اُٹھے تھے اُسی روز آسمان پر صعُود بھی فرما گئے تھے۔ لُوقا اگرچہ واقعات کا سِلسلہ وقت کے لحاظ سے بیان کرتا ہے تاہم وُہ وقتی وقفوں کا لحاظ بہُت کم کرتا ہے۔ مثلاً۔ لُوقا نے کافی وقت پولُوسؔ رسُول کی صُحبت میں گزارا تھا۔ اُسے ضرُور معلُوم تھا کہ پولُوسؔ اپنے مسیحی ہو جاتے کے بعد تقریباً تین سال تک عرب میں رہا۔ (گلتیوں ۱: ۱۷ اور ۱۸) لیکن اعمال ۹: ۲۰ تا ۳۲ کی عبارت سے اس بات کا پتہ ہرگز نہیں لگ سکتا۔ ہمیں یقین ہے کہ لُوقا واقعات کو آگے پیچھے نہیں کرتا لیکن وُہ وقتی وقفوں کی کمی بیشی میں دلچسپی نہیں رکھتا۔۔

آیت ۵۰۔ "پھر" یہ ترجمہ ٹھیک نہیں معلُوم ہوتا۔ یُونانی لفظ DE کے دو معنی ہیں۔
(۱) لیکن یا مگر (۲) اور۔ یا اور پھر۔

"بیت عنیاہ کے سامنے تک" یعنی زیتُون کے پہاڑ پر (اعمال ۱: ۱۲) بیت عنیاہ اُس پہاڑ کے قریب، یروشلیم سے دُوسری جانب یریحو کے راستہ پر واقع تھا۔

آیات ۵۱ تا ۵۳۔ اعمال کے پہلے باب کی پہلی بارہ آیات اور دُوسرے باب کی چھبیسویں (۲۶) آیت کا خلاصہ معلُوم ہوتا ہے۔ لُوقا کا یہ منشا تھا کہ صعُود کا ذکر کر کے انجیل کو ختم کر لے اور وُہ ارادہ کر چکا تھا کہ دُوسرا رسالہ یعنی اعمال کی کتاب کو بھی قلمبند کرے۔

نوٹ:۔ قیامتِ مسیح۔

۱۔ پُرانے زمانہ کے کسی واقعہ کی اتنی شہادتیں نہیں ملتیں جتنی خُداوند یسُوعؔ المسیح کی تصلیب اور قیامت کی شہادتیں ہیں۔ قدیم زمانہ کی تواریخ مثلاً یُونان اور رُوم کی تواریخ یا شاہانِ مُغلیہ کی تواریخ کے بہُت کم واقعات کی دو سے زائد تحریری شہادتیں موجود ہیں۔ نیز بہُت سے واقعات کا بیان ایک ہی مُصنّف نے لکھا ہے۔ اس کے برعکس یسُوعؔ کی اذیّت اور قیامت کے پانچ جُداگانہ گواہ موجود ہیں۔ اناجیل اربعہ اور مُقدس پولُوسؔ (۱۔ کرنتھیوں باب ۱۵) بہُت سی باتوں کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ مُصنّفین نے ایک دُوسرے سے یا کسی اور مکتُوب سے نقل کیں (دیباچہ۔ اناجیل متفقہ

لیکن اذیت اور قیامت کے بیان ایسے ہیں کہ ان کے متعلق مصنفین گویا خود مختار ہیں۔ بے شک مرقس کی انجیل جیسی مرقس نے خود لکھی نامکمل ہے۔ اُس کی آخری بارہ ۱۲ آیات جیسا مشہور ہے دوسرے شخص کی تحریر کردہ ہیں۔ یہ شخص غالباً ارسٹین (ARISTION) تھا۔ مرقس کی انجیل کا آخری حصہ کسی وجہ سے گم ہو گیا تھا۔ پہلی صدی عیسوی کے دوسرے حصہ میں سیاست کے سبب سے مسیحیوں کی کتابیں اور دیگر مال و اسباب اکثر اوقات برباد ہوتے رہتے تھے۔ تو بھی مرقس نے قیامت یا کم از کم خالی قبر کا بیان لکھا تھا۔ اس موضوع پر پولوس کا بیان اناجیل سے پہلے لکھا گیا تھا۔

۲ - ان گواہوں کی شہادتوں کو ملانا کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن یہ سب شہادتیں ایک دوسری کی متضاد نہیں۔ یہی جداگانہ گواہوں کی ایک خاصیت ہے۔ پولوس رسول نے گو بیان تفصیل دار نہیں لکھا تاہم اُس نے ان اشخاص کی فہرست لکھی ہے جن پر ربنا یسوع المسیح ظاہر ہوئے تھے۔ لیکن اُس نے کلیپاس اور اُس کے ساتھی اور عورتوں کا ذکر نہیں کیا لیکن ہم کو بتایا ہے کہ خاص طور پر ربنا یسوع یعقوب کو دکھائی دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ آخر میں خداوند المسیح یروشلیم کے نزدیک دکھائی دئے۔ پس ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ گلیل میں آپ کا ظہور جی اُٹھنے کے روز اور صعود کے روز کے درمیان ہوا تھا۔

۳ - بیانات میں تیسرا دن برابر آتا ہے۔ عقائد میں بھی یہ لفظ مرقوم ہیں۔

۴ - اناجیل سے ثابت ہے کہ قبر خالی تھی۔ لاش زندہ ہو کر بلکہ روحانی جسم بن کر نکل گئی۔ پر ظاہر ہے کہ (۱) یہ عورتوں اور رسولوں کے ایمان کی بنیاد نہ تھی۔ نہ تو عورتوں نے قبر کو خالی پا کر یقین کیا کہ یسوع جی اُٹھا بلکہ خیال کیا کہ کسی نے لاش کو چرا لیا (یوحنا ۲۰: ۲) اور نہ رسولوں نے قبر کے خالی ہونے سے یہ نتیجہ نکالا کہ خداوند زندہ ہوا۔ (لوقا ۲۴: ۳۷، یوحنا ۲۰: ۲۵) ۔ (۲) یہ بہت کارآمد گواہی تھی۔ اگر کائفا سردار کاہن اور یسوع کے دوسرے دشمن دکھا سکتے کہ قبر میں لاش ہے تو ضرور ہی ایسا کرتے۔ پھر پطرس کی منادی کہ خدا نے ربنا یسوع کو جِلایا اور اُس کے جسم کے سڑنے کی نوبت نہ پہنچی۔ (اعمال ۲: ۲۴ ؛ ۳۱) فوراً جھٹلائی جاتی۔ یہی یقیناً خاص وجہ تھی جس سے خداوند نے رسولوں کو یروشلیم میں رہنے اور وہیں سے تبلیغ شروع کرنے

کا حکم دیا۔

۵- تمام عہد نامہ جدید میں ربنا یسوع کی قیامت بنیادی تعلیم ہے۔ پولوس رسول نے بار بار اس کا خاص ذکر کیا ہے اور نیز بہتیرے مقاموں میں اشارۃً آپ کے صعود کا ذکر کیا۔ نیز عبرانیوں کے خط میں صعود کا ذکر ہے (۴: ۱۴)۔ پطرس نے بھی قیامت کا ذکر کیا ہے (۱- پطرس ۱: ۲۱ و ۳: ۲۲)۔ یوحنا کے خطوط میں قیامت کا کوئی خاص ذکر نہیں لیکن اگر ربنا یسوع جی اٹھتے تو وہ خطوط بے معنی ہو جاتے۔

۶- اگر ربنا یسوع جی نہ اٹھتے تو مسیحیت کا جلد ہی خاتمہ ہو جاتا بلکہ یوں کہنا بجا ہے وہ کبھی قائم بھی نہ رہتی۔ یہ واقعہ مسیحی دین کی ایک ضروری بنیاد ہے۔ پولوس نے صاف طور پر لکھا ہے "اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو ہماری منادی بھی بیفائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ ہے۔" (۱- کرنتھیوں ۱۵: ۱۴)۔

۷- بہر حال محض یہ یقین کہ ربنا یسوع مردوں میں سے جی اٹھے ہیں مسیحیت کو قائم نہ کرتا۔ لیکن اب تک ربنا یسوع المسیح اُن انسانوں پر جو آپ پر ایمان رکھتے ہیں تواتر کے ساتھ نادیدنی کے رنگ میں حقیقی طور سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

تمام شد

بی-آر-ٹی-ایس پریس لاھور میں
باہتمام
مسٹر وی-ایس- کے فضل پرنٹر و پبلشر
سیکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی-انارکلی لاہور
چھپ کر شائع ہوئی-

